عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر روزگار،
اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب شرح

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

12

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے، حضرت حکیم الامت نے اشعارِ مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آراء کتاب مثنوی معنوی کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلیدِ مثنوی

از:

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

جلد ۱۲

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ' ناخواندہ سب ہی اس سے
دلچسپی لیتے ہیں. مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت
پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے.
حضرت حکیم الامت نے اشعارِ مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام
فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے. حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور
شریعت و طریقت کا پاس ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی اور کوئی شرح
نہیں لکھی گئی

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ • مُلتان

قَالَ تَعَالیٰ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

چوں در کریمہ صدر قولہ یتلوا و یعلمکم الکتب بر فضل علم نظم و معنی و قولہ یزکیکم بر شرف علم کلام و عقائد و علم سلوک و قولہ والحکمۃ بر مزیت علم اسرار و علم اصول دال ست واضح بیان بیات واز ان جز و بودن تصوف کہ مشتمل بر سلوک و اسرار ست از علم دین نیک عیان ست و باتفاق اہل مذاق مثنوی را در کتب این فن خاص شان ست لاکن از اغلاقش محتاج تبیان ست + بناءً علیہ این شرح اردو کہ معنونش را

کلید مثنوی

عنوان ست و این ربع چہارم از دفتر ثالث از ان ست (بالفاظ و عبارت (مولوی شبیر علی و مولوی حبیب احمد سلمہما اللہ کہ ہر یکے از ایشان برائے صاحب معانی یعنی حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب دام ظلہم بمنزلہ لسان و ترجمان ست) در و اصل متن را چنان حل کردہ کہ غایت امکان ست و مسائل را بطورے تقریر نمودہ کہ ہم موافق تحقیق اہل اتقان و ہم مطابق حدیث و قرآن ست و اشکالات و اغلاط را بطرزے دور ساختہ کہ مورث اطمینان و امان ست و جا بجا ملفوظات سیدنا الحاج محمد امداد اللہ

کہ مطرب آذان و منشط اذہان ست ہم مطا دو لیش سپردہ

حسب فرمائش

محمد شبیر علی مالک اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر طبع شد

حامداً و مصلیاً و مسلماً

ربع چہارم دفتر ثالث کلید مثنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح حبیبی

اسپ داند بانگ و بوئے شیر را / گرچہ حیوان ست الا نادرا

بل عدوئے خویش ہر جانور / خود بداند از نشان و از اثر

روز خفاشک نیارد بر پرید / شب برون آید چو دزدان چرید

از ہمہ محروم تر خفاش بود / کہ عدوئے آفتاب فاش بود

نے تواند در مصافش زخم خورد / نے بنفرین تاندش مہجور کرد

آنکہ آن خورشید از احسان و جود / بر نہ دراند ز قہرش تار و پود

آفتابے کہ بگرداند قفاش / از برائے غصہ و قہر خفاش

غایت لطف و کمال او بود / ورنہ خفاشش کجا مانع شود

دشمن ار گیری بحد خویش گیر / تا بود ممکن کہ گردانی اسیر

قطرہ با قلزم کہ استیزہ کند / ابلہ است او ریش خود بر میکند

حیلت او از سبالش نگذرد / حنجر و حلق قمر چون بر درد

با عدو آفتاب این بد عتاب — اے عدو آفتاب آفتاب

اے عدو آفتابے کز فرش — می بلرزد آفتاب و اخترش

تو عدو او نہ خصم خودی — چہ غم آتش را کہ تو ہیزم شدی

اے عجب از سوزشت او کم شود — یا ز درد و غصہ ات درہم شود

رحمتش نے رحمت آدم بود — کہ مزاج رحم آدم غم بود

رحمت مخلوق باشد غصہ ناک — رحمت حق از غم و غصہ است پاک

رحمت بیچون چنین دان ای پسر — ناید اندر وہم در وے جز اثر

ظاہرست آثار میوہ رحمتش — لیک کہ داند جزاو ماہیتش

ہیچ ماہیات اوصاف کمال — کس نداند جز بآثار و مثال

طفل ماہیت نداند طمث را — جز کہ گوئی ہست چون حلوا ترا

طفل را نبود ز وطے زن خبر — جز کہ گوئی ہست آن خوش چون شکر

کے بود ماہیت ذوق جماع — مثل ماہیات حلوا اے مطاع

لیک نسبت کرد از روئے خوشی — با تو آن عاقل کہ تو کودک وشی

تا بداند کودک آنرا از مثال — گر نداند ماہیت را عین حال

پس اگر گوئی بدانم دور نیست — ور بگوئی کہ ندانم زور نیست

گر کسے گوید کہ دانی نوح را — آن رسول حق و نور روح را

گر بگوئی چون ندانم کان قمر — ہست از خورشید و مہ مشہورتر

کودکان خرد در کتابها | وان امامان جمله در محرابها
نام او خوانند در قرآن صریح | قصه‌اش گویند از ماضی فصیح
راست گو داند ترا از روی وصف | گرچه ماهیت نشد از نوح کشف
ور تو گوئی من چه دانم نوح را | همچو اوئے داند او را اے فتی
مور لنگم من چه دانم فیل را | پشه کے داند اسرافیل را
این سخن هم راست است از روئے آن | که بماهیت ندانی اے فلان
عجز از ادراک ماهیت عمو | حالت عامه بود مطلق مگو
زانکه ماهیات و سر سر آن | پیش چشم کاملان باشد عیان
در وجود از سر حق و ذات او | دورتر از وهم و استبصار کو
چونکه او مخفی نماند از محرمان | ذات و وصفے چیست کان ماند نهان
عقل بحثی گوید این دور است و گو | بے ز تاویلے محالے کم شنو
قطب گوید مر ترا اے سست حال | آنچه فوق حال تست آید محال
واقعاتے که کنون بر کشود | نے که اول هم محالت می نمود
چون رهانیدت ز ده زندان کرم | تیه را بر خود مکن حبس از ستم
چون خلاصی یافتی از صد بلا | فقر را بر خود مکن رنج و عنا
سهل گیرش تا نگردد مشکلت | ورنه شد شکر چو زهر قاتلت
سوئے بحث خویش تا زاے بوالحسن | کاین سخن پایان ندارد جان من

نسبت اثبات با نفی از نخست
گر بیانش می کنی بر گو درست

نفی آن یک چیز و اثباتش رواست
چون جهت شد مختلف نسبت دو تاست

ما رمیت اذ رمیت از نسبت است
نفی و اثبات ست هر دو مثبت است

آن تو افگندی که بر دست تو بود
تو نیفگندی که حق قوت نمود

زور آدم زاده را حدی بود
مشت خاک اشکست لشکر کی شود

مشت مشت تست افگندن زماست
زین دو نسبت نفی و اثباتش رواست

یعرفون الانبیا اضداد هم
مثل ما لا یشتبه اولاد هم

همچو فرزندان خود دانندشان
منکران با صد دلیل و صد نشان

لیک از رشک و حسد پنهان کنند
خویشتن را بر ندانم می زنند

پس چو یعرف گفت چون جای دگر
گفت لا یعرفهم غیری فذر

انهم تحت قبائی کامنون
جز که یزدان شان نداند آزمون

هم به نسبت گیر این مفتوح را
که بدانی و ندانی نوح را

زین نسق بسیار آمد در خبر
کان به نسبت باشد ای جان معتبر

گفت قائل در جهان درویش نیست
ور بود درویش آن درویش نیست

هست از روی بقا آن ذات او
نیست گشته وصف او در وصف هو

چون زبانه شمع پیش آفتاب
نیست باشد هست باشد در حساب

هست باشد ذات او تا تو اگر
بر نهی پنبه بسوزد زان شرر

نیست باشد روشنی ندہد ترا	کردہ باشد آفتاب او را فنا
گر دو صد من شہد یک وقیہ خل	چون در افگندی و در وی گشت حل
نیست باشد طعم خل چون می چشی	ہست آن وقیہ فزون چون می کشی
پیش شیری آہوئی بیہوش شد	ہستیش در ہست او روپوش شد

اوپر بیان کیا تھا کہ حق سبحانہ کی گرمی سے پشیمانی ہی پیدا نہ ہوگی کیونکہ حق سبحانہ پشیمانی کے دشمن ہین اور پشیمانی انکو جانتی ہے اسکے بعد کچھہ مثالین بیان کرتے ہین جنمین یہ ظاہر کرتے ہین کہ ہر جانور اپنے دشمن کو پہچانتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولانا فرماتے ہین دیکھو گھوڑا شیر کی آواز اور بو کو باوجود دور ہونیکے بھی پہچانتا ہے اور اگر نہین پہچان سکتا تو شاذ ونادر بلکہ ہمتو یہ کہتے ہین کہ ہر جانور اپنے دشمن کو اسکی خاص علامات اور خاص آثار سے پہچانتا ہے دیکھو خفاش تک بھی اپنے دشمن کو پہچانتا ہے اسی لئے دن مین نہین اڑ سکتا بلکہ چور دن کی طرح رات کو نکلتا ہے اب یہان سے ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ سب سے زیادہ محروم خفاش ہے کہ وہ آفتاب ظاہر کا دشمن ہے کیونکہ نہ یہ جنگ مین اس کا زخم کہا سکتا ہے اور نہ اپنی بدگوئی اور نفرت سے اسکو اپنے سے الگ کر سکتا ہے باوجود اسکے وہ آفتاب اپنے احسان وکرم سے اپنے قہر سے اسکے پرزے نہین اڑا دیتا اور یہ جو آفتاب خفاش کی ناخوشی اور رنج کے سبب اپنا رخ بدل دیتا ہے یہ اسکی انتہائی مہربانی اور اس کا کمال ہے ورنہ خفاش کی یہ مجال نہین ہے کہ وہ اسکو طلوع ہونے سے روک دے۔ اس سے کوئی کہے کہ احمق دشمن اپنی حد کے اندر رہنا تاکہ کسی وقت تو اسکو اپنے قبضہ مین لا سکے۔ دیکہہ اگر تو آفتاب سے مخالفت کرے گا تو اسکا نتیجہ بجز اپنے ضرر کے اور کچھہ نہ ہوگا۔ چنانچہ اگر قطرہ قلزم سے مخالفت کرے تو وہ احمق ہے کہ اپنی ڈاڑہی اکہاڑ رہا ہے۔ اس کی تدبیر خود اسی تک محدود رہے گی اور وہ موچھون پر تاؤ دیکر خوش ہووے گا کہ مین نے یہ کیا۔ آفتاب پر اس کی مخالفت کا کچہہ اثر نہو گا

آفتاب کی تو یہ شان ہے کہ حضرت خفاش جسم کی گردن اُتار سکتا ہے اور اُس کا گلا پھاڑ سکتا
ہے یعنی اُسکو بے نور کر سکتا ہے پھر خفاش کی کیا حقیقت ہے یہ عتاب تو دشمن آفتاب ظاہری
پر ہے۔ پس اے آفتاب آفتاب یعنی حق سبحانہ کے دشمن اور اے اس آفتاب کے دشمن
جسکی شوکت سے آفتاب ایسے ستارے لرزتے ہین۔ یاد رکھ کہ تو اُس کا دشمن نہین ہے بلکہ خود اپنا
دشمن ہے کیونکہ تیری مخالفت سے اُسکو کچھ ضرر نہین ہو سکتا۔ بلکہ خود تمکو ضرر ہوگا۔ اور اس ضرر
کی بھی اُسکو کچھ پروا نہین کیونکہ اگر تو ایندھن ہو جاوے تو آگ کو کیا پروا وہ بے تامل پھونک ڈالیگی
تیرے جلنے سے اُس مین کچھ کمی آجاوے یا تیرے رنج اور تکلیف سے وہ آشفتہ ہو جاوے ناممکن
ہے۔ حق سبحانہ کی رحمت آدمیون کے رحم کے مماثل نہین ہے کیونکہ آدمی کو رحم مین غم کی آمیزش
ہوتی ہے اور مخلوق کی رحمت رنج سے پر ہوتی ہے اور حق سبحانہ کی رحمت غم و رنج سے پاک
و صاف ہے اُسکی رحمت بے کیف ہے اُسکو ایسا سمجھو کہ وہ خود وہم مین نہین آسکتی
ہان اُسکے آثار سمجھ مین آسکتے ہین اُسکی رحمت ایک میوہ ہے جسکے آثار ظاہر ہین مگر اُس کی ماہیت
کو کوئی نہین جان سکتا۔ ایک رحمت ہی پر کیا منحصر ہے اُسکے جملہ اوصاف کمال کو بجز آثار و مثال
کے کوئی نہیں جان سکتا۔ اُسکے اوصاف کے لحاظ سے لوگون کی ایسی مثال ہے جیسے جماع
کے لحاظ سے بچہ کی۔ بچہ جماع کی ماہیت سے واقف نہین ہو سکتا بجز اسکے کہ تم اُس سے کہو کہ وہ
حلوے کی طرح مزیدار ہے۔ نیز بچہ کو وطی زن کی خبر نہین ہو سکتی۔ بجز اسکے کہ تم اُس سے کہو کہ
وہ شکر کی طرح لذیذ ہے مگر تم سمجھتے ہو لذت جماع کی ماہیت ماہیت حلوا کے مماثل نہین ہے
پھر جو اس عاقل نے تمسے اُسکو حلوہ کی شکل کہا ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ تم ابھی لڑکے ہو اسلئے
اُسنے لذت بخشی ہونیکے لحاظ سے ایسا کہدیا ہے تاکہ بچہ اُسکو مثال سے فی الجملہ جان لے اگرچہ اسکی
ماہیت کو نہ جان سکے جو کہ عین حال ہے اس لحاظ سے اگر تم یہ کہو کہ مین جماع کو جانتا ہون تو
کچھ بعید نہین۔ اور اگر یہ کہو کہ مین نہین جانتا تو بھی جھوٹ نہین۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ تم نوح ع کو
جانتے ہو جو کہ خدا کے رسول اور نور روح تھے پس اگر تم یہ کہو کہ کیون نہین جانتا وہ ماہتاب تو اس
آفتاب و مہتاب سے بھی زیادہ مشہور ہین چھوٹے بچے مکتبون مین اور امام محرابون مین قرآن مین
اُن کا صاف صاف نام اور اُن کا گذشتہ فصیح قصہ پڑھتے ہین تو اس وصف سے تمکو وہ سچا

سمجھے گا۔ اگرچہ اُس سے نوح علیہ السلام کی ماہیت منکشف نہین ہوئی اور اگر یہ کہو کہ مین اُنکو کیا جان سکتا
ہون۔ اُنکو تو وہی جانے جو ان کا سا ہو۔ مین ایک چھوٹی ہون پھر ہاتھی کو کیا جان سکتا ہون۔ اور مجھ
اسرافیل کو کیا جان سکتا ہے یعنی مجھہ مین اور اُن مین بعد المشرقین ہے پھر مین انکو کیا جان
سکتا ہون۔ تو یہ بات بھی ٹھیک ہے کیونکہ تم اُنکو حقیقت کے اعتبار سے نہین جانتے بس یہی
حالت اوصاف حق سبحانہ کی ہے کہ اُنکو لوگ آثار کے ذریعہ سے جانتے ہین اور ماہیت کے لحاظ
سے نہین جانتے۔ پس یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ وہ جانتے ہین اور یہ بھی کہ نہین جانتے۔ مگر ماہیت کا
نہ جاننا یہ عام لوگون کی حالت ہے نہ کہ خواص کی کیونکہ کاملین پر تو ماہیات ممکنات اور اُن کے باطن
(اسماء الٰہیہ اسکے باطن صفات الٰہیہ) سب منکشف ہین مگر اجمالاً دیکھو عالم وجود مین سر حق یعنی ذات
حق سے زیادہ تعقل[illegible] سے دور کوئی چیز نہین بس جبکہ وہ بھی اہل اللہ سے مخفی نہین اور
وہ اسکا بھی مشاہدہ کرتے ہین تو کوئی وصف کیسے پوشیدہ [illegible] سکتا ہے۔ عقل جدال پسند
کہتی ہے کہ ذات و صفات حق سبحانہ کا ادراک بکنہہا محال ہے۔ بس جو [illegible] سے ایسا
معلوم ہو وہ خلاف عقل اور محال ہونیکے سبب قابل تاویل ہین عارف کامل اُسکے جواب مین
کہتا ہے کہ یہ محال بھی نہین۔ بات یہ ہے کہ جو تیری احاطہ سے باہر ہو وہ تیرے نزدیک محال ہے
مگر یہ اصول ہی غیر مسلم ہے بہت سے ایسے واقعات ہین کہ جو پہلے تجھے محال معلوم ہوتے تھے اور
اب وہ تجھپر منکشف ہو گئے ہین جبکہ حق سبحانہ نے تجھے جہالت کے گاؤن کے قید خانہ
سے نکالکر علم استدلالی کے میدان وسیع مین پہونچایا ہے تو اب تو اُسکو اپنے اوپر ظلم کرکے
جیلخانہ نہ بنالے اور جبکہ حق سبحانہ نے تجھے سیکڑون مصیبتون سے نکالا ہے تو ویرانہ
مین رہکر فقر کی تکالیف نہ اٹھا بلکہ اس سے آگے بڑھکر شہر کشف و شہود مین پہونچ اور
اُسکو آسان سمجھ ایسا نہو کہ وہ باوجود فی نفسہ آسان ہونیکے تیرے خیالی اشکال سے
تیرے لئے مشکل ہو جاوے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو گا تو جو چیز واقع مین شکر کی طرح مفید اور
خوشگوار اور لذت بخش تھی وہ تیرے لئے سم قاتل کی طرح مضر ہو جاویگی۔ اچھا اُس گفتگو
کو چھوڑو اور وہی کہو جو کہہ رہے تھے۔ کیونکہ یہ گفتگو ختم ہونیوالی نہین ہے اور اگر تم پہلے سے
اثبات و نفی کا آپس کا تعلق بیان کر رہے تھے جیسا کہ واقع ہے تو اُسیکو ٹھیک طور پر بیان

کہو - اچھا سنو بات یہ ہے کہ جب جہات مختلف ہون اور نسبتین دو ہون تو ایک شئے کا اثبات اور اُس کی نفی ہر دو جائز ہین چنانچہ مارمیت اذ رمیت اختلاف نسبت ہی کی بنا پر ہے اور نفی واثبات دونون صحیح ہین - کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمنے مارا یعنی تمسے اس کا صدور ہوا اور تمنے نہین مارا یعنی جو آثار اُسپر مرتب ہوئے ان کا تعلق تمہاری قدرۃ حادثہ سے نہین بلکہ ہماری قدرت سے ہے کیونکہ انسانی قدرت محدود ہے اس مین یہ قوت نہین کہ ایک لشکر کو ایک خاک کی مٹھی سے شکست دیدے - پس مٹھی تو تمہاری ہی تھی اور بحیثیت خاصہ پھینکنا جسپر انہزام لشکر مرتب ہو یہ ہمارا فعل تھا پس جہات مختلف ہوگئین اور اختلاف جہات ونسبت سے نفی واثبات ہر دو جائز ہین اور سنو فرمایا گیا ہے کہ معاندین انبیا کو یہ پہچانتے ہین اور یون پہچانتے ہین کہ انکو اصلا شبہہ نہین جیسا کہ اُنکو اپنی اولاد کے پہچاننے مین کوئی شبہہ نہین ہوتا اور وہ انکو اسی طرح سیکڑون علامات اور دلائل سے پہچانتے ہین جسطرح کہ وہ اپنے بچون کو پہچانتے ہین لیکن رشک وحسد سے اس علم کو چھپاتے ہین اور اپنے کو انجان بناتے ہین - پس جبکہ حق سبحانہ ایک جگہ یہ فرماتے ہین کہ معاندین جانتے ہین تو دوسری جگہ یہ کیسے فرماتے ہین کہ اُنکو میرے سوا کوئی نہین جانتا تم ان کی معرفت کا خیال چھوڑدو کیونکہ وہ میرے قبائے ستر مین مستور ہین اور میرے سوا اُنکو اپنی تحقیق وتفتیش سے کوئی نہین جان سکتا سو بات وہی ہے کہ یہ امر بھی اختلاف جہات سے ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کا جاننا اور نہ جاننا یعنی مخالفین اُنکے نبی ہونیکو جانتے ہین مگر اُنکے کمالات عالیہ سے میرے سوا کوئی واقف نہین اسی قسم کی بہت سی باتین احادیث مین ہین جنمین نفی واثبات اختلاف نسبت کی طرف راجع ہے اور سنو ایک شخص کہتا ہے کہ کوئی درویش عالم مین نہین اور اگر ہو بھی تو بھی نہین اب دیکھو کہ وہ کہتا ہے کہ ہو بھی تب بھی نہین ہے پس اُسنے ایک شئے کیلئے وجود وعدم دونون ثابت کردئے - اور یہ فی نفسہٖ صحیح ہے کیونکہ ذاتًا وہ موجود ہے اور اُسکے اوصاف اوصاف حق مین فنا ہوچکے ہین مثلًا شعلۂ شمع آفتاب کے سامنے موجود بھی ہوتا ہے اور معدوم بھی - ذاتًا تو وہ موجود ہے اور دلیل اُسکی یہ ہے کہ اگر تم اُسپر روئی رکھدو تو وہ جل جاویگی اور اس لحاظ سے وہ معدوم ہے کہ اُس کی روشنی آفتاب کی روشنی مین فنا ہوگئی ہے اور سنو

دو سیر شہد مین ایک اوقیہ سرکہ ملادو جبکہ تم اسکو ڈالدو گے اور وہ اس مین ملجائیگا تو جب چکھو گے تو سرکہ کا مزہ نہ پاؤ گے دیکھو مزہ اس کا فنا ہو گیا اور جب تولو گے تو ایک اوقیہ زائد ہو گا۔ پس دیکھ لو کہ ذات موجود ہے اور دیکھو شیر کو دیکھکر ہرن ششدر ہو گیا لیں اسکی ہستی شیر کی ہستی مین چھپ گئی۔ کیونکہ گو اس کی ذات موجود ہے مگر آثار حیوۃ سب فنا ہو گئے اور حس و حرکت سب جاتی رہی۔

شرح شبیری

ہر حیوان کا اپنے دشمن کو پہچاننا اور اُس شخص کے خسران کا بیان کہ ایسے شخص سے دشمنی کرے کہ اُس سے حذر ممکن نہو اور نہ اُس سے الگ ہونا ممکن ہو۔

اسپ داند بانگ و بوئے شیر را　　　گرچہ حیوانست الّا نادرا

یعنی گھوڑا اگرچہ حیوان ہے (مگر) شیر کی بو اور اسکی آواز کو جانتا ہے مگر نادر یعنی شاذ و نادر ایسا ہوتا ہے کہ وہ نہ پہچان سکے ورنہ اکثر پہچان لیتا ہے۔

بل عدوئے خویش را ہر جانور　　　خود بداند از نشان و از اثر

یعنی بلکہ اپنے دشمن کو ہر جانور خود نشان و اثر سے جان لیتا ہے۔

روز خفاشک نیارد بر پرید　　　شب برون آید چو دزدان حرید

یعنی خفاش دنکو نہین اُڑ سکتی ہے ہان رات کو چورون کی طرح باہر آتی ہے۔ یعنی دیکھو خفاش نے بھی اپنی ضد اور مخالف کو پہچان لیا آگے اس سے انتقال فرماتے ہین کہ۔

از ہمہ محروم تر خفاش بود　　　کہ عدوئے آفتاب فاش بود

یعنی سب سے زیادہ محروم خفاش ہے کہ وہ دشمن آفتاب ظاہر کی ہے۔

نے تواند در مصافش زخم خورد　　　نے بہ نفرین تاندش مہجور کرد

یعنی نہ تو اسکی مصاف مین زخم کہا سکتی ہے اور نہ نفرت سے اسکو چھوڑ سکتی ہے یعنی اس نے

ایسے سے مخالفت کی کہ وہ اُسپر غالب آسکے اور نہ اُس سے متنفر ہوکر اُسکو کہین نکال سکے۔ بلکہ بیچاری خود ہی اُس سے محروم رہتی ہے۔

انکہ آن خورشید از احسان وجود　　　بر نہ دارد از قہرش تار و پود

یعنی اُس وقت وہ خورشید احسان وجود کی وجہ سے اُس کا تانا بانا اُسپر غصہ کیوجہ سے الگ نہین کرتا یعنی اُسکا حلم دیکھئے کہ باوجود اُس کی نفرت اور مخالفت کے وہ اسکو کچھ بھی نہین کہتا۔

آفتاب کے بگرداند قفا ش　　　از برائے غصہ و قہر خفاش

یعنی آفتاب اپنی قفا کو خفاش کے غصہ اور قہر کی وجہ سے کب پھیرتا ہے۔ (بلکہ)

غایت لطف و کمال او بود　　　ورنہ خفاشش کجا مانع بود

یعنی یہ اُس کا غایت لطف و کمال ہے ورنہ خفاش اُسکو کہان مانع ہو۔ یعنی آفتاب جو غروب و روپوش ہوتا ہے یہ اسلئے نہین کہ وہ اُس خفاش سے کوئی نفرت رکھتا ہے یا وہ اس کا دشمن ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اپنی لطف و کرم کی وجہ سے وہ الگ ہوجاتا ہے تاکہ یہ بھی باہر نکلکر پھر پھرائے ورنہ کہان خفاش اور کہان آفتاب۔

دشمن ار گیری بحد خویش گیر　　　تا بود ممکن کہ گردانی اسیر

یعنی دشمن اگر اختیار کرو تو اپنی حد کے موافق اختیار کرو تاکہ یہ ممکن ہو کہ تم اُسکو قید کرلو۔

قطرہ با قلزم کہ استیزہ کند　　　ابلہ است او ریش خود بر می کند

یعنی قطرہ دریائے قلزم کی ساتھ جو لڑائی کرے تو وہ بیوقوف ہے اپنی داڑہی اُکھاڑتا ہے یعنی یہ بیوقوف خود ہی ہلاک ہوگا۔

حیلت او از سبالش نگذرد　　　حنجر و حلق قمر چون بر درد

یعنی اُس کا حیلہ اُسکی مونچھ سے تجاوز نہین کرتا۔ تو حنجرہ اور حلق قمر کا کیونکر پھاڑیگا۔ یعنی جیسے کہ مثل مشہور ہے کہ بھیڑ کی لات گھٹنے تک۔ اسیطرح ان کا حیلہ ان ہی تک ہے آگے یہ آفتاب یا قمر تک کیا پہونچ سکتے ہین۔ آگے فرماتے ہین کہ

با عدو آفتاب این بد عتاب　　　اے عدو آفتاب آفتاب

یعنی عدو آفتاب سے (ہمارا) یہ عتاب تھا تو اے آفتاب آفتاب کے عدو (تیرا کیا حال ہوگا)

یعنی تو جو عدو حق ہے تیرا کیا حال ہوگا جبکہ آفتاب ظاہری کے عدو کی یہ حالت ہے۔

اے عدو آفتابے کز فرش   می بلرزد آفتاب و اخترش

یعنی اے عدو اُس آفتاب سے کہ اُسکے دبدبہ سے آفتاب اور اُسکے ستارے سب کانپتے ہین

تو عدو او نہ خصم خودی   چہ غم آتش را کہ تو ہیزم شدی

یعنی تو اُس کا عدو نہین ہے اپنا دشمن ہے آگ کو کیا غم اگر تو لکڑی ہو جاوے یعنی اگر تو اُس کا دشمن ہو جاوے اور اپنے کو ہلاک کرنے لگے تو اُسکو کیا غم ہے۔

اے عجب از سوزشت او کم شود   یا ز درد غصہ ات پرغم شود

یعنی تعجب ہے کہ تمہاری سوزش سے وہ کم ہو یا تمہارے درد و مصیبت سے وہ پرغم ہو مطلب یہ کہ اُسکو اصل مین تو کوئی پرواہ نہ تھی مگر اُسکی رحمت اُسکو متقاضی ہے کہ وہ تمہاری درد مصیبت پر رحم کرے مگر اُس کا رحم ایسا نہین ہے جیساکہ آدمی کا ہوتا ہے کہ اُسکے اندر انفعال ہوتا ہے ہرگز نہین۔ حق تعالیٰ کے یہان فضل تو ہے مگر انفعال نہین ہے۔ وہ خود متاثر نہین ہوتے آگے خود فرماتے ہین کہ

رحمتش نے رحمتِ آدم بود   کہ مزاج رحم آدم غم بود

یعنی اُس کی رحمت آدمی کی رحمت نہین ہوتی کیونکہ آدمی کے رحم کا مزاج تو غم ہوتا ہے۔ یعنی انسان کی رحمت تو بعد انفعال کے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس سے منزہ ہین۔

رحمت مخلوق باشد غصہ ناک   رحمت حق از غم و غصہ است پاک

یعنی مخلوق کی رحمت تو غصہ ناک ہوتی ہے اور رحمت حق غم و غصہ سے پاک ہوتی ہے۔ یعنی مخلوق کی رحمت کا اثر تو جب ہوتا ہے جبکہ خود یہ متاثر اور منفعل ہون اور حق تعالیٰ تاثر سے پاک ہے بلکہ وہان صرف اثر اور فعل ہے انفعال و تاثر نہین ہے۔

رحمت بیچون چنین دان ای پسر   ناید اندر وہم از وے جز اثر

یعنی اے صاحبزادے رحمت بیچون کو اسی طرح جانو اُس سے سوائے اثر کے کچھ وہم مین نہین آتا یعنی اُس کا اثر تو ظاہر ہوتا ہے باقی اُس سے رحم کو کوئی تاثر یا انفعال نہین ہوتا۔ تو بس حق تعالیٰ کی رحمت کو آثار اور مثالون سے تو معلوم کر سکتے ہو۔ باقی اُس کی کنہ کو کوئی معلوم نہین کر سکتا۔ آگے

اسیکو فرماتے ہین۔

ایک چیز کو مثال سے اور تقلیدًا جان لینے مین اور اسکی ماہیت کے معلوم کرنے مین فرق

ظاہر است آثار میوہ رحمتش　　　لیک کہ داند جز او ماہیتش

یعنی اُسکی رحمت کے میوے کے آثار تو ظاہر ہین لیکن اُسکے سوا اُنکی ماہیت کو کون جانتا ہے

ہیچ ماہیات اوصاف کمال　　　کس نداند جز بآثار و مثال

یعنی اوصاف کمال کی ماہیات کو کوئی بجز آثار و مثال کے نہین جانتا ہے آگے مثال ہے کہ

طفل ماہیت نداند طمث را　　　جز کہ گوئی ہست چون حلوا ترا

یعنی بچہ جماع کی ماہیت کو نہین جانتا سوائے اسکے کہ تم کہو حلوہ کی طرح ہے

طفل را نبود ز وطے زن خبر　　　جز کہ گوئی ہست آن خوش چون شکر

یعنی بچہ کو عورت کی وطی کی خبر نہین ہوتی سوائے اسکے کہ تم کہدو کہ وہ شکر کی طرح اچھی ہوتی ہے

کے بود ماہیت ذوق جماع　　　مثل ماہیات حلوا اے مطاع

یعنی ذوق جماع کی ماہیت حلوہ کی ماہیت کی طرح کب ہوتی ہے اے مطاع۔

لیک نسبت کرد از روئے خوشی　　　با تو آن عاقل کہ تو کودک وشی

یعنی لیکن اُس عاقل نے باعتبار عمدہ ہونیکے (حلوہ سے) نسبت کر دی۔ اسلئے کہ تو کودک وش ہے (لہذا تجھے امثلہ سے سمجھایا جاتا ہے)۔

تا بداند کودک آنرا از مثال　　　گر نداند ماہیت با عین حال

یعنی تاکہ بچہ اُسکو مثال سے جان لے اگرچہ ماہیت کو عین حال سے نہ جانے یعنی اسکو جو مثال حلوہ وغیرہ سے دیتے ہین تو اسلئے تاکہ بچہ اگر ماہیت کو نہ سمجھ سکے تو خیر مثال سے کچھ تو سمجھ لے اسیطرح حق تعالیٰ کی کنہ ذات کو تو کوئی جان نہین سکتا تو امثلہ سے سمجھاتے ہین کہ اسی سے کچھ پتہ چلے۔

پس اگر گوئی بدانم دور نیست　　　ور بگوئی کہ ندانم زور نیست

یعنی پس اگر تم کہو کہ مین جانتا ہون تو بھی بعید نہین ہے (کیونکہ مثال سے تو جانتے ہی ہو) اور اگر کہو کہ مین نہین جانتا تو یہ جھوٹ نہین ہے (اسلئے کہ اُسکی ماہیت سے ناواقف ہو) آگے اور مثال ہے کہ۔

گر کسے گوید کہ دانی نوح را　　آن رسول حق و نور روح را

یعنی اگر کوئی کہے کہ تم نوح ؑ کو اُس رسول حق اور نور روح کو جانتے ہو۔

گر بگوئی چون ندانم کان قمر　　ہست از خورشید و مہ مشہورتر

یعنی اگر تم کہو کہ مین کیونکر نہ جانونگا کیونکہ وہ قمر خورشید و ماہ سے بھی زیادہ مشہور ہین

کودکان خورد در کتابہا　　وان امامان جملہ در محرابہا

یعنی چھوٹے بچے مکتبو نہین اور وہ سارے امام لوگ محرابون مین۔

نام او خوانند در قرآن صریح　　قصہ اش گویند از ماضی فصیح

یعنی اُن کا نام قرآن شریف مین صریحاً پڑھتے ہین اور اُن کا ماضی کا قصہ بیان کرتے ہین۔

راست گو دانیش تو از روی وصف　　گرچہ ماہیت نشد از نوح کشف

یعنی سچ ہے کہ اُسکو تم از روئے وصف جانتے ہو اگرچہ نوح کی ماہیت منکشف نہ ہوئی یعنی تمہارا یہ کہنا کہ مین نوح ؑ کو جانتا ہون صحیح ہے اسلئے کہ اوصاف سے تو جانتے ہی ہو اور لوگون سے اُن کا ہونا سنا تو ہے تو یہ بھی صحیح ہے۔

ور بگوئی من چہ دانم نوح را　　آن گزیدہ حق و محض روح را

یعنی اور اگر کہو کہ مین نوح کو کیا جانون اُس برگزیدہ حق اور محض روح کو۔

من کجا دانستن او از کجا　　ہیچو او ئے داند او را اے فتی

یعنی کہان مین اور کہان اُن کا جاننا ارے میان انکو اُن جیسا ہی کوئی جانے (اور تم کہو کہ

مور لنگم من چہ دانم فیل را　　پشۂ کے داند اسرافیل را

یعنی مین تو مور لنگ ہون مین ہاتھی کو کیا جانون اور ایک مچھر اسرافیل کو کیا جانے۔

این سخن ہم راست ست از روئے آن　　کہ بماہیت ندانیش اے فلان

یعنی یہ بات بھی سچ ہے اس سبب سے کہ اے شخص تو اُنکو ماہیت سے نہین جانتا۔

یعنی اگر تم کہو کہ مین نوح علیہ السلام کو نہین جانتا یہ بھی صحیح ہے اسلئے کہ تم اُن کی ماہیت سے بیخبر ہو تو دیکھو لو ایک شے کو امثلہ سے اور تقلیدًا تو جانتے ہو اور اُسکی ماہیت کی خبر نہین۔ اسیطرح حق تعالیٰ کی کنہ ذات کو تو کوئی نہین جانتا ہان امثلہ سے اور تقلیدًا کچھ معلوم کر لیتے ہین۔

عجز از ادراک ماہیت عمو   حالت عامہ بود دریاب تو

یعنی ادراک ماہیت سے عاجز ہونا یہ حالت عوام کی ہے تو اسکو خوب سمجھ لے۔

زانکہ ماہیات و سرّ سرّ آن   پیش چشم کاملان باشد عیان

یعنی اسلئے کہ ماہیات اور سرّ سرّ اُن کا کاملوں کی آنکھ کے سامنے ظاہر ہوتے ہین (ماہیات سے مراد ماہیات حوادث اور سرّ سرّ سے مراد صفات) مطلب یہ ہے کہ اشیاء کی ماہیات وصفات اولیاء اللہ کے سامنے سب منکشف ہین آگے اُسکے استبعاد کو دور فرماتے ہین کہ۔

در وجود از سرّ حق و ذات او   دور تر از فہم و استبصار کو

یعنی موجودات مین صفات حق اور اُسکی ذات سے زیادہ فہم و استبصار سے کون بعید ہے

چونکہ او مخفی نماند از محرمان   ذات و صفے چیست کان ماند نہان

یعنی جبکہ وہ (ذات) ہی محرمون سے مخفی نہ رہی تو ذات وصفی تو کیا ہے جو پوشیدہ رہے گی۔

(شعر عجز از ادراک الخ سے شعر چونکہ او مخفی نماند تک کی شرح خود حضرت والا صاحب ادراک نے تحریر فرما کر دی ہے اُسکو بعینہ درج ذیل کیا جاتا ہے وہو ہذا)

ف شرح اس مقام کی یہ ہے کہ یہ امر تو مقرر ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی کنہ کسی ممکن کو معلوم نہین پس ان اشعار مین انکشاف کنہ ذات عند العارف کا حکم کرنا مقصود نہین بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر چند کہ ذات وصفات حق کیساتھ جو علم متعلق ہوتا ہے وہ بوجہ انکشاف بواسطہ صورت ذہنیہ کے علم حصولی ہے عامہ کو بھی خواص کو بھی۔ مگر دونون مین یہ فرق ہے کہ خواص کا یہ علم حصولی تو مشابہ علم حضوری کے ہے اور عامہ کا اُسکے مشابہ نہین وجہ مشابہت یہ کہ علم حضوری مین خود ذات مدرک کی بلا واسطہ صورت کے حاضر عند المدرک ہوتی ہے جیسے نفس کو اپنے ذات وصفات کا علم۔ پس خواص کی ذات وصفات کو بوجہ فناء کے چونکہ ذات وصفات حق کیساتھ ایک گونہ اتحاد اصطلاحی ہے اسلئے ذات وصفات حق اُسکے نزدیک گویا اس طرح حاضر ہین جیسے اپنی ذات وصفات۔ اور اپنی ذات

وصفات اُسکے نزدیک بذواتہا وحقائقہا حاضر ہین پس ذات وصفات حق بھی اُسکے نزدیک گویا بذواتہا وحقائقہا حاضر ہین اسکو مولانا نے مجازاً انکشاف ذات سے تعبیر کر دیا بخلاف عامہ کے کہ اُنکو یہ اتحاد حاصل نہین پس اُن کا علم حصولی مشابہ علم حضوری کے نہین بلکہ اُس مین محض صورت حاضر ہے حقیقت حاضر نہین اور خود علم حضوری مین بھی مدرک کی کنہ معلوم ہونا لازم نہین چنانچہ نفس کو اپنی کنہ معلوم نہین۔ چنانچہ عقلاء کا اختلاف اُس کی حقیقت مین معلوم ہے سو اُسکے مشابہ مین تو انکشاف کنہ کا کیسے لازم ہوگا پس محذور انکشاف کنہ کا بھی لازم نہ آیا اور توجیہ انکشاف ذات کی بھی ہوگئی اور اُس کلم کے مجاز ہونیکا قرینہ سباق مین ہے کہ شعر زانکہ ماہیات الخ مین ماہیات کے انکشاف کا حکم کیا ہے حالانکہ یقینی ہے کہ بہت اشیاء حادثہ کا ماہیت یعنی جنس وفصل حقیقی عارفین کو معلوم نہین چنانچہ ظاہر ہے پس یہان بھی اُن کا امتیاز عامہ سے بیان کرنا مقصود ہے کہ خواص کو ان اشیاء کا مظہر اسماء ہونا معلوم ہے جو عامہ کو معلوم نہین۔ پس دونون جگہ صرف امتیاز عوام وخواص کا حکم کرنا مقصود ہے۔ نہ کہ انکشاف تام بالمعنی المتبادر اور ایک قرینہ سیاق مین ہے قطب گوید الخ کہ اُس مین اِس انکشاف کو حال قرار دیا ہے اور جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ انکشاف عقلی نہین ہے حال ہے اور یہ وہی حال ہے جسکو فناء کہتے ہین - اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حال مین انکشاف تام ضروری نہین۔ البتہ غیر اہل حال سے اُس مین امتیاز لازم ہے اور مراد اِس حال سے وہی فناء ہے جسمین اصطلاحاً اتحاد کا حکم کیا جاتا ہے انتہی بلفظہ سلمہ اللہ تعالیٰ - آگے فرماتے ہین کہ۔

عقل بحثی گوید این دور ست وگو   بے زتاویلے محالے کم شنو

یعنی عقل بحثی کہتی ہے کہ یہ دور ہے اور کہان ہے۔ بے کسی تاویل اور محال کے کم سنو۔ یعنی عقل ظاہر کہتی ہے کہ ماہیت حق کا انکشاف تو بالکل محال ہے۔ یہ تو ممکن ہی نہین ہے

قطب گوید مر ترا اے سست حال   انچہ فوق حال تست آید محال

یعنی قطب کہتا ہے کہ اے سست حال جو شئے کہ تیرے حال سے زیادہ ہے تجھے محال معلوم ہوتی ہے۔ آگے اُسکو اور قریب فہم فرماتے ہین کہ۔

واقعاتے کہ کنونت بر کشود   نے کہ اول ہم محالت می نمود

یعنی جو واقعات کہ اب تمپر کھل گئے ہین کیا اول محال نہ معلوم ہوتے تھے۔ مطلب یہ کہ بہت

سی باتون کو تم اول محال سمجھتے تھے اور اب وہی باتین ممکن الوقوع ہین تو اسیطرح تم ماہیت ذات کے انکشاف کو محال سمجھتے ہو مگر جو تمپر یہ حال ہو جاوے تو تم اُسکو ممکن سمجھنے لگو گے آگے فرماتے ہین کہ

چون رہانیدت ز دہ زندان کرم　　تیہ را بر خود مکن حبس از ستم

یعنی جبکہ سخت زندان سے تمکو کرم نے چھڑادیا ہے تو تم جنگل کو اپنے لئے ستم کی وجہ سے حبس مت کرو یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے تمکو مشکلات سے چھڑادیا ہے تو اب تم اُس فراخی کی قدر کرو اور اُسکو اپنے لئے تو خونہ مت بناؤ۔

چون خلاصی یافتی از صد بلا　　فقر را بر خود مکن رنج و عنا

یعنی جبکہ تو نے سیکڑون بلاؤن سے خلاصی پالی تو فقر کو اپنے اوپر رنج و مصیبت مت کرو یعنی جبکہ حق تعالے نے تجھکو خلاصی عنایت فرمائی ہے تو پھر تو کیون خود مصیبت مین پڑتا ہے

سہل گیرش تا نگردد مشکلت　　ورنہ شد شکر چو زہر قاتلت

یعنی تو اُسکو سہل فرض کر تاکہ تجھے مشکل نہ ہو جاوے ورنہ شکر تیرے لئے زہر قاتل ہو جاویگی یعنی یہی کشف ذات جو کہ اسقدر سہل ہے اور شکر کی طرح شیرین و گوارا ہے اگر تو اسکو مشکل سمجھے گا تو یہی سخت مشکل ہو جاویگا آگے فرماتے ہین کہ۔

سوئے بحث خویش تاز ای بو الحسن　　کاین سخن پایان ندارد جان من

یعنی اے بو الحسن اپنی بحث کی طرف چلو کہ یہ بات کہین انتہا نہین رکھتی اے جانمن یعنی تمنے جو شروع مین کہا تھا کہ ایک شے کو ایک وقت مین موجود اور معلوم اور غیر موجود اور غیر معلوم کہہ سکتے ہین اُس بحث کو دوبارہ بیان کرو اسلئے کہ ذات حق کا بیان تو کہین انتہا ہی نہین رکھتا تو اسکو یہین تک رہنے دو۔

نسبت اثبات با نفی از نخست　　گر بیانش میکنی بر گو درست

یعنی اثبات کی نفی کیساتھ اول سے جو نسبت ہے اگر تم اُسکو بیان کرو تو پھر ٹھیک ٹھیک کردو یعنی پوری طرح بیان کردو کہ وہ کیا ہے۔ اب آگے اُسکو بیان فرماتے ہین کہ۔

ایک چیز مین ازروئے نسبت کے اختلاف کے نفی واثبات مین تفرق ہونا

نفی آن یک چیز واثباتش رواست　　　چون جہت شد مختلف نسبت دوتاست

یعنی ایک شئے کی نفی اور اثبات (دونون) جائز ہین جبکہ جہت مختلف ہوگئی تو نسبت دو ہوگئین۔ مطلب یہ کہ جہت کے اختلاف سے احکام بدلجاتے ہین اسکو منطقیون نے بھی تناقض کی وحدات ثمانیہ مین سے ایک بیان کیا ہے بلکہ بعض نے تو آٹھ کی جگہ اسکو ہی کہا ہے کہ اگر صرف نسبت اور جہت مختلف ہو تو محقق تناقض کا ہو جاویگا تو فرماتے ہین کہ نسبت اور جہت کے اختلاف سے نفی واثبات شئے کا بدلجاتا ہے۔ آگے ایک مثال فرماتے ہین۔

ما رمیت اذ رمیت نسبت است　　　نفی اثبات است ہر دو مثبت است

یعنی ما رمیت اذ رمیت نسبت کی وجہ سے ہے۔ نفی اور اثبات دونون ثابت ہین یعنی دیکھو ما رمیت بھی فرماتے ہین اور اذ رمیت بھی تو یہ دونون نفی واثبات نسبت سے ہین کہ نسبت کے بدل جانے سے نفی بھی ثابت اور اثبات بھی آگے اس کی تشریح فرماتے ہین کہ

آن تو افگندی کہ در دست تو بود　　　تو نیفگندی کہ قوت حق نمود

یعنی آپنے وہ تو پھینکدیا جو کہ آپکے دست مبارک مین تھا (یہ معنی تو رمیت کے ہوگئے) اور آپنے نہین پھینکا اسلئے کہ قوت تو حق تعالیٰ نے ہی دی (یہ معنے ما رمیت کے ہین)

زور آدم زادہ را حدے بود　　　مشت خاکی شکست لشکر کے شود

یعنی آدم زادہ کے زور کی تو ایک حد ہوتی ہے تو ایک مٹھی خاک ایک لشکر کی شکست کب ہوسکتی ہے مطلب یہ کہ قوت حق اس شئے ظاہر ہوتی ہے کہ آدمی کی قوت تو یہ بھی کہ بہت سے بہت دو تین چار پانچ بس اتنے آدمیون پر وہ خاک پڑ سکتی تھی یہ جو ایک لشکر کا لشکر اندھا ہوگیا یہ کسنے کر دیا معلوم ہوا کہ قوت حق تھی تو بس معلوم ہوا کہ باعتبار ظاہر کے تو رمی حضور سے ہوئی اور قوت حق تعالیٰ کی تھی تو نسبت کی وجہ سے حکم بدل گیا۔ آگے اور تشریح فرماتے ہین کہ۔

مشت مشت تست افگندن زماست　　　زین دو نسبت نفی واثباتش رواست

یعنی منہی تو آپکی منہی تھی اور پھینکنا ہماری طرف سے تھا تو ان دونون نسبتون کی وجہ سے
اُس کا نفی و اثبات (دونون) جائز ہین۔ آگے دوسری مثال ہے کہ

یعرفون الانبیاء اضدادہم　　مثل ما لا یشتبہ اولادہم

یعنی انبیاء کو اُنکے اضداد ایسا پہچانتے ہین جیسے کہ نہین مشتبہ ہوئین اولاد اُن کی یعنی جسطرح
کہ اُن پر اُن کی اولاد کبھی متشابہ نہین ہوتی اسیطرح انبیاء علیہم السلام بھی کبھی متشابہ نہین
ہوتے بلکہ بالکل صاف طور پر پہچانتے ہین۔

ہمچو فرزندان خود دانند شان　　منکران با صد دلیل و صد نشان

یعنی منکر لوگ انکو اپنے بچون کی طرح سو علامتون اور نشانیون سے پہچانتے ہین۔

لیک از رشک و حسد پنہان کنند　　خویشتن را بر ندانم می زنند

یعنی لیکن رشک وحسد کی وجہ سے چھپاتے ہین اور اپنے کو ندانم پر مارتے ہین۔ یعنی باوجود
پہچاننے کے جاہل اور انجان بنتے ہین۔

پس چو یعرف گفت چون جائے دگر　　گفت لا یعرفہم غیری فذر

یعنی پس جبکہ یعرف فرمایا تو کیون دوسری جگہ لا یعرفہم غیری فرمایا ہے۔ پس چھوڑ دے۔
مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہین یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم اور دوسری جگہ حدیث
مین ہے کہ اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم سوائی۔ تو دیکھو معرفت کو ثابت بھی فرما رہے ہین
اور اُس کی نفی بھی فرماتے ہین۔ اور فرماتے ہین کہ

انہم تحت قبائی کامنون　　جز کہ یزدان شان نداند ز آزمون

یعنی وہ اولیاء میری قبا کے نیچے پوشیدہ ہین اور سوائے حق تعالےٰ کے اُنکو کوئی آزمایش
سے نہین جانتا یعنی دیکھو یہان اُنکے پہچاننے کی نفی فرما رہے ہین تو بس معلوم ہوا کہ نفی ہے
اُن کی حقیقت کے پہچاننے سے اور اثبات اُن کی صورت کے پہچاننے کا ہے۔ آگے
فرماتے ہین کہ۔

ہم بہ نسبت گیر این مفتوح را　　کہ بدانی و ندانی نوح را

یعنی اس مفتوح کو بھی نسبت ہی سے فرض کر و کہ تم نوح کو جانتے بھی ہو اور نہین بھی جانتے

یعنی اوپر جو کہا تھا کہ ایک صورت ہی کہ تم نوح کو جانتے بھی ہو اور جانتے بھی نہین ہو تو یہ معرفت اور عدم معرفت بھی نسبت ہی کی وجہ سے ہے - آگے فرماتے ہین کہ

زین نسق بسیار آمد در خبر کان بہ نسبت باشد ای جان معتبر

یعنی اس طریق سے خبر مین بہت آیا ہے کہ وہ نسبت سے ہی معتبر ہوتا ہے یعنی ایسا بہت ہوتا ہے کہ تبدل نسبت سے حکم بدلجاوے - آگے اسی مضمون سے فناء و بقاء کے مسئلہ کو بیان فرماتے ہین کہ ایک ہی شخص کو ایک حیثیت سے فانی اور دوسری حیثیت سے باقی کہہ سکتے ہین -

درویش کامل کے فناء و بقاء کا مسئلہ

گفت قائل در جہان درویش نیست ور بود درویش آن درویش نیست

یعنی ایک کہنے والے نے کہا کہ جہان مین درویش نہین ہے اور اگر کوئی درویش ہے تو وہ درویش نہین ہے (اسلئے کہ)

ہست از روئے بقائے ذات او نیست گشتہ وصف او در وصف ہو

یعنی ہست تو از روئے بقائے ذات کے ہے اور اُس کا وصف وصف حق مین نیست ہوگیا ہے - مطلب یہ کہ درویش کامل اپنی ذات کے اعتبار سے تو باقی ہے کہ اُسکی ذات اور اُس کا جثہ جسم موجود ہے لیکن اوصاف کے اعتبار سے وہ فانی ہے اسلئے کہ اُسکے اوصاف اوصاف حق مین فنا ہو چکے ہین - لہذا ایک حیثیت سے موجود اور باقی ہے اور دوسری حیثیت سے معدوم و فانی ہے - آگے اس کی مثال فرماتے ہین کہ -

چون زبانہ شمع پیش آفتاب نیست باشد ہست باشد در حساب

یعنی جیسے کہ شمع کی لو آفتاب کے سامنے کہ نیست ہوتی ہے اور حساب مین ہست ہوتی ہے - یعنی آفتاب کے سامنے روشنی کے اعتبار سے تو نیست ہے مگر جو حساب لگاؤ تو کہو کہ ایک یا دو یا تین مثلاً شمعین جل رہی ہین تو ہست و نیست دونون ہین -

ہست باشد ذات او تا تو اگر بر نہی پنبہ بسوزد زان شرر

یعنی اُس کی ذات تو ہست ہوتی ہے یہانتک کہ تو اگر روئی رکھے تو وہ اُس شرر سے جلجاوے (لیکن)

نیست باشد روشنی ندہد ترا ۔ کردہ باشد آفتاب او را فنا

یعنی نیست ہوتی ہے کہ تجھے روشنی نہین دیتی آفتاب اُسکو فنا کئے ہوئے ہوتا ہے آگے اُسکی ایک مثال ہے کہ۔

در دو صد من شہد یک اوقیہ خل ۔ چون در افگندی و در وی گشت حل

یعنی دو سو من شہد مین ایک اوقیہ سرکہ جب تمنے ڈالدیا اور وہ اسمین حل ہو گیا۔

نیست باشد طعم خل چون می چشی ۔ ہست یک اوقیہ فزون چون میکشی

یعنی جب تم چکھو تو سرکہ کا مزہ نیست ہے اور جب (ترازو مین) کھینچو تو ایک اوقیہ زیادہ ہے (تو یہ ہست و نیست ایک ہی جگہ دونون موجود ہین کہ ایک حیثیت سے ہست اور دوسری سی نیست و معدوم ہے۔)

پیش شیرے آہوئے بیہوش شد ۔ ہستیش در ہست او روپوش شد

یعنی کسی شیر کے سامنے کوئی آہو بیہوش ہو گیا اور اُسکی ہستی اُس شیر کی ہستی مین روپوش ہو گئی۔ (تو دیکھو ظاہر جثہ موجود مگر پھر اسکو نیست کہتے ہین) آگے فرماتے ہین کہ

شرح حبیبی

این قیاس ناقصان بر کار رب	جوشش عشقست نی ترک ادب
نبض عاشق بے ادب بر می جہد	خویش را در کفۂ شہ می نہد
بے ادب تر نیست زو کس در جہان	با ادب تر نیست زو کس در نہان
ہم بہ نسبت دان وفاق ای منتخب	این دو ضد با ادب با بے ادب
بے ادب باشد چو ظاہر بنگری	کہ بود دعوے عشقش ہمسری

چون بباطن بنگری دعوی کجاست	او و دعوی پیش آن سلطان فناست
مات زید زید اگر فاعل بود	لیک فاعل نیست کو عاطل بود
او ز روئے لفظ نحوی فاعل است	ورنہ او مقتول و موتش قاتل است
فاعلے چہ کو چنان مقہور شد	فاعلیہا جملہ از وے دور شد

ان ناقصین شیر وہرن وغیرہ کی حالت کو حق سبحانہ کی حالت پر قیاس کرنیکو کوئی گستاخی نہ سمجھے بلکہ یہ جوشش عشق ہے۔ عاشق کی بعض گستاخا نہ ہر کتی ہے کیونکہ اُسکا دعوئے عشق بظاہر حق سبحانہ کی گونہ ہمسریکا دعوی کرنا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بظاہر حال تو اُس سے زیادہ گستاخ کوئی نہین اور باطن مین اُس سے زیادہ باادب کوئی نہین یہ موافقت ضدین یعنی باادب اور بے ادب کا جمع ہونا بھی اختلاف جہت سے ہے۔ جب تم اس کی ظاہری حالت کو دیکھو تو تم اُسے بے ادب کہوگے کیونکہ وہ حق سبحانہ کے عشق کا دعوے کرتا ہے اور یہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے مگر جب تم اُسکے باطن پر نظر کرو تو تمکو معلوم ہوگا کہ کیسا دعوے وہ خود اور اس کا دعوے دونون حق سبحانہ کے سامنے فنا ہین اُس کی مثال ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ مات زید مین زید فاعل ہے لیکن وہ حقیقت مین فاعل نہین ہے کیونکہ وہ تو معطل ہے وہ نحویون کے اعتبار سے فاعل ہے ورنہ حقیقت کے لحاظ سے دیکھو تو وہ مقتول و مفعول ہے اور موت اُسکی قاتل اور فاعلِ موثر بھلا وہ کیا فاعل ہوسکتا ہے جو اس قدر مغلوب ہو کہ ساری فاعلیتین اُس سے منفک ہوجائین

شرح شبیری

این قیاس ناقصان برکار رب　　جوشش عشقست نہ ترک ادب

یعنی یہ ناقصوں کو کار رب پر قیاس کرنا جوشش عشق ہے نہ کہ ترک ادب کی وجہ سے ہو مطلب کہ حق تعالیٰ کی صفات کو اور خود ذات کو جو ہم امثلۂ ناقصہ سے بیان کرتے ہین یہ صرف جوشش عشق ہے کہ دل چاہتا ہے معلوم کرنیکو اور کنہ معلوم ہونا محال ہی لہذا اسی طرح کام چلاتے ہین ورنہ یہ اسطرح مثالین دینا خدانخواستہ ترک ادب کی وجہ سے نہین ہے۔

نبض عاشق بے ادب بر می جہد　　خویش را در کفۂ شہ می نہد

یعنی عاشق کی نبض بے ادب کودتی ہے اور اپنے کو دست شاہ میں رکھتی ہے۔ یعنی عاشق ظاہر حالت میں بے ادب معلوم ہوتا ہے اور اُسکی ظاہری حرکات وکلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ سخت بے ادب ہو مگر اصل اور باطن میں اُس سے زیادہ باادب کوئی نہیں ہوتا آگے خود فرماتے ہیں۔

بے ادب تر نیست زوکس درجہاں　　باادب تر نیست زوکس درنہاں

یعنی اُس سے زیادہ کوئی جہان میں بے ادب نہیں ہے اور اُس سے زیادہ باادب باطن میں کوئی نہیں ہے مطلب یہ کہ ظاہر آتو وہ بے ادب ہوتا ہے مگر باطن میں بے حد باادب ہوتا ہے۔

ہم بہ نسبت دان وفاق اے منتخب　　ایں دو ضد باادب با بے ادب

یعنی اے منتخب اس موافقت ضدین باادب اور بے ادب کو بھی نسبت ہی سے جانو مطلب یہ کہ ایک شخص میں جو ہمنے دو حیثیتیں بتائی ہیں کہ وہ باادب بھی ہے اور بے ادب بھی ہے یہہ بھی اُسی نسبت اور حیثیت کے لحاظ سے ہے۔

بے ادب باشد چو ظاہر بنگری　　کہ بود دعوی عشقش ہمسری

یعنی بے ادب ہوتا ہے جبکہ تم ظاہر کو دیکھو کیونکہ اُسکے عشق کا دعویٰ کرنا تو ہمسری ہے یعنی عشق خدا کا دعویٰ کرنا بھی تو بہت بڑی بات ہے تو اگر اسکو دیکھو کہ دعوئی عشق حق کرتا ہے تو یہہ عاشق سخت گستاخ معلوم ہوتا ہے۔

چوں بباطن بنگری دعوی کجاست　　او و دعوی پیش آں سلطاں فناست

یعنی جب باطن کو دیکھو تو دعوے کہاں ہے وہ اور دعویٰ اُس سلطان کے سامنے فنا ہے یعنی ظاہر اُتو مدعی عشق حق ہوتا ہے لہذا گستاخ معلوم ہوتا ہے اور باطن میں اگر دیکھا جاوے تو دعویٰ عشق تو کہاں خود اُسکی ہستی بھی حق تعالےٰ کے سامنے فنا ہو چکی ہے۔ اس حیثیت سے باادب بدرجۂ اکمل معلوم ہوتا ہے۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

مَاتَ زَیدٌ زید اگر فاعل بود　　لیک فاعل نیست کو عاطل بود

یعنی مَاتَ زَیدٌ (میں) زید اگرچہ فاعل ہے لیکن فاعل نہیں کیونکہ وہ تو عاطل ہے۔

او ز روئے لفظ نحوی فاعل است　　ورنہ او مقتول و موتش قاتل است

یعنی وہ لفظ نحوی کے اعتبار سے تو فاعل ہے ورنہ وہ مقتول ہے اور موت اُسکی قاتل ہے مطلب یہ کہ مات زیدؔ میں زید کو فاعل کہتے ہیں مگر وہ فاعل تو کیا وہ تو خود معطل ہو چکا ہے وہ تو اصل میں مقتول موت ہے مگر ظاہری الفاظ کے اعتبار سے فاعل ہے تو اسی طرح ظاہر حالت کے اعتبار سے یہہ عاشق گستاخ و بے ادب ہے ورنہ اصل میں نہایت باادب ہے۔

فاعلے چہ کو چناں مقہور شد　　　فاعلیہا جملہ از وے دور شد

یعنی فاعل تو کیا وہ تو ایسا مقہور ہوا ہے کہ تمام فاعلیتیں اُس سے دور ہو گئی ہیں یعنی زید فاعل کیا بن سکتا ہے وہ تو ایسا مفعول بنا ہے کہ ساری فاعلیت ختم ہو گئی مگر ظاہر الفاظ کے اعتبار سے فاعل ہی ہے تو ایک شے ایک حیثیت سے مفعول اور دوسری سے فاعل۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ بخارا میں غلام سے کوئی خطا سرزد ہوئی تو آقا اُس سے سخت ناراض ہوا وہ غلام خوف جان کی وجہ سے وہاں سے بھاگ گیا لیکن آقا سے اُسکو محبت زیادہ تھی اسلئے اُس سے جدا نہ رہ سکا لہذا پھر بے باکانہ آکر سامنے کھڑا ہو گیا ؎

قتل کر ڈالو ہمیں یا جرم الفت بخشدو　　　لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے

تو اُسکا یہہ کھڑا ہونا ظاہرا تو سخت گستاخی پر دال ہے مگر اندر دیکھو کہ اُسکے دل میں اُس آقا کی کسقدر وقعت تھی چونکہ یہاں اس مضمون کو بیان کیا تھا اس مناسبت سے آگے اُس حکایت کو لاتے ہیں

شرح حبیبی

در بخارا بندۂ صدر جہان	متہم شد گشت از صدرش نہان
مدت دہ سال سرگرداں بگشت	گہ خراساں گہ قہستاں گاہ دشت
از پس دہ سال او از اشتیاق	گشت بیطاقت ز ایام فراق
گفت تاب فرقتم زیں پس نماند	صبر کے داند خلاعت را نشاند
از فراق ایں خاکہا شورہ بود	آب زرد و گندہ و تیرہ بود

باد جان افزا و خشم گرد و با — آتشے خاکسترے گرد و ہبا

باغ چوں جنت شود دار المرض — زرد و ریزاں برگ او اندر حرض

عقل دراک از فراق دوستاں — ہمچو تیر انداز بشکستہ کماں

دوزخ از فرقت چناں سوزاں شدہ است — بید از فرقت چناں لرزاں بدہ است

گر بگویم از فراق چوں شرار — تا قیامت یک بود از صد ہزار

پس ز شرح سوز او کم زن نفس — رب سلم رب سلم گوی و بس

ہر چہ از وے شاد گشتی در جہاں — از فراق او بیندیش آں زماں

زانچہ گشتی شاد بس کس شاد شد — آخر از وے جست ہمچوں باد شد

از تو ہم بجہد تو دل بر وے منہ — پیش ازاں کو بجہد از تو تو بجہ

ہمچو مریم گوئے پیش از فوت ملک — نفس را کاعوذ بالرحمٰن منک

دیکھو بخارا میں صدر جہان کا ایک غلام تھا وہ کسی معاملہ میں متہم ہوا اور اپنے آقا سے چھپ گیا دس برس تک سرگردان پھرا کیا کبھی خراسان میں کبھی قہستان میں اور کبھی جنگل میں۔ دس سال کے بعد فرط اشتیاق اور طول زمانہ فراق سے بے طاقت ہو گیا اور کہا کہ اب مجھ میں جدائی کی طاقت نہیں واقعی بات یہی ہے کہ صبر مفارقت کو کب پاس بیٹھنے دیتا ہے اور صبر و فراق کہاں جمع ہو سکتے ہیں۔ مفارقت ہی سے خاک شورہ بنجاتی ہے کیونکہ جب قوی نامیہ وغیرہ اس سے جدا ہو جاتی ہیں تو شورہ بنجاتی ہے اور مفارقت ہی سے آب گندہ زرد اور میلا ہوتا ہے کیونکہ جب صفائی اور خلوص اس سے جدا ہوا یہ باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مفارقت ہی سے روح افزا ہوا گندہ اور وبا کا سبب بنجاتی ہے اسلئے کہ

جب صرافت اسکی جدا ہوگئی یہہ خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور مفارقت ہی سے آگ خاکستر اور فنا ہو جاتے ہیں کیونکہ جب ہوا وغیرہ اشیاء مشعلہ سے اُسے انفکاک ہوتا ہے تو وہ بجہ جاتی ہے مفارقت ہی سے بہشت کی مانند سرسبز وشاداب باغ دارالمرض بنجاتا ہے کیونکہ جب بہار چلی گئی تو پتے زرد ہوکر گرنے لگتے ہیں غرض میں فراق کے مصائب کہانتک بیان کروں اگر اس چنگاری کی مانند فراق کے اوصاف بیان کروں تو قیامت تک بیان کرنے پر بھی لاکھواں حصہ نہ بیان ہو لہذا اُسکی شورش کے بیان کو چھوڑکر یہہ دعا کرنی چاہیئے کہ اے اللہ تو ہمیں اس مصیبت سے بچا اب سنو کہ جس چیز سے تمکو خوشی ہو اُسکی مفارقت کے رنج کا بھی خیال کرلیا کرو کیونکہ جس چیز سے تم خوش ہو تم سے پہلے بھی بہت خوش ہو چکے ہیں لیکن آخر وہ شئے اُن سے بھی ہوا کی طرح جدا ہوگئی پھر تمہارے پاس کیسے رہ سکتی ہے ضرور تم سے بھی علیحدہ ہوگی لہذا تم اُس سے دل ہی نہ لگاؤ اور قبل اسکے کہ وہ تم سے جدا ہو تمہیں اُس سے جدا ہو جاؤ اور اُس اپنے ملک کے زوال سے پہلے ہی تم مریم علیہا السلام کی طرح اعوذ بالرحمٰن منک کہدو۔ تفصیل واقعہ مریم حسب ذیل ہے۔

شرح شبیری

قصۂ صدر جہان کے وکیل کا کہ متہم ہوا تھا اور بخارا سے خوف جانکی وجہ سے بھاگ گیا تھا پھر عشق نے اُس کا گریبان پکڑا (اور بخارا میں آگیا) کیونکہ جانبازی کرنا جانان کے لئے سہل ہوتی ہے

در بخارا بندۂ صدر جہاں ‫ ‫ متہم شد گشت از صدرش نہاں

یعنی بخارا میں صدر جہاں کا غلام متہم ہوگیا تو اپنے صدر سے پوشیدہ ہوگیا۔

مدت دہ سال سرگرداں بگشت ‫ ‫ گہ خراساں گہ قہستان گاہ دشت

یعنی دس برس کی مدت تک وہ سرگرداں پھرا کبھی خراسان میں اور کبھی قہستان میں اور کبھی جنگل میں۔

از پس دہ سال او از اشتیاق گشت بے طاقت ز ایام فراق

یعنی بعد دس برس کے وہ اشتیاق کیوجہ سے ایام فراق سے بے طاقت ہو گیا۔

گفت تاب فرقتم زیں پس نماند صبر کے داند خلاعت را نشاند

یعنی کہنے لگا کہ اسکے بعد مجھے فرقت کی تاب نہ رہی اور صبر کب جانتے خلاعت کو بٹھلانا۔ (خلاعت مرض وغیرہ سے گھلنا) مطلب یہ کہ صبر اور غم خوری یکجا کب جمع ہو سکتے ہیں جب اس کو اسکی فرقت میں اندوہ والم تھا تو پھر صبر کہاں ہو سکتا تھا آگے فراق سے اشیاء کے خراب ہونیکی نظائر فرماتے ہیں کہ۔

از فراق ایں خاکہا شورہ شود آب زرد و گندہ و تیرہ شود

یعنی فراق کی وجہ سے یہ خاک شورہ ہو جاتی ہیں اور پانی زرد اور گندہ اور تیرہ ہو جاتا ہے یعنی خاک کو اگر پانی سے مفارقت ہو۔ یا پانی کو پانی سے مفارقت ہو تو وہ خراب ہو جاتے ہیں۔

باد جان افزا وخم گردد وبا آتشے خاکسترے گردد ہبا

یعنی ہوا جو جان افزا ہو وہ ناگوار اور وبا ہو جاتی ہے اور آگ خاکستر اور ہبا ہو جاتی ہے یعنی جب ہوا بند ہو جاوے اور دوسری ہوا اُس تک نہ پہنچے تو وہ خراب ہو جاتی ہے علی ہذا آگ بھی بجھ جاتی ہے۔

باغ چوں جنت شود دار المرض زرد و ریزاں برگ او اندر حرض

یعنی جنت جیسا باغ (بارش کی مفارقت سے) دار المرض ہو جاتا ہے زرد اور اسکے پتے گرنیوالے مرض میں (مبتلا ہو جاتے ہیں) یعنی اگر باغ کو بارش نہ پہونچے تو وہ سوکھ ساکھ کر خراب و خستہ ہو جاتا ہے۔

عقل دراک از فراق دوستان ہمچو تیر انداز اشکستہ کمان

یعنی عقل مدرک دوستوں کے فراق کی وجہ سے مثل اُس تیر انداز کے ہے جو شکستہ کمان ہو یعنی فراق دوستاں میں عقل انسان بیکار ہو جاتی ہے

دوزخ از فرقت چناں سوزاں شدہ ست بید از فرقت چناں لرزاں شدہ ست

یعنی دوزخ فرقت کیوجہ سے اسقدر سوزاں ہو رہی ہے اور بید فرقت کی وجہ سے اسقدر کانپ رہا ہے یعنی دوزخ میں جو اسقدر شورش ہے یہ اُس فرقت کی وجہ سے ہے جو کہ اُس کو بظاہر

حق تعالیٰ سے ہے علیٰ ہذا بید بھی اپنے معشوق کی یاد میں کانپ رہا ہے یہہ مضامین اکثر شاعرانہ ہیں
جیسے کہ مشہور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ فرقت میں اکثر اشیاء خراب ہو جاتی ہیں تو اسی طرح فرقت
صدر جہان میں وہ غلام خراب وخستہ تھا آگے فرماتے ہیں۔

گر بگویم از فراق چوں شرار   تا قیامت یک بود از صد ہزار

یعنی اگر میں فراق کو جو مثل شرر کے ہے بیان کروں تو قیامت تک لاکھ میں سے ایک ہو گا۔ یعنی
لاکھواں حصہ بھی اسکے خواص اور اسکے افعال کا قیامت تک بیان نہیں ہو سکتا۔

پس ز شرح سوز او کم زن نفس   رب سلم رب سلم گوئے بس

یعنی پس اسکی سوز کی شرح سے کم دم مارو بس رب سلم رب سلم کہتے رہو یعنی اسکی سوز کو زیادہ مت
بیان کرو اور رب سلم رب سلم کہتے رہو اسکا بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔

ہر چہ از وے شاد گردی در جہاں   از فراق او بیندیش آں زماں

یعنی جہان میں جس چیز سے کہ تم شاد ہو تو اُس وقت اُسکے فراق سے بھی ڈرو۔

زانچہ گشتی شاد بس کس شاد شد   آخر از وے جست ہمچوں باد شد

یعنی جس چیز سے تم شاد ہوئے بہت لوگ شاد ہو چکے ہیں آخر اُن سے نکلکر ہوا کی طرح چلی گئی۔

از تو ہم بجہد تو دل بر وے منہ   پیش از اں کو بجہد از تو تو بجہ

یعنی تجھ سے بھی نکل جاوے گی تو اسپر دل مت رکھہ اُس سے قبل کہ وہ نکلے تو اُس سے نکلجا یعنی قبل
ازیں کہ وہ تمہیں چھوڑے تم ہی اُسکو چھوڑ دو۔

ہمچو مریم گوی پیش از فوت ملک   نفس را کہ اعوذ بالرحمٰن منک

یعنی ملک کے فوت ہونے سے پہلے مریمؑ کی طرح نفس سے کہدو کہ اعوذ بالرحمٰن منک۔
مطلب یہ کہ اس سے قبل کہ نفس تم پر قابو پاوے اور تمہارے ملک کو تباہ وبرباد کرے
تم مریمؑ کی طرح اُس سے پناہ مانگو کہ جب اُن کے پاس جبرئیلؑ آئے تو انہوں نے بوجہ
عدم شناخت کے کوئی مفسدہ سمجھ کر اعوذ بالرحمٰن منک کہا تھا تو یہاں تو مفسدہ ظاہر
ہے تم اس نفس سے پناہ مانگو آگے جبرئیلؑ کا مریمؑ کے پاس آنے اور اُن کے پناہ مانگنے
کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

دید مریم[2] صورتے بس جانفزا — جانفزائے دلربائے در خلا

پیش او بر رست از روئے زمیں — چوں مہ و خورشید آں روح الامیں

از زمیں بر رست چوں بے نقاب — آنچناں کز شرق روید آفتاب

لرزہ بر اعضائے مریم اوفتاد — کو برہنہ بود ترسید از فساد

صورتے کہ یوسف ار دیدے عیاں — دست از حیرت بریدے چوں زناں

ہمچو گل پیشش بروئید او ز گل — چوں خیالے کہ بر آرد سر ز دل

گشت مریم[4] بیخود و بے خویش او — گفت بجہم در پناہ لطف ہو

زانکہ عادت کردہ بود آں پاک جیب — وز ہزیمت رخت بردن سوئے غیب

چوں جہاں را دید ملکے بے قرار — حازمانہ ساخت زاں حضرت حصار

تا بگاہ مرگ حصنے باشدش — کہ نیابد خصم راہ مقصدش

از پناہ حق حصارے بہ ندید — یورتگہ نزدیک آن دژ برگزید

چون بدید آں غمزہائے عقل سوز — کہ ازو می شد جگرہا تیر دوز

شاہ و لشکر حلقہ در گوشش ہمہ — خسروان عقل بے ہوشش ہمہ

صد ہزاراں شاہ مملوکش برق — صد ہزاراں بدر را دادہ بدق

زہرہ نے مر زہرہ را تا دم زند — عقل کلش چوں بہ بیند کم زند

من چہ گویم چوں مرا بر دوخت است — دمگہم را دمگہ او سوخت است

دود آن نار و دلیلم من برو	دور از آں سیہ باطل ما عبروا
خود نباشد آفتابے را دلیل	غیر نورِ آفتابِ مستطیل
سایہ کہ بود تا دلیل او بود	ایں بستش کہ دلیل او بود

مریم علیہا السلام نے خلوت میں ایک نہایت جانفزا اور دلربا صورت دیکھی یعنی جبرئیل علیہ السلام اُنکے سامنے ہی زمین میں سے پیدا ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ زمین سے ایک بے نقاب خوبصورت شخص یوں برآمد ہوا جیسے کہ مشرق سے آفتاب نکلتا ہے اُن کو دیکھتے ہی مریم علیہ السلام کا جسم تھرتھر کانپنے لگا کیونکہ وہ برہنہ تھیں اور اُنکو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہو کوئی خرابی واقع ہو کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ ایک ایسا خوبصورت شخص جسکو اگر یوسف علیہ السلام بھی دیکھ لیتے تو زنانِ مصر کی طرح وہ بھی حیرت سے اپنے ہاتھ کاٹ لیتے۔ پھول کی طرح اُنکے سامنے زمین سے یوں پیدا ہوا جیسے کہ دل سے خیال ظاہر ہوتا ہے یہہ دیکھکر مریم علیہا السلام بدحواس ہوگئیں اور کہا کہ اب کوئی چارہ نہیں بجز اسکے کہ میں حق سبحانہ سے پناہ لوں کیونکہ اُن عفیفہ کی یہہ عادت تھی کہ جب کبھی کسی مصیبت سے مغلوب ہوتی تھیں تو اپنے کو حق سبحانہ کے حوالہ کردیتی تھیں اور اُن سے پناہ لیتی تھیں کیونکہ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ عالم فانی ہے تو غایت حزم سے انہوں نے حضرت حق کو اپنا پناہ دہندہ بنایا اور بہت ہی خوب کیا کیونکہ وہ اُنکے انتقال کے وقت تک اُن کا یوں پناہ دہندہ رہیگا کہ کوئی دشمن اُن پر قابو نہ پاسکے گا۔ پس جب انہوں نے دیکھا کہ اُس شخص کے غمزے عقل کو فنا کردینے والے اور جگر کے پار ہوجانیوالے ہیں گو اب تک مجھ پر اُنکا کچھ اثر نہیں ہوا لیکن نفس و شیطان انسان کے دشمن ہیں کیا عجب ہے کہ مجھ پر نفس و شیطان کا جادو چل جاوے۔ تو انہوں نے خدا کی پناہ سے بہتر کوئی قلعہ نہ دیکھا لہذا اُسی کے قریب چوکی بنائی اور اُسکی پناہ میں آگئیں۔ اور سمجھا کہ یہاں کسی کا قابو نہیں چل سکتا۔ اسلئے کہ شاہانِ دنیا اور اُن کے لشکر سب اُسکے حلقہ بگوش ہیں اور بڑے بڑے عقلاء اُسکے سامنے بے ہوش ہیں لاکھوں بادشاہ اُسکے غلام ہیں اور لاکھوں حسین اُسکے فراق میں مدقوق ہیں زہرہ کی کیا طاقت ہے کہ اُسکے سامنے دم مار سکے اُسکی تو یہہ حالت ہے کہ عقل کل بھی اُسے دیکھ کر

اپنے نقص کا اعتراف کرتی ہے۔ پس نہ وہاں کسی کا زور چل سکتا ہے نہ تدبیر اور نہ وہ حسن سے متاثر ہو سکتا ہے لہذا کوئی تدبیر نہیں جس سے کوئی مجھ پر قبضہ حاصل کر سکے۔ یہ توجیہ تو اُسوقت ہے جبکہ چوں شرط مؤخر ہو اور از پناہِ حق الخ جزاے مقدم اور شاہ ولشکر الخ علت مضمون مستنبط از جزا اور یہ بھی ممکن ہے کہ چوں بدید اور اشعار مابعد شرط مؤخر ہوں اور از پناہ حق الخ جزائے مقدم اُس وقت حاصل یہ ہوگا کہ حضرت مریم علیہا السلام نے جب دیکھا کہ حضرت حق خود محبوب حقیقی اور شہنشاہ حقیقی ہیں نہ اُنکے سامنے کسی کا زور چل سکتا ہے نہ تدبیر نہ حسن اسلئے اُنکے پناہ میں آگئیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ میں اُسکے کمالات کیا بیان کروں اُسنے تو میرا منہ سی دیا ہے اور اُسکی گویائی نے میرے بیان کو فنا کر دیا ہے کیونکہ میں ہوں ہی کیا چیز میں تو اُس آگ کا دھواں اور اُس علت کا معلول اور اُسکی وجود کی دلیل ہوں تو بہ توبہ حاشاہ عن ذلک میں نے جو کچھ کہا سب غلط ہے۔ آفتاب کی دلیل تو خود اُسکا پھیلنے والا نور ہے۔ سایہ کی کیا مجال ہے کہ وہ اُسکی دلیل بن سکے اُس کے لئے تو یہ ہی کافی ہے کہ وہ اُسکا ایک ذلیل وابستہ ہو۔

شرح شبیری

روح القدس کا آدمی کیصورت میں مریمؑ کے سامنے اُنکے غسل اور اور برہنگی کیحالت میں ظاہر ہونا اور اُنکا خدا تعالیٰ سے پناہ مانگنا

دید مریمؑ صورتے بس جانفزا　　　جانفزائے دلربائے در خلا

یعنی مریمؑ نے خلوت میں ایک صورت بہت ہی جانفزا اور دلربا دیکھی۔

پیش او بر رست از روے زمیں　　　چوں مہ وخورشید آں روح الامیں

یعنی مریمؑ کے سامنے وہ روح الامین مثل ماہ وخورشید کے نکل آئے۔ یعنی زمین میں سے پیدا ہو گئے۔

از زمیں بر رست خوبے بے نقاب　　　آں چناں کز شرق روید آفتاب

یعنی زمین سے ایک خوبصورت بے نقاب نکلے جیسے شرق سے آفتاب نکلتا ہے۔

لرزہ بر اعضائے مریم اوفتاد　　　کو برہنہ بود و ترسید از فساد

یعنی اعضائے مریمؑ پر لرزہ پڑگیا کیونکہ وہ برہنہ تھیں اور فساد سے ڈریں۔ یعنی چونکہ وہ برہنہ تھیں تو انہوں نے انکو پہچانا نہیں لہذا سمجھیں کہ کوئی مفسد ہے لہذا وہ کانپنے لگیں۔

صورتے کہ یوسف ار دیدی عیاں　　دست از حیرت بریدی چوں زناں

یعنی ایسی صورت کہ اگر یوسفؑ بھی عیاناً دیکھ لیں تو نساء (مصر) کی طرح حیرت سے ہاتھ کاٹ لیں۔

ہمچو گل پیشش بروئید او زگل　　چوں خیالے کہ برآرد سر ز دل

یعنی پھول کی طرح انکے سامنے وہ مٹی سے پیدا ہو گئے مثل ایک خیال کے جو کہ دل سے سر نکالے۔ یعنی وہ اس طرح نکل آئے جیسے کہ پھول مٹی سے نکل آتا ہے اسی طرح وہ زمین سے نکل آئے۔

گشت مریم بیخود و در بیخودی　　گفت بجہم در پناہ ایزدی

یعنی مریمؑ (انکو دیکھکر) بیخود ہوگئیں اور بیخودی میں بولیں کہ میں تو پناہ حق میں جاتی ہوں یعنی میں خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔

زانکہ عادت کردہ بود آں پاک جیب　　در ہزیمت رخت بردن سوئے غیب

یعنی چونکہ وہ پاک دامن ہزیمت میں رخت کو غیب کیطرف لیجانیکی عادت ڈالے ہوئے تھیں یعنی انکی عادت تھی کہ جب کوئی ایسی بات ہوتی تھی تو غیب کیطرف متوجہ ہوتی تھیں اُس حالت میں بھی وہ اُسطرف متوجہ ہوئیں اور بولیں کہ اعوذ بالرحمٰن منک۔

چوں جہاں را دید ملکے بے قرار　　حازمانہ ساخت آنحضرت حصار

یعنی جبکہ مریمؑ نے (اس) جہان کو ایک ملک بیقرار (وزائل وفانی) دیکھا تو حازم کی طرح اُس درگاہ میں قلعہ بنالیا۔ یعنی جب اس دنیا کو فانی دیکھا تو بس وہ ہر کام میں حضرت حق کی طرف متوجہ ہوتی تھیں۔

تا بگاہ مرگ حصنے باشدش　　کہ نیابد خصم راہ مقصدش

یعنی وقت موت تک انکے لئے ایک حصن ہوگا کہ کوئی خصم انکے مقصد پر نہ آوے گا۔ مطلب یہ کہ یہ وہ حصن ہے کہ اُس حصن میں انکے مقصد تک کسی دشمن کی رسائی ہو ہی نہیں سکتی۔

از پناہ حق حصارے بہ نہ دید　　یورتگہ نزدیک آں دژ برگزید

یعنی پناہ حق سے کوئی حصار بہتر نہ دیکھا تو گھر اُس قلعہ کے نزدیک اختیار کرلیا۔ یعنی انہوں نے

حق تعالےٰ سے پناہ مانگی اور کہا کہ اعوذ بالرحمٰن منک۔

چوں بدید آں غمزہائے عقل سوز　　　که ازو می شد جگرہا تیر دوز

یعنی جب کہ اُن غمزہائے عقل سوز کو دیکھا جن سے کہ جگر تیر دوز ہوتے تھے (تو اُن ہی کی پناہ میں چلی گئیں اور غمزوں سے مراد افعال ہیں)، یعنی جب انہوں نے حق تعالےٰ کے افعال و قدرۃ کو ایسا دیکھا کہ وہ تمام عقول پر غالب ہیں اور اُن پر کسی کا بس نہیں چلتا۔ تو بس وہ اُن ہی کی پناہ میں آگئیں اور اُن کی تو یہ قدرت اور وہ شان ہے کہ۔

شاہ و لشکر حلقہ در گوشش شدہ　　　خسرواں ہوش بیہوشش شدہ

یعنی شاہ اور لشکر سب اُسکے حلقہ بگوش ہیں اور خسرواں ہوش اُسکے بے ہوش ہیں یعنی تمام شاہان دنیا اور اُنکے لشکر اور بڑے بڑے عقلاء سب اُسکے سامنے زبون ہیں اُسکے آگے کسیکی نہیں چلتی لہذا اُس ہی کی پناہ ایسی ہے کہ جہاں کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

صد ہزاراں شاہ مملوکش برق　　　صد ہزاراں بدر را دادہ بدق

یعنی لاکھوں بادشاہ غلامی کی وجہ سے اُسکے مملوک اور لاکھوں بدر کو وہ گھٹنے میں دئے ہوئے ہیں یعنی اُسکے سامنے سب زبون اور کم ہیں کوئی اُسکی برابر کا نہیں۔

زہرہ نے مر زہرہ را تا دم زند　　　عقل کلش چوں بہ بیند گم زند

یعنی زہرہ کو طاقت نہیں ہے کہ دم مارے اور عقل کل اُسکو جب دیکھ لے تو پوشیدہ ہو جاوے یعنی اُسکی قدرت اور اُسکے جمال کے آگے سب ہیچ ہیں اسلئے حضرت مریمؑ اُنکی پناہ میں آگئیں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

من چہ گویم چوں مرا بر دوخت است　　　دمگہم را دمگہ او سوخت است

یعنی میں کیا بیان کروں جبکہ مجھے اُسنے سی دیا ہے اور میرے نطق کو اُسکے نطق نے جلا دیا ہے یعنی میں حق تعالےٰ کی شان کیا بیان کر سکتا ہوں مجھے تو حق تعالےٰ کے جلال نے چپ کر دیا ہے اور میں اُس میں فنا ہو چکا ہوں۔

دود آں نارم دلیلم من برو　　　دور از آں شہ باطل ما عبروا

یعنی میں اُسی آگ کا دھواں ہوں اور میں اُسپر دلیل ہوں اُس شاہ سے دور اور باطل ہے جو لوگ

تعبیر کرتے ہیں یعنی میں تو اُسیکا ظل ہوں اور اُس پر دال ہوں تو میری ہستی ہی اُسکے وجود پر دلیل ہو سکتی ہے اسلئے کہ مصنوع سے صانع پر استدلال ہوتا ہے باقی جو صفات کہ لوگ بیان کرتے ہیں وہ بالکل باطل ہیں اور اُسکی شان سے بیحد بعید ہیں۔

خود نباشد آفتابے را دلیل ۔۔۔ جز کہ نور آفتاب مستطیل

یعنی خود آفتاب کی کوئی دلیل سوائے نور آفتاب کے جو کہ مستطیل ہو نہیں ہوتی یعنی آفتاب کے وجود کی دلیل خود اُسکا وہ نور ہی ہے اُسپر کسی دوسری دلیل کے قایم کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ تو اسی طرح حق تعالےٰ کے وجود پر کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ خود ہی دلیل ہے۔

سایہ کہ بود تا دلیل او بود ۔۔۔ این بستش کہ ذلیل او بود

یعنی سایہ کون ہے کہ اُسکی دلیل ہو گا یہی کافی ہے کہ وہ اُسکا ذلیل ہو جاوے۔ یعنی سایہ بھلا اصل کی دلیل کیا بن سکتا ہے وہ اگر اُسکا عاجز اور اُسکا ذلیل رہے یہی کافی ہے ورنہ کہاں سایہ اور کہاں اصل تو ہمارا وجود وجود حق پر کیا دلیل ہو سکتا ہے کہاں ہم اور کہاں وہ

شرح حبیبی

ایں جلالت در دلالت صادق است	جملہ ادراکات پس او سابق است
جملہ ادراکات بر خرہائے لنگ	او سوار باد پراں چوں خدنگ
گر گریزد کس نیابد گرد شہ	ور گریزد او بگیرد پیش رہ
جملہ ادراکات را آرام نے	وقت می دانست وقت جام نے
آں یکے وہمے چو بازے می پرد	واں یکے چوں تیغ مغفر می درد
واں دگر چوں کشتئے با بادباں	واں دگر اندر تراجع ہر زماں
چوں شکارے می نماید شاں ز دور	جملہ حملہ می نمایند آں طیور

چونکہ ناپیدا شود حیران شوند
ہمچو چغدان سوئے ہر ویران روند

منتظر چشمے بہم یک چشم باز
تا کہ پیدا گردد آن صید نیاز

چون بماند دیر گویند از ملال
صید بود آن خود عجب یا بد خیال

مصلحت آنست تا یک ساعتے
قوتے گیرند و زور از راحتے

گر نبودے شب ہمہ خلقان ز آز
خویشتن را سوختندے ز اہتزاز

از ہوس وز حرص سود اندوختن
ہر کسے دادے بدن را سوختن

شب پدید آید چو گنج رحمتے
تا رہند از حرص خود یک ساعتے

چونکہ قبضے آیدت اے راہرو
آن صلاح تست آیس دل مشو

زانکہ در خرجی از آن بسط و کشاد
خرج را دخلے بباید ز اعتداد

گر ہمارہ فصل تابستان بدے
سوزش خورشید در بستان زدے

منبتش را سوختے از بیخ و بن
کہ دگر تازہ نہ گشتے آن کہن

گر ترشروے ست آن دے مشفق است
صیف خندانست اما محرق است

چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بین
تازہ باش و چین میفگن بر جبین

کودکان خندان و دانایان ترش
غم جگر را باشد و شادی ز شش

چشم کودک ہمچو خر در آخر است
چشم عاقل در حساب آخر است

او در آخر چرب می بیند ز لطف
وین ز قصاب آخرش بیند تلف

آن علف تلخ است کان قصاب داد
بہر لحم او ترازوئے نہاد

روز حکمت خور علف کاں را خدا | بے عوض دادست از محض عطا
فہم ناں کردی نہ حکمت ای رہی | چونکہ حق گفتت کلوا من رزقہ
رزق حق حکمت بود در مرتبت | کاں گلوگیرت نگردد عاقبت
ایں دہاں بستی دہانے باز شد | کو خورندہ لقمہائے راز شد
گر ز شیر دیو تن را وابرے | در فطام او بسے حلوا خوری
ترک جوشے کردہ ام من نیم خام | از حکیم غزنوی بشنو تمام
در الٰہی نامہ گوید شرح ایں | آں حکیم غیب فخر العارفیں
غم خور و نانِ غم افزایاں مخور | زانکہ عاقل غم خورد کودک شکر
قند شادی میوۂ باغ غم است | ایں فرح زخم است آں غم مرہم است
غم چو بینی در کنارش کش بہ عشق | از سر ربوہ نظر کن در دمشق
عاقل از انگور می بیند ہمی | عاشق از معدوم شے بیند ہمی
جنگ می کردند حمالاں پریر | تو مکش تا من کشم حملش چو شیر
زانکہ در آں رنج میدیدند سود | حمل را ہر یک ز دیگر مے ربود
مزد حق کو مزدِ آں بیمایہ کو | ایں دہد گنجیت مزد و آں تسو
گنج زرے کہ چو خسپی زیر ریگ | با تو باشد آں نماند مردہ ریگ
پیش پیش آں جنازہ ات میرود | مونس گور و غریبی مے شود
بہر روز مرگ ایں دم مردہ باش | تا شوی با عشق سرمد خواجہ تاش

صبر می بیند ز پردہ اجتہاد	روئے چوں گلنار و زلفیں مراد
غم چو آئینہ است پیش مجتہد	کاندراں ضد مینماید روئے ضد
بعد ضد رنج آں ضد دگر	رود ہد یعنی کشاد و کر و فر
ایں دو وصف از پنجہ دستت ببیں	بعد قبض مشت بسط آید یقیں
پنجہ را گر قبض باشد دائما	یا ہمہ بسط او بود چوں مبتلا
زیں دو وصفش کار و مکسب منتظم	چوں پر مرغ ایں دو حال اورا مہم

پس اسکی عظمت ہی اُسکی سچی دلیل ہے رہے ادراکات و مدرکات سو اُن میں سے اُس تک کسی کی بھی رسائی نہیں لہذا وہ پیچھے ہیں اور حق سبحانہ ورا، بلکہ ورا الورا، تمام ادراکات اُس تک پہنچنے سے یوں عاجز ہیں جس طرح کہ کوئی لنگڑے گدھے پر سوار ہو اور حق سبحانہ اُن سے یوں ورا الورا ہیں جیسے کوئی تیر کی طرح ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو اور سوار خر لنگ سے آگے ہو اگر حق سبحانہ چاہیں کہ کسی ادراک کی رسائی ان تک نہ ہو تو کسی کو بھی ان کی معرفت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ممکنات چاہیں کہ حق سبحانہ کے علم و قدرت وغیرہ کی رسائی ہم تک نہو۔ تو ناممکن ہے جس طرح کہ سوار خر لنگ تو سوار باد کو نہیں پکڑ سکتا۔ لیکن اگر سوار خر لنگ بھاگے تو سوار باد اُسکا آگا روک سکتا ہے جبکہ سلسلۂ گفتگو ادراکات کی حالت تک پہنچا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے مناسب ایک اور مضمون بھی بیان کر دیا جاوے وہ یہ کہ تمام ادراکات کچھ نہ کچھ کام کرتے رہتے ہیں۔ وقت اُن کیلئے وقت میدان یعنی دوڑ دھوپ کا وقت ہے وقت جام یعنی وقت راحت و آرام نہیں اسلئے ایک ادراک تو باز کیطرح تیز جاتا ہے اور بہت جلد مقصد تک پہنچ جاتا ہے اور دوسرا اتلوار کی طرح خود کو توڑتا اور عقدہائے لاینحل کو حل کرتا ہے دان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اول سے سرعت انتقال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے سے دقیقہ رسی و بینہما فرق) تیسرا بادبان والی کشتی کی طرح ہے یعنی اُسکی رفتار اول کی رفتار سے کم ہے۔ چوتھا ان تینوں کے خلاف آگے سے پیچھے کو ہٹتا ہے علیٰ ہذا القیاس علی حسب مراتب تمام ادراکات اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں اور جب کسی مقصد کی جھلک

اُنکو نظر آتی ہے تو اُس تک پہنچنے کے لئے شکاری جانوروں کی طرح اُسپر حملہ کرتے ہیں اور جب کہ وہ اُنکی نظر سے غائب ہو جاتا ہے تو حیران رہجاتے ہیں اور الوؤں کی طرح ہر طرف ٹلک ٹوئے مارتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کہاں گیا۔ اور سب ایک آنکھ کھولے شکاری کی طرح منتظر ہوتے ہیں کہ کسی طرح وہ پھر نظر آجائے۔ جب دیر تک اسی حالت میں رہتے ہیں اور اُنکو کچھ پتہ نہیں چلتا تو تھک کر کہتے ہیں کہ ارے وہ کوئی واقعی شکار تھا یا کوئی خیال اور بے اصل شئے تھا۔ اچھا اسوقت یہی بہتر ہے کہ کچھ دیر آرام کریں اور دم لیں نئے سرے سے قوت حاصل کرکے پھر ڈھونڈیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حواس پر کلال و ملال طاری ہوتا ہے اور اُنکو آرام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے پس اس مقصد کیلئے حق سبحانہ نے رات بنائی۔ کیونکہ اگر رات نہ ہوتی تو تمام مخلوق اپنی حرص کے سبب حرکات جسمانیہ و دماغیہ میں مصروف رہ کر اپنے کو فنا کر ڈالتے اور منفعت حاصل کرنیکی ہوس اور حرص سے ہر شخص اپنے جسم کو فنا کر ڈالتا۔ اسلئے رات خزانہ رحمت کی طرح مخلوق پر طاری ہوتی ہے تاکہ وہ کچھ دیر کیلئے اپنی حرص سے چھوٹ جاویں۔ اس سے تم کو ایک ضروری نتیجہ بھی نکالنا چاہیئے وہ یہ کہ جب تم کو قبض پیش آوے تو اُس سے تمکو نا اُمید نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ بسط و کشاد میں قوی وادراکات وغیرہ کا صرف ہوتا ہے۔ اور خرچ کیلئے معتد بہ آمدنی کی ضرورت ہے۔ پس اس آمدنی کیلئے قبض طاری کیا گیا۔ دیکھو گرمی کا زمانہ درختوں کیلئے بہار کا زمانہ ہے لیکن اگر یہی زمانہ ہمیشہ رہے و آفتاب کی تابش درختوں کو پھونک ڈالے اور اُسکی جڑ تک کو یوں پھونک ڈالے کہ پھر وہ کبھی تازہ ہی نہ ہو سکے اور سردی کا زمانہ گو درختوں کیلئے ناگوار ہے لیکن ایک اعتبار سے وہ مشفق بھی ہے کیونکہ اُنکو ہلاک عارضی میں مبتلا کرکے ہلاک ابدی سے بچاتا ہے اور گرمی گو بہار کا زمانہ ہے لیکن بہ صورت دوام پھونکدینے والی ہے پس نہ گرمی سراسر مفید ہے اور نہ سردی سراسر مضر بلکہ دونوں میں منفعتیں ہیں پس قبض کو بھی تم سردی ہی کی مثل سمجھو اور جبکہ تم کو قبض پیش آئے تو اُسمیں بسط مآلی کو دیکھ کر خوش رہو اور پیشانی پر بل نہ ڈالو۔ اب ہم اسکے مناسب ایک اور مضمون سناتے ہیں وہ یہ کہ خوشی لڑکوں کا کام ہے۔ اور حزن عقلاء کا۔ نیز غم کا تعلق جگر سے ہے جو ایک عضو رئیس ہے اور خوشی کا پھیپھڑے سے جو اُسکا خادم ہے۔ پس اس سے بھی تم کو قبض و بسط کا تفاوت معلوم ہو سکتا ہے۔

البہا اب یہ سنو کہ لڑکوں کو خوشی اور عقلاء کو حزن کیوں ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ لڑکے کی نظر تو گدھے کی طرح صرف کہانے اور کہیلنے مین ہے اور عاقل کی نظر حساب آخرت مین ہے اُسکو یہ کہٹکا لگا ہوتا ہے کہ ہمارا مقدمہ حق سبحانہ کی عدالت مین پیش ہو گا دیکھئے اُس کا کیا نتیجہ ہو اسلئے لڑکا خوش رہتا ہے اور عاقل محزون۔ کیونکہ لڑکے کو تو صرف اپنے سامنے مزیدار کہانے ہی دکہلائی دیتے ہین پھر اُسکو رنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے اور عاقل کو تو نفس و شیطان کے ہلاک کرنیکا خطرہ ہوتا ہے پھر وہ کیونکر مطمئن ہو سکتا ہے۔ اب سمجھو کہ جو غذائین نفس و شیطان دیتے ہین وہ حقیقت مین تلخ ہین گو تمکو فساد مزاج کے باعث تلخ نہین معلوم ہوتین۔ کیونکہ ان کا نتیجہ نہایت تلخ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہمکو یہ غذائین کہلا کر مارنا چاہتا ہے۔ اور اسپر وہ یون تیار ہے جیسے کہ قصائی نے گوشت تولنے کیلئے ترازو بھی تیار کر رکھی ہو۔ پس اس غذا کو چھوڑو۔ اور غذائے حکمت کہاؤ۔ جو خدا تمکو بلا معاوضہ اور محض عنایت سے دیتا ہے۔ اور اُس مین اُس کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہوتی بلکہ صرف تمہارا نفع مدنظر ہوتا ہے۔ اس مقام پر ایک غلطی کا ازالہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ جب حق سبحانہ نے کلوا من رزقہ فرمایا تو تم اُس سے یہ سمجھ بیٹھے کہ صرف یہ ہی روٹیان مراد ہین نہ کہ حکمت۔ حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ ان روٹیون کے کہانیکی اجازت بھی محض غذائے حکمت ہی کیلئے ہے۔ کیونکہ وہ لقا کا سبب عادی ہین۔ اور اصل مقصود غذائے حکمت ہے۔ پس اجازت کو صرف روٹیون تک محدود کرنا سخت غلطی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ رزق حکمت روٹیون سے بہتر ہے اور وجہ بہتری یہ کہ رزق حکمت تمہارے گلے کا پھندا بنکر تمکو ہلاک نہین کر سکتا۔ اور متعارف روٹیان جسطرح من وجہ مفید ہین (جبکہ اُنکو عبادت کا ذریعہ بنایا جاوے) یون ہی مہلک بھی ہین (جبکہ اُنکو خواہشات نفسانیہ کا آلہ بنایا جاوے) پس جبکہ ایک ایسی شئے کا حکم کیا گیا جو من وجہ مفید اور من وجہ مضر ہے گو بنائے حکمت جہت افادہ ہی ہے تو ایک ایسی شئے جو سراسر مفید ہے اور جسمین مضرت ہے ہی نہین کیونکر مامور بہ نہ ہوگی۔ جب یہ ثابت ہوا کہ غذائے حکمت اصالۃً مامور بہ ہے اور غذائے نان بوجہ اُس کا وسیلہ ہونیکے تو اسی سے معلوم ہوا کہ تمکو بقدر ضرورت غذائے جسمانی پر اکتفا کرنا لازم ہے لان الضرورۃ یتقدر بقدر الضرورۃ۔ پس جبکہ تم غذائے ضروری

پر اکتفا کر کے زیادہ سے منہ بند کر لو گے اُسوقت ایک دوسرا منہ غذائے روحانی کیلئے کہلیگا
جو کہ اسرار الٰہیہ کا لقمہ کہانیوالا ہے - اور اگر شیطان کے دودہ سے تم جسم کو علیحدہ کردوگے
تو اُس دودہ چہڑانے کی صورت مین تمکو بہت سی مٹھائیان کہانے کو ملین گی - اب مولانا اس
مضمون کو ختم کر کے پہر مضمون سابق کو شروع کرتے ہین - اور فرماتے ہین کہ مجھ ناقص نے خوشی
وغم کے مضمون کو ناتمام بیان کیا ہے اور ایسا کر دیا ہے جیسا کچھ کچا اور کچھ پکا گوشت مگر حکیم سنائی
غزنوی سے اسکو پورا سنو - وہ قطب العارفین اور حکیم غیب اپنے الٰہی نامہ مین اس کی یون شرح
فرماتے ہین کہ تم غم کہاؤ اور غم افزاؤن کی روٹیان نہ کہاؤ اسلیئے کہ عاقل کی غذا تو غم ہے - اور
نادانون کی غذا لزت - یاد رکہو کہ باغ غم کا میوہ قند خوشی ہے اور خوشی ایک زخم ہے اور غم اُسکا
مرہم (اور راز اُس کا یہ ہے کہ یہ تو مسلم ہے کہ آدمی کیلئے نفع و نقصان دونون ہین چونکہ خوشی
مین صرف منافع پر نظر ہوتی ہے اور مضرتون سے غفلت ہوتی ہے اسلئے اسکو ان کا خمیازہ
بھگتنا پڑتا ہے اور غم مین مضرتون پر نظر ہوتی ہے - لہذا وہ ان سے بچنے کی امکانی کوشش
کرتا ہے اور بچنے کے بعد وہ خوشی حاصل کرتا ہے واللہ اعلم)
پس جب تم غم دیکہو تو اُسکو نہایت محبت سے آغوش مین لیلو - اور ٹیلون پر سے دمشق کو دیکہو
یعنی غم مین خوشی کو دیکہو - کیونکہ مآل اس کا خوشی ہے - عُقلاء کی نظر مآل پر ہوتی ہے چنانچہ
وہ انگور مین شراب دیکھتے ہین - نیز عاشق شئے معدوم مین اپنے مطلوب کو دیکھتا ہے - دیکہو
پرسون پلہ دار بوجھ کیلئے لڑ رہے تھے ایک کہتا تھا کہ اس کا بوجھ مین لیجاؤن گا دوسرا کہتا تھا کہ
مین لیجاؤن گا اس کی وجہ کیا تھی وہ یہی کہ اُنکو تکلیف مین منفعت دکھلائی دیتی تھی اور اسی مالی
منفعت کیلئے ایک دوسرے سے بوجھ چھینتا تھا - اب تم خیال کرو کہ کہان حق سبحانہ کی مزدوری
اور کہان اُس مفلس بوجھ والے کی مزدوری حق سبحانہ تمکو اس تکلیف کے معاوضہ مین خزانہ دینگے
اور وہ مالک یار چند پیسے - اور خزانہ بھی ایسا نہین جیسا کہ دنیا کا خزانہ ہوتا ہے بلکہ وہ خزانہ زر
جو اُسوقت جبکہ تم مرجاؤ تمہارے ساتھ رہے اور وارثون کی ملک ہو جاوے - اور تمہارے جنازہ
کے آگے آگے چلے - اور قبر اور بیکسی کی حالت مین تمہارا مونس اور تمہارا مدد گار ہو - پس جبکہ معمولی منفعت
کیلئے تم بخوشی اور رغبت کیسا تھ تکالیف برداشت کرتے ہو تو ایسے عظیم الشان نفع کیلئے تو

بالاولیٰ تمکو تکالیف برداشت کرنی چاہئین جبکہ یہ امر محقق ہوگیا تو تمکو چاہئے کہ موت کے دن کی راحت کیلئے ابھی مرجاؤ۔ تاکہ عشق ابدی تمکو حاصل ہو۔ یاد رکھو کہ تمہارا صبر مجاہدہ کی آڑ مین مقصود کا چہرۂ گلگون اور اُس کی زلفین دیکھ رہا ہے صاحب مجاہدہ کے سامنے غم ایک آئینہ کی مثل ہے کہ اُسی مین اُسکو خوشی نظر آتی ہے۔ جب غم کا زمانہ گذر جاتا ہے اُسوقت انبساط اور شان وشوکت حاصل ہوتی ہے۔ اگر آپ بھی تسکین نہوئی ہو تو اپنے ہاتھ کے قبض وبسط کو دیکھو اور دیکھو کہ قبض کے بعد بسط یقیناً ہوتا ہے اور اُسکے لئے ان دونون وصفون کی ضرورت ہے کیونکہ ہاتھ کیلئے ہمیشہ قبض ہو یا ہمیشہ بسط تو وہ بیمار ہوگا اور اُسکے کامون مین خلل آجائیگا۔ اُسکی کمائی اور اُسکے کام ان ہی دونون صفتون سے باقاعدہ ہین اور اسکے لئے یہ دونون وصف یون ہی ضروری ہین جسطرح جانور کے بازو کیلئے ان کی ضرورت ہے۔ اچھا اس مضمون کو ختم کر کے اب اصل قصہ کو پورا کرنا چاہئے۔

شرح شبیری

این جلالت در دلالت صادق است　　جملہ ادراکات پس او سابق است

یعنی یہ جلیل ہونا دلالت کرنے مین صادق ہے۔ تمام قویٰ مدرکہ پیچھے ہین اور وہ سابق ہے یعنی اُس کا جلیل وعظیم ہونا ہی اُسکے وجود پر دلیل کافی ہے ورنہ جسقدر قویٰ مدرکہ ہین سارے اُسکے کنہ کے دریافت کرنے مین پس ہین اور وہ سب سے سابق ہے۔

جملہ ادراکات بر خرہائے لنگ　　او سوار باد پرّان چون خدنگ

یعنی تمام قویٰ مدرکہ خرہائے لنگ پر (سوار) ہین اور وہ باد پرّان پر جو مثل خدنگ کے ہے سوار ہو

گر گریزد کس نیابد گرد شہ　　ور گریزند او بگیرد پیش رہ

یعنی اگر بھاگے تو کوئی شخص گرد شاہ کو پا نہین سکتا۔ اور وہ بھاگے تو راستہ کا آگا روک لے یعنی اور قویٰ مدرکہ اگر اُس کا ادراک کرنا چاہین تو اُس تک کیا اُس کی گرد تک رسائی نہین ہوسکتی۔ اور اگر وہ ادراک کرنا چاہے تو کوئی نکلکر جا نہین سکتا۔ قرآن شریف مین موجود ہے ولا یحیطون بشئ من علمہ الا بما شاء۔ تو جب تمام قویٰ مدرکہ اُسکے آگے عاجز ہین تو پھر اُس کی کنہ کو کیا ن بیان کرسکتے ہین سوا آگے قویٰ کے افعال کو کہ یہ ہر وقت کسی نہ کسی کام مین رہتے ہین اور کسی وقت بیکار

نہین رہتے مگر بعض مرتبہ بعض اشیاء کے ادراک مین تھک جاتے ہین تو بس جب اس دنیاوی مدرکات کے ادراک مین اُن کا یہ حال ہے تو پھر ادراک حق مین تو کیون نہ تھکین گے۔ فرماتے ہین کہ

جملہ ادراکات را آرام نے | وقت میدانست وقت جام نے

یعنی تمام قویٰ مدرکہ کو آرام نہیں ہے (بلکہ اُنکے لئے) وقت میدان ہے وقت جام نہین ہے۔ یعنی جس طرح کہ میدان مین ہر وقت کام مین رہتے ہین اسیطرح یہ بھی کام مین لگے رہتے ہین اور جام نوشی بیکاری مین ہوتی ہے تو یہ بیکار ہی نہین ہین کہ جو جام نوشی کرین بلکہ یہ حالت ہے کہ۔

آن یکے وہمے چو بازے می پرد | وان یکے چون تیر مغفر می درد

یعنی وہ ایک وہم تو باز کی طرح اُڑتا ہے اور وہ ایک (نگاہ) تیر کی طرح مغفر کو پھاڑتی ہے یعنی جسطرح کہ تیر خُود کو پھاڑ دیتا ہے اسیطرح نگاہ اجسام کو چیرتی ہوئی نکل جاتی ہے

وان دگر چون کشتئ با بادبان | وان دگر اندر تراجع ہر زمان

یعنی اور وہ دوسرا (شامہ وسامعہ) مثل کشتی کے مع بادبان کے ہے اور وہ دوسرا (عقلیہ) تراجع مین ہے ہر وقت۔ یعنی ایک بات کو سوچا پھر اُسکو سوچتا ہے تو یہ ہر وقت تراجع مین ہے کہ اُلٹ پھیر کرتی رہتی ہے۔

چون شکارے می نماید شان ز دور | جملہ حملہ می فزایند آن طیور

یعنی انکو جب دور سے کوئی شکار دکھائی دیتا ہے تو یہ سارے طیور حملہ کرتے ہین یعنی جب کوئی مدرک انکو معلوم ہوتا ہے تو یہ سارے اُس طرف کو اُسکے ادراک کیلئے چلتے ہین

چونکہ ناپیدا شود حیران شوند | ہمچو جغدان سوئے ہر ویران روند

یعنی جب وہ مدرک غائب ہو جاتا ہے تو سارے حیران رہجاتے ہین اور جغدون کی طرح ویرانے کی طرف جاتے ہین یعنی بس پھر ان کی کچھہ نہین چلتی اور حیران رہجاتے ہین

منتظر چشمے بہم یک چشم باز | تا کہ پیدا گردد آن صید نیاز

یعنی منتظر ہین ایک آنکھ کھلی ہوئی اور ایک بند تاکہ وہ صید نیاز ظاہر ہو جاوے (چشمے بہم یک چشم باز کنایہ ہے غایت انتظار سے) یعنی بے انتہا اُسکے ظہور کے منتظر رہتے ہین۔

چون بماند دیر گویند از ملال | صید بود آن خود عجب یا خود خیال

یعنی جب وہ دیر تک (غائب) رہتا ہے تو ملال کی وجہ سے کہتے ہین کہ وہ صید تھا یا کوئی خیال تھا
یعنی اُکتا کر کہتے ہین کہ میان یہ مدرک صرف وہم ہی تھا یا کوئی واقع مین شئی بھی اب مولانا فرماتے
ہین کہ

مصلحت آنست تا یک ساعتے　　　قوتے گیرند و زور از راحتے

یعنی مصلحت وہ ہے کہ ایک گہڑی کیلئے قوت اور زور راحت سے لیلین۔ یعنی وہ تہک جاتے ہین
اور آگے کام نہین دیتے اس مین بھی مصلحت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس ادراک سے اُن مین جو
ملال پیدا ہوگیا ہے اور وہ تہک گئے ہین اس راحت سے سب زائل ہوجاوے اور وہ پہر تازہ
دم ہوکر ادراک مین مشغول ہون۔ لہذا اُنکو ایک حد پر پہونچا کر بیکار کر دیتے ہین کہ جس سے
وہ راحت حاصل کرتے ہین۔ اس مضمون سے مولانا کو رات کی مصلحت کی طرف انتقال ہوا کہ
جیسے اُنکو راحت دیجاتی ہے اسیطرح رات سے بھی سب اعضاء کو راحت ملتی ہے لہذا
آگے رات کے مصالح ہی کو بیان فرمانا شروع کردیا۔ فرماتے ہین کہ۔

گر نبودے شب ہمہ خلقان ز آز　　　خویشتن را سوختندے ز اہتزاز

یعنی اگر رات نہوتی تو تمام مخلوق حرص کی وجہ سے اپنے کو ہلنے سے جلا لیتے۔ یعنی اگر رات
نہ آیا کرتی تو حرص مال کی وجہ سے چوبیس[۲۴] گہنٹہ کمانے ہی مین لگے رہتے تو آخر ہلاک ہوجاتے
تو رات کے ہونے مین یہ مصلحت ہے کہ دن بہر کے کام کے تہکے ہوئے آرام کرتے ہیں
اور پہر کام کیلئے تازہ دم ہوجاتے ہین۔

از ہوس وز حرص سود اندوختن　　　ہر کسے دادے بدن را سوختن

یعنی نفع کی جمع کرنے کی ہوس اور حرص کی وجہ سے ہر شخص بدن کو جلا لیتا۔ یعنی اپنے کو
ہلاک کر لیتا اور کسی وقت آرام نکرتا۔ مگر اب یہ ہوتا ہے کہ۔

شب پدید آید چو گنج رحمتے　　　تا رہند از حرص خود یک ساعتے

یعنی رات ایک گنج رحمت کی طرح ظاہر ہوجاتی ہے تاکہ یہ اپنی حرص سے ایک گہڑی کیلئے چھوٹ
جاوین۔ اب رات کے مصالح کو بیان کرنے سے مولانا کا ذہن قبض باطن کی طرف منتقل ہوا
کہ جسطرح کہ رات مین ایک قسم کی بے نوری اور ظلمت ہوتی ہے اسیطرح قبض مین بھی احوال

وغیرہ نہین ہوتے - اور واردات بند ہوجاتے ہین جو مشابہ ظلمت کے ہے لیکن جس طرح کہ رات کے بعد دن ہوتا ہے اور رات دن کے کام کرنیکے لئے نہین ہوتی ہے اور دن مین جو کسل ہو گیا تھا اُس کی مزیل ہوتی ہے - اسیطرح بسط مین جو بعض مرتبہ کسل ہوجاتا ہے اور انسان حقائق و معارف کے بیان سے تھک جاتا ہے تو قبض سے وہ کسل دور ہوجاتا ہے اور علوم و معارف و واردات عود کر آتے ہین بلکہ اور زیادتی کی ساتھ عود کرتے ہین - لہذا آگے قبض کے فوائد بیان فرماتے ہین کہ

چونکہ قبضے آیدت ای راہرو آن صلاح تست آئس دل مشو

یعنی اے سالک جبکہ تجھے قبض ہو تو وہ تیری صلاح ہے تو ناامید مت ہو یعنی اُس مین تیرے لئے بہت سے منافع ہین - تو اس قبض سے محرومی مت سمجھ اور ناامید مت ہو بلکہ کام مین لگا رہ

زانکہ در خرجے دران بسط و کشاد خرج را دخلے ببا یدز اعتداد

یعنی اسلئے کہ تو بسط و کشادگی مین تو خرچ مین ہے اور خرچ کیلئے ایک معتبر آمدنی کی ضرورت ہے مطلب یہ کہ سالک کو جب بسط ہوتا ہے تو قاعدہ ہے کہ علوم و معارف کو زیادہ بیان کرتا ہے تو فرماتے ہین کہ بسط مین تو معارف و حقائق کا خرچ ہی خرچ ہے آمدنی نہین ہے تو اگر آمدنی نہو تو سب فنا ہوجاوین - لہذا بعد بسط کے قبض ہوتا ہے تاکہ اُس خرچ کی جگہ آب آمدنی ہو - اور پھر آمدنی اور خرچ سب برابر ہوجاوے اور یکسان حالت رہنے مین نقصان ہے آگے یکسان حالت سے نقصان ہونیکی نظیر فرماتے ہین کہ -

گر ہمارہ فصل تابستان بدے سوزش خورشید در بستان زدے

یعنی اگر تمام فصل گرمی کی ہوتی تو خورشید کی سوزش باغ مین اثر کرتی -

منبتش را سوختے از بیخ و بُن کہ دگر تازہ نہ گشتے آن کہن

یعنی اُس (باغ) کی نبت کو بیخ و بُن سے جلا دیتی کہ وہ پُرانا پھر تازہ نہوتا -

گر ترش رویست آن دے مشفق است صیف خندانست واما محرق است

یعنی خزان اگرچہ ترشرو ہے لیکن مشفق ہے اور گرمی خندان ہے مگر جلانے والی ہے - مطلب یہ کہ دیکھو اگر تمام فصلوں مین گرمی رہا کرتی جو کہ موسم بہار ہے تو یہ نتیجہ ہوتا کہ تمام درخت اور

اور تمام پودے جل بھنکر خاک ہو جاتے لیکن اب سردی آجاتی ہے اور وہ سرسبزی اور وہ موسم بہار نہیں رہتا جوکہ ظاہرًا ناگوار معلوم ہوتا ہے مگر یہ تو دیکھو کہ یہ خزان اور یہ سردی ان تمام چیزونکو سرسبزی کے قابل بنا رہی ہے کہ ان اشیاء مین جو حرارت آفتاب سرایت کرگئی تھی سردی نے آکر اُسکو معتدل کردیا تو اسیطرح بسط کے بعد جو قبض ہوتا ہے وہ بھی تمکو علوم و معارف کے قابل بنا رہا ہے اور تمہارے اندر ایک ملال اور کسل ہوگیا ہے اسکو دور کرکے تازہ بناتا ہے کہ پھر جو بسط ہو تو پہلے سے زیادہ علوم و معارف حاصل ہون گے خود فرماتے ہین کہ۔

چونکہ قبض آمد تو در وی بسط بین　　　　تازہ باش و چین میفگن بر جبین

یعنی جبکہ قبض آیا تم اُس مین بسط دیکھو اور تازہ رہو جبین پر شکن مت ڈالو۔ یعنی قبض سے پریشان مت ہو بلکہ اُسکے اندر بھی تم بسط کو دیکھو۔ اور یہی سمجھو کہ انشاءاللہ یہ قبض خود آلہ ہے بسط کا تو اس سے تنگدل مت ہو اسلئے کہ۔

کودکان خندان و دانایان ترش　　　　غم جگر را باشد و شادی ز شُش

یعنی بچے جو خوش ہوتے ہین اور دانا لوگ ترش ہوتے ہین اور غم جگر مین ہوتا ہے اور خوشی پھیپڑے مین۔ مطلب یہ کہ دیکھو بچے تو ہمیشہ خوش رہتے ہین اُنکو کوئی غم ہی نہین ہے اسلئے کہ نادان ہین اور جو دانا ہین وہ ہمیشہ متفکر اور غمگین رہتے ہین اور دیکھو جگر جو ایک عضو رئیس ہے اُس سے تو تعلق غم کو ہے اور پھیپڑہ جو ایک عضو مرؤس ہے اُس کا تعلق خوشی سے ہے تو اسیطرح تمکو اگر قبض کا غم ہو تو یہ خوش ہونیکی بات ہے کہ معلوم ہو کہ تم دانا اور رئیس ہو۔

چشم کودک ہمچو خر در آخُراست　　　　چشم عاقل در حساب آخراست

یعنی لڑکے کی نگاہ تو گدھے کی طرح آخور مین ہے اور عاقل کی نگاہ حساب آخر مین ہے یعنی بچہ کا تو صرف یہ کام ہے کہ کھالیا اور کھیل لیا اُسے کچھہ بھی غم نہین اور جو عاقل و دانا ہین وہ سیکڑون تفکرات مین رہتے ہین تو تمہارا رنج اور قبض کی حالت مین رہنا بتا رہا ہے کہ تم عاقل ہو پھر پریشان ہونیکی کونسی بات ہے۔

او در آخور چرب می بیند علف　　　　وین ز قصاب آخرش بیند تلف

یعنی وہ (بچہ) تو آخور مین غذا کو چرب دیکھہ رہا ہے اور یہ آخر کار قصاب سے اُس کا تلف ہوتا

دیکھ رہا ہے۔ یعنی نادان تو عمدہ غذائین دیکھکر خوب کہاتا ہے اور عاقل سمجھتا ہے کہ انکو کہاکر قصائی کے ہاتھون ذبح ہونا ہے تو وہ انکو نہین کہاتا۔ اسیطرح بسط مین نادان تو خوش رہتا ہے اور جو دانا ہین وہ جانتے ہین کہ صرف بسط کا انجام بہتر نہین ہے لہذا وہ قبض سے بھی خوش ہوتے ہین

آن علف تلخ است کین قصاب داد — بہر لحم ما ترازوئے نہاد

یعنی وہ غذا تلخ ہے جوکہ اس قصاب نے دی اُسنے ہمارے گوشت کیلئے ترازو رکہی ہے یعنی چونکہ اس غذا سے اُسکو ہمارا گوشت کہانا مقصود ہے کہ وہ موٹا کرکے کاٹے لہذا اُسکی یہ غذا عاقل کیلئے تو تلخ اور ناگوار ہوگی اور جو نادان ہے وہ خوب مزہ اڑاویگا تو اسیطرح بسط کی جو ضرر ہین عاقل تو اُنکو سمجھکر قبض سے خوش ہوگا اور جو نادان ہے وہ اس بسط ہی مین رہکر اپنے اوقات ضائع کریگا۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

روز حکمت خور علف کانرا خدا — بے عوض دادست وز محض عطا

یعنی جا حکمت کی غذا کہا کہ اُسکو خدا نے بے عوض کے دیاہے اور محض عطا سے (دیا ہے تو بس غذائے حکمت کو حاصل کرو کہ وہی اصل غذا ہے) آگے فرماتے ہین کہ

چونکہ حق گفتت کلوا من رزقہ — فہم نان کردی نہ حکمت اے رہی

یعنی جبکہ حق تعالےٰ نے تمسے کہا کلوا من رزقہ تو تمنے روٹی سمجھی نہ کہ حکمت اے آزاد یعنی حق تعالےٰ جو کلوا من رزقہ فرمایا تو تم سمجھے کہ روٹی کے کہانیکا حکم ہے۔ مولانا فرماتے ہین کہ روٹی ہی کے کہانے کا صرف حکم نہین ہے بلکہ اس سے اکل حکمت بھی مراد ہے اور اسی بناپر بیضاوی نے ومما رزقناھم ینفقون کی تفسیر مین کہا ہے کہ من انوار المعرفۃ یفیضون تو دیکھو ایک تفسیر کی بناپر رزق مین انوار معرفت بھی داخل ہین تو اُنکے حصول اور اکل کا بھی حکم ہے

رزق حق حکمت بود در مرتبت — تا گلوگیرت نباشد عاقبت

یعنی مرتبہ مین رزق حق حکمت ہے کہ وہ انجام مین تمہاری گلوگیر نہ ہوگی مطلب یہ کہ رزق دنیاوی تو بعض مرتبہ گلوگیر ہو جاتا ہے مگر حکمت وہ رزق حق ہے کہ یہ کبھی تمہاری گلوگیر نہوگی۔

این دہان بستی دہانے باز شد — کہ خورندہ لقمہائے راز شد

یعنی تمنے اس منہ کو بند کرلیا تو ایک (اور) منہ کہل گیا کہ وہ لقمہائے راز کا کہانیوالا ہوگیا مطلب یہ کہ اگر تمنے اس منہ کو لذات دنیاوی سے بند کرلیا تو ایک اور منہ جو کہ غذائے روحانی اور حکمت کا کہانیوالا تھا وہ کہلگیا اور یہ چیز حاصل ہوگئین

گر ز شیر ایں دیوتن را وا بری ... در فطام او بسے نعمت خوری

یعنی اگر دودھ سے اس دیوتن کو تم قطع کر دو تو اس دودھ چھڑانیسے تم بہت نعمتیں کھاؤگے (شیر سے مراد لذات دنیاوی) یعنی اگر تم لذات دنیاوی کو ترک کر دو تو اس ترک سے تم کو آخرت کی نعمتیں میسر ہونگی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ترک جوشے کردہ ام من نیم خام ... از حکیم غزنوی بشنو تمام

یعنی مجھ نیم خام نے تو ادھ کچرا بیان کیا ہے حکیم غزنوی سے تم پوری طرح سنو (ترک لوگوں کا قاعدہ ہے کہ وہ گوشت کو پوری طرح نہیں پکاتے بلکہ نیم پخت کر کے کھاتے ہیں لہٰذا ادھ کچری بات کو ترک جوش کہنے لگتے ہیں) مطلب یہ ہوکہ میں نے تو اس مضمون بالا کو ادھورا بیان کیا ہے پوری طرح بیان نہ کرسکا تم حکیم غزنوی (یعنی حکیم سنائیؒ) سے سنو وہ پوری طرحسے بیان کرتے ہیں۔

در الٰہی نامہ گوید شرح ایں ... آں حکیم غیب فخر العارفین

یعنی الٰہی نامہ میں اسکی شرح وہ حکیم غیب فخر العارفین فرماتے ہیں (الٰہی نامہ حکیم سنائی کی ایک کتاب کا نام ہو) اسمیں اُنہوں نے اس مضمون کو پوری طرح بیان کیا ہو جس کو مولانا نقل فرماتے ہیں کہ

غم خور و نان غم افزایاں مخور ... زانکہ عاقل غم خورد کودک شکر

یعنی غم کھاؤ اور غم افزایوں کی روئی مت کھاؤ۔ اسلئے کہ عاقل غم کھاتا ہے اور بچہ شکر۔ یعنی غم دین کھاؤ اور دنیا کی فرحت کو حقیر و ذلیل سمجھو اسلئے کہ جو دانا ہیں وہ تو ہمیشہ تفکرات و غموم ہی میں رہتے ہیں اور جو نادان ہیں وہ بیشک اسمیں ہوتے ہیں کہ ہر وقت خوشی ہی رہے مگر یاد رکھو کہ۔

قند شادی میوۂ باغ غم ست ... ایں فرح زخم ست آں غم مرہم ست

یعنی قند شادی باغ غم کا میوہ ہے اور یہ فرح زخم ہو اور وہ غم مرہم ہے یعنی اول غم ہوتا ہے تب سرور و فرحت دائمی میسر ہوتی ہے یاد رکھو کہ باغ غم کا میوہ خوشی ہی ہے اور یہاں غم سے مراد قبض اور خوشی سے مراد بسط ہے تو مطلب یہ ہوکہ بعد قبض کے بسط ہوتا ہے اور اس بسط میں جو بعد قبض کے ہو زیادہ سرور اور فرحت ہوتی ہے لہٰذا فرماتے ہیں کہ

غم چو بینی در کنارش کش بعشق ... از سر ربوہ نظر کن در دمشق

یعنی جب غم کو دیکھو تو اُسکو محبت سے کنار میں لیلو اور ٹیلہ سے دمشق میں نظر کرو (چونکہ دمشق اونچائی

مطبوعہ ۱۲ ماہ ۶۳

پر ہے اسلئے کہا کہ (از سر ربوہ نظر کن) مطلب یہ ہے کہ جب قبض وارد ہو تو اُس سے متنفر مت ہو
بلکہ اُسکو شوق محبت سے قبول کرو۔ اور پھر اس مجاہدہ سے جو تمکو اسکے قبول کرنے میں ہوگا علوم
و معارف حاصل کرو۔ جیساکہ دمشق میں علوم و فنون بہت زیادہ ہیں مگر چونکہ بلندی پر ہے تھوڑی
تکلیف کرکے اوپر چڑھنے کی ضرورت ہی پھر جب چڑھ جاؤ گے تو انشاءاللہ علوم و معارف کے
دروازے کھل جاویں گے۔

عاقل از انگور می بیند ہمے　　　عاشق از معدوم شے بیند ہمے

یعنی عاقل انگور میں شراب کو دیکھتا ہے اور عاشق معدوم میں سے شئے کو دیکھتا ہے مطلب یہ ہے کہ
جو عاقل ہیں وہ تو انجام کو سوچ لیتے ہیں تو جس امر کا انجام اچھا ہوتا ہے اگرچہ اُسمیں بالفعل کلفت ہو
اُسکو اختیار کرتے ہیں اور جو عاشق ہیں وہ معدوم میں سے شئے کو دیکھ رہے ہیں کہ ابھی تک محبوب
کی طرف سے بظاہر کچھ ملا نہیں ہے مگر وہ اُس نہ ملنے کو بھی ملنا کہہ رہے ہیں تو بس جب قبض ہو تو
عقل و عشق دونوں کا مقتضا اُسکو قبول کرنا اور اُس سے متوحش نہ ہونا ہے کیونکہ اُسکا انجام بخیر ہے
اور اگرچہ بظاہر سلب علوم ہے مگر اس عدم میں اشیاء کا مشاہدہ کرنا چاہئے اسلئے کہ اسکا انجام
بہتر ہوگا۔ انشاءاللہ آگے اسپر مثال کے طور ایک چھوٹی سی حکایت لاتے ہیں کہ۔

جنگ میکردند حمالاں پریر　　　تو مکش تا من کشم حملش چو شیر

یعنی پرسوں حمال لڑ رہے تھے کہ تو مت کھینچ تاکہ میں اُسکا بوجھ مثل شیر کے کھینچوں۔ یعنی حمال کسی
اسباب پر لڑ رہے تھے کہ تو مت اُٹھا اُسکو تو میں اُٹھاؤنگا۔ تو دیکھو باوجودیکہ اُس بوجھ کا اُٹھانا ایک
مشقت تھی مگر ہر ایک اُس مشقت کے برداشت کرنیکو موجود تھا اسلئے کہ

زانکہ زاں رنجش ہمے دیدند سود　　　حمل را ہر یک ز دیگر می ربود

یعنی اسلئے کہ اس تکلیف سے وہ نفع دیکھ رہے تھے تو ہر ایک بوجھ کو دوسرے سے اچکتا تھا یعنی
چونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ اسوقت مشقت ہے مگر انجام میں پیسے ملیں گے لہذا ہر شخص متمنی تھا کہ
اس بوجھ کو میں اُٹھاؤں اور اس مشقت کو میں برداشت کروں اب فرماتے ہیں کہ۔

مزد حق کو مزد آں بے مایہ کو　　　ایں دہد گنجیت مزد و آں تسو

یعنی مزدوری حق کہاں اور اُس بے مایہ کی مزدوری کہاں یہ (حق تعالیٰ) تجھے مزدوری ایک خزانہ

دیں گے اور وہ ایک تسو۔ مطلب یہ کہ جبکہ حمّال ایک انسان بے مایہ کی مزدوری پر اسقدر بوجھ کے متحمل ہونیکو گوارا کرتے ہیں حالانکہ پیسہ دو پیسہ ہی ملیں گے تو بھلا جہاں کہ مزد حق تعالیٰ کی امید ہو جو کہ ذرا سے کام پر ایک عظیم الشان خزانہ عطا فرماویں گے وہاں تو کیوں طلب نہ کرنا چاہئے تو جب قبض میں علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں تو اس تھوڑی سی مشقت کو گوارا کر لینا کیا مشکل ہے۔

گنج زرے کہ چو خسپی زیر ریگ — با تو باشد آں نماند مردہ ریگ

یعنی ایسا گنج زر کہ جب تو زیر خاک سوویگا تو وہ تیری ساتھ ہوگا۔ وہ میراث میں نہ رہے گا۔ یعنی جو خزانہ کہ مزدوری میں خدا تعالیٰ کیطرف سے ملیگا وہ خزانہ ہوگا کہ قبر میں بھی تمہاری ساتھ ہوگا اور دوسری چیزوں کی طرحِ دنیا میں مال میراثی ہوکر نہ رہیگا۔

پیش پیش آں جنازت می رود — مونس گور غریبی مے شود

یعنی تمہارے جنازہ کے آگے آگے چلے گا اور مونس گور اور مسافرت کا ہوگا یعنی جنازہ کی ساتھ ساتھ بھی وہی چلے گا قبر میں اور اس جہاں سے سفر کرتے بھی وہی ساتھ ہوگا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ انسان کے ساتھ اُنکے اعمال ہی جاویں گے۔ اور اعمال ہی پر جزا ملتی ہے تو بس انسان کیساتھ اصل میں تو وہ انعامات حق ہی ہیں لہذا چاہئے کہ اس نعمت کو حاصل کرو اور اس قبض سے دل پریشان نہ ہو کہ اس سے انعامات حق تم پر فائض ہونگے آگے فرماتے ہیں کہ۔

بہر روز مرگ ایں دم مردہ باش — تا شوی با عشق سرمد خواجہ تاش

یعنی روز مرگ کیواسطے اسدم مردہ ہو جا تاکہ عشق دائمی کیساتھ تو خواجہ تاش ہو۔ یعنی موت سے پہلے فنا حاصل کرو تاکہ پھر وہ عشق دائمی اور حیات دائمی تمکو نصیب ہو۔

صبر می بیند ز پردہ اجتہاد — روئے چوں گلنار و زلفین مراد

یعنی صبر پردۂ مجاہدہ سے دیکھ رہا ہے۔ روئے مثل گلنار کے ہے اور زلفیں مراد ہیں مطلب یہ کہ صبر مجاہدہ وریاضت سے حاصل ہوتا ہے اور پھر اسکے پھل بے حد شیریں اور لذیذ ہوتے ہیں لہذا اگر کوئی مشکل یا مجاہدہ ہو تو اُس سے غمگین مت ہو اسلئے کہ

غم چو آئینہ است پیش مجتہد — کاندراں ضد می نماید روئے ضد

یعنی غم مجاہدہ کرنیوالے کے آگے مثل آئینہ کے ہے کہ اُسمیں ایک ضد روئے ضد کو دکھا دیتی ہے یعنی

جسطرح کہ آئینہ میں جیسی شے ہوتی ہے ویسی نظر آجاتی ہے اور اضداد سب ممتاز ہوجاتے ہیں لہذا اسی طرح غم سے بھی پوری حالت وکیفیت معلوم ہوجاتی ہے۔

بعد ضد رنج آں ضد دگر ــــ رو دہد یعنی کشاد و کروفر

یعنی ضد رنج کے بعد وہ دوسری ضد منہ دکھاتی ہے یعنی کشادگی اور کروفر یعنی اس رنج اور غم کے بعد کشادگی اور کروفر سامنے ہوتا ہے۔ اور اس قبض کے بعد بسط نصیب ہوتا ہے آگے اس قبض وبسط کے مفید ہونیکی اور صرف قبض یا صرف بسط رہنے کی مضرت بیان فرماتے ہیں کہ

ایں دو وصف از پنجہ دستت ببیں ــــ بعد قبض مشت بسط آید یقیں

یعنی ان دونوں وصف (قبض وبسط) کو اپنے پنجہ اور ہاتھ سے دیکھ لو کہ بعد مٹھی بند کرنے کے یقیناً بسط آتا ہے یعنی جب مٹھی بند کرلیتے ہو تو اُسکے بعد پھر مٹھی کھلتی ہے۔

پنجہ را گر قبض باشد دائما ــــ یا ہمہ بسط او بود چوں مبتلا

یعنی مٹھی کو اگر قبض دائمی ہوجائے یا بالکل اُسکو بسط ہوجاوے تو وہ مثل مبتلا کے ہوجاوے یعنی اگر ہمیشہ مٹھی بند ہی رہے یا کھلی ہی رہے تو دیکھو علامت مرض ہے یا نہیں اسکے لئے بسط و قبض دونوں ہوتے رہیں جب ہی صحت معلوم ہوتی ہے۔

ایں دو وصفش کار وکسب منتظم ــــ چوں پر مرغ ایں دو حال او را مہم

یعنی یہ اسکے دونوں وصف کام اور کسب منتظم کیلئے مثل جانور کے پروں کے دونوں حال ضروری ہیں یعنی کاروبار کرنے کیلئے ان دونوں حالتوں کی ضرورت ہے کہ کبھی کھلیں اور کبھی بند ہوں جیسے کہ جانور کہ اگر اُسکے بازو کھلے رہیں تو وہ کسی جگہ بیٹھکر آرام نہیں کرسکتا۔ ہروقت اُڑا کرے اور اگر بند رہیں تو اُڑ نہیں سکتا ایک جگہ پڑا پڑا سڑ جاوے۔ تو دونوں حالتیں ضروری ہیں تو پس پرواز باطنی اور کاروبار باطن کیلئے بھی دونوں حالتوں کی ضرورت ہے کہ کبھی بسط ہے تو کبھی قبض ہے اور جب دونوں حالتیں ضروری ہیں تو جس طرح کہ بسط سے خوش ہوتے ہو قبض سے بھی خوش ہونا ضروری ہے۔ اور اُس سے دل تنگ ہونا سخت غلطی ہے لیکن طبعی تنگی تو یقیناً ہوگی کہ دل گھبراویگا مگر تنگی نہ ہونیسے مراد یہ ہے کہ اُس سے پریشان ہوکر شکایت وحکایت نہ شروع کردے یا اُسکی وجہ سے کام نہ چھوڑ بیٹھے کہ جب حالات وواردات ہی نہیں تو پھر کام ہی چھوڑ دو ورنہ اگر طبعی تنگی بھی

نہ ہوتی تو بھلا وہ قبض ہی کیا ہوا لہذا اگر طبعی تنگی ہو اسکا مضائقہ نہیں اس سے پریشان نہ ہو۔ بلکہ کام میں لگا رہے کہ یہی مطلوب ہے۔ انشاء اللہ یہ سب حالات موصل الی المقصود ہونگے قبض ہو یا بسط سب اُسی طرف سے ہے یاد رکھو کہ اسمیں لاکھوں مصلحتیں ہیں جن میں سے کچھ بیان کیگئی ہیں اور باقی بعض معلوم ہیں اور بعض معلوم بھی نہیں ہیں۔ پس تم اپنا شعار تفویض کرلو جس حال میں رکھیں رہو۔ خوب کہا ہے ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب　　　که حیف باشد ازو غیر او تمنائے

بس اصل مقصود قرب ہے وہ جس حال میں بھی میسر ہو اور جس طرح بھی حاصل ہو اُسی میں لگے رہو انشاء اللہ کامیاب ہو گے۔ آگے پھر قصۂ مریم کیطرف عود ہے۔

شرح حبیبی

چونکہ مریمؑ مضطرب شد یک زماں　　　ہمچنانکہ بر زمین آں ماہیاں

بانگ بر وے زد نمودار کرم　　　کہ امین حضرتم از من مرم

از سر افرازان عزت سر مکش　　　از چنین خوش مہرباں دم در مکش

ایں ہمی گفت و ذبالہ نور پاک　　　از لبش می شد پیاپے بر سماک

از وجودم می گریزی در عدم　　　در عدم من شاہم و صاحب علم

خود بنہ و بنگاہ من در نیستی است　　　یک سوارہ نقش من پیش ستی است

مریما بنگر کہ نقش مشکلم　　　ہم ہلالم ہم خیال اندر دلم

چوں خیالے در دلت آمد نشست　　　ہر کجا کہ میگریزی با تو ہست

جز خیال عارضے باطلے　　　کہ بود چوں صبح کاذب آفلے

من چو صبح صادقم از نور رب　　　کہ نگردد گرد روزم ہیچ شب

ہین مگو لا حول عمراں زادہ ام من ز لا حول ایں طرف افتادہ ام
مر مرا اصل و غذا لا حول بود نور لا حولے کہ پیش از قول بود
تو ہمی گیری پناہ از من بحق من نگاریدہ پناہم در سبق
آن پناہم من کہ مخلصہات بود تو اعوذ آری و من خود آں اعوذ

جب مریم علیہا السلام کچھ دیر تک یوں مضطرب رہیں جس طرح زمین پر مچھلیاں بے قرار رہتی ہیں تو اُس نمونہ کرم حق سبحانہ نے آواز دی کہ آپ پریشان نہ ہوں اور مجھ سے بھاگیں نہیں میں امین خدا جبریلؑ ہوں آپ مجھ سے بھاگ کر عالم غیب میں پناہ لیتی ہیں حالانکہ عالم غیب میں تو میری سلطنت ہے اور میں وہاں نہایت شان و شوکت رکھتا ہوں۔ آپ کے سامنے تو صرف میرا وجود ہی ہے باقی سارا ساز و سامان تو میرا عالم غیب ہی میں ہے۔ آپ خیال رکھیں کہ میں ایک نقش مشکل ہوں اور میری مثال ایسی ہے جیسے چاند یا دل کا خیال یعنی جس طرح چاند آدمی کیساتھ ساتھ رہتا ہے اور اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اور جس طرح خیال کا قاعدہ ہے کہ جب دل میں آتا ہے تو بس گھر ہی کر لیتا ہے۔ اور جہاں تم جاتے ہو تمہاری ساتھ جاتا ہے یوں ہی میں بھی تم سے الگ نہیں ہو سکتا۔ یہ جو ہمنے کہا ہے کہ خیال جُدا نہیں ہوتا اس سے وہ خیال مستثنےٰ ہے جو عارضی اور باطل ہو اور جو صبح کاذب کیطرح فنا ہو جانیوالا ہو۔ مگر میں صبح کاذب کیطرح آفل نہیں ہوں۔ بلکہ حق سبحانہ کے نور سے صبح صادق کیطرح ہوں کہ کوئی تاریکی میرے پاس نہیں پھٹک سکتی پس اے عمران زادی آپ مجھ پر لا حول نہ پڑھیں کیونکہ میں آپ کی لا حول ہی کی بدولت یہاں آیا ہوں کیونکہ جب آپ نے خدا پر بھروسہ کیا تو مجھے حق سبحانہ نے آپ کے پاس بھیجا نیز لا حول اور اعتماد بر حق تو میری اصل غذا ہے اور تکلم لا حول سے پہلے سے میں نور لا حول کھا رہا ہوں۔ آپ اعوذ بالرحمٰن منک فرماتی ہیں اور مجھ سے بھاگ کر پناہ حق میں جانا چاہتی ہیں لیکن میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ میں پیشتر ہی سے حق سبحانہ کی پناہ کی زندہ تصویر ہوں اور میں وہی پناہ ہوں جس کو آپ رہائی کا ذریعہ بنانا چاہتی ہیں۔ آپ اعوذ بالرحمٰن منک کہتی ہیں حالانکہ میں خود اعوذ (پناہ) ہوں۔

شرح شبیری

جبریل علیہ السلام کا مریم علیہا السلام سے کہنا کہ میں رسول حق ہوں مجھ سے پریشان اور پوشیدہ مت ہو

چونکہ مریمؑ مضطرب شد یک زماں　　ہمچنانکہ بر زمین آں ماہیاں

یعنی مریم علیہا السلام جبکہ کچھ دیر اسطرح مضطرب ہوئیں جیسا کہ خشکی پر مچھلیاں۔

بانگ بر وے زد نمودار کرم　　کہ امین حضرتم از من مرم

یعنی انکو نمودار کرم نے آواز دی کہ میں امین حضرت حق ہوں مجھ سے بھاگو مت یعنی جو کہ کریم تھے انہوں نے کہا کہ میں امین اللہ یعنی جبریل ہوں مجھ سے بھاگو مت اور پریشان مت ہو اور کہا کہ

از سرافرازان عزت سرمکش　　از چنیں خوش محرماں دم در مکش

یعنی حضرت حق کے سربلندوں سے سرکشی مت کرو اور ایسے اچھے محرموں سے دم مت کھینچو۔ مطلب یہ ہے کہ میں تو اُس عالم سے ہوں اور درگاہِ الٰہی کا مقرب ہوں تو مجھ سے فساد و فتنہ کا خوف نہیں نہیں ہے لہٰذا تم ڈرو مت اب یہاں شبہ ہوتا ہے کہ جب مریم علیہا السلام کو شبہ ہوا اور اُسکے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے خود ہی یہ کہا کہ میں فرشتہ ہوں تو انکو صرف سنکے کہنے سے کیسے یقین آیا انکو یہ شبہ کیوں نہ ہوا کہ ممکن ہے کہ یہ غلط کہتے ہوں اور کوئی مفسد ہو مولانا آگے اُنکے اس قول کے صدق پر ایک علامت بیان فرماتے ہیں کہ

ایں ہمی گفت و ذبالہ نور پاک　　از لبش می شد پیاپے بر سماک

یعنی وہ (جبریل یہ فرمار ہے تھے اور نور پاک کی لو اُنکے لب سے برابر سماک پر جارہی تھی مطلب یہ کہ وہ جو یہ گفتگو کر رہے تھے تو اُنکے ان الفاظ کیساتھ برابر ایک نور اُنکے منہ سے ظاہر ہوتا تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیشک ملکوتے ہیں ناسوتے اور مفسد نہیں ہیں اور بات یہ ہے کہ مریمؑ کو انکو دیکھکر درجۂ علم ضروری میں تو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ کوئی مفسد وغیرہ نہیں ہیں باقی جب اُنہوں نے کہا اور بتایا کہ میں فرشتہ ہوں اُسوقت اُنکو پوری طرح معلوم ہو گیا! اور یہ سمجھ گئیں کہ بیشک یہ فرشتہ ہیں اور کوئی مفسد

نہیں ہیں آگے پھر حضرت جبرئیل کا قول ہے فرماتے ہیں کہ

از وجودم مے گریزی در عدم　　　　در عدم من شاہم و صاحب علم

یعنی میرے وجود سے تم عدم میں بھاگتی ہو اور عدم میں تو میں بادشاہ اور صاحب علم ہوں (عدم سے مراد عدم اضافی یعنی عالم غیب ہے) مطلب یہ کہ تم مجھسے پناہ مانگتی ہو اور عالم غیب کیطرف متوجہ ہوتی ہو تو وہاں تو میری اور خوب سلطنت ہے وہاں تو تم مجھ سے بچ ہی نہیں سکتیں۔

خود بنہ و بنگاہ من در نیستی است　　　　یک سوارہ نقش من پیش ستی است۔

یعنی خود سامان اور خیمہ میرا نیستی میں ہے اور ایک تنہا نقش میرا بی بی کے سامنے ہے۔ مطلب یہ کہ یہاں تو میں صرف ایک تنہا ہوں باقی عالم غیب میں تو میری سلطنت ہے فوج پلٹن ہے لہٰذا تمہارا مجھ سے پناہ مانگ کر اسطرف متوجہ ہونا فضول ہے کہ وہاں تو میں موجود ہوں۔

مریما بنگر کہ نقش مشکلم　　　　ہم ہلالم ہم خیال اندر دلم

یعنی اے مریم دیکھ کہ میں نقش مشکل ہوں میں ہلال ہوں اور دلمیں خیال بھی ہوں مطلب یہ کہ میں ایک عجیب نقش ہوں۔ کہ دو جگہ اور دو طرح میرا وجود ہو سکتا ہے کہ میں ظاہر میں بھی موجود ہوں کہ مجسم تمہارے سامنے کھڑا ہوا ہوں اور تمہارے دل میں بھی موجود ہوں کیونکہ ناسوتے نہیں ہوں بلکہ ملکوتے ہوں کہ جسکا ادراک خیال سے ہوتا ہے۔

چوں خیالے در دلت آمد نشست　　　　ہر کجا کہ میگریزی با تو ہست

یعنی جیسے کہ کوئی خیال تمہارے دل میں آیا اور بیٹھ گیا تو تم جہاں کہیں جاؤگی وہ تمہارے ساتھ ہوگا اسی طرح میں بھی چونکہ خیال میں ہوں لہذا جہاں تم ہوگی وہیں میں بھی ہوں گا اگر عالم غیب میں جاؤگی تو وہاں موجود ہوں گا اور اگر دنیا میں رہوگی تو یہاں ساتھ ہوں۔

جز خیالے عارضی باطلے　　　　کو بود چوں صبح کاذب آفلے

یعنی سوائے اُس خیال کے کہ جو عارضی اور باطل ہو کہ وہ مثل صبح کاذب کے آفل ہوتا ہے (مگر)

من چو صبح صادقم از نور رب　　　　کہ نگردد گرد روزم ہیچ شب

یعنی میں نور رب سے مثل صبح صادق کے ہوں کہ میرے دن کے گرد کوئی شب نہیں پھرتی۔ یعنی میں اُن لوگوں کی طرح نہیں ہوں جو کاذب ہوتے ہیں اور جن کا خیال کاذب ہوتا ہے بلکہ میں مثل صبح صادق کے ہوں کہ میرے پاس کوئی کمی یا نقصان بھٹکنے نہیں پاتا

ہین مگو لاحول عمران زادہ ام　　　　که ز لاحول این طرف افتادہ ام

یعنی اے عمران زادی مجھ سے لاحول مت کہو کہ لاحول سے مین اس طرف پڑا ہوا ہون۔

مر مرا اصل و غذا لاحول بود　　　　نور لاحولے کہ پیش از قول بود

یعنی میری اصل اور غذا لاحول ہی تھی۔ نور اُس لاحول کا جو پہلے قول کے تھی۔ مطلب یہ ہے کہ تم جو لاحول پڑھتی ہو اور تعوذ کرتی ہو تو یہ چیزین تو میری غذا اور اصل ہے اسلئے کہ فرشتون کی غذا تو تسبیح و تحمید ہی ہے تو پھر جب ہماری غذا ہے تو ہمکو اُس سے کیا خوف ہوگا۔ تم شوق سے تعوذ وغیرہ کرو۔ ہمکو اس سے کوئی گزند وغیرہ نہین ہے

تو ہمی گیری پناہ از من بحق　　　　من نگاریدہ پناہم از سبق

یعنی تم مجھسے حق تعالی سے پناہ مانگتی ہو اور مین سابق سے نگاریدہ پناہ کا ہون۔ یعنی جس سے کہ تم پناہ مانگ رہی ہو مین تو خود وہ پناہ ہون اور جس سے کہ پناہ مانگ رہی ہو اُسی کا بنایا ہوا ہون۔ پھر مجھسے کہاں پناہ مانگتی ہو۔

آن پناہم من کہ مخلصہات بود　　　　تو اعوذ آری و من خود آن اعوذ

یعنی مین وہ پناہ ہون جو تیری مخلص تھی تو اعوذ لاتی ہے اور مین خود وہ اعوذ ہون۔ مطلب یہ کہ تم جو مجھ سے پناہ مانگتی ہو اور اعوذ پڑھ رہی ہو تو مین خود وہ اعوذ ہون جو کہ تمکو شر شیاطین الانس والجن سے بچاتا تھا اسلئے کہ حق تعالی جو کام لیتے ہین وہ فرشتون ہی کے ذریعہ سے لیتے ہین تو وہ بولے کہ تم جن چیزون سے پناہ مانگا کرتی ہو اُنسے نجات دینے والا تو مین ہی ہون پھر مجھسے کیا پناہ مانگتی ہو۔ غرضکہ جبریل ؑ نے فرمایا کہ تمہارا پناہ مانگنا بیسود ہے اسلئے کہ مین کوئی مفسد وغیرہ تو ہون نہین جس سے کہ تمکو خوف ہے۔ مین تو ایک ملک ہون۔ آپ آگے مولانا ایک عام مضمون فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

آفتے نبود بتر از ناشناخت	تو بر یار و ندانے عشق باخت
یار را اغیار پنداری ہمے	شادی را نام بنہادہ غمی

این چنین لطفے کہ دارد یار ما	تو گریزانی از وا ے بیوفا
این چنین نخلے کہ قد یار ماست	چونکہ ما بُرزدیم نخلش دار ماست
این چنین مشکین کہ زلف میر ماست	چونکہ بے عقلیم آن زنجیر ماست
این چنین لطفے کہ نیلے می رود	چونکہ فرعونیم بر ما خون شود
خون ہمی گوید من آبم ہین مریز	یوسفم گرگ از توام اے پُرستیز
تو نمی بینی کہ یارِ بُردبار	چونکہ با او ضد شوی گردد چو مار
لحم او و شحم او دیگر نہ شد	بر قرار اول ست السنان کہ بُد
شمع مریم را تو ہال افروختہ	کہ بخارا می رود آن سوختہ

اب مولانا انتقال فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ مریم علیہا السلام کو جسقدر پریشانی لاحق ہوئی وہ جبریل علیہ السلام کو نہ پہچاننے سے پس سمجھ لو کہ کوئی آفت اپنے دوست کو نہ پہچاننے سے بڑھکر نہین ہے غضب کی بات ہے کہ تم اپنے محبوب کے پاس ہو اور اُس سے عاشقانہ برتاؤ نہین کر سکتے بلکہ یار کو غیر سمجھتے ہو اور تمنے اُس شئے کا نام جو حقیقت مین خوشی ہے غم رکھ چھوڑا ہے محبوب حقیقی اسقدر تو عنایت کرتے ہین پھر بھی تم اُس سے بیوفایانہ بہلگتے ہو خلاصہ یہ کہ مولانا اُن لوگوں کی شکایت اور اُن کی حالت سے تعجب کرتے ہین جن کا تعلق حق سبحانہ کیساتھ اچھا نہین ہے اور فرماتے ہین کہ حق سبحانہ قریب اور مہربان اور محبوب حقیقی ہین مگر تم اُس سے فائدہ نہین اُٹھاتے بلکہ اُسکے ساتھ غیرون کا سا معاملہ کرتے ہو آگے ایک شبہ کا جواب دیتے ہین تقریر شبہ یہ ہے کہ تم تو حق سبحانہ کو مہربان کہتے ہو مگر ہم تو دیکھتے ہین کہ وہ تکلیفین دیتا ہے اور حاصل جواب یہ کہ وہ تو مہربان ہی ہے مگر ہماری نالائقی سے ہمکو نقصان پہونچ رہا ہے چنانچہ حق سبحانہ خود فرماتے ہین ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر جب یہ امر معلوم ہوگیا تو اب حل اشعار سنو۔ فرماتے ہین کہ باوجودیکہ ہمارے محبوب کا قد ایسا اعلےٰ درجہ کا درخت خرما یعنی عشاق کو بہت کچھ نفع پہونچانیوالا ہے لیکن چونکہ ہم لوگ چورون کی طرح مجرم ہین اسلئے وہ بجائے اسکے

کہ ہمارے لئے نافع ہوتا سولی کی طرح ہماری بلا کی کا ذریعہ بن گیا ہے۔ اور باوجودیکہ ہمارے محبوب کی
زلف اسقدر مشکین اور مشام عشاق کو معطر کرنیوالی ہے مگر ہماری بے عقلی کے سبب ہمارے لئے زنجیر
ہوگئی ہے اور باوجودیکہ اُسکا دریائے لُطف نیل کی طرح بہ رہا ہے مگر چونکہ ہم فرعون ہین اسلئے وہ ہمارے
لئے دریائے خون ہوگیا ہے وہ خون کہتا ہے کہ مین حقیقت مین خون نہیں بلکہ پانی ہون تیرے لئے خون
ہوگیا ہون۔ پس تو مجھے مت گرا اور مجھسے نفرت مت کر دیکھ اپنی حالت کو بدل دے اور مین واقع مین
یوسف کی طرح مرغوب ہون۔ تیری نالائقی سے تیرے لئے بھیڑئے کی طرح قابل نفرت ہوگیا ہون۔ پس
تو مجھسے مت بھاگ بلکہ اپنی اصلاح کر۔ اب اگر کوئی شبہ کرے کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایک شئے
واقع مین پانی یا یوسف ہو اور دوسرے کیلئے وہ خون یا بھیڑیا ہوجاوے۔ تو یہ شبہ یون دور ہوسکتا
ہے کہ دیکھو ایک دوست ہوتا ہے لیکن جبکہ تم اُس سے مخالفت کرلیتے ہو تو وہ تمہاری نظر مین سانپ
ہوجاتا ہے۔ اب دیکھو کہ باوجودیکہ نہ اُس کا گوشت بدلا ہے نہ چربی اور وہی آدمی ہے جو پہلے تھا مگر
تمہاری نسبت سے بدل گیا ہے۔ اسیطرح خون اور بھیڑئے کو سمجھ لو۔ اچھا اب مریم علیہا السلام
کی شمع کو تو روشن چھوڑ دو اور یہ بیان کرو کہ وہ جلا بُہنا عاشق بخارا روانہ ہوتا ہے۔

شرح شبیری

آفتے نبود بتر از ناشناخت　　تو بر یار و ندانے عشق باخت

یعنی ناشناسی سے زیادہ کوئی آفت نہین ہوتی۔ کہ تم یار کے نزدیک ہو اور عشق بازی کرنا نہین جانتے
یعنی تم دوست کے پاس ہو اور وہ تمہارے پاس موجود ہے مگر چونکہ پہچانتے نہین ہو لہذا اُس سے بالکل الگ
ہو۔ تم اُس سے محبت کرنا جانتے ہو نہ کچھ جانتے ہو تو پھر بھلا ناشناسی سے زیادہ بتر اور کیا شئے ہوگی
اور مریم ؑ نے پناہ وغیرہ مانگی یہ بھی سب ناشناسی کی وجہ سے تھا اور ناشناسی کے وقت یہ حالت ہوتی ہے کہ

یار را اغیار پنداری ہمے　　شادے را نام بنہادی غمی

یعنی یار کو اغیار سمجھتا ہے اور خوشی کا نام غم رکھتا ہے (اسلئے کہ تمکو یہ خبر ہی نہین ہوتی کہ یہ خوشی ہے لہذا
اُسکو غم سمجھتے ہو اور یار کو بوجہ ناشناسی کے غیر سمجھکر اُس سے فائدہ نہین اُٹھا سکتے)

این چنین لطفے کہ دارد یار ما　　تو گریزانی از وائے بیوفا

یعنی ایسا لطف کہ جو ہمارا یار رکھتا ہے تو اُس سے بھاگتا ہے اے بیوفا۔ یعنی ہمارا یار تو ایسے ایسے الطاف کرتا ہے اور تو بوجہ ناشناسی کے اُس سے بھاگ رہا ہے اور اُن الطاف کی قدر نہین کرتا۔

این چنین نخلے کہ لطفِ یار ماست　　　چونکہ ما دزدیم نخلش دار ماست

یعنی ایسا نخل کہ ہمارے یار کا لطف ہے جبکہ ہم چور ہین تو اُس کا نخل ہماری دار ہے۔ مطلب یہ کہ لطف دوست جو مثل نخل کے ہے کہ اُس سے سب پھل کہاتے ہین مگر چونکہ ہم چور ہین تو ہمکو اُس مین پھانسی دیجاتی ہے تو اسیطرح وہ لطف ہمارے لئے عذاب جان ہو جاتا ہے

این چنین مشکین کہ زلف میر ماست　　　چونکہ بے عقلیم آن زنجیر ماست

یعنی ایسی مشکین کہ ہمارے میر کی زلف ہے جبکہ ہم بیعقل ہین تو وہ ہماری زنجیر ہے یعنی ایک یار کی زلف مشکین ہو مگر جبکہ انسان اُس کی قدر نہ جانے تو وہی اُسکے لئے زنجیر ہو جاتی ہے۔ یہ ساری باتین اپنی ناشناسی اور ناقابلیت کی بدولت ہین۔

این چنین لطفے چو نیلے می رود　　　چونکہ فرعونیم بر ما خون شود

یعنی ایسا لطف جو کہ مثل دریائے نیل کے چلتا ہے جبکہ ہم فرعون ہین تو وہ ہمپر خون ہو جاتا ہے یعنی بوجہ ہماری بیقدری اور ناشناسی کے وہی شئے جو کہ بہت لطیف اور عمدہ تھی وہی ہمارے لئے خراب ہو جاتی ہے جیسا کہ فرعونیون پر آب دریائے نیل خون ہو جاتا تھا۔ تو دیکھو وہ شئے جو کہ ایسی لطیف اور پاک وصاف تھی وہی اُن پر آفت جان ہو گئی تو یہ خرابی اُس کی طرف سے نہیں ہے بلکہ یہ کمی اور خرابی خود ہماری طرف سے ہے۔

خون ہمی گوید من آبم ہین مریز　　　یوسفم گرگ از توام ای پرستیز

یعنی خون کہتا ہے کہ ارے مین تو پانی ہون گرا مت + مین یوسف ہون گرگ تو تیری وجہ سے ہو گیا ہون اے پرستیز یعنی وہ چیز کہتی ہے کہ میرے اندر جو خرابی آگئی ہے یہ تو صرف تمہارے اندر خرابی ہونے کی وجہ سے ہے کہ مین تمکو ایسی معلوم ہوتی ہون ورنہ مین تو اچھی خاصی ہون تو یہ بھی اُسی ناشناسی کی وجہ سے ہے بلکہ ناشناسی مین یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

تو نمی بینی کہ یار بردبار　　　چونکہ با او ضد شدی گردد چو مار

یعنی کیا تو دیکھتا نہین ہے کہ یار بردبار جبکہ اُس کی ساتھ تو ضد ہوا تو وہ سانپ کی طرح ہو جاتا ہے

لحم او و شحم او دیگر نشد | او چنان بد جز که از منظر نشد

یعنی اُس کا لحم و شحم تو دوسرا نہین ہوا وہ تو اُسی طرح ہے (مگر اُس کا مثل مار ہو جانا) بجز تمہاری نظرگاہ کے نہین ہوا۔ یعنی وہ جو تمہارے لئے مثل مار کے ہو گیا ہے یہ صرف اسلئے کہ تم اُس کی ضد ہو گئے ہو اور تمہاری نظر مین ایسا ہو گیا ہے ورنہ اُس کی طرف سے کسی قسم کی کوئی بات نہین ہے تو دیکھو یہ بھی اُسی ناشناسی کی وجہ سے ہے کہ تمنے اُس کی قدر نہ جانی۔ آگے اُسی نوکر عاشق بخاری اور صدر جہان کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہین کہ۔

اُس وکیل کا عشق کی وجہ سے قصد کرنا کہ بخارا کو رجوع ہو

شمع مریم را بہل افروختہ | کہ بخارا می رود آن سوختہ

یعنی شمع مریم کو جلتی ہوئی چھوڑ دو اسلئے کہ وہ سوختہ بخارا کی طرف جا رہا ہے (شمع را افروختہ گذاشتن کنایہ از چیزے را ناتمام گذاشتن) مطلب یہ کہ مریمؑ کے قصہ کو یہین تک رہنے دو اسکو ناتمام ہی رہنے دو چونکہ وہ جلا بھنا عاشق بخارا کو جاتا ہے تو اُس کا قصہ بیان کرو اُس کی یہ حالت تھی کہ

شرح حبیبی

سخت بی صبر و در آتشدان تیز	رو سوئے صدر جہان کن می گریز
این بخارا منبع دانش بود	پس بخارائیست ہر کانش بود
پیش شیخے در بخارا اندرے	تا بخواری در بخارا ننگرے
اے خنک آنرا کہ ذلت نفسہ	وائے آنکس را کہ یردی رفسہ
فرقت صدر جہان در جان او	پارہ پارہ کردہ بود ارکان او
گفت برخیزم ہمانجا وا روم	کافر ار گشتم دگر رہ بگروم

عے پس بخارائیست ہر کانش بود ... [illegible]

وارِدم آنجا بیفتم پیش او — پیش آن صدر نکو اندیش او
گویم افگندم بہ پیش جان خویش — زندہ کن یا سر ببر مارا چو میش
کشتہ و مردہ بہ پیشت ای قمر — بہ کہ شاہ زندگان جائے دگر
آزمودم صد ہزاران بار بیش — بے تو شیرین می نہ بینم کار خویش
غنِّ لی یا منیتی لحن النشور — ابرکی یا ناقتی تم السرور
ابلعی یا ارض دمعی قد کفیٰ — اشربی یا نفس وردا قد صفا
عدت یا عیدی الینا مرحبا — نعم ما روحت یا ریح الصبا
گفت ای یاران روان گشتم وداع — سوئے آن صدرے کہ میرست و مطاع
دمبدم در سوز بریان می شوم — ہرچہ بادا باد آنجا می روم
گرچہ دل چون سنگ خارا می کند — جان من عزم بخارا می کند
مسکن یارست و شہر شاہ من — پیش عاشق این بود حب الوطن

اچھا اے عاشق تم نہایت بے صبری اور اضطرار کیسا تھ بھاگو اور صدر جہان کے پاس چلو۔ یہ فرماکر مولانا انتقال فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ دیکھو بخارا علم کا چشمہ ہے پس جو شخص صاحب علم ہوگا وہ بھی بخارا ہی ہے لہذا جبکہ تم اپنے شیخ کے پاس ہو تو بخارا ہی میں ہو پس دیکھو اس بخارا کی نہایت وقعت کرنا اور اسکو بنظر حقارت نہ دیکھنا اور اپنے کو اُسکے سامنے ذلیل کرنا کیونکہ اُس کی شکل جزر ومد تمکو اُسکے بخارائے دل مین نہ پہونچنے دیگی اور بدون ذلت کے تم اُسکے دل مین گھر نہ کر سکوگے وہ شخص نہایت مزہ مین ہے جسکا نفس اپنے شیخ کے سامنے ذلیل ہو۔ اور اُس کی حالت نہایت قابل افسوس ہے جو ٹھوکر مار کر یعنی گستاخی کر کے ہلاک ہوجاوے۔ یہانتک اس مضمون کو بیان کر کے پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہین اور فرماتے ہین کہ اُسکی جان مین جو صدر جہانکی فرقت کا رنج جاگزین تھا اُسنے اُسکے ارکان جسم کو پارہ پارہ کر کر کہا تھا اُسنے کہا کہ مین تو اُٹھکر وہین جاتا ہون

اور اگر مین اُس سے بہاگ کر کافر عشق ہو گیا ہون تو پہر نئے سرے سے مسلمان ہوتا ہون۔ ابتو مین وہین جاتا ہون اور اُسکے سامنے پڑ رہتا ہون یعنی اپنے نیک خیال صدر جہان کے سامنے اور وہان جاکر کہونگا کہ مین نے تو اپنے کو حضور کے قدمون مین لا ڈالا ہے اب حضور کو اختیار ہے خواہ مجہے زندہ کرین یا ذبح کر ڈالین۔ میرا آپکے سامنے مرجانا اور مارا جانا اس سے بہتر ہے کہ کہین اور رہکر مین زندون کا بادشاہ ہون۔ مین اس سے قبل لاکہون مرتبہ تجربہ کر چکا ہون کہ آپکی بجز کسی کام مین لطف نہین۔ پس اے میری آرزو میرے لئے زندہ کن گیت گا اور اے میری ناقہ خوشی تمام ہو چکی اور مین منزل مقصود تک پہونچ گیا۔ اب تو بیٹھ جا۔ اور اے زمین رونا ہو چکا اب تو آنسو پی لے۔ اور اے نفس اب پن گہٹ صاف ہے تو پی لے۔ اور اے عید مرحبا کہ تو واپس آئی اور اے باد صبا تونے مجہے نہایت ہی خوش کیا۔ اُسنے اپنے دل سے یہ گفتگو کی اور کہا کہ اے دوستو اچہا لو رخصت مین تو اُس صدر جہان کی طرف چلدیا جو میرا آقا اور واجب الاطاعت ہے کیونکہ مین ہر وقت سوز فراق سے کباب ہوتا ہون مجہسے یہ تکلیف برداشت نہین ہوتی پس کچہ بہی ہو مین تو وہین جاتا ہون اگرچہ میری طبیعت مجہے پتہر بنائے دیتی اور جانے سے مانع ہوتی ہے مگر میری جان بخارا ہی کا عزم کرتی ہے کیونکہ وہ میرے یار کی رہنے کی جگہ اور میرے بادشاہ کا شہر ہے اور عاشق کیلئے حب وطن یہی ہے کہ وہ وطن محبوب سے محبت کرے۔

شرح شبیری

سخت بیصبر و در آتشدان تیز　　　رو سوئے صدر جہان کن میگریز

یعنی سخت بے صبر تہا اور آتشدان تیز مین صدر جہان کی طرف مُنہ کئے ہوئے بہاگ رہا تہا مطلب یہ کہ وہ بیحد بیصبری کیساتہ تیزی سے صدر جہان کی طرف کو جا رہا تہا۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ

این بخارا منبع دانش بود　　　پس بخارائیست ہر کانش بود

یعنی یہ بخارا منبع دانش ہوتا ہی پس بخاری ہی جو کہ وہ (یعنی صاحب دانش) ہو مطلب یہ ہے کہ بخارا سے مراد شیخ کامل ہے جو کہ منبع دانش ہوتا ہے تو مولانا فرماتے ہین کہ یہ شخص بخارا کی طلب مین تہا تو جسطرح کہ بخارا منبع علوم و فنون تہا اسی طرح اصل بخارا وہ ہے جو کہ منبع علوم و فنون ہوتا ہے

یعنی شیخ کامل تو مستفیدین اُسکو اسی طرح تلاش کرتے اور اُس کی طرف اسی طرح دوڑتے ہین بخارا سے شیخ کو صرف اسلئے تشبیہ دی ہے کہ جسطرح کہ بخارا مین علوم وفنون کا زور ہے اسی طرح شیخ کامل بھی منبع علوم وفنون ہوتا ہے تو بس جو اُس کا متلاشی ہے وہی بخاری ہے یعنی وہی طالب صادق ہے آگے فرماتے ہین کہ۔

پیش شیخے در بخارا اندرے		تا بخواری در بخارا ننگرے

یعنی تم بخارا مین ایک شیخ کے آگے ہو تو بخارا مین خواری سے ہرگز نگاہ مت کرنا۔ یعنی بخارا جو کہ منبع علوم ہے ایسی جگہ پر تم کسی شیخ کامل کے پاس ہو تو اُسکے بخارائے دل میں خواری سے نظر مت کرو اور اُسکو حقیر وذلیل مت سمجھو اسلئے کہ یہ علامت خسران کی ہے۔

جز بخواری در بخارائے دلش		راہ ندہد جزر و مد مشکلش

یعنی بجز خواری کے اُسکے بخارائے دل مین اُس کی مشکل کا جزر و مد راہ نہین دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب تک کہ تم خواری اور تواضع اور عجز اختیار نہ کروگے اُسوقت تک تمکو شیخ کے دل مین راہ نہوگی اور اُس کا جو اُتار چڑھاؤ ہے اُس سے کبھی بھی واقف نہوگے تو بس اُسکو حقیر نہ سمجھو اور اپنے کو حقیر بنالو تب اُسکے قلب کے اسرار تک رسائی ہوسکتی ہے آگے فرماتے ہین کہ۔

اے خنک آنرا کہ ذلت نفسہ		وائے آنکس را کہ یردی رفسہ

یعنی خوش ہے وہ کہ ذلیل ہوگیا نفس اُس کا اور افسوس ہے اُس شخص پر کہ اُسکے قدم رکھنے نے اُسکو ہلاک کیا (یہاں قدم رکھنے سے مراد بے ادبی کرنا ہے) مطلب یہ ہے کہ جسنے کہ اپنے نفس کو ذلیل بنالیا اور شیخ کامل کی قدر کی وہ تو فائض المرام ہوگیا اور جسنے کہ شیخ کی بے ادبی کی اور اُس کی قدر نہ جانی اُسنے اپنے کو ہلاک کرلیا تو بس شیخ کامل کی تلاش اور اُسکے بعد اُس کی قدر اور اُس کا ادب ضروری ہے کہ اُس سے فلاح دارین میسر ہوگی۔ اب آگے پھر اُسی غلام کا قصہ بیان فرماتے ہین کہ۔

فرقت صدر جہان در جان او		پارہ پارہ کردہ بود ارکان او

یعنی صدر جہان کی فرقت نے اُس کی جان مین اُسکے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا تھا یعنی اُسکی اعضاء ظاہر و باطن دونون خراب ہوچکے تھے اور قریب بہلاک تھے۔

گفت برخیزم ہمانجا وا روم　　کافر ار گشتم دگر رہ بگروم

یعنی کہنے لگا کہ مین اُٹھتا ہون اور وہین جاتا ہون اگرچہ مین نافرمان ہو گیا ہون (مگر) دوبارہ پھر مطیع ہوتا ہون

وا روم آنجا بیفتم پیش او　　پیش آن صدر نکو اندیش او

یعنی مین جاتا ہون اور اُسکے سامنے جا پڑتا ہون۔ سامنے اُس صدر نکو اندیش کے یعنی بس جا کر اُسکے سامنے جا پڑون گا جو کچھ بھی کرے

گویم افگندم بہ پیشت جان خویش　　زندہ کن یا سر ببر مارا چو میش

یعنی کہون گا کہ مین نے اپنی جان کو تیرے سامنے ڈال دیا (اب تو) زندہ کر یا بھیڑ کی طرح سر کاٹ دے یعنی وہ غلام بولا کہ بس اُسکے سامنے جا کر کہدونگا کہ قتل کر ڈالو ہمین یا جرم الفت بخشدو۔ لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے۔ اور بولا یون کہونگا کہ۔

کشتہ و مردہ بہ پیشت اے قمر　　بہ کہ شاہ زندگان جائے دگر

یعنی اے قمر تیرے آگے مردہ اور مقتول بہتر ہے کہ دوسری جگہ زندون کا بادشاہ ہون (اور بولا کہونگا کہ)

آزمودم من ہزاران بار بیش　　بے تو شیرین می نہ بینم عیش خویش

یعنی مین نے پہلے ہزارون بار آزما لیا ہے کہ بے تیرے اپنی زندگی شیرین نہیں دیکھتا (اب آگے جوش مین آکر کہتا ہے کہ)

غن لی یا منیتی لحن النشور　　ابرکی یا ناقتی تم السرور

یعنی اے میری آرزو میرے لئے لحن نشور کو گا + اور اے میری ناقہ بیٹھ جا کہ سرور کامل ہو گیا مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ جب مین وہان پہونچون گا تو اُسوقت کہونگا کہ اے میری آرزو جاگ اُٹھ اور ایسا لحن (راگ ۱۲) گا کہ جس سے حیات ابدی حاصل ہو اور اے میری ناقہ اب بیٹھ جا اسلئے کہ سرور وصل محبوب کا تو پورا ہو چکا ہے۔ لہذا اب تلاش سے بیٹھ جا اسلئے کہ اب تلاش کی ضرورت نہیں ہے اور کہتا ہے کہ۔

ابلعی یا ارض دمعی قد کفی　　اشربی یا نفس وردا قد صفا

یعنی اے زمین میرے اشک کو پی لے کہ وہ سو کہہ گیا اور اے نفس محبت کو پی لے کہ وہ صاف ہو گیا

یعنی اب بوجہ سرور کے میرے آنسو بھی بند ہو گئے ہین تو اب اے زمین تو اُن آنسوؤن کو خشک کرے
اور اے نفس اس دوستی مصفا کو پی لے اسلئے کہ ابتو اُسکے اندر سے تمام کدورات ختم ہو چکی ہین۔

عدت یا عیدی الینا مرحبا　　نعم ما روحت یا ریح الصبا

یعنی اے میری عید تو ہماری طرف لوٹ آئی ہے مرحبا ہے اور اچھی ہے وہ شئے کہ جو اے ریح صبا تو نے
چلائی ہے مطلب یہ کہ وہ جوش مین آکر کہہ رہا ہے کہ مین وہان جاکر اس طرح عرض کرونگا اب پھر اُن
عاذلون سے مخاطب ہوتا ہے کہ۔

گفت اے یاران روان گشتم وداع　　سوئے آن صدرے کہ میرست ومطاع

یعنی کہنے لگا کہ اے یارو مین روانہ ہوتا ہون رخصت طرف اُس صدر کے جو کہ میر ہے اور مطاع ہے یعنی
لوگون سے کہا کہ لو اب رخصت مین تو وہان صدر جہاں کے پاس جاتا ہون۔

دمبدم در سوز بریان می شوم　　ہرچہ بادا باد آنجا می روم

یعنی مین دمبدم سوز مین جل رہا ہون اب جو کچھ بھی ہو مین تو وہان جاتا ہون۔

گرچہ دل چون سنگ خارا می کند　　جان من عزم بخارا می کند

یعنی اگر چہ (وہ صدر جہاں) دل کو سنگ خارا کی طرح کرتا ہے (لیکن) میری جان بخارا کا ارادہ کرتی ہے
مطلب یہ کہ اگرچہ وہ میری طرف مائل نہیں ہے بلکہ اُسنے مجھے مردود کر رکھا ہے مگر مین تو اب بخارا کا
ارادہ کرتا ہون اور وہان جاتا ہون۔ میرا تو دل نہین مانتا اسلئے کہ۔

مسکن یار است و شہر یار من　　پیش عاشق این بود حب الوطن

یعنی (وہ بخارا) میرے یار کا مسکن ہے اور میرے دوست کا شہر ہے۔ اور عاشق کے آگے یہی
حب الوطن ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ اُسنے کہا کہ مین بخارا جاؤنگا اسلئے کہ وہ میرے محبوب کا مسکن
اور شہر ہے اور عاشق کے نزدیک حب الوطن یہی ہوتی ہے کہ جہان اُس کا محبوب ہو۔ پس جہان کہین
وہ ہو گا اُسی جگہ سے اُسکو محبت ہو گی آگے ایک عاشق و معشوق کی حکایت لاتے ہین کہ معشوق نے
پوچھا کہ کونسا شہر سب مین اچھا ہے تو عاشق بولا کہ وہ شہر حسین کہ تو موجود ہو تو دیکھو عاشق کیلئے
حب الوطن یہی ہے کہ اُس کا محبوب وہان رہتا ہو۔ ایک حکایت سنو۔ فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

گفت معشوقی بعاشق کای فتی ۔۔۔ تو بغربت دیدۂ بس شہرہا

پس کدامین شہر از انہا خوشتر است ۔۔۔ گفت آن شہری کہ در وی دلبر است

ہر کجا باشد شہ ما را بساط ۔۔۔ ہست صحرا گر بود سم الخیاط

ہر کجا یوسف رخی باشد چو ماہ ۔۔۔ جنت است آن گرچہ باشد قعر چاہ

با تو دوزخ جنت است ای جانفزا ۔۔۔ با تو زندان گلشن است اے دلربا

شد جہنم با تو رضوان و نعیم ۔۔۔ بے تو شد ریحان و گل نار جحیم

ہر کجا تو با منی من خوش دلم ۔۔۔ ور بود در قعر گورے منزلم

خوشتر از ہر دو جہان آنجا بود ۔۔۔ کہ مرا با تو سر و سودا بود

پس دراز ست این سخن در انتظار ۔۔۔ عاشق صدر جہان شد اشکبار

کسی معشوق نے اپنے عاشق سے کہا کہ آپنے سفر مین بہت سے شہر دیکھے ہین اُن مین کونسا شہر سب سے اچھا ہے اُسنے جواب دیا کہ وہ شہر سب سے اچھا ہے کہ جسمین دلبر ہے۔ جہان کہیں ہمارے بادشاہ کی بساط ہو وہ اگر سوئی کا ناکا بھی ہو تب بھی وہ صحرا ہی ہے اور جہان کہین یوسف رخ اور ماہ تابان کی مثل حسین ہو وہ اگر قعر چاہ بھی ہو تب بھی وہ جنت ہے (یہ مقولہ یا تو اسی عاشق کا ہے اور مراد معشوق مجازی ہے اور یا مولانا کا مقولہ ہے اور مراد معشوق حقیقی ہے علی ہذا اشعار آیندہ مین بھی ہر دو احتمال ہیں) تیرے ہوتے دوزخ بھی جنت ہے اور قیدخانہ بھی گلشن ہے اور جہنم بھی مرغوب اور نعمت ہے اور تیرے بغیر گل و ریحان بھی آتش دوزخ ہے۔ جہاں تو میرے ساتھ ہو مین نہایت خوش ہون خواہ گور ہی مین میرا مسکن ہو۔ دونوں عالم سے میرے لئے وہ جگہ بہتر ہے جہان مجھے تجھسے واسطہ ہو۔ اب مولانا فرماتے ہین کہ یہ گفتگو تو بہت طویل ہے اسکو چھوڑو کیونکہ صدر جہان کا عاشق انتظار کرتے کرتے رونے لگا ہے اُسے اُسکے معشوق تک پہونچانا چاہئے۔

شرح شبیری

ایک معشوق کا عاشق سے دریافت کرنا کہ شہروں میں سے کونسا شہر بہتر ہے

گفت معشوقے بعاشق کاے فتی　　تو بغربت دیدۂ بس شہرہا

یعنی ایک معشوق نے عاشق سے کہا کہ ارے میاں تمنے سفر مین بہت سے شہر دیکھے ہین۔

پس کدامین شہر زانہا خوشتر است　　گفت آن شہرے کہ در وے دلبر است

یعنی پس کونسا شہر اُن مین زیادہ عمدہ ہے اُس عاشق نے کہا کہ وہ شہر جسمین کہ دلبر ہو۔

ہر کجا باشد شہ مارا بساط　　ہست صحرا گر بود سم الخیاط

یعنی جس جگہ کہ ہمارے بادشاہ کی بود و باش ہو وہ صحرا ہے اگرچہ سوئی کا ناکہ ہو یعنی اگرچہ وہ کتنی ہی تنگ و تاریک جگہ ہو مگر جب وہان محبوب ہو وہ بھی کشادہ اور فراخ صحرا معلوم ہوگا۔

ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ　　جنت است آن ارچہ باشد قعر چاہ

یعنی جہان کہین ایک یوسف رخ مثل ماہ کے ہو وہ جنت ہے اگرچہ قعر چاہ ہو مطلب یہ کہ اگرچہ وہ کیسی ہی تکلیف دہ شئے ہو مگر جب محبوب وہان ہوگا تو اُس کی معیت کی وجہ سے ساری کلفت خوشی سے مبدل ہوجاویگی اور وہ ہی عاشق کہتا ہے کہ۔

با تو دوزخ جنت است اے جانفزا　　با تو زندان گلشن ست اے دلربا

یعنی اے جانفزا تیری ساتھ تو دوزخ جنت ہے اور اے دلربا تیری ساتھ زندان گلشن ہے۔

شد جہنم با تو رضوان و نعیم　　بے تو شد ریحان و گل نار جحیم

یعنی تیری ساتھ تو جہنم رضوان اور نعیم ہوگیا اور بے تیرے ریحان و گل نار جحیم ہوگیا ہے۔

ہر کجا تو با منی من خوشدلم　　ور بود در قعر گورے منزلم

یعنی تو جہان کہین میری ساتھ ہو مین خوشدل ہون۔ اگرچہ قعر گور مین میری منزل ہو۔

خوشتر از ہر دو جہان آنجا بود　　کہ مرا با تو سر و سودا بود

یعنی وہ جگہ دونوں جہان سے خوشتر ہوتی ہے کہ مجھے تیری ساتھ راز داری اور خیال ہو حاصل یہ کہ عاشق نے کہا کہ اے محبوب اگر تو ساتھ ہے تو ساری کلفتین راحتیں ہین اور اگر تیری جدائی ہی تو ساری راحتیں کلفتیں ہین تو اسیطرح وہ غلام کہتا ہے کہ مجھے تو بس بخارا ہی پسند ہے اگرچہ مجھے وہاں جان کا خطرہ ہے مگر محبوب کی معیت تو حاصل ہوگی۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ

بس دراز ست این سخن از انتظار　　عاشق صدر جہان شد بیقرار

یعنی یہ بات تو بہت دراز ہے اور انتظار کی وجہ سے صبا ان جہان کا عاشق بیقرار ہو رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اب وہ عاشق چونکہ بیقرار ہو رہا ہے لہذا ان باتوں کو ترک کر کے اُس کا قصہ بیان کرو۔ آگے لوگوں کا اسکو سمجھانیکا قصہ بیان فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

گفت او را ناصحے کاے بیخبر — عاقبت اندیش اگر داری ہنر

در نگر پس را بعقل و پیش را — ہمچو پروانہ مسوزاں خویش را

چوں بخارا می روی دیوانۂ — لائق زنجیر و زندان خانۂ

او ز تو آہن ہمی خاید ز خشم — او ہمی جوید ترا با بیست چشم

می کند او تیز از بہر تو کارد — او سگ قحط است و تو انبان آرد

چون رہیدی و خدایت راہ داد — سوئے زنداں می روی چونت فتاد

بر تو گر دہ گوں موکل آمدے — عقل بایستے کز ایشان کم زدے

چوں موکل نیست بر تو ہیچکس — از چہ بستہ گشت بر تو پیش و پس

عشق پنہان کردہ بود او را اسیر — آن موکل را نمی دید آن نذیر

ہر موکل را موکل مختفے است — ورنہ او در بند سگ طبعی زچیست

خشم شاہ عشق بر جانش نشست — بر عوانے و سیہ رُوئیش بست

می زند آنرا کہ ہیں این را بزن — زان عوانان نہان افغان من

ہر کہ بینی در زیانے می رود — گر چہ تنہا با عوانے می رود

گر از و واقف بدے افغان زدے — پیش آن سلطان سلطاناں شدے

ریختی بر سر بہ پیش شاہ خاک | تا امان دیدے ز دیو سہمناک
میر دیدے خویش را اے کم ز مور | زان ندیدے آن موکل را تو کور
غرہ گشتی زین دروغین پر و بال | پر و بالے کو کشد سوئے وبال
پر سبک دارد رہ بالا کند | چون گل آلو شد گرانیہا کند
جہد کن پر را گل آلودہ مکن | لیک گوشت گر شد و پندم کہن

ایک نصیحت گرنے اُس سے کہا کہ بیوقوف اگر تجھ مین کچھ بھی لیاقت ہے تو نتیجہ کو سوچ اور عقل سے آگا پیچھا دیکھ پروانہ کی طرح دیدہ و دانستہ اپنے کو مت جلا - ارے تو بخارا کیون جاتا ہے تو پاگل ہوا ہے اور اس قابل ہے کہ تجھے پاگل خانہ بھیجدیا جاوے - وہ تجھپر نہایت ہی غضبناک ہے اور بہت ہوشیاری سے تیرا متلاشی ہے - وہ تیرے لئے چھری تیز کر رہا ہے اور تیری ضرر رسانی پر اس درجہ حریص ہے کہ اُس کی مثال بھوکے کتے کی ہے اور تو اُسکے لئے آٹے کا تھیلا ہے جبکہ خدانے تجھے اُسکے پنجے سے رہائی دی ہے تو تجھپر کیا مصیبت پڑی کہ تو اپنے پانون چلکر جاتا ہی اگر دس طرح کے پہرہ تجھپر مسلط ہوتے تو بھی عقل کا یہ مقتضےٰ تھا کہ اُن سے بچتا - پھر جبکہ کوئی پہرہ بھی نہیں ہے تو پھر تیری اگاڑی پچھاڑی کیون بندھ گئی - اور تو کیونکر صدر جہان کے پاس حاضری کیلئے مجبور ہو گیا - اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دھمکیان دینے والا اُس پہرہ دار کو نہیں دیکھتا اسلئے اسے ملامت کر رہا ہے ورنہ واقع مین اسپر پہرہ دار مسلط ہے اور وہ عشق ہے پہرہ دار کچھہ ظاہری ہی نہین بلکہ خفیہ بھی ہین - اور ہر ظاہری پہرہ دار پر ایک خفیہ پہرہ دار مقرر ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ ظاہری پہرہ دار حرص اور ایذاء خلق مین کیون محبوس ہوتے - اصل بات یہ ہے کہ اُس حاکم کا غضب اُس کی جان پر مسلط ہے جو عشق پر بھی حکومت کرتا ہے اور اُسنے اُسکو پہرہ داری اور دن رات اپنا مُنہ کالا کرنے مین محبوس کر رکہا ہے جب سپاہی کسیکو مارتا ہے تو وجہ یہی ہے کہ وہ خفیہ پہرہ دار اُسے مار رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اسے مار - اب مولانا فرماتے ہین کہ یہ خفیہ پہرہ دار بڑے سخت ہین ان سے خدا کی پناہ - یہ مضمون بطور جملہ معترضہ کے بیان کرکے پھر اصل مقصد کی

طرف عَود کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جسکو تم دیکھو کہ نقصان کی طرف جا رہا ہے گو بظاہر تنہا معلوم ہو مگر حقیقت مین کوئی خفیہ پہرہ دار اُسپر مسلّط ہے اور وہ اسے لئے جا رہا ہے مگر یہ جانے والا اس سے واقف نہین ہے کیونکہ اگر واقف ہوتا تو فریاد کرتا اور شہنشاہ حقیقی کے دربار مین فریاد کرتا کہ اے اللہ مجھے اس پہرہ دار سے چھڑا اور خدا کے سامنے سر پر خاک ڈالتا جسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ اس خوفناک دیو کے پنجے سے چھوٹ جاتا اب ہم یہ دکھلاتے ہین کہ تم اُس خفیہ پہرہ دار کو کیون نہیں دیکھتے اسکی وجہ یہ ہے کہ تمنے باوجود نہایت ضعیف ہونیکے اپنے کو خود مختار سمجھ رکھا ہے اور تم اس جھوٹے پر و باز (یعنی قدرت و اختیار) ضعیف سے جو کہ تمکو مصیبت مین پھنسانیوالے ہین دہوکہ کھائے ہوئے ہو - قاعدہ ہے کہ جب کسی جانور کے بازو ہلکے ہوتے ہین تو وہ اوپر اُڑتا ہے اور جب گارے مین لتھڑ جاتے ہین اُسوقت وہ بھاری ہوکر کاہل ہوجاتا ہے اور اوپر نہین اُڑسکتا پس اسیطرح تمنے اپنے اُن ضعیف پر و بازو کو علائق ناسوتی مین پھنسا رکھا ہے اسلئے عروج روحانی سے محروم ہو پس اگر عروج روحانی چاہتے ہو تو کوشش کرو اور اپنے پرون کو گارے مین نہ سانو - مگر کیا کیجئے کہ تمہارے کان تو بہرے ہوگئے اور میری نصیحت پُرانی ہوگئی ہے -

شرح شبیری

دوستوں کا اُسکو بخارا مین لوٹنے سے منع کرنا

گفت او را ناصحے کائے بیخبر ‌‌‌‌ ‌ عاقبت اندیش اگر داری ہنر

یعنی ایک ناصح نے اُس سے کہا کہ اے بیخبر اگر تو کچھ ہنر رکھتا ہے تو انجام کو سوچ -

در نگر پس را بعقل و پیش را ‌ ‌ ہمچو پروانہ مسوزاں خویش را

یعنی عقل سے پس و پیش کو دیکھ لے اور پروانہ کی طرح اپنے کو جلامت - یعنی بے سوچے سمجھے جانا ٹھیک نہین ذرا سوچ سمجھ لو کہ وہان جانیکا کیا انجام ہوگا -

چوں بخارا می روی دیوانۂ ‌ ‌ لایق زنجیر و زنداں خانۂ

یعنی تو بخارا کیون جاتا ہے کیا دیوانہ ہے تو خود زنجیر اور جیلخانہ کے لایق ہے یعنی تو جو بخارا جا رہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ عقل مین کچھ فتور آگیا ہے - لہذا ضرور ہے کہ تجھے بند کرکے رکھین اسلئے کہ وہان

جائز بجز اسکے کہ تو اپنی جان کھو دیگا اور کیا ہوگا کیونکہ اُس کی یہ حالت ہے کہ۔

او ز تو آہن ہمی خاید ز خشم　　او ہمی جوید ترا با بیست چشم

یعنی وہ تیری وجہ سے غصہ سے لوہا چباتا ہے اور وہ تجھے بیس آنکھوں سے ڈھونڈھ رہا ہے مطلب یہ کہ بس وہ تیرا منتظر ہی بیٹھا ہے اور مارے غصہ کے دانت پیستا ہے تو گیا اور اُسنے مروایا۔

می کند او تیز از بہر تو کارد　　او سگ قحط است و تو انبان آرد

یعنی وہ تیرے لئے چھری تیز کر رہا ہے اور وہ قحط کا (بھوکا) کتا ہے اور تو آٹے کا ڈھیر ہے یعنی تم دونوں کی ایسی مثال ہے لہذا وہ تجھے دیکھتے ہی کھا جاویگا۔

چوں رہیدی و خدایت راہ داد　　سوئے زندان می روی چونت فتاد

یعنی جبکہ تو چھوٹ گیا اور خدا نے تجھے راہ دیدی تو (اب) زندان کی طرف جاتا ہے۔ تجھے کیا پڑا ہے یعنی سب نے کہا کہ تو بھاگ آیا اُسکے بندگران سے چھوٹ گیا اب خود وہاں پھنسنے کو جا رہا ہے۔ تو بھلا تجھے ہو کیا گیا ہے۔ کیوں پھر جاتا ہے بلکہ تیری تو یہ حالت ہونی چاہئے تھی کہ۔

بر تو گردہ گون موکل آمدے　　عقل بایستے کز ایشاں کم زدے

یعنی تجھپر اگر دس قسم کے سپاہی آتے تو عقل کو بھی چاہئے کہ تو اُن سے کم مارتا۔ مطلب یہ کہ اگر تجھے پکڑ نیکو سپاہی بھی آتے تب بھی عقل کا مقتضا تو یہ تھا کہ اُنکو بھی پتہ نہ دیتا اور اُن سے بھی الگ رہتا اور اب جبکہ کوئی سپاہی بھی نہیں ہے پھر کیا ہوگیا کہ موت کے منہ میں جاتا ہے۔

چوں موکل نیست بر تو ہیچ کس　　از چہ بستہ گشتہ بر تو پیش و پس

یعنی جبکہ تجھپر کوئی موکل نہیں ہے تو تجھپر پیش و پس کیوں بستہ ہوگیا یعنی تجھے انجام کیوں نہیں سوجھتا تجھپر آخر کون زبردستی کر رہا ہے کہ تو وہاں چل رہا ہے انجام کو سوچ کہ وہاں جانا خطرہ ہی ہے لہذا وہاں مت جا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

عشق پنہان کردہ بود او را اسیر　　آن موکل را نمی دید آن نذیر

یعنی عشق پوشیدہ نے اسکو قید کر رکھا تھا تو وہ ڈرانیوالا اُس موکل کو نہ دیکھتا تھا یعنی وہ ملامت گر جو کہتا تھا کہ تجھپر کوئی موکل وغیرہ بھی مسلط نہیں ہے پھر تو کیوں اپنے کو ہلاکت میں ڈالتا ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اُسکے اوپر عشق نہفتہ مسلط تھا کہ وہ اسکو کشاں کشاں دیار محبوب کی طرف لے جا رہا تھا مگر اُس ملامت گر کو اُس موکل کی خبر نہ تھی وہ تو صرف ظاہر کو دیکھ رہا تھا کہ بظاہر اُسپر کوئی سپاہی وغیرہ مسلط نہیں ہے آگے مولانا اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

ہر موکل را موکل مختفی است　　　　ورنہ او در بند سگ طبعی زچیست

یعنی سپاہی کیلئے ایک پوشیدہ سپاہی ہے ورنہ وہ سگ طبعی کی قید مین کسلئے ہے یعنی یہ سپاہی وغیرہ جو ظلم کرتے ہیں تو یہ اسلئے ظلم کے اندر پھنسے ہوئے ہین کہ اُنپر ایک اور پوشیدہ سپاہی ہے جو کہ ان سے یہ کام لے رہا ہے ورنہ کون شخص اس خباثت کو اپنے لئے گوارا کرتا ہے یہ سارے اُس موکل نہفتہ کے تقاضے ہین۔

خشم شاہ عشق بر جانش نشست　　　　بر عوانی و سیہ روئیش بست

یعنی شاہ عشق کا غصہ اُس کی جان پر بیٹھ گیا تو اُسکو ظلم و سیہ روئی پر باندھ دیا یعنی خشم حق ظالم پر مسلط ہے پس اُسنے اُس سے ظلم کرا رکھا ہے اور اسنے اُسکو اس ظلم و سیہ روئی مین لگا رکھا ہے ورنہ اور کون شئے ہے کہ جو اسکو اس طرح کھینچ رہی ہے۔

می زند آنرا کہ ہین او را بزن　　　　زان عوانان نہان افغان من

یعنی وہ اُس (ظالم) کو مارتا ہے کہ ہاں اُس (مظلوم) کو مار تو ان پوشیدہ سپاہیوں سے میرا افغان ہے۔ مطلب یہ کہ وہ پوشیدہ سپاہی تقاضا کرتا ہے کہ اسپر ظلم کر اسکو مار تب یہ ظالم کچھ کام کرتا ہے مولانا فرماتے ہین کہ اس پوشیدہ سپاہی سے اللہ بچاوے اور خدا اپناہ مین رکھے اسلئے کہ یہ ایک ایسی شے ہے کہ جو چاہے کرالے۔ آگے فرماتے ہین کہ

ہر کہ بینی در زیانے می رود　　　　گرچہ تنہا با عوانے می رود

یعنی تم جسکو دیکھو کہ کسی نقصان مین چل رہا ہے تو اگرچہ وہ تنہا ہے (مگر) ایک سپاہی کیساتھ جا رہا ہو یعنی اُس کی ساتھ ایک سپاہی ہے کہ جو اُسکے اندر تقاضا پیدا کر رہا ہو کہ اس کام کو کر ورنہ کون ایسا ہی کہ جو اپنے نقصان کا طالب ہو گا لہذا جب کسیکو دیکھو کہ وہ اپنے نقصان کے کام کا مرتکب ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ اسپر ایک سپاہی پوشیدہ مسلط ہے کہ اُسکو کشاں کشاں اس طرف لا رہا ہے

گر از و واقف شدے افغان زدے　　　　پیش آن سلطانِ سلطانان شدے

یعنی اگر یہ شخص اُس سے واقف ہوتا تو فغان کرتا اور اُس سلطان سلطانان کے پاس جاتا یعنی اگر اُس ظالم کو یا نقصان کرنیوالیکو یہ خبر ہو جاتی کہ ایک سپاہی پوشیدہ مجھپر مسلط ہے

وہ مجھے لے جا رہا ہے تو اُس سے پناہ مانگتا اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اُس سے بچتا مگر اُسکو تو خبر ہی نہین ہے اور وہ اُسپر مسلّط ہے اور سوار ہے اور اگر اُسکو خبر ہوتی تو اُسکی یہ حالت ہوجاتی کہ

ریختے بر سر بہ پیش شاہ خاک تا اماں دیدے ز دیو سہمناک

یعنی بادشاہ (حق تعالیٰ) کے سامنے سر پر خاک ڈالتا تاکہ اُس دیو سہمناک سے امن دیکھتا یعنی حق تعالیٰ کے سامنے تضرع وزاری کرتا تاکہ حق تعالیٰ اُس عوان مسلط سے اُسکو امن دیتے

میر دیدے خویش را اے کم ز مور زان ندیدے آن موکل را تو کور

یعنی اے چیونٹی سے کم تو نے اپنے کو امیر دیکھا اسلئے تجھہ اندھے نے اُس موکل کو نہ دیکھا یعنی تو نے چونکہ اپنے کو بڑا سمجھا ہے اور سمجھتا ہے کہ جب ہم اتنے بڑے ہین تو ہمپر کون مسلّط ہوگا اسلئے تو نے اُس موکل کو نہیں دیکھا ورنہ اگر تو اپنی حقیقت اور اُس کی حالت کو دیکھتا تو ضرور تجھے معلوم ہوجاتا کہ تیرے اوپر بھی کوئی ہے مگر تیری تو یہ حالت ہے کہ۔

غرہ گشتی زین دروغین پر و بال پر و بالے کو کشد سوئے وبال

یعنی تو ان جھوٹے پر و بال پر مغرور ہو گیا ہے ایسے پر و بال جو کہ وبال کی طرف کہنچتے ہین یعنی تجھکو جو قدرت حاصل ہوگئی ہے اور تھوڑا سا کام چل جاتا ہے بس اسپر مغرور ہو رہا ہے حالانکہ یہ جھوٹے پر و بال ایسے ہین کہ جو تجھے وبال مین ڈال دینگے اور جال مین پھنسا دینگے۔ یہ تیری قدرت تیرے کچھ کام نہ آویگی بلکہ اور مقید کر دیگی۔ اسلئے کہ۔

پر سبک دارد رہ بالا کند چون گِل آلودہ گرانیہا کند

یعنی جو پرون کو ہلکا رکھتا ہے وہ راستہ اوپر کی طرف کو کرتا ہے اور جب (وہ پر) گِل آلودہ ہوگئے تو گرانیاں کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو جب تک پر ہلکے رہین اُس وقت تک تو جانور اوپر کو اُڑتا ہے مگر جبکہ اُسکے پرون میں مٹی لگ جاتی ہے تو اُسکے پر بھاری ہو جاتے ہین اور وہ اوپر کی جانب کو اُڑ نہین سکتا تو اسی طرح جب تک انسان دنیا مین ملوث نہیں ہوتا اُس وقت تک تو وہ عالم بالا کی طرف عروج کرتا ہے لیکن جب دنیا مین پھنس جاتا ہے تو پھر عالم بالا کی طرف عروج نہیں کر سکتا ہے تو ہمارے قوی اور ہمارے پر و بال تو دنیا میں پھنسے ہوئے ہین اور اس مین آلودہ ہو گئے ہین اسلئے ہمارے یہ پر و بال تو سوائے اسکے کہ ہمیں قعر مذلت میں لیجا ڈالین اور کیا ہوگا۔ اب آگے

ارشاد فرماتے ہین کہ

جہد کن پر را گِل آلودہ مکن　　　　لیک گوشت کر شد و پندم کہن

یعنی کوشش کر اور پر کو گل آلودہ مت کر لیکن تیرے کان تو بہرے ہو گئے ہین اور میری نصیحت پُرانی ہو گئی ہے یعنی اول تو فرماتے ہیں کہ کوشش کر و اور اس دنیا کے تعلقات سے الگ ہو کر اپنے قوی باطنیہ کو برباد مت کر و لیکن پھر فرماتے ہین کہ تو نصیحت کو کیا سنے گا جبکہ تیری یہ حالت ہی کہ تیرے کان تو بہرے ہین اور میری نصیحت پُرانی ہو چکی ہے تو تو کیا سنے گا آگے پھر اُس غلام کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہین کہ

پند داد القصہ عاشق را بسے　　　　عاذل بے درد ہمچون ققنسے

یعنی القصہ وہ بے درد ققنس جیسا ملامت گر عاشق کو بہت نصیحت کرتا تھا یعنی اُس عاذل نے بہت سمجھایا کہ اب صدر جہان کے پاس جانا ہر گز مناسب نہین ہے اپنے کو خطرہ مین مت ڈالو آگے اُس عاشق کا جواب نقل فرماتے ہین کہ اُسنے اُس ملامت گر کی باتون کو سنکر یہ کہا کہ۔

شرح حبیبی

گفت اے ناصح خمش کن چند پند	پند کم دہ زانکہ بس سخت است بند
سخت تر شد بند من از پند تو	عشق را نشناخت دانشمند تو
آنطرف کہ عشق می افزود درد	بوحنیفہ شافعی درسے نکرد
تو مکن تہدیدم از کشتن کہ من	تشنہ زارم بخون خویشتن
عاشقانرا ہر زمانے مردنیست	مردن عشاق خود یک نوع نیست
او دو صد جان دارد از نور ہدی	وان دو صد را می کند ہر دم فدا
ہر یکے جانرا ستاند دہ بہا	از نبے خوان عشرۃ امثالہا
گر بریزد خون من آن دوست رو	پائے کوبان جان بر افشانم برو

آزمودم مرگِ من در زندگی ست | چون رہم زین زندگی پایندگی است
اقتلونی اقتلونی یا ثقات | ان فی قتلی حیاۃً فی حیات
یا منیر الخدّ یا روح البقا | اجتذب قلبی وجد لی باللقا
لی حبیب حبہ یشوی الحشا | لو یشا یمشی علی عینی مشا
پارسی گو گرچہ تازی خوشتر است | عشق را خود صد زبان دیگر است
بوئے آن دلبر چو پرّان می شود | این زبانہا جملہ حیران می شود
بس کنم دلبر در آمد در خطاب | گوش شو واللہ اعلم بالصواب
چونکہ عاشق توبہ کرد اکنون بترس | کو چو عیاران کند بر دار درس
گرچہ آن عاشق بخارا می رود | نے بدرس و نے باستا می رود
عاشقان را شد مدرس حسن دوست | دفتر و درس و سبق شان روئے اوست
خامش اند و نعرۂ تکرار شان | می رود تا عرش و تخت یار شان
درسشان آشوب و چرخ و ولولہ | نے زیادات ست و باب سلسلہ
سلسلۂ این قوم جعد مشکبار | مسئلہ دورست اما دور یار
مسئلہ کیس ار بپرسد کس ترا | گو نگنجد گنج حق در کیسہا
گر دم خلع و مبارا می رود | بد مبین ذکر بخارا می رود
ذکر ہر چیزے دہد خاصیتے | زانکہ دارد ہر غرض ماہیتے
در بخارا در ہنرہا بالغے | چون بخواری رو نہی زو فارغے

آن بخاری غصۂ دانش نداشت ۔ چشم بر خورشید بینش برگماشت
ہر کہ در خلوت بہ بینش یافت راہ ۔ او ز دانشہا نجوید دستگاہ
با جمال جان چو شد ہم کاسہ ۔ باشدش ز اخبار دانش تاسہ
دید بر دانش بود غالب فرا ۔ زین ہمی دنیا بچربد عامہ را
زانکہ دنیا را ہمی بینند عین ۔ وان جہانی را ہمی دانند دین
باز رو سوئے حدیث آن بخوان ۔ کز غم صدر جہان شد ناتوان

عاشق نے جواب دیا کہ اے ناصح آخر تو نصیحت کب تک کرتا رہے گا۔ تو مجھے نصیحت مت کر کیونکہ مین بہت بُری طرح مقید ہون مجھے نصیحت فائدہ نہین دیسکتی۔ بلکہ میری بندش تیری نصیحت سے اور سخت ہوگئی۔ یہ ساری نصیحت اسلئے ہے کہ تو عشق کو نہین جانتا۔ اور تو تو کیا چیز ہے عشق کو تو تیرے فقہا بھی نہین جانتے جس طرف کہ عشق درد بڑہاتا ہے تیرے بڑے بڑے فقہائے نے جو اپنے وقت کے ابوحنیفہ اور شافعی ہین سبق نہیں پڑہا۔ تو مجھے مارے جانے سے نہ ڈرا کیونکہ مین خود اپنے خون کا پیاسا ہون۔ اب مولانا فرماتے ہین کہ عشاق مرنے سے کیا ڈرتے۔ وہ تو ہر وقت مرتے رہتے ہین تم اس سے تعجب نکرنا کہ ہر وقت کیونکر مرتے ہین اسلئے کہ عاشقوں کی موت ایک قسم کی نہین ہے وہ نور ہدایت کے سبب دوسو جانین رکھتے ہین اور دوسو کی دوسو ہر وقت قربان کرتے رہتے ہین لیکن یہ موتیں اُن کی بیفائدہ نہین ہین بلکہ ایک ایک جان کی دس دس گنی قیمت ملتی ہے چنانچہ قرآن شریف مین آیا ہے من جاء بالحسنة فلہ عشر امثالھا اور حق سبحانہ پر جان قربان کرنے سے زیادہ کون سی نیکی ہوگی۔ اے ملامت گر تو جا اپنا کام کر۔ میرا محبوب حقیقی اگر مجھے مار بھی ڈالے تو بھی کچھ پرواہ نہیں۔ میں نہایت خوشی سے اُسپر جان قربان کرنیکو تیار ہون کیونکہ مین تجربہ کر چکا ہون کہ میرا زندہ رہنا میرے لئے موت ہے اور جبکہ مین اس زندگی سے چھوٹ جاؤنگا تو یہ میرے لئے بقائے دائم ہے پس اے معتمد لوگو تم

مجھے مار ڈالو۔ مجھے مار ڈالو کیونکہ میرے مارے جانے مین حیات در حیات یعنی حیات تام ہے
اب مولانا گفتگو کا رُخ بدل کر محبوب حقیقی کو خطاب فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ اے روشن
رخسار اور روح البقاء تو میرے دلکو اپنی طرف جذب کر اور اپنا دیدار دکھا۔ اب پھر عنوان بدلتے
ہین اور کہتے ہین کہ میرا ایک محبوب ہے جو میرا دل و جگر بھونے دیتا ہے اور وہ مجھے اسقدر محبوب ہے
کہ اگر میری آنکھوں پر چلنا چاہے تو چل سکتا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہین کہ گو عربی نہایت
نفیس زبان ہے مگر اسکو چھوڑ کر فارسی ہی زبان مین کلام کرو کیونکہ عربی کے سمجھنے والے بہت
کم ہین اور اگر مخاطبین کی رعایت مدنظر نہ ہوتی تو فارسی بھی ضروری نہ تھی کیونکہ عشق کی اور
بھی سیکڑون زبانیں ہین جبکہ محبوب حقیقی کی خوشبو مہکتی ہے تو ساری زبانین حیران ہوجاتی
ہین کیونکہ اس وقت عاشق و معشوق مین راز و نیاز کی باتین ہوتی ہین اور الفاظ کو دخل نہین
ہوتا اچھا اب محبوب حقیقی خطاب فرماتے ہین اس گفتگو کو ختم کر کے اُسکو سننا چاہیئے واللہ اعلم
بالصواب۔ اب مولانا پھر عاشق صدر جہان کی طرف رخ کرتے ہین اور فرماتے ہین کہ لوگ
اُسکو مرنے سے ڈراتے تھے لیکن اسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب عاشق نے ڈرنے سے توبہ کرلی
اور اسکو چھوڑ دیا تو پھر وہ سولی پر سبق پڑھتا ہے اور کسی کی بھی نہیں سنتا چنانچہ یہ ہی عاشق
بخارا جاتا ہے مگر سبق پڑھنے یا اُستاد کے پاس نہین جاتا۔ بلکہ وہ تو اپنی جان دینے جاتا ہے
اسکے بعد مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہین کہ عاشقوں کو حُسن یار سبق پڑھاتا ہے
اور ان کی کتاب اور اُن کا سبق تو اُس کا چہرہ اور اُس کا دیدار ہے وہ زبان سے کچھ نہین کہتے
ہیں مگر اس سبق کے تکرار کی آواز عرش الٰہی و تخت ربانی تک جاتی ہے یعنی وہ دل ہی دل مین
اپنے محبوب اور اس کی خوبیوں کو یاد کرتے ہین جسکا علم خدا کو ہوتا ہے نیز ان کا سبق پریشانی
اور چکر اور جنبش و خروش ہے نہ کہ زیادات و باب و سلسلہ (یہ تینوں کتابون کے
نام ہین) اُن کا سلسلہ تو زلف مشکین ہے اور ان کے یہاں بھی مسئلہ دور ہے مگر کوچہ محبوب کا
چکر۔ اگر تم عاشق حق سچا نہ ہو اور تم سے کوئی مسئلہ کیس پوچھے تو جواب دیدو کہ ہمارے یہاں تو
یہ صورت ہی ناممکن ہے کیونکہ ہمارا خزانہ تو خدا کا خزانہ ہے تھیلی میں سما ہی نہین سکتا لہٰذا ہمین
نہ اس مسئلہ کی ضرورت ہے اور نہ ہم جانتے ہین (مسئلہ کیس یہ ہے کہ کوئی شخص روپیوں کی

ایک تھیلی کسی کے سپرد کرے اور سپرد کرتے وقت روپئے گنوائے نہین۔ اور جسوقت کہ وہ امانت واپس ہو تو اُسوقت نزاع ہو۔ مودع کہے کہ روپیہ زیادہ تھے مستودع کہے کہ صرف اتنے ہی تھے اس وقت اس کا فیصلہ کیونکر ہوگا۔) اب مولانا اصطلاحات علمیہ کو بیان کرنے کی وجہ بیان فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر غلع اور بارہ (یعنی اصطلاحات علمیہ) کا ذکر آگیا تو اُسکو بُرا نہ سمجھو کیونکہ بخارا کا تذکرہ ہو رہا ہے اور ہر چیز کے ذکر مین ایک خاص اثر ہوتا ہے کیونکہ ہر شے کی ایک جُداگانہ ماہیت ہے جب ماہیت جُداگانہ ہے تو اثر بھی جُداگانہ ہوگا پس بخارا کے ذکر مین یہ اثر ہے کہ اُس سے اصطلاحات علمیہ کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے مولانا اس مضمون کو ختم کرکے دوسرا مضمون شروع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر بخارا مین جاکر تم علوم کے ماہر ہوگئے ہو تو جب ذلت عشق کی طرف رُخ کروگے تو سب علوم کو بھول جاؤگے اسی لئے اس بخاری کو علم کا خیال نہ تھا بلکہ اُس کی نظر تو آفتاب نظر پر تھی یعنی اُسکو تو صدر جہان کا خیال تھا جو کہ اُس کی نظر مین آفتاب معلوم ہوتا تھا اب مولانا انتقال فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ جسکو خلوت مین دیدار حق سبحانہ میسر ہوگیا وہ علوم رسمیہ مین ماہر ہونا نہین چاہتا اور جو جمال محبوب یا جمال روح کا ہم پیالہ ہوا اُسکو علمی مضامین سے وحشت ہوتی ہے۔ کیونکہ لیس الخبر کالمعائنۃ یعنی دیکھنا خبر سے بڑھا ہوا ہے پھر اعلے کے ہوتے ہوئے ادنی کی کیا ضرورت ہے اور یہی وجہ ہے کہ عوام پر دنیا غالب ہے کیونکہ دنیا کا تو وہ مشاہدہ کرتے ہین اور اُس عالم کو قرض کی طرح سمجھتے ہین اور ظاہر ہے کہ نقد اُدھار سے بڑھکر ہے۔ لہذا اُن کی نظر مین دنیا آخرت سے بڑھکر ہے اچھا اُس جوان کے قصہ کی طرف منتقل ہونا چاہئے جو کہ صدر جہان کے غم میں کمزور ہوگیا ہے

شرح شبیری

مرد عاشق کا ملامت گرون اور نصیحت کرنیوالونکو جواب دینا۔

گفت اے ناصح خمش کن چند چند ۔۔۔ پند کم دہ زانکہ بس سخت ست بند

یعنی اُس (عاشق) نے کہا کہ اے ناصح خموش رہ کہانتک نصیحت کم کرو اسلئے کہ

قید سخت ہی۔ مطلب یہ کہ اُسنے کہا کہ کہانتک نصیحت کروگے۔ اب نصیحت مت کرو
اسلئے کہ قید عشق سخت لگی ہوئی ہے اب اس کا چھوٹنا اور اس خیال کا جاتا رہنا ناممکن ہی
بلکہ

سخت تر شد بند من از پند تو　　　　عشق را نشناخت دانشمند تو

یعنی میری قید تمہاری نصیحت سے زیادہ ہوگئی اور تیرے دانشمند نے عشق کو پہچانا نہین
ہے یعنی اُس عاشق نے کہا کہ اے عاذل تو عشق کو کیا جانے کہ اُسکی قید کیسی سخت ہوتی
ہے تیرے کہنے سے میری اور زیادہ ہوتی ہے للہذا اپنی نصیحت کو بند کر کیونکہ

آنطرف کہ عشق می افزود درد　　　　بوحنیفہ وشافعی درسے نکرد

یعنی جس طرف کہ عشق درد کو بڑہاتا ہے (اُس طرف) ابوحنیفہ اور شافعی نے درس نہیں کیا
مطلب یہ ہے کہ عشق کی مقتضیات کی طرف تو ابوحنیفہ اور شافعی رح کو بھی توجہ نہیں ہوئی
اور وہ بھی نہیں جانتے کہ عشق کیا شے ہے پھر بھلا اے عاذل تو تو کیا جانے گا اور اُنکے
عشق کو نہ جاننے سے مراد یہ ہے کہ اُنپر عشق کا غلبہ نہ تھا اور مغلوبیت کی یہ حالت اُن پر
نہ تھی جو کہ مجھپر ہے لہٰذا اُنکو بھی اس مغلوبیت کی خبر نہیں ہے تو جب یہ بات ہے تو اے
عاذل سُن لے کہ۔

تو مکن تہدیدم از کشتن کہ من　　　　تشنہ زارم بخون خویشتن

یعنی مجھے مار ڈالے جانے سے ڈرا مت اسلئے کہ مین تو اپنے خون کا سخت پیاسا ہون
یعنی اُسنے کہا کہ مین تو مرنے کو پھرتا ہی ہون تو مجھے کیا ڈراتا ہے

عاشقانرا ہر زمانے مردنیست　　　　مردن عشاق خود یک نوع نیست

یعنی عاشقوں کے لئے تو ہر دم ایک مرنا ہے اور عشاق کا مرنا ایک طرح کا نہیں ہے (بلکہ)

او دو صد جان دارد از جان ہدی　　　　دان دو صد را می کند ہر دم فدا

یعنی وہ (عاشق) جان ہدے سے دو سو جانیں رکھتا ہے اور اُن دو سو کو ہر دم فدا کرتا ہی
(جان ہدی سے مُراد حق تعالیٰ) مطلب یہ کہ عاشق کیلئے تو ہر دم مرنا جینا ہی ہے اُسکے
لئے تو سیکڑون جانین ہوتی ہین کوئی عشوہ پہ فدا کرتا ہے کسیکو ناز و انداز پر غرض

ع ہر زمان از غیب جانے دیگرست - تو جب یہ حالت ہو تو اُسکو موت سے کیا ڈر ہوگا

ہر یکے جانرا ستاند دہ بہا　　　از نبی برخوان تو عشر امثالہا

یعنی ہر ایک جان کے دس بدلے لیتا ہے - قرآن سے تم عشر امثالہا پڑھو مطلب یہ کہ وہ عاشق ہر دم جان کے فدا کرنے کو تیار رہے اسلئے کہ وہ ایک جان کے بدلے مین دس جانین دیکھتا ہے کہ مل رہی ہین لہذا وہ خوشی سے جان کو فدا کرنیکے لئے تیار ہے

گر بریزد خون من آن دوست رو　　　پائے کوبان جان برافشانم برو

یعنی وہ دوست رو اگر میری خون ریزی کردے تو مین پاؤن بجاتا ہوا اُسپر جان نثار کردون گا مطلب یہ کہ اُسنے کہا کہ اگر وہ مجھے مار ڈالے تو مین بخوشی مرنیکو تیار ہون

آزمودم مرگ من در زندگی است　　　چون رہم زین زندگی پایندگی ست

یعنی مین نے آزمالیا ہے کہ میری موت زندگی مین ہے اور جب مین اس زندگی سے چھوٹ جاؤن گا تو بقا ہے - یعنی اُسنے کہا کہ مین اگر زندہ رہتا ہون تو اس مین تو میری موت ہے کہ محبوب کی جُدائی سے بڑھکر اور کیا موت ہوگی اور اگر محبوب مجھے مار ڈالے تو میرے لئے زندگی جاودانی اور بقا حاصل ہو جاویگی - لہذا مین مرنیکو موجود ہون آگے جوش مین کہتا ہے کہ

اقتلونی اقتلونی یا ثقات　　　ان فی قتلی حیاۃً فی حیات

یعنی اے ثقات مجھے قتل کردو قتل کردو کہ میرے قتل کردینے مین حیات در حیات ہے
داصل مین یہ مقولہ منصور رح کا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے ؎ اقتلونی یا ثقاتی - ان فی قتلی حیاتی
مولانا نے اسکو دوسری بحر مین کرلیا ہے - غرضکہ اُسنے کہا کہ میری زندگی تو قتل ہو جانے مین ہی ہے اور کہتا ہے کہ -

یا منیر الخدّ یا روح البقا　　　اجتذب روحی وجدلی باللقا

یعنی اے روشن چہرہ والے اور اے روح باقی میری روح کو جذب کرلے اور وصل کو بخشش فرما یعنی میری روح کو اپنی طرف جذب کرکے اپنے وصل سے مجھے بہرہ یاب فرما -

لی حبیب حبہ یشوی الحشا　　　لو یشاء یمشی علی عینی مشا

یعنی میرا ایک حبیب ہے کہ اُسکی محبت باطن کو بھونے دیتی ہے وہ اگر میری آنکھوں پر چلنا چاہی تو چلے (غرض وہ جوش و خروش میں اس طرح بیان کر رہا ہے اور مرنے کو موجود ہے اور بخارا کو واپس جانا چاہتا ہی) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پارسی گو گرچہ تازی خوشترست عشق را خود صد زبان دیگرست

یعنی فارسی کہہ اگرچہ عربی اچھی ہے کہ عشق کو خود سو زبانین دوسری ہین (دو تین اشعار جو عربی مین کہے تو فرماتے ہین کہ عربی کو ترک کرو اسلئے کہ عشق کیلئے یہ ضروری نہین ہے کہ کوئی خاص زبان ہو بلکہ جس زبان مین بھی اُسکے دل کی حالت ادا ہوسکے وہی اُسکے لئے سب سے اچھی ہے تو عربی اگرچہ اچھی زبان ہی مگر چونکہ بہت سے لوگ سمجھہ نہ سکین گے اسلئے اسکو ترک کردینا چاہئے) آگے فرماتے ہین کہ۔

بوئے آن دلبر چو پران می شود این زبانہا جملہ حیران می شود

یعنی اُس دلبر کی بُو جب اُڑتی ہے یہ ساری زبانین حیران رہجاتی ہین۔ مطلب یہ کہ جب حق تعالیٰ کی عظمت اور شان کا ظہور ہوتا ہے اُسوقت تمام زبانین بند ہوجاتی ہین اور کوئی زبان بھی نہیں چلتی اسلئے کہ ؎ چو سلطان عزت علم برکشد۔ جہان سر بجیب عدم درکشد۔ آگے فرماتے ہین کہ

بس کنم دلبر در آمد در خطاب گوش شو واللہ اعلم بالصواب

یعنی مین بس کرتا ہون کہ دلبر خطاب مین آیا ہے۔ کان ہوجا واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ اپنے نفس کو مخاطب کرکے فرماتے ہین کہ اب حق تعالیٰ کلام فرماتے ہین لہذا ان باتون سے خاموشی اختیار کرکے اُن کی باتوں کو سنو۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیان کرتے کرتے مولانا پر کچھ واردات ہونے لگے ہین اور کچھ مکشوف ہوا ہے اسلئے فرماتے ہین کہ اب وہ کلام فرماتے ہین تو ہمہ تن گوش ہوکر سنو۔ اب یہان ایک طرح ہر بولی سے توبہ کی ہے کہ اب نہ بولین گے۔ لہذا آگے فرماتے ہین کہ۔

چونکہ عاشق توبہ کرد اکنون بترس کو چو عیاران کند بر دار درس

یعنی جبکہ عاشق نے توبہ کرلی تو اب ڈرو کہ وہ عیارون کی طرح دار پر درس کرے گا

مطلب یہ کہ اب جو وہ کلام سے توبہ کر چکا ہے اور ہمہ تن اُس طرف سُننے مین مشغول ہوا ہے تو اُسکو ایک گونہ اتحاد حاصل ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب وہ منصور کی طرح دعوی اتحاد کرے گا اور اپنی جان دینے کو تیار ہو گا آگے پھر اُس عاشق بخاری کی کچھ حالت بیان فرماتے ہین کہ

گرچہ این عاشق بخارا می رود نے بدرس و نے باستامی رود

یعنی اگرچہ یہ عاشق بخارا جا رہا ہے (مگر) نہ درس کیلئے اور نہ کسی اُستاد کے پاس جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ بخارا جو کہ دار العلم ہے اگرچہ یہ عاشق وہان جا رہا ہے لیکن کسی سے سبق پڑھنے کو یا کسی اُستاد کے پاس نہین جاتا بلکہ وہ تو وصل محبوب اور زیارت معشوق کے لئے چلا ہے اسلئے کہ۔

عاشقان را شد مدرس حسن دوست دفتر و درس و سبق شان روی اوست

یعنی عاشقوں کا مدرس تو روئے دوست ہی۔ اور اُن کا دفتر اور درس اور سبق اُس محبوب کا چہرہ ہی (تو پھر اُنکو کتابوں کے درس کی کیا ضرورت ہے اُن کی تو یہ حالت ہی کہ)

خامش اند و نعرۂ تکرار شان می رود تا عرش و تخت یار شان

یعنی (یہ لوگ) خاموش ہین اور اُن کی تکرار کی آواز اُنکے یار کے عرش و تخت تک جا رہی ہے مطلب یہ کہ جسطرح کہ سبق کے بعد تکرار کرتے ہیں اسیطرح بعد دیدار یار کی اُن کا جوش و خروش ترقی پکڑتا ہے اور بظاہر خاموش رہتے ہین مگر اُس جوش و خروش کا نعرہ اور اُس کا اثر عرش و تخت حق تعالیٰ تک پھونچتا ہے۔

درس شان آشوب و چرخ و زلزلہ نے زیادات است و باب و سلسلہ

یعنی اُن کا درس آشوب ہی۔ اور رقص ہی اور زلزلہ ہی نہ کہ زیادات اور باب و سلسلہ ہی (زیادات باب و سلسلہ کتابوں کے نام ہین) مطلب یہ کہ اُن کا درس یہ ہے کہ یہ رقص کریں ناچ لیں کود لیں۔ باقی ظاہرین کوئی کتاب وغیرہ ان کے درس مین نہیں ہی۔

سلسلہ این قوم جعد مشکبار مسئلہ دورست اما دور یار

یعنی اس قوم کا سلسلہ زلف مشکبار ہے اور مسئلہ دور ہے لیکن دور یار ہے مطلب یہ کہ جسطرح کہ علوم ظاہری مین ایک کتاب سلسلہ ہے اسیطرح ان عشاق کے یہان بھی

ایک سلسلہ ہے مگر وہ سلسلہ علوم ظاہرین تو کتاب ہو اور یہان زلف مسلسل ہو اور جیساکہ علم ظاہر مین مسئلہ دور ہے۔ اسی طرح ان کے یہان بھی ہے مگر اُس دور سے مراد دور یار ہے وہ دور منطقی نہین ہے۔

مسئلہ کیبس ار بپرسد کس ترا — گو نگنجد گنج حق در کیسہا

یعنی اگر تم سے کوئی مسئلہ کیس پوچھے تو کہدو کہ اسرار حق کیسوں مین نہین سماتے۔ (مسئلہ کیس یہ ہے کہ کسی شخص نے کسی کے پاس ایک تھیلی مین بند کرکے کچھ روپے بغیر گنے اور مہر وغیرہ کئے ودیعت رکھے اور واپسی پر جب وہ تھیلی واپس لی تو کہا کہ اس مین سے روپے کم ہو گئے تو اب اُس امانت دار پر نہ ضمان آتا ہے اور نہ قسم) مطلب یہان یہ ہے کہ اگر تمسے علوم ظاہری مین سے کوئی مسائل وغیرہ پوچھے تو کہدو کہ ہم نہین جانتے ہمین ان مسائل کے جاننے کی فرصت نہین ہے اور مسئلہ کیس کو صرف اس مناسبت سے لائے ہین کہ کہین اسرار حق کیسوں مین نہیں سماتے اب یہان کوئی شبہ کرتا ہو کہ جناب اور لوگون کو تو علوم ظاہر واصطلاحات وغیرہ کے جاننے سے منع کرتے ہین اور خود اُن اصطلاحات کو بیان کر رہے ہین مولانا اس کا جواب دیتے ہین کہ۔

گر دم خلع و مبارا می رود — بد مبین ذکر بخارا می رود

یعنی اگر ذکر خلع و مبارا کا چلتا ہے تو اعتراض مت کرو کیونکہ ذکر بخارا کا چل رہا ہے (خلع و مبارا اصطلاحات ہین فقہ مین)

ذکر ہر چیزی دہد خاصیتے — زانکہ دارد ہر صفت ماہیتے

یعنی ہر شئے کا ذکر ایک خاصیت دیتا ہے اسلئے کہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ ہم اصطلاحات علمیہ کا ذکر کر رہے ہین مگر اس کی وجہ سے ہمپر اعتراض مت کرو اسلئے کہ ہم بخارا کا ذکر کر رہے ہین اور ہر شئے کے ذکر مین کچھ خصوصیات ہوا کرتی ہین تو چونکہ بخارا معدن علوم ہے اسلئے اُسکے ذکر کے وقت اصطلاحات علمیہ کا ذکر کرنا کچھ مستبعد نہین ہے یہ ہمارے اُس قول کے منافی نہین ہے کہ عاشق کو بجز وصل یار اور روئے محبوب کے دیدار کے اور کوئی کام نہین ہوتا اسلئے کہ کام تو اسی سے ہے مگر صرف اُسکے

ذکر کی خصوصیت کی وجہ سے ان کا ذکر آگیا ہے آگے فرماتے ہین کہ

در بخارا در ہنرہا بالغے　　　　چون بخواری رو نہی زو فارغے

یعنی بخارا مین تم ہنروں مین منتہی ہو تو جب خواری مین منہ رکھو اُس سے فارغ ہو۔ مطلب یہ کہ اگرچہ علوم ظاہر مین تم لائق فائق اور ماہر ہوگئے مگر عبدیت حاصل کرنے مین تم اُس سے فارغ ہو جاؤگے اور پھر تمکو علوم ظاہر کے حاصل کرنے کی حاجت نہ ہوگی اور فرماتے ہین کہ۔

آن بخاری غصۂ دانش نداشت　　　　چشم بر خورشید بینش می گماشت

یعنی وہ بخاری فکر علم کی نہ رکھتا تھا (بلکہ) خورشید بینش پر آنکھ کو مقرر کرتا تھا۔ یعنی وہ جو بخارا کی طرف جا رہا تھا اس سے اُس کا مقصود کوئی تحصیل علوم ظاہرہ نہ تھا بلکہ صرف روئے محبوب کے دیکھنے کے لئے وہ جا رہا تھا اور اُسنے اپنے کو اسی لئے مقرر کر دیا تھا۔

ہر کہ در خلوت بہ بینش یافت راہ　　　　او ز دانشہا نجوید دستگاہ

یعنی جسنے کہ خلوت مین بینش کی طرف راہ پالی وہ دانشوں سے دستگاہ نہ ڈھونڈھیگا یعنی جسکو کہ مشاہدۂ محبوب میسر ہوگیا اُسکو ان علوم کی کیا حاجت ہوگی

با جمال جان چو شد ہم کاسۂ　　　　باشدش ز اخبار دانش تاسۂ

یعنی جمال جان کیساتھ جب وہ ہم کاسہ ہوا تو اُسکو علوم کی خبرون سے تاسہ ہوگا یعنی وہ شخص جسکو کہ دیدار نصیب ہوگیا ہو اُسکو ان علوم ظاہرہ سے یقیناً گھبراہٹ پیدا ہوگا۔ اور وہ اُن سے اُکتا دیگا اسلئے کہ اُسکے سامنے تو حقائق اشیاء منکشف ہونگی پھر اُسکو ان چیزون کی کیا ضرورت ہوگی۔

دید بر دانش بود غالب فرا　　　　زان ہمی دنیا بچربد عامہ را

یعنی دید دانش پر غالب ہوتی ہے اسلئے دنیا عوام پر غالب آجاتی ہے۔

زانکہ دنیا را ہمی بینند عین　　　　وان جہانے را ہمی دانند دین

یعنی اسلئے کہ دنیا کو تو آنکھ سے دیکھتے ہیں اور اس جہان کو قرض جانتے ہین مطلب یہ کہ فرماتے ہین کہ قاعدہ ہے کہ مشاہدہ علم سے زیادہ یقین دلانے والا ہوتا ہے اور

اُس کی مثال ایسی سمجھو جیسے کہ مثلاً دنیا عوام پر آخرت کے مقابلہ مین باوجود اس علم کے کہ دنیا بُری ہے اور آخرت اچھی ہے غالب آتی ہے تو اُسکی وجہ صرف یہی ہے کہ دنیا کو اور اُسکے عیش و آرام کو تو آنکھ سے دیکھا ہے اور آخرت کے خوب ہونیکا صرف علم ہے اُسکے خوب ہونیکو دیکھا نہین ہے لہذا دنیا آخرت پر غالب ہو جاتی ہے تو اسیطرح جسکو مشاہدہ جمال حق ہو گیا ہو اُسکو ان علوم ظاہری کی کیا ضرورت رہیگی آگے پھر اُس عاشق بخاری کی حکایت کی طرف رجوع فرماتے ہین کہ۔

باز رو سوئے حدیث آن جوان　　کز غم صدر جہان شد ناتوان

یعنی پھر اُس جوان کے قصہ کی طرف چلو کہ وہ صدر جہان کے غم سے ناتوان ہو گیا ہے (آگے قصہ بیان فرماتے ہین کہ)

شرح حبیبی

رو نہاد آن عاشق خونابہ ریز　　دل تپان سوئے بخارا گرم و تیز

ریگ ہامون پیش او ہمچون حریر　　آب جیحون پیش او چون آبگیر

آن بیابان پیش او چون گلستان　　می فتاد از خندہ او چون گلستان

در سمرقند است قند اما لبش　　از بخارا یافت وان شد مذہبش

اے بخارا عقل افزا بودۂ　　لیکن از من عقل و دین بربودۂ

بدر می جویم از انم چون ہلال　　صدر می جویم درین صف نعال

چون سواد آن بخارا را بدید　　در سواد غم بیاضے شد پدید

ساعتے افتاد بیہوش و دراز　　عقل و پرید در بستان راز

بر سر و رویش گلابے می زدند　　از گلاب عشق او غافل بُدند

او گلستانے نہانے دیدہ بود	غارت عشقش ز خود ببریدہ بود
تو فسردہ در خور ایں دم نۂ	با شکر مقرون نئی گرچہ نۂ
رخت عقلت با تو ہست و عاقلی	کز جنود اکم ترو ہا غافلی
ایں سخن پایاں ندارد تیز ران	تا رود سوئے بخارا آن جوان

وہ خون رونے والا عاشق بیقرارانہ تیز رفتاری کیساتھ بخارا کی طرف چلا۔ صحرا کا ریت اُسکو یوں آرام دہ معلوم ہوتا تھا جیسے حریر۔ اور آب جیحون اُس کی نظر مین یون ہی بے حقیقت تھا جیسے ایک تالاب کا پانی جنگل مین اُسے ایسا ہی لُطف آتا تھا جیسے اوروں کو باغ مین۔ اور مارے ہنسی کے لوٹا جاتا تھا اور پھول کی طرح ہنستا ہنستا چت گر پڑتا تھا۔ اصل مین تو قند سمرقند مین ہے لیکن اُس کا لب اُسکو بخارا مین پاتا تھا۔ اور اسی لئے بخارا ہی اس کا مقصد ہو گیا تھا۔ اور وہ کہتا جاتا تھا کہ اے بخارا تو عقل افزا ہے مگر میرے لئے تو عقل ودین رُبا ہو گیا۔ یعنی میری عقل بھی لیلی۔ اور میرا دین بھی لے لیا۔ چونکہ مین ایک چودھوین رات کے چاند کو تلاش کرتا ہون اسلئے میری کمر فرط غم سے ٹیڑھی ہو گئی ہے اور مین ہلال کی شکل بن گیا ہون۔ اور مین اس ذلت وخواری کی حالت مین صدر کا متلاشی ہون خیر جبکہ اُسنے بخارا کی مضافات کو دیکھا تو سیاہیٔ غم مین سپیدیٔ سرور نمودار ہوئی کچھ دیر تک بیہوش اور چت لیٹا رہا اور عقل اُس کی عالم غیب کو روانہ ہو گئی۔ اس حالت میں لوگ اُسکے سر اور مُنہ پر گلاب کے چھینٹے دیتے تھے۔ لیکن یہ لوگ اُسکے گلاب عشق سے غافل تھے اور وہ نہ سمجھتے تھے کہ اس گلاب کی بو اُس گلاب پر غالب نہین آسکتی اُسنے ایک مخفی گلستان دیکھا تھا۔ یعنی روئی جانان کا تصور کیا تھا اور عشق کی غارت گری نے اس کا خود اپنے سے بھی تعلق منقطع کر دیا تھا۔ پھر وہ اس گلاب سے کیا ہوش مین آتا۔ اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ اے مخاطب تو سرد ہے اسلئے اس قابل نہین کہ احوال عشاق تیرے سامنے بیان کئے جائین۔ تیرے سامنے ان کا

بیان کرنا بھینس کے آگے بین بجانا ہے۔ تو اگرچہ صورۃً انسان ہے مگر وصف انسانی یعنی عشق الٰہی تجھ میں نہیں ہے اور چونکہ سامان عقل تیرے پاس ہے اور تو عاقل ہے یہی وجہ ہے کہ تو مشاہدہ عالم غیب سے محروم ہے۔ اگر تجھے یہ دولت حاصل کرنی ہے تو عقل کو خیرباد کہہ اور عشق حاصل کر خیر یہ گفتگو تو ختم نہین ہو سکتی اسلئے اسکو چھوڑ دو اور جلدی کرو تاکہ وہ جوان بخارا پہونچ جاوے

شرح شبیری

اُس عاشق کا بخارا کی طرف متوجّہ ہونا

رو نہاد آن عاشق خونابہ ریز ... دل تپاں سوئے بخارا گرم و تیز

یعنی اُس عاشق اشک ریز نے دل تپان بخارا کی طرف گرم و تیز توجّہ کی یعنی خوب تیزی کیساتھ وہ بخارا کی طرف چلا۔

ریگ ہامون پیش او ہمچوں حریر ... آب جیحون پیش او چون آبگیر

یعنی جنگل کا ریت اُسکے آگے مثل حریر کے اور دریا کا پانی اُسکے آگے مثل تالاب کے پانی کے تھا

آں بیابان پیش او چون گلستان ... می فتاد از خندہ او چون گلستان

یعنی وہ بیابان اُسکے سامنے مثل گلستان کے تھا اور خندہ کی وجہ سے وہ مثل پھول لینے والے کے گرتا تھا یعنی جسطرح کہ پھول لینے والا شوق کی وجہ سے آگے کو گرتا ہے اور پھول کو توڑتا ہے اسی طرح یہ عاشق بخاری شوق وصل مین آگے کو گرا پڑتا تھا غرضکہ شوق مین تمام تکلیف دہ اشیاء اُسکے لئے مفرح اور آرام دہ ہو گئی تھین

در سمرقند است قند اما لبش ... از بخارا یافت وان شد مذہبش

یعنی قند سمرقند مین ہے لیکن اُسکے لبنے بخارا سے پائی اور وہ اُس کا مذہب ہو گیا یعنی اگرچہ قند سمرقند مین ہوتی ہے مگر اُسکو قند لب محبوب بخارا سے ملی تھی اور وہ اُس کا دین و ایمان بن گیا تھا آگے فرط شوق مین جو وہ بخارا کو خطاب کر کے کہہ رہا ہے اُسکے مقولہ کو نقل فرماتے ہین کہ

اے بخارا عقل افزا بودۂ ... لیک از من عقل و دین بربودۂ

یعنی اے بخارا تو تو عقل کا بڑھانیوالا تھا۔ لیکن مجھسے تو عقل و دین کو لے گیا ہے (چونکہ بخارا مین علوم کا چرچا تھا اسلئے کہتا ہے کہ لے بخارا تو تو عقل افزا تھا مگر تو نے میری عقل کو تو بیکار اور نکما کر دیا۔ مجھے تو کسی کام کا نہ چھوڑا اور کہتا ہے کہ۔

بدر می جویم از انم چون ہلال　　　صدر می جویم درین صف نعال

یعنی مین بدر کی تلاش مین ہون اسلئے ہلال کی طرح ہو رہا ہون اور صدر کو مین اس صف نعال مین تلاش کرتا ہون (غرضکہ وہ اسی طرح جوش وخروش مین افتان خیزان بخارا کی طرف جا رہا تھا)

چون سواد آن بخارا را بدید　　　در سواد غم بیاضے شد پدید

یعنی جب اُس بخارا کی نشان کو دیکھا تو غم کی سیاہی مین (خوشی کی) ایک سپیدی ظاہر ہوئی۔ مطلب یہ کہ اُسکو دیکھکر ایک فرحت وسرور زیادہ ہوا۔ اُس فرط خوشی کی وجہ سے یہ حالت ہوئی کہ

ساعتے افتاد بے ہوش و دراز　　　عقل او پرید در بستان راز

یعنی ایک گھڑی کیلئے بیہوش و دراز گر پڑا اور اُس کی عقل بستان راز مین اُڑ گئی۔ یعنی بیہوش ہو گیا اور اُس کی عقل اور ہوش وحواس سب رفو چکر ہو گئے اور اُس کی عقل راز و نیاز مین مشغول ہو گئی یعنی وہ بیہوش ہوکر عالم غیب کی طرف متوجہ ہو گیا۔

بر سر و رویش گلابے می زدند　　　از گلاب عشق او غافل بُدند

یعنی اُسکے سر اور منہ پر گلاب چھڑکتے تھے اور گلاب عشق سے وہ غافل تھے۔ یعنی اُسکو بیہوش دیکھکر لوگ اُسکے سر و رو پر گلاب چھڑکتے تھے اور گلاب عشق سے کہ وہ دیدار محبوب تھا غافل تھے وہ صرف ظاہری گلاب پاشی کرتے تھے مگر ظاہر ہے کہ اُس سے اُسکو کیا نفع ہوتا۔ اسلئے کہ

او گلستانے نہانے دیدہ بود　　　غارت عشقش ز خود ببریدہ بود

یعنی اُسنے ایک گلستان نہانی دیکھ لیا تھا۔ اور غارت عشق نے اسکو اپنے سے قطع کر دیا تھا۔ مطلب یہ کہ اُسنے عالم غیب کی طرف توجہ کی تو عشق نے اُسکو اس قدر غافل کیا تھا کہ اُسے اپنی بھی خبر نہ رہی تھی۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

تو فسردہ در خور این دم نۂ　　　با شکر مقرون نۂ گرچہ خود نۂ

یعنی تو افسردہ اس دم کے لائق نہیں ہے۔ شکر کیساتھ تو مقرون نہین ہے اگرچہ خود نے ہے تو

یعنی تو اس دم عشق کے لائق نہیں ہے اگرچہ ہے انسان۔ مگر انسان کامل نہیں ہے۔

رخت عقلت با تو ہست و عاقلے   وز جنود الم تر و ہا غافلے

یعنی رخت عقل تیرا تیری ہمراہ ہے اور تو عاقل ہے اور جنود الم تر و ہا سے تو غافل ہے مطلب یہ کہ جب عقل تیری ساتھ ہے اور تو عاقل ہے تو تجھے اُس شکر کی کیا خبر تو تو اُس سے محض غافل اور بے خبر ہے۔ ہاں اپنے کو فنا کر اور اپنے سے بیخبر ہو تب تجھے اُس شکر عشق کی خبر ہو سکتی ہے۔ آگے پھر اُس عاشق کا قصہ شروع فرماتے ہیں کہ۔

این سخن پایان ندارد تیز راں   تا رود سوئے بخارا آن جواں

یعنی یہ سخن (عشق) تو انتہا نہیں رکھتی تو تیز چلو تاکہ بخارا کی طرف وہ جوان جاوے۔ یعنی ان باتوں کو چھوڑ کر اُسی کا قصہ بیان کرو۔ آگے اُسی کا قصہ ہے کہ

شرح حبیبی

اندر آمد در بخارا شادمان   شہر معشوق خود و دار الامان

ہمچو آن مستی کہ پرّد بر اثیر   مہ کنارش گیرد و گوید کہ گیر

ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیز   پیش از پیدا شدن منشین گریز

کہ ترا می جوید آن شہ خشمگیں   تا کشد از جان تو دہ سالہ کیں

اللہ اللہ در میا در خون خویش   تکیہ کم کن بر دم و افسون خویش

شحنۂ صدر جہان بودے در اد   معتمد بودے مہندس اوستاد

ہم مشیرش بودی و ہم محترم   گشتی از بہر گنا ہے متہم

عذر کردی وز جزا بگریختی	رستہ بودی باز چون آویختی
از بلا بگریختی با صد حیل	ابلہی آوردت اینجا یا اجل
ایکہ عقلت بر عطارد دق کند	عقل و عاقل را قضا احمق کند
نحس خر گوشے کہ باشد شیر جو	زیرکی و عقل و چالاکیت کو
ہست صد چندین فسونہای قضا	گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا
صد رہ و مخلص بود در چپ و راست	از قضا بستہ شود گر اژدہاست

جب اُسے ہوش آیا تو وہ خوش خوش بخارا مین آیا۔ جو کہ اُسکے معشوق کا شہر اور اُسکے لئے دارُالامان تھا اُس کی خوشی کی یہ حالت تھی جیسے کہ عاشق الٰہی عروج روحانی سے فلک معنوی پر پھونچے۔ اور مطلوب حقیقی اُسکو آغوش رحمت مین لیکر کہے کہ ہان مجھے خوب آغوش مین لے۔ (یہ ہے توجیہ نسخہ "دستی" کی اور میرے نزدیک نسخہ "مرغے" سہو ناسخ ہے اور جو توجیہ اس کی کیگئی ہے یعنی عاشق صدر جان خود را در معرض ہلاکت انداخت و بدار الامان محبوب رسید مانند مرغے کہ بسوئے کرہ ناری پرواز کند تا خود را بسوزد و ناگاہ ماہش در کنار کشد و گوید کہ مراد در برگیر۔ انتہی + بے مزہ ہے کیونکہ بیت اول مین اول تو معرض ہلاکت مین پڑنے کا ذکر نہین۔ دوسرے جانور کا کرۂ نار مین ہلاکت کیلئے جانا بے معنی ہے۔ پھر کرۂ نار مین چاند کا اسکو آغوش مین لینا بے معنی۔ کیونکہ وہ فلک پر ہے نہ کہ کرۂ نار مین نیز ماہ کے اسکو آغوش مین لینے سے اسکو مسرت ہونا کیا معنے۔ مگر یہ کہ مرغ سے خاص چکور مراد لیا جاوے۔ ان سب کے علاوہ تشبیہ اسلئے بھی مناسب نہین کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشق مرنیکے لئے گیا تھا مگر یہ دولت اُسکو خلاف توقع حاصل ہوگئی حالانکہ اُس کا مقصود وصل محبوب تھا نہ کہ ہلاک ہونا۔ ہان اتنی بات ضرور تھی کہ وہ اُسیر تیار تھا اور سمجھتا تھا کہ اگر اُسنے مجھے مار بھی ڈالا تو بھی میرے لئے اس زندگی سے اچھا ہے) واین ھذا من ذلک۔ علاوہ ازین ابھی تو وہ بخارا مین پھونچا ہے

وصال تو ہوا بھی نہیں۔ پھر ابھی سے یہ تشبیہ کیسے ٹھیک ہے۔ غرضکہ یہ توجیہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتی
علامہ بحر العلوم نے بھی اسپر اعتراض کیا ہے مگر ان کا اعتراض اس بنا پر ہے کہ اثیر کا اطلاق
کرۂ نار پر نہیں آتا لیکن یہ اُن کا سہو ہے خود مولانا ہی نے اسکو بمعنے کرۂ نار استعمال کیا ہے
چنانچہ فرماتے ہیں ؎ گرمی تن را ہمی خواند اثیر + کہ زناری راہ اصل خویش گیر۔
واللہ اعلم) جس ہی نے کہ اُسے بخارا میں دیکھا ہی کہا کہ اُٹھ اور قبل اسکے کہ صدر جہاں کو
اطلاع ہو بھاگ جا۔ اسلئے کہ وہ تجھکو بہت غصہ سے ڈھونڈ ہتا ہے اور مقصود یہ ہے
کہ دس برس کی عداوت نکالے بس خدا سے ڈر اور ہلاکت میں نہ پڑ اور تیرے دل نے جو
تجھے اطمینان رہائی دلایا ہے وہ محض افسون اور فریب ہے۔ اسپر بھروسہ نکر تو صدر جہان کا
کوتوال تھا اور اُسکے نزدیک بہت بڑا دانا اور معتمد اور رہنما بس کامل تھا۔ نیز تو اُس کا مشیر
بھی تھا وہ تیری عزت بھی بہت کرتا تھا مگر تو نے ان باتوں کی قدر نہ کی اور گناہ میں متہم ہو گیا
اول تو تو نے یہ حماقت کی کہ بیوفائی کی اسکے بعد یہ ہوشیاری کی کہ تو بھاگ گیا اور سزا اسے
بچ گیا۔ اب دوبارہ یہ حماقت کیوں کرتا ہے کہ چھوٹ کر پھر پھندے میں پھنستا ہے سیکڑوں
تدبیروں سے تو تو نے بلا سے نجات پائی تھی اب پھر بلا میں آ پھنسا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یا
تو تو احمق ہے یا تیرے سر پر موت کھیل رہی ہے جو تو دوبارہ یہاں آیا۔ ارے تیری عقل
تو عطارد پر اعتراض کرتی ہے جو کہ منشی فلک ہے پھر تجھے کیا ہو گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ تقدیر
آلہی عقل اور عاقل دونوں کو احمق کر دیتی ہے بس تیری تقدیر تجھے یہاں لائی ہے۔ ارے
کمبخت دیکھ تو یہی وہ خرگوش تھا بہت منحوس ہے جو شیر کو تلاش کرے اور اپنے
پاؤں موت کے منہ میں جائے۔ بس تو صدر جہان کے پنجہ میں مرنے کیلئے کیوں آ پھنسا
تیری دانائی اور عقل اور ہوشیاری کیا ہوئی تو اپنا بدیہی نقصان کیوں نہیں سمجھتا۔ اب
مولانا فرماتے ہیں کہ یاد رکھو تقدیر آلہی کو ایسے سیکڑوں منتر یاد ہیں جن سے کہ وہ عقلا کی عقول
کو معطل کر دیتی ہے اور اُنکے حواس پر قبضہ کر لیتی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے اذا جاء
القضا ضاق الفضا۔ تو جب تقدیر آلہی آتی ہے تو میدان وسیع آدمی پر تنگ ہو جاتا ہے اور
بچنے کیلئے اُسکے سامنے دائیں بائیں جانب سیکڑوں ذرائع نجات اور رستے ہوتے ہیں

لیکن اگر وہ اژدہا بھی ہے تب بھی وہ حرکت نہین کرسکتا اور وہین ہلاک ہوجاتا ہے -

شرح شبیری

اُس عاشق لاابالی کا بخارا میں آنا اور دوستوں کا اُسکو ظاہر ہونیسے ڈرانا

اندر آمد در بخارا شادمان — شہر معشوق خود و دار الامان

یعنی وہ بخارا مین خوش خوش آیا - اپنے معشوق کے شہر اور دار الامان میں (آیا)

ہمچو آں مستی کہ پرد بر اثیر — مہ کنارش گیرد و گوید کہ گیر

یعنی مثل اُس مست کے کہ وہ کرۂ آسمان پر اُڑے اور ماہ اُس کی کنار پکڑے - اور کہے کہ لے - مطلب یہ ہے کہ وہ عاشق دیار محبوب مین پہونچکر اُس شخص کی طرح خوش ہوا کہ جیسے کوئی شخص آسمان پر اُڑے اور وہان پہونچنے کے بعد اُس کی یہ قدر دانی کی جاوے کہ چاند اُس سے کہے کہ تیرا جو مقصود ہے تو اُسکو لیلے تو بھلا وہ کسقدر خوش ہوگا - اِس سیطرح بلکہ اس سے بھی کہین زیادہ وہ عاشق خوش تھا -

ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیز — پیش از پیدا شدن منشین گریز

یعنی اُسکو بخارا مین جو کوئی دیکھتا کہتا کہ اُٹھ اور ظاہر ہونیسے پہلے بیٹھ مت بھاگ جا یعنی ہر شخص یہ صلاح دیتا کہ دیکھ ظاہر مت ہو پہلے ہی بھاگ جا یہان مت ٹھہر اسلئے کہ

کہ ترا می جوید آں شہ خشمگیں — تا کشد از جان تو دہ سالہ کین

یعنی کیونکہ وہ بادشاہ خشمگین تجھے تلاش کررہا ہے تاکہ تیری جان سے دس برس کا کینہ نکالے یعنی وہ بہت ہی غصہ مین بھرا ہوا ہے تو سامنے گیا اور اُسنے تجھے ہلاک کیا -

اللہ اللہ در میا در خون خویش — تکیہ کم کن بر دم و افسون خویش

یعنی اللہ سے ڈر اور اپنے خون مین مت آ اور اپنے دم و افسون پر بھروسہ کم کر - مطلب

یہ کہ اپنا خون خود مت کر۔ اور اُسپر بھروسہ مت کر کہ مین اُسکو پرچالون گا۔ وہ بیحد غصہ مین ہی لہذا یہی مناسب ہے کہ تو بھاگ جاوے

شحنۂ صدرِ جہان بودی ورا د　　　معتمد بودی مہندس اوستاد

یعنی تو صدرِ جہان کا کوتوال تھا اور عقلمند تھا معتمد تھا اور انجنیر اور اُستاد تھا

ہم مشیرش بودی و ہم محترم　　　گشتی از یک جُرم ہے منتہم

یعنی تو اُس کا مشیر بھی تھا اور محترم بھی۔ اور تو ایک گناہ مین متہم ہو گیا۔

غدر کردی ور جزا بگریختی　　　رستہ بودی باز چون آویختی

یعنی تو نے غدر کیا اور تو جزا سے بھاگ گیا تو تو چھوٹ گیا تھا تو پھر کیون لٹکتا ہے۔

از بلا بگریختی با صد حیل　　　ابلہی آوردت اینجا یا اجل

یعنی تو بلا سے سو حیلون کیساتھ بھاگا اب اس جگہ تجھے ابلہی لائی ہے یا موت لائی ہے۔
مطلب یہ کہ سب نے اُس سے کہا کہ تیرے اس قدر عہدے تھے ایسا تو معتمد تھا معتبر تھا پھر تجھ سے ایک خطا ہو گئی تو تو اُسکے بدلے سے بھاگ گیا کہ کہین تجھسے وہ بدلا نہ لیلے تو نے بڑی سخت بے وفائی کی کہ اگر وہ بدلا لے ہی لیتا تو کیا ہو جاتا۔ اور اگر بھاگ گیا تھا تو اب تجھے آنا نہ چاہیئے تھا۔ بس اب روپوش ہوا تو ہوا اپنا کام کر اور چلدے۔ آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

ایکہ عقلت بر عطارد دق کند　　　عقل و عاقل را قضا احمق کند

یعنی اے وہ شخص کہ عقل تیری عطارد پر اعتراض کرے تو عقل و عاقل کو قضا احمق کر دیتی ہے
یعنی اے شخص جو کہ اسقدر عاقل ہے کہ عطارد پر اعتراض کرتا ہے مگر جب قضا آتی ہے تو وہ سبکو اندھا کر دیتی ہے اور کچھ بھی نہیں سوجھتا۔ تو اسیطرح تو اگرچہ عاقل تھا مگر اب جو قضا آئی ہی تو ساری عقل رفو چکر ہو گئی اور اب مرنے کو آیا ہے۔

نحس خرگوشے کہ باشد شیر جو　　　زیرکی و عقل و چالاکیت کو

یعنی منحوس ہی وہ خرگوش جو کہ شیر کا متلاشی ہو۔ تیری زیرکی اور عقل اور چالاکی کہان ہی یعنی سب لوگون نے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا کہ کسی طرح مانتا ہی نہین اور اپنی موت کے درپے ہے۔ آگے فرماتے ہین کہ

ہست صد چندین فسونہای قضا　　　گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا

یعنی ایسے سیکڑون قضا کے افسون ہیں اور فرمایا ہے کہ جب قضا آئی تو فضا تنگ ہوتی ہے یعنی رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو ایک میدان وسیع بھی تنگ معلوم ہونے لگتا ہے تو اسی طرح جب قضا آتی ہے عقل وغیرہ سب بیکار ہو جاتی ہین -

صد رہ و مخلص بود از چپ و راست　　　از قضا بستہ شود گر اژدہاست

یعنی سو راستے اور مخلص دائین بائین سے ہوتے ہین (مگر) قضا سے بستہ ہو جاتا ہی اگر چہ اژدہا ہے - یعنی اگر چہ کتنی ہی مخلص ہوں مگر جب قضا آتی ہے تو سارے راستے بند ہو جاتے ہین اور کہین نکلنے تک کو جگہ نہین ملتی - تو اسیطرح عاشق بخاری بھی ہے کہ اُس کی قضا آگئی ہے لہٰذا یہ مرنے کو پھرتا ہے - اگر چہ اُسکے بھاگنے کے سو حیلے ہین اور راستے ہین جب لوگون نے اُسکو ظاہر ہونے سے ملامت کی اور منع کیا تو وہ جواب دیتا ہے کہ

شرح حبیبی

گفت من مستسقیم آبم کشد　　　گر چہ میدانم کہ ہم آبم کشد

ہیچ مستسقی نہ بگریزد ز آب　　　گر دو صد بارش کند مات و خراب

گر بیاماسد مرا دست و شکم　　　عشق آب از من نخواہد گشت کم

گویم آنگہ کہ بپرسند از بطون　　　کاشکے بحرم روان بودی درون

خیک اشکم گو بدر از موج آب　　　گر بمیرم ہست مرگم مستطاب

من بہر جائے کہ بینم آب جو　　　رشکم آید بودمے من جای او

دست چون دف و شکم ہمچون دہل　　　طبل عشق آب میکوبم چو گل

گر بریزد خون من آن روح الامین ‌‌ ‌ جرعہ جرعہ خون خورم ہمچون زمین

چون زمین و چون جنین خونخوارہ ام ‌ ‌ ‌ تا کہ عاشق گشتہ ام این کارہ ام

شب ہمی جوشم در آتش ہمچو دیگ ‌ ‌ ‌ روز تا شب خون خورم مانند ریگ

من پشیمانم کہ مکر انگیختم ‌ ‌ ‌ از مراد و خشم او بگریختم

گو بران بر جان مستم خشم خویش ‌ ‌ ‌ عید قربان اوست عاشق گاو میش

گاو اگر خسپد و گر چیزے خورد ‌ ‌ ‌ بہر عید و ذبح او مے پرورد

گاو موسیٰ دان مرا جان دادۂ ‌ ‌ ‌ جزو جزوم حشر ہر آزادۂ

گاو موسیٰ بود قربان گشتۂ ‌ ‌ ‌ کمترین جزوش حیات کشتۂ

بر جہید آن کشتہ ز آسیبش ز جا ‌ ‌ ‌ در خطاب اضربوہ بعضہا

یا کرامی اذبحوا ہذا البقر ‌ ‌ ‌ ان اردتم حشر ارواح النظر

از جمادے مردم و نامی شدم ‌ ‌ ‌ وز نما مردم بحیوان سر زدم

مردم از حیوانی و آدم شدم ‌ ‌ ‌ پس چہ ترسم کے ز مردن کم شدم

حملۂ دیگر بمیرم از بشر ‌ ‌ ‌ تا بر آرم از ملایک بال و پر

وز ملک ہم بایدم جستن ز جو ‌ ‌ ‌ کل شیئ ہالک الا وجہہ

بار دیگر از ملک قربان شوم ‌ ‌ ‌ آنچہ اندر وہم ناید آن شوم

پس عدم گردم عدم چون ارغنون ‌ ‌ ‌ گویدم کانا الیہ راجعون

مرگ دان آن کاتفاق امت است ‌ ‌ ‌ کآب حیوانے نہان در ظلمت است

ہمچو نیلوفر برو زین طرف جو	ہمچو مستسقی حریص و مرگ جو
مرگ او آبست و او جویای آب	می خورد واللہ اعلم بالصواب
اے فسردہ عاشق ننگیں نمد	کوز بیم جان ز جانان می رمد
سوئے تیغ عشقش ای ننگ زنان	صد ہزاراں جان نگر دستک زنان
جوئے دیدے کوزہ اندر جوئے ریز	آب را از جوئے کے باشد گریز
آب کوزہ چون در آب جو شود	محو گردد در وے او چون او شود
وصف او فانی شود ذاتش بقا	زین سپس نے کم شود نے بدلقا

عاشق نے اُن کو جواب دیا کہ صاحبو مین تو مستسقی ہون۔ پانی مجھے کھینچتا ہے اگرچہ مین جانتا ہون کہ وہ پانی مجھے مار ڈالے گا۔ آپ جانتے ہین کہ مستسقی پانی سے نہین بھاگتا اگرچہ وہ دو سو مرتبہ اُسکو شکست دیچکا اور برباد کر چکا ہو۔ اگر میرے ہاتھ اور میرا پیٹ ورم کر جائے تو بلا سے مجھسے تو پانی کا عشق کم نہ ہو گا۔ جب کوئی میری اندرونی حالت دریافت کریگا تو مین یہی کہونگا کہ کاش میرے اندر دریا بہتا ہوا ور پانی کی موج سے اگر میرا پیٹ پہٹ جائے تو بلا سے اور اگر مین مر جاؤن تو یہ مرنا میرے لئے نہایت پسند ہے مین جہان کہین ندی کا پانی دیکھتا ہون مجھے رشک آتا ہے۔ اور مین کہتا ہون کہ کاش ندی مین ہوتا اور یہ پانی سارا میرے اندر ہوتا۔ میرا ہاتھ سوج کر ڈہیڑا ہو گیا ہے اور میرا پیٹ پھول کر ڈھول ہو گیا ہے لیکن مین ہنوز عشق آب کا ڈھول بجا رہا ہون۔ اور مین پانی پر یون عاشق ہون جیسے اسپر پھول عاشق ہوتا ہے۔ تم یہ کہتے ہو کہ صدر جہان تجھے مار ڈالیگا سو سنو اگر وہ روح الامین میرا خون گرائے تو مین زمین کی طرح لہو کے گھونٹ پینے پر آمادہ ہون اور مین زمین اور جنین کیطرح لہو کے گھونٹ پینے کا عادی ہون۔ اور جب سے عاشق ہوا ہون میرا یہی کام ہے۔ رات بھر سوز عشق سے ہانڈی کی طرح پکتا ہون اور دن بھر رات

تک ریت کی طرح اپنا خون پیتا ہون میں تو اسی سے نادم ہون کہ مین نے دبہو کا کیون کیا
اور اُسکے مقصد اور غصہ سے کیون بہا گا۔ وہ اگر میری جان پر اپنا غصّہ نکالے تو نکالنے دو
کیونکہ وہ عید قربان ہے اور عاشق بہیڑ۔ اُس کا کام ذبح ہی ہونا ہے۔ نیز عاشق گائے
ہوتا ہے۔ اور گائے کا کہانا اور سونا سب عید قربان ہی کیلئے ہے اور ذبح ہی کیلئے
وہ پالی جاتی ہے + اب مولانا فرماتے ہین کہ مین جو بحکم موتوا قبل ان تموتوا جیتے جی
ہی مر چکا ہون تو اس سے تم مجھے مُردہ نہ سمجھنا بلکہ مین ایسا مُردہ ہون کہ جیسے گاو موسی
جسکے اجزا مین خاصیت احیاء تھی پس میرا ایک ایک جزو ایسے لوگون کو زندہ کرنے کی
خاصیت رکہتا ہے جو شرف سعادت سے بہرہ ور ہین جسطرح کہ موسیٰ علیہ السلام کی گائے
قربان ہو گئی تھی اور اُسکے ادنی جزو مین یہ خاصیت پیدا ہو گئی تھی کہ اسنے مُردہ کو زندہ کر دیا
تھا اور اضربوہ ببعضہا کا خطاب ہوتے ہی اور مارتے ہی اُسکے صدمہ سے مُردہ اپنی جگہ
سے اُٹھ کہڑا ہوا تھا۔ پس اے معزز حضرات تم اپنے گاو تن کو ضرور قربان کرو اگر تم چاہتے
ہو کہ حق بین روحین زندہ ہون تم ڈرو نہین کیونکہ مرنا ہرگز مضر نہین بلکہ سراسر مفید ہے
دیکھو مین اول جماد تھا جماد ہی سے مرا تو نامی ہوا اور نمائے فقط سے مرا تو حیوان ہوا اور حیوان
صرف سے مرا تو انسان ہوا۔ ایسی حالت مین مجھے مرنے کا کیا خوف ہو سکتا ہے پس تمکو
بھی نہ ڈرنا چاہئے اُسکے بعد انسانیت بحتہ سے مرون گا تو فرشتہ ہو کر پرو بازو نکالونگا
مگر ملکیت پر بھی مجھے قناعت نہ چاہئے بلکہ اُس ندی کو بھی طے کرنا چاہئے کیونکہ کل شئ
ھالك الا وجهه قرآن مین موجود ہے پس مین ملک ہو کر بھی ہلاک سے نہین بچ سکتا
لہذا مین ملکیت سے بھی مرون گا اور وہ ہو جاؤنگا جو وہم سے بھی باہر ہے یعنی مین فانی
محض ہو جاؤن گا۔ عدم بزبان حال ارغنون باجے کی طرح مجھسے کہہ رہا ہے اور یہ مجھے
سنا رہا ہے کہ انا الیہ راجعون یعنی تم معدوم اور بالکل فنا ہو کر واصل بحق ہو جاؤ گے پس
مین مٹ کر واصل و باقی بحق ہو جاؤن گا اور اس طرح ہلاکت سے بچ جاؤنگا پس تم
موت کو جسپر کہ عالم کا اتفاق ہے مضر نہ سمجھو بلکہ اُسکو ایک چشمۂ آب حیات سمجھو جو ظلمت
مین مخفی ہے۔ یعنی گو اُس سے وحشت ہوتی ہے مگر اُس مین خاصیت احیاء کی ہے۔ لہذا تم

موت کو اختیار کرو۔ اور اُس مین ڈوب کر یون پیدا ہو جیسے پانی سے نیلوفر اور اُسکے یون طالب ہو جیسے کہ مستسقی اُس کا شایق اور طالب ہوتا ہے کیونکہ پانی اُس کی موت ہی اور وہ پانی کا طالب ہے لہذا وہ فی الحقیقہ موت ہی کا طالب ہے۔ اور نہایت رغبت و شوق سے اُسکو پی جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اب مولانا مدعی عشق الٰہی کو خطاب فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ اے جھوٹے عاشق جو کہ جان کے خوف سے محبوب حقیقی سے بھاگتا ہے اور جس کا وجود قابل ننگ ہے تو دیکھ تو سہی کسقدر جانین اُسکے تیغ عشق کے سامنے خوشی خوشی تالیان بجا رہی ہین۔ پس تیری جان کیا انوکھی ہے کہ وہ اس سے بچتی ہے۔ ارے کمبخت نہر سامنے ہے اپنا لوٹا بھی اُسی مین ڈالدے۔ بھلا کہین پانی بھی نہر سے بھاگتا ہے۔ یعنی حق سبحانہ قریب ہین تو اُن سے اتصال معنوی پیدا کر کیونکہ تو پانی کی طرح فرع ہے اور حق سبحانہ ندی کی طرح اصل بھلا کہیں فرع اصل سے بھاگتی ہے۔ پس تو حق سبحانہ سے کیون بھاگتا ہے۔ یاد رکھ کہ جب لوٹے کا پانی ندی کے پانی مین شامل ہو جاتا ہے تو اُس مین فنا ہو جاتا ہے اور اسی کی صفات اختیار کر لیتا ہے اور گو ذات باقی رہتی ہے مگر وصف فنا ہو جاتا ہے اور اسکے بعد نہ اُس کی ذات مین کمی آتی ہے نہ کسی صفت مین پس تو بھی جب حق سبحانہ سے اتصال معنوی پیدا کر لیگا تیری بھی یہی حالت ہو جاویگی کہ بقاء ذات کے ساتھ متخلق باخلاق ہو جاویگا اور فناء ذات و استحالہ صفات سے مصون و محفوظ ہو جاویگا۔

شرح شبّیری

عاشق کا ملامت گرون اور ڈرانے والون کو جواب دینا

گفت مو مستسقیم آبم کشد　　گرچہ می دانم کہ ہم آبم کُشد

یعنی اُسنے کہا کہ مین مستسقی ہون اور پانی مجھے کھینچ رہا ہے اگرچہ مین جانتا ہون کہ پانی ہی مجھے مار ڈالیگا مطلب یہ کہ اُسنے کہا کہ اُس طرف ہی سے کشش ہو رہی ہے جب تو مین جا رہا ہون جس طرح کہ مستسقی جانتا ہے کہ پانی پینے ہی مین اس کی موت ہی

لیکن پھر پانی ہی پیتا ہے اور پانی اُسکو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اسیطرح مجھے صدر جہان کھینچ رہا ہے اگرچہ وہ مجھے مار ہی ڈالے مگر مین فوجاؤنگا اسلئے کہ۔

ہیچ مستسقی نہ بگریزد ز آب　　گر دو صد بارش کند مات و خراب

یعنی کوئی مستسقی پانی سے بھاگتا نہیں ہے اگرچہ دو سو مرتبہ اُسکو مات و خراب کرے مطلب یہ کہ اُسکو پانی کتنا ہی خراب کرے اور کتنا ہی اُسکو نقصان دے مگر مستسقی پانی سے ہرگز بھاگ نہین سکتا۔ تو اسیطرح مین بھی صدر جہان سے بھاگ نہین سکتا۔

گر بیاماسد مرا دست و شکم　　عشق آب از من نخواہد گشت کم

یعنی اگرچہ میرے دست و شکم آماس کر آوین (مگر) پانی کا عشق مجھہ سے کم نہ ہوگا

گویم آنگہ کہ بپرسند از بطون　　کاشکے بحرم رواں بودے درون

یعنی مین اُس وقت کہون گا جبکہ بطون سے پوچھیں گے کہ کاش کہ میرے اندر بحر رواں ہوتا یعنی مستسقی کی تو یہ حالت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ دریا اُسکے اندر جاری ہو تو جب یہ حالت ہے تو وہ پانی سے کس طرح بھاگ سکتا ہے اور مین مثل مستسقی کے ہون تو مین بھی نہین بھاگ سکتا۔

خیک اشکم گو بدر از موج آب　　گر بمیرم ہست مرگم مستطاب

یعنی میرے پیٹ کی مشک کو کہدو کہ موج آب سے پھٹ جا۔ اگر میں مرجاؤن تو میری موت مبارک ہے یعنی مستسقی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ　　وہ پانی کے عشق مین اپنی موت کی بھی پرواہ نہین کرتا تو مجھے بھی کیا پرواہ ہوگی اور وہی مستسقی کہتا ہے کہ۔

من بہر جائے کہ بینم آب جو　　رشکم آید بودمے من جائے او

یعنی میں جس جگہ کہ ندی دیکھتا ہون مجھو رشک آتا ہے کہ مین اُس کی جگہ ہوتا یعنی مستسقی کو ندی کو دیکھکر رشک ہوتا ہے کہ کاش مین اس کی جگہ ہوتا تو پانی تو میرے اندر چلا کرتا اگرچہ اُس کی یہ حالت ہوجاتی ہے کہ

دست چون دف و شکم ہمچون دہل　　طبل عشق آب می کوبم چو گل

یعنی ہاتھ مثل دف کے اور شکم مثل دہل کے مین عشق آب کا طبل گل کی طرح بجاتا ہون

یعنی ہاتھ پیٹ وغیرہ سوج آئے ہین مگر عشق آب مین جوش ہے اُسے اپنی مضرت کی کچھ خبر نہین ہے
تو اسی طرح یہ عاشق کہتا ہے کہ مجھے بھی اُسکے مار ڈالنے کی پرواہ نہین ہے اور کہتا ہے کہ۔

گر بریزد خونم آن روح الامین　　جرعہ جرعہ خون خورم ہمچون زمین

یعنی اگر وہ روح الامین میرا خون گراوے تو مین زمین کی طرح گھونٹ گھونٹ کرکے خون پیلون (روح الامین سے مُراد وہی صدر جہان ہے) مطلب یہ کہ اگر وہ میرا خون کردے تو مین اُسکو اس طرح گوارا کرون جسطرح کہ زمین خون کو اپنے اندر لے لیتی ہے یعنی مجھے مطلق ناگواری نہ ہو۔

چون زمین و چون جنین خون خوارہ ام　　تا کہ عاشق گشتہ ام این کارہ ام

یعنی زمین اور جنین کی طرح مین خون کہانے والا ہون اور جبکہ مین عاشق ہوا ہون اسی کام مین ہون یعنی جسطرح کہ جنین اور زمین خون کے کہانے والے اور خون کے پیاسے ہوتے ہین اسیطرح مین ہون کہ مین اپنے خون کا پیاسا ہون تو پھر مجھے مرنے سے کیا ڈر۔ اور کہتا ہے کہ۔

شب ہمی جوشم در آتش ہمچو دیگ　　روز تا شب خون خورم مانند ریگ

یعنی مین رات کو آگ مین دیگ کی طرح جوش کرتا ہون اور دن سے رات تک مین ریگ کی طرح خون کہاتا ہون یعنی جس طرح ریت ہوتا ہے کہ اُسپر خون پڑا اور اُسنے جذب کیا بس یہ حالت میری ہے کہ رات دن خون جگر کہاتا ہون اور راتون کو دیگ کی طرح تپ ہجر سے جلتا ہون۔

من پشیمانم کہ مکر انگیختم　　از مراد خشم او بگریختم

یعنی مین پشیمان ہون کہ مین نے مکر کیا اور اُسکے خشم کی مراد سے مین بھاگا یعنی اُسکے غصہ کی جو مراد تھی کہ مجھے قتل کردی مین اُس سے بہاگا۔ اسلئے مین سخت پشیمان ہون۔

گو بران بر جان مستم خشم خویش　　عید قربان اوست عاشق گاؤمیش

یعنی کہدو کہ میری جان مست پر اپنا غصہ چلاوہ عید قربان ہے اور عاشق گاؤمیش ہے یعنی وہ عید قربان کی طرح ہے اور مین گاؤمیش ہون تو اُس سے کہدو کہ مجھے شوق سے قتل کرڈالی کچھ پرواہ نہین ہے اب یہان کوئی کہتا ہے کہ تو کہتا ہے کہ مین اپنے خون کا پیاسا ہون وہ شوق سے مار دے اسلئے کہ مین اُسکے ہجر مین بیقرار ہون حالانکہ دیکھتے ہین کہ تو کہاتا بھی ہے پیتا بھی ہے پھر یہ کیسی بیقراری ہے وہ اس کا جواب دیتا ہے کہ۔

گاؤ اگر خسپد و گر چیزے خورد　　بہر عید و ذبح او مے پرورد

یعنی گائے اگر سووے اور اگر کوئی شئے کہاوے عید اور ذبح کے واسطے اُسکو پالتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ جو کچھ کہاتا پیتا ہے سوتا ہے سب اسلئے تاکہ خوب موٹا ہو اور قربانی مین کام آوے۔ تو بس اسیطرح مین بھی تیار ہوگیا ہون۔ اب اُس سے کہدو کہ مجھے قتل کر ڈالے اور کہتا ہے کہ

گاؤ موسیٰ دان مرا جان دادۂ　　جزو جزوم حشر ہر آزادۂ

یعنی مجھے گاؤ موسے جانو کہ جو جان دادہ ہے اور میرا جزو جزو ہر آزاد کی حیات ہے (آزاد سے مُراد خود یہ متکلم ہے) مطلب یہ کہ وہ عاشق کہہ رہا ہے کہ مین گاؤ موسیٰ کی طرح ہون کہ جو جان دینے والی تھی۔ اسی طرح اگر مین مر جاؤن گا تو میرا ایک ایک جزو حیات ابدی بخشنے گا اور اس کی موت سے حیات جاودانی نصیب ہو گی۔

گاؤ موسی بود قربان گشتۂ　　کمترین جزوش حیات کشتۂ

یعنی گاؤ موسی قربان ہوئی ہوئی تھی اور کمترین جزو اُس کا ایک کشتہ کی حیات تھی۔

بر جہد آن کشتہ ز آسیبش زجا　　در خطاب اضربوہ بعضہا

یعنی وہ کشتہ اُس کی آسیب کی وجہ سے جگہ سے اُٹھ کہڑا ہوا خطاب اضربوہ بعضہا مین مطلب یہ کہ جب حکم اضربوہ بعضہا کا ہوا ہے تو اُسکے اثر کی وجہ سے وہ کشتہ اپنی جگہ سے اُٹھ کہڑا ہوا تو جب اُسکے قربان ہونے مین یہ اثر تھا کہ اُس کا ایک جزو حیات مردہ ہو گیا تھا تو اگر مین مرون گا تو کیون نہ حیات نصیب ہو گی۔ آگے کہتا ہے کہ۔

یا کرامی اذبحوا ہذا البقر　　ان اردتم حشر ارواح النظر

یعنی اے میرے کرام تم اس بقر کو ذبح کر دو۔ اگر تم ارواح نظر کی حیات چاہتے ہو (ارواح نظر سے بھی خود یہ عاشق ہی مُراد ہے) مطلب یہ کہ اگر تم میری حیات اصل چاہتے ہو اور چاہتے ہو کہ مین زندہ ہو جاؤن تو تم اس بقر تن کو ذبح کر دو کہ حیات جاودانی نصیب ہوا گی کہتا ہے کہ مرنے مین میرا کوئی نقصان نہین ہے بلکہ اور فائدہ اور ترقی ہے اس طرح کہ۔

از جمادی مردم و نامی شدم　　وز نما مردم بحیوان سر زدم

یعنی مین جمادی سے مرا تو نامی ہو گیا اور نما سے مرا تو حیوانیت مین سر مارا۔

مردم از حیوانی و آدم شدم　　　پس چہ ترسم کے ز مردن کم شدم

یعنی مین حیوانیت سے مرا اور آدمی ہوگیا۔ تو مین کیا ڈروں مرنے سے مین کم کب ہوا۔

حملۂ دیگر بمیرم از بشر　　　تا برآرم از ملائک بال و پر

یعنی مین دوسری مرتبہ بشریت سے مرون یہانتک کہ مین ملائک سے بال و پر نکالون

وز ملک ہم بایدم جستن زجو　　　کل شیٔ ہالک الا وجہہ

یعنی اور ملکیت سے بھی مجھے طلب کی وجہ سے نکلنا چاہئیے کہ کل چیزین سوائے اُس کی ذات کے ہالک ہین

بار دیگر از ملک قربان شوم　　　انچہ اندر وہم نا ید آن شوم

یعنی پھر ملکیت سے مین فنا ہون گا تو جو شئے کہ وہم مین نہین آتی وہ ہو جاؤنگا۔ مطلب ان پانچ اشعار بالا کا یہ ہے کہ اول خاک جماد ہوتی ہے اُسکے بعد اُس سے نباتات وغیرہ بنتے ہین تو حالت جمادیت سے حالتِ نمو مین آئے اور حالت نمو سے پھر اُنکو حیوانات نے کھایا تو وہ حالت نمو سے حیوانیت میں آئے اور حیوان کو فنا کرکے انسان نے کھایا تو حیوانیت سے انسانیت مین آئے پھر انسانیت سے فنا حاصل ہوئی تو درجہ ملکوتی حاصل ہوا۔ اب جب اُس سے بھی فنا ہون گے تو پھر وہ اتحاد اصطلاحی حق تعالیٰ کیساتھ میسر ہوگا تو دیکھو جمادیت سے مرتبہ اتحاد اصطلاحی تک پھونچے اور ہر پہلی حالت سے فنا ہوتے گئے اور اُسکے بعد کی اُس سے اچھی حالت ملتی رہی اور برابر ترقی کرتے رہے ہین تو جب فنا مین ہمیشہ ترقی ہوئی ہے تو اب فنا اور مرنے سے کیا ڈر ہوسکتا ہے اسیکو کہتے ہین کہ

پس عدم گردم عدم چوں ارغنون　　　گویدم کانا الیہ راجعون

یعنی پھر مین عدم ہون گا اور عدم ارغنوں کی طرح مجھ سے کہہ رہا ہے کہ انا الیہ راجعون۔ (ارغنون ایک باجے کا نام ہے) مطلب یہ کہ مین فنا اور معدوم ہوگیا اور عدم مجھے باجے کی طرح انا الیہ راجعون کہہ رہا ہے تو بس مین اُسی طرف رجوع ہوتا ہون اور کہتے ہین کہ

مرگ دان کاں اتفاق امت ست　　　کاب حیوانے نہان در ظلمت ست

یعنی مرگ (اُسکو) جان جو کہ اتفاق امت کا ہے کہ آب حیوانی ظلمت مین ہے مطلب یہ کہ

لوگ جو کہتے ہین آب حیوانی ظلمات مین ہے تو اس ظلمت سے مراد موت ہی ہے کہ موت کے بعد حیات ابدی اور حیات جاودانی حاصل ہوتی ہے۔

ہمچو نیلوفر بروزین طرف جو ہمچو مستسقی حریص و مرگ جو

یعنی مثل نیلوفر کے ندی کے اُس طرف سے اُگ اور مثل مستسقی کے حریص (مرگ) اور مرگ کا متلاشی رہ (مشہور ہے کہ نیلوفر کا پھول سطح آب کا عاشق ہوتا ہے اور ہمیشہ پانی کے اوپر ہی رہتا ہے) مطلب یہ ہے کہ جسطرح کہ وہ سطح آب کا عاشق ہے کہ اُس سے الگ نہین ہوتا بلکہ سطح ہی کے اوپر رہتا ہے اسیطرح تمکو بھی چاہئے کہ بس طلب حق مین لگے رہو اور وہ بعد فناء نفس کے ملتا ہے تو بس اپنے کو فنا کر دو اور فناء پر عاشق ہو جاؤ۔

مرگ او آبست و او جویائے آب می خورد واللہ اعلم بالصواب

یعنی اُس (مستسقی) کی موت پانی ہے اور وہ پانی ہی کا متلاشی ہے پیتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ دیکھو مستسقی پانی ہی پر مرتا ہے اور پھر پانی ہی کی دُھن مین لگا رہتا ہے اسی طرح تم بھی عاشق حق ہو جاؤ اور اپنے کو فنا کر کے اس طرف متوجہ ہو جاؤ کہ اسی مین کچھ ملیگا اور یہی مقصود اصل حیات اور زندگی دنیا سے ہے آگے فرماتے ہین کہ

اے فسردہ عاشقِ ننگین نمد کو ز بیم جان ز جانان می رمد

یعنی اے افسردہ اور اے عاشق ننگین نمد کے کہ وہ خوف جان کی وجہ سے جانان سے بھاگتا ہی (ننگین نمد سے مراد تن انسانی ہے) مطلب یہ کہ اے وہ شخص کہ اپنے اس تن ظاہری پر عاشق ہو رہا ہے اور اسکے فنا ہونے کے ڈر کے مارے حق تعالیٰ کی طلب سے بھاگتا ہے تو اس کو سُن لے کہ۔

سوئے تیغ عشقش ای ننگ زنان صد ہزاران جان نگر دستک زنان

یعنی اے ننگ زنان اُس کی تیغ عشق کی طرف لاکھون جانین تالیان بجاتی ہوئی دیکھ یعنی اگر اُسکے عشق مین تو فنا بھی ہو گیا تو کوئی جرم نہین ہے اسلئے کہ اس ایک جان کے بدلے مین لاکھون جانین ملین گی ہستی حق کے آگے اس اپنی ہستی کو فنا کر دو تو تمکو حیات ابدی اور ہستی جاودانی میسر ہو گی۔

جوئے دیدی کوزہ اندر جوی ریز   آب را از جوئے کے باشد گریز

یعنی تو نے ندی کو دیکھ لیا تو کوزہ کو ندی مین ڈال دے اور پانی کو ندی سے کب گریز ہوتا ہی (جو سے مراد ہستی حق اور کوزہ سے مراد ہستی انسانی) مطلب یہ کہ جب اُس کا وجود اور اُس کی ہستی پیش نظر ہوگئی تو اب اُس کی ہستی کے سامنے اپنی ہستی کو فنا کردے اور وہی اتحاد اصطلاحی حاصل کرلے اپنی ہستی کو بالکل مٹا دے اسلئے کہ جسطرح کہ پانی کو ندی سے گریز نہین ہے بلکہ آخر الامر وہین جاویگا اسی طرح اس ہستی کو ہستی حق سے کہین گریز نہین ہے تو پھر بچانے سے فائدہ کیا ہے۔

آب کوزہ چون در آب جو شود   محو گردد دروے و چون او شود

یعنی کوزہ کا پانی جب ندی کے پانی مین جاوے تو وہ اس مین محو ہو جاوے اور اُسی کی طرح ہو جاوے۔

وصف او فانی شود ذاتش بقا   زین سپس نے کم شود نے بد لقا

یعنی اُس کا وصف تو فانی ہو جاتا ہے اور ذات باقی ہوتی ہے اُسکے بعد نہ وہ کم ہوتا ہے اور نہ بد لقا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر کوزہ کے پانی کو دریا مین ملادو تو وہ اُس مین ملکر بالکل یکسان ہو جاتا ہے اور اُسکے تمام اوصاف فانی ہو جاتے ہین لیکن اُس کی ذات باقی رہتی ہے کہ مثلاً اگر پہلے اُس مین دس کروڑ من پانی تھا تو اب ایک کوزہ اور دس کروڑ من پانی ہی پس اسی طرح حق تعالی کے وجود اور ذات کے سامنے ہستی انسانی کے تمام اوصاف فنا ہو جاتے ہین کوئی وصف اُس کا باقی نہین رہتا لیکن اُس کی ذات باقی ہوتی ہے اور جب وہ پانی دریا مین ملجاتا ہے تو پھر نہ کبھی سڑتا ہے نہ بگڑتا ہے ہمیشہ عمدہ رہتا ہے اسی طرح انسان کو جب مرتبہ فنا کا حاصل ہوگیا تو اب وہ کبھی مردود نہین ہوتا اُسپر ہلاکت نہین آتی بلکہ باعتبار اُس اتحاد کے وہ ہمیشہ موجود ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حق تعالی سے اُسکو تعلق ہے خواہ اُس کی یہ ہستی دنیا موجود ہو یا فنا ہو چکی ہو تو جب فنا مین یہ فوائد ہین کہ اُسکے بعد حیات ابدی حاصل ہوتی ہے تو کیون نہ فنا اختیار کیجاوے۔ یہانتک تو کچھ اُس عاشق کی زبان سے اور کچھ خود مولانا نے فناء کے فوائد بیان فرمائے اور اُس سے ثابت کردیا کہ اگر صدر جہان اُس غلام کو مار بھی ڈالی

تو کوئی حرج نہین ہے اسلئے کہ اس مین فائدے ہی فائدے ہین اور اسی کے ضمن مین مرتبۂ فنا کے حصول کی ترغیب دی کہ انسان کو چاہئے کہ فنا اختیار کرے اور حیات ابدی حاصل کرے آگے پھر اُسی عاشق کا قصہ بیان فرماتے ہین -

شرح حبیبی

خویش را بر نخل او آویختم
عذر آنرا کہ از و بگریختم

ہمچو گوئے سجدہ کن بر روی و سر
جانب آن صدر شد با چشم تر

بر رُخ چون زعفران اشک روان
رفت آن بیدل سوئے صدر جہان

ہم کفن ہم تیغ اندر دست او
چونکہ بود او عاشق و سر مست او

جملہ خلقان منتظر سر در ہوا
کش بسوزد یا بر آویزد ورا

این زمان این احمق یک لخت را
آن نماید کہ زمان بدبخت را

ہمچو پروانہ شرر را نور دید
احمقانہ در فتاد از جان برید

لیک شمع عشق چون آن شمع نیست
روشن اندر روشن اندر روشنیست

او بعکس شمعہائے آتشی است
می نماید آتش و جملہ خوشی ست

یہان سے پھر مولانا جواب عاشق کی طرف عَود کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مین اس عذر مین کہ اُس سے بھاگا تھا اپنے کو اُس کی سولی پر لٹکا چکا ہون یعنی مرنیکے لئے تیار ہو گیا ہون اُنکو یہ جواب دیکر گیند کی طرح منہ اور سر سے سجدے کرتا ہوا اور روتا ہوا صدر جہان کی جانب روانہ ہوا اسکے زعفران کی طرح زرد رخساروں پر آنسو بہ رہے تھے اس حالت سے وہ عاشق صدر جہان کے پاس گیا۔ نیز چونکہ اُس کا عاشق اُس کی محبت کے نشہ مین چور تھا اسلئے

ہاتھ مین کفن بھی تھا اور تلوار بھی تمام لوگ منتظر کہڑے ہوئے تھے کہ دیکھین اسکو جلاتا ہے
یا سولی دیتا ہے اور دل مین کہہ رہے تھے کہ اس وقت صدر جہان اس الّوکیساتھ وہ
کرے گا جو زمانہ ایک بدنصیب کیساتھ کیا کرتا ہے یعنی اسکو ملیا میٹ کرے گا۔ اس احمق
نے پروانہ کی طرح آتشی شعلہ کو نور سمجھا اور دشمن کو دوست جانا لہٰذا اپنی حماقت سے
اوندھے مُنہ گرا اور جان کھوئی۔ اب مولانا فرماتے ہین کہ یہ اُن کی غلطی ہے کہ اُنہون نے
اس کی حالت کو پروانہ کی حالت پر قیاس کیا شمع عشق وہ شمع نہین ہے جو پروانون کو جلاتی
ہے بلکہ یہ نور در نور غرضکہ سراسر نور ہے وہ آتشی شمعون کے بالکل برعکس ہے
یہ صرف دیکھنے مین آگ ہے اور حقیقت مین سراپا خوشی اور راحت ہے۔

شرح شبیری

اُس عاشق کا معشوق کے پاس پہونچ جانا جبکہ اُسنے جان سے ہاتھ دہو لئے

خویش را بر نخل او آویختم　　　عذر آنرا که ازو بگریختم

یعنی (اُسنے عاذلون سے کہا کہ) مین نے اپنے کو اُسکے نخل پر ٹکادیا ہے اُسکے عذر مین
کہ مین اُس سے بہاگا۔ مطلب یہ کہ اُسنے کہا کہ مین چونکہ اُس کے پاس سے بہاگ گیا تھا
لہٰذا اب اُس کی تلافی کیواسطے مین اُس کی دار پر لٹکنے کو تیار ہون۔

ہمچو گوئے سجدہ کن بر روئے وسر　　　جانب آن صدر شد با چشم تر

یعنی گیند کی طرح رو اور سر پر سجدہ کرتا ہوا اُس صدر کی طرف با چشم تر چلا۔

بر رُخ چون زعفران اشک روان　　　رفت آن بیدل سوئے صدر جہان

یعنی زعفران جیسے چہرہ پر اشک روان وہ بیدل صدر جہان کی طرف چلا۔ یعنی زعفران جیسے چہرہ
پر آنسو بہ رہے تھے اور وہ صدر جہان کے پاس جا رہا تھا۔

ہم کفن ہم تیغ اندر دست او　　　چونکہ بود او عاشق و سرمست او

یعنی کفن بھی اور تیغ بھی اُسکے ہاتھ مین تھی کیونکہ وہ اُس کا عاشق اور سرمست تھا (پہلے قاعدہ تھا کہ جب کوئی بھاگا ہوا مجرم حاضر ہوتا تھا تو مع کفن اور تیغ کے حاضر ہوتا تھا جسکے یہ معنے ہوتے تھے کہ ہم حاضر ہین قتل کرڈالو۔ اسی طرح یہ بھی معترف قصور مع کفن اور شمشیر کے حاضر ہوگیا۔

جملہ خلقان منتظر سر در ہوا　　　　کش بسوزد یا بر آویزد ورا

یعنی تمام مخلوق منتظر سر در ہوا تھی کہ اُسکو جلاتا ہے یا اُسکو (دار پر) لٹکاتا ہے (سر در ہوا سے مراد غایت انتظار ہے) یعنی سب منتظر تھے کہ دیکھئے اب اس کی ساتھ کیا کرتا ہے اور یہ کہہ رہے تھے کہ

این زمان این احمق یک لخت را　　　　آن نماید کہ زمان بدبخت را

یعنی اس وقت اس پورے احمق کو وہ دکھلادیگا جو کہ زمانہ بدبخت کو یعنی زمانہ بدبخت کو سختی دکھاتا ہے پس اسی طرح یہ صدر جہان اس احمق کیساتھ سختی کریگا اور احمق اسلئے کہا کہ باوجود اس کے کہ اُسکے پاس سے بھاگ چکا تھا اور پھر مرنے کیلئے آگیا۔

ہمچو پروانہ شرر را نور دید　　　　احمقانہ در فتاد از جان برید

یعنی پروانہ کی طرح شرر کو نور دیکھا اور احمقوں کی طرح جا پڑا اور جان سے قطع کردیا۔ یعنی اُس عاشق نے صدر جہان کے پاس حاضر ہونیکو جو مثل شرر کے تھا نور سمجھا اور نور سمجھکر اُسکے اندر احمقون کی طرح جا پڑا مولانا فرماتے ہین کہ

لیک شمع عشق چون آن شمع نیست　　　　روشن اندر روشن اندر روشنیست

یعنی لیکن شمع عشق اُس شمع کی طرح نہین ہے (وہ تو) روشن اندر روشن اندر روشن ہے

او بعکس شمعہائے آتشی است　　　　می نماید آتش و جملہ خوشی است

یعنی برعکس شمعہائے آتشی کے ہے کہ دکھلائی آتش دیتی ہے اور بالکل خوشی ہی مطلب یہ کہ لوگ کہہ رہے تھے کہ پروانہ کی طرح اُسنے شرر کو نور سمجھا اور اُس مین آپڑا۔ مولانا فرماتے ہین کہ ارے عشق کی شمع وہ شمع نہین ہے کہ جو جلادے بلکہ یہ ظاہر مین تو آگ ہے لیکن باطن مین نور ہی نور ہے شمع ظاہری تو آتش ہوتی ہے مگر یہ آتش نہین ہے بلکہ یہ نور ہے اور یہ روشن در روشن ہے اس مین آکر اُس شمع جیسا جلنا نہین ہے اس کا جلنا

اور طرح کا ہی کہ اس مین جو جل گیا وہ ہمیشہ ٹھنڈا رہا - آگے اسپر ایک حکایت لاتے ہین خلاصہ جس کا یہ ہے کہ ایک مسجد مین کوئی طلسم تھا اور جو شخص رات کو اُس مسجد مین رہتا تھا اس کو خوفناک آوازین اسقدر سنائی دیتی تھین کہ وہ مرجاتا تھا تو لوگ رات کو اس مین رہتے نہ تھے ایک شخص آیا اور رات کو اُس نے اُس مین رہنے کا قصد کیا لوگون نے منع کیا اُسنے کہا کہ مین تو مرنے کو پھرتا ہون اور مین تو موت پر عاشق ہون مرجاؤنگا تو کچھ پرواہ نہیں ہے اور اُس نے کسی کی نہ مانی اور وہین سو یا حسب معمول رات کو وہی آوازین سنائی دین اور معلوم ہوا کہ بڑا شور وغل ہے اور کوئی کہہ رہا ہے کہ آتا ہون آتا ہون اُسنے فوراً کہا کہ آجا مین بھی تیار ہون چونکہ اُس طلسم کے ٹوٹنے کی یہی سبیل تھی کہ کوئی یہ کہدے آجا مین تیار ہون لہذا اُسکے کہنے سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور بیشمار خزانہ اُسکے اندر سے نکلا تو دیکھو چونکہ یہ عاشق تھا اور مرنیکو تیار ہوگیا تھا تو اُسکو کسقدر خزانہ ملا حالانکہ ظاہر مین تو اُس کی ہلاکت معلوم ہوتی تھی مگر اصل مین وہ اُس کی ہلاکت نہ تھی بلکہ اُسکے لئے مفید اور نافع تھا - اسی طرح اس عاشق صدر جہاں کا آنا بھی مضر نہ تھا بلکہ نافع ہی تھا اب حکایت سنو -

شرح حبیبی

یک حکایت گوش کن ای نیک پے	مسجدے بُد بر کنارے شہر رے
ہیچکس در وے نخفتے شب زبیم	کہ نہ فرزندش شدی آنشب یتیم
ہر کہ در وے بخبر چوں کور رفت	صبحدم چوں اختران در گور رفت
خویشتن را نیک ازین آگاہ کن	صبح آمد خواب را کوتاہ کن
ہر کسے گفتے کہ پریانند تند	اندران مہمان کشان با تیغ کند
آن دگر گفتے کہ سحرست و طلسم	کہ رصد باشد عدو جان و جسم

آن دگر گفتے کہ بر نہ نقش فاش | بردرش کائے میہمان اینجا مباش
شب مخسپ اینجا اگر جان بایدت | ورنہ مرگ اینجا کمین بکشایدت
واں دگر گفتے کہ شب قفلے نہید | غافلے آید شمارہ کم دہید

اچھا ایک حکایت سنو جس سے تمکو مضمون بالا کی تصدیق ہو۔ شہر رے کے کنارہ پر ایک مسجد تھی رات کو اس مین کوئی شخص ایسا نہ سوتا تھا جو ڈر کر مر نہ جاتا ہو اور اُس رات کو اسکے بچے یتیم نہ ہو جاتے ہون جو شخص اُس مین ناواقفی سے اور اندھا دھند چلا جاتا ستارون کی طرح وہ بھی صبح کو قبر مین چلا جاتا تھا اب مولانا ضمناً ایک نصیحت فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ تم کس غفلت مین ہو دیکھو ہوشیار ہو صبح پیری آپہونچی ہے اور قبر مین جانے والے ہو اس غفلت کو چھوڑو خواب سے بیدار ہو اور قبر مین جانے کے لئے تیار ہو جاؤ اس مضمون کو ختم کرکے پھر قصہ بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اس معاملہ مین لوگ چہ میگوئیان کیا کرتے تھے کوئی کہتا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مین بڑی غضبناک پریان رہتی ہین جو کہ مہمان کو کند تلوار سے یعنی بڑی بیرحمی سے مارتی ہین دوسرا کہتا کہ یہان کوئی سحر اور طلسم ہے جو کہ اس کمینگاہ مین رہکر لوگون کو ضرر پہنچاتا ہے کیونکہ گہات مین بیٹھنے والے جان و جسم کے دشمن ہوتے ہین۔ تیسرا کہتا کہ جی کچھ بھی ہو اب مناسب یہ ہے کہ دروازہ پر ایک صاف صاف اعلان اس مضمون کا لگا دیا جاوے کہ اے مسافر یہان نہ ٹھیرنا اور اگر تجھے جان درکار ہے تو رات کو یہان نہ سونا ورنہ موت کمینگاہ سے نکلکر تجھپر واقع ہو گی چوتھا کہتا کہ یہ بھی کافی نہین کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی جاہل ہو یا اُس کی طرف التفات نہ کرے اسلئے اس مین قفل ڈالدو اور راستہ ہی بند کردو۔

شرح شبیری

اُس مسجد کی حالت کو بیان کرنا جو کہ مہمان کش تھی اور اُس عاشق لاابالی موت کے شائق کا بیان جو کہ اُس مسجد مین رات کو مہمان ہوا

یک حکایت گوش کن اے نیک پے　　مسجدے بد بر کنارے شہر رے
یعنی اے نیک پے ایک حکایت سنو کہ ایک ...... مسجد شہر رے کے کنارہ پر تھی۔
ہیچکس در وے نخفتے شب ز بیم　　کہ نہ فرزندش شدے آنشب یتیم
یعنی کوئی شخص اُس میں رات کو خوف سے نہ سوتا کہ اُس کا لڑکا اُس رات کو یتیم نہ ہو جاتا یعنی جو اس میں رات کو سوتا وہی مر جاتا تھا۔
ہر کہ در وے بیخبر چون کور رفت　　صبحدم چون اختران در گور رفت
یعنی جو کوئی اس میں اندھے کی طرح بیخبر چلا گیا صبح ہی کو ستاروں کی طرح گور میں گیا۔ یعنی جسطرح کہ ستارے صبح کو چھپ جاتے ہیں اسیطرح وہ بھی صبح کو مر کر گور میں پوشیدہ ہو جاتا تھا آگے ایک شعر میں مولانا مضمون ارشادی فرماتے ہیں کہ۔
خویشتن را نیک ازین آگاہ کن　　صبح آمد خواب را کوتاہ کن
یعنی اپنے کو اس سے اچھی طرح آگاہ کر صبح آگئی ہے نیند کو کم کر۔ یعنی اس حکایت میں آیا کہ صبح کے وقت وہ گور میں جاتا تھا اسی طرح تیری بھی صبح پیری آگئی ہے۔ اب ذرا ہوش سنبھال کہ گور میں جانیوالا ہے غفلت کو ایک طرف کر اور ہوشیار ہو جا۔ آگے پھر وہی حکایت ہے کہ۔
ہر کسے گفتے کہ پریانند تند　　اندرون مہمان کشان با تیغ کند
یعنی ہر شخص کہتا کہ جنات سخت مہمان کو کند تلوار سے مار ڈالنے والے ہیں۔
وان دگر گفتے کہ سحرست و طلسم　　کہ رصد باشد عدو جان و جسم
یعنی وہ دوسرا کہتا کہ سحر و طلسم ہے کہ (جو ایسا) کمینگاہ ہو جاتا ہے (جو کہ) جان و جسم کا عدو ہو۔ یعنی کسی کا خیال تھا کہ اس میں جن رہتے ہیں اور کوئی کہتا کہ طلسم اور جادو ہے
آن دگر گفتے کہ بر نہ نقش فاش　　بر درش کاے میہمان اینجا مباش
یعنی وہ دوسرا کہتا کہ ایک اطلاع ظاہر اُسکے دروازہ پر رکھ دو کہ اے مہمان اس جگہ مت رہ یعنی کوئی کہتا کہ یہاں ایک جلی قلم سے اطلاع لکھکر لگا دو کہ بھائی یہاں کوئی مت رہو اور لکھ دو کہ۔
شب مخسپ اینجا اگر جان بایدت　　ورنہ مرگ اینجا کمین بکشایدت
یعنی رات کو اس جگہ مت سو اگر تجھے جان چاہئے ہے ورنہ موت اس جگہ تیری کمین کھولیگی یعنی کمینگاہ سے

نکلکر تجھے لیجاویگی۔

وان دگر گفتے کہ شب قفلے نہید — غافلے کاید شمارہ کم دہید

یعنی وہ دوسرا کہتا کہ رات کو ایک قفل لگا دو اور جو غافل کہ آوے تم اُسکو راہ مت دو۔ یعنی کوئی کہتا کہ یہان ایک علان لگادو تاکہ کسیکو دہوکا نہ ہو۔ اور کوئی کہتا کہ قفل لگادو اور اگر کوئی غافل آجاوے تو تم اُسکو جانے مت دو بلکہ روک دو۔

شرح حلبیی

تا یکے مہمان درآمد وقت شب — کو شنیدہ بود آن صیت عجب

از برائے آزمون مے آزمود — زانکہ بس مردانہ و جانباز بود

گفت کم گیرم سر و اشکنبہ — رفت گیر از گنج جان یک حبہ

صورت تن گو برو من کیستم — نقش کم ناید چو من باقیستم

چون نفخت بودم از لطف خدا — نفخ حق باشم ز نائے تن جدا

تا نیفتد بانگ نفخش این طرف — تا رہد آن گوہر از تنگین صدف

چون تمنوا الموت گفت ای صادقین — صادقم جان را برافشانم برین

خیر نوبت باینجا رسید کہ ایک مہمان جسنے کہ یہ عجیب افواہ سنی تہی رات کے وقت آیا چونکہ وہ نہایت مرد اور جانباز تہا اسلئے اُس کی واقعیت کا امتحان کرنا چاہتا تہا اُسنے سوچا کہ مین سر اور او جہہ وغیرہ اعضائے جسمانی کی کچہہ پرواہ نہین کرتا اگر جائین بلا سے جائین زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ خزانہ جان مین سے ایک معمولی مقدار جاتی رہیگی سو اس کی کچہہ پرواہ نہین صورت تن جائیگی بلا سے جلائے۔ مین کیا چیز ہون کچہہ صورت جسم نہین ہون کہ اسکے فنا ہونے سے مین بھی فنا ہو جاؤن بلکہ

میں باقی رہوں گا۔ اگر یہ نقش چلا جاوے بلا سے جاوے اگر میں سلامت ہوں تو صورتیں بہت چونکہ میری نسبت نفخت فیہ من روحی فرمایا گیا ہے اسلئے اس وقت میں خدا کی وہ پھونک ہوں گا جسکو اسنے اپنی مہربانی سے اس جسم کی بانسری میں بہرا ہے اور جوکہ اب جسم کی بانسری سے الگ ہوگئی ہے پس میں اس بانسری سے جُدائی چاہتا ہوں تاکہ اُس کی نفخ کی آواز اس طرف یعنی اس بانسری میں نہ واقع ہو۔ اور تاکہ یہ موتی اس تنگ سیپ سے چھوٹ جاوے چونکہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو۔ (گو یہ خطاب یہود کو ہے مگر منشا کے لحاظ سے ہر مدعی محبت کو عام ہے اور میں صادق ہوں اسلئے اس حکم کی بنا پر جان دینے پر آمادہ ہوں۔

شرح شبیری

ایک مہمان کا اُس مہمان کش مسجد میں آنا

تا یکے مہمان در آمد وقت شب — کہ شنیدہ بود آن صیت عجب

یعنی یہانتک کہ رات کے وقت ایک مہمان آیا کہ اُسنے اُس عجیب شہرت کو سنا تھا۔ یعنی وہ لوگ یہ رائیں لگا رہے تھے کہ ایک مہمان صاحب اُسی مسجد میں اُس کا یہ عجیب قصہ سنکر شب باشی کیلئے تشریف لائے

از برائے آزمودے آزمود — زانکہ بس مردانہ و جانباز بود

یعنی آزمائش کیلئے وہ آزماتا تھا اسلئے کہ بہت مردانہ اور جانباز تھا۔ یعنی چونکہ وہ جانباز اور مرد تھا اسلئے وہ آزمائش کیلئے اُس مسجد کی اس بات کو آزمانے آیا تھا۔

گفت کم گیرم سر و اشکنبۂ — رفتہ گیر از گنج جان یک حبۂ

یعنی اُس مہمان نے کہا کہ میں سر اور اوجھہ کو کم لیتا ہوں تو گنج جان سے ایک حبہ گیا ہوا فرض کرلے (سر و اشکنبہ سے مراد تن) مطلب یہ کہ اُسنے کہا کہ مجھے اس تن کی ہلاکت کی پرواہ نہیں ہے اگر میرے گنج میں سے ایک حبہ یعنی تن کم ہی ہوگیا تو کیا ہوجاویگا میرا کوئی حرج نہیں۔

صورت تن گو برو من کیستم — نقش کم نا بد چو من باقیستم

یعنی صورت تن کو کہدو کہ جاوے (کیونکہ) میں کون ہوں نقش کم نہیں آتا ہے جبکہ میں باقی ہوں

یعنی اُسنے کہا کہ اگر یہ صورت تن جاتی رہے اور یہ ہلاک ہوگئی تو کوئی غم نہین ہے اسلئے کہ مین یہ تن تھوڑا ہی ہون مین تو وہ جان اور روح ہون تو اگر مین یعنی روح باقی ہے تو نقش کی کیا کمی ہے اصل تو روح ہے اور وہ باقی رہے گی تو پھر مرنے سے کیا ڈر۔

چون نفخت بودم از لطف خدا　　نفخ حق باشد ز نائے تن جُدا

یعنی جبکہ مین لطف خدا سے نفخت تھا تو نفخ حق نائے تن سے جُدا ہوتا ہے۔

تا نیفتد بانگ نفخش این طرف　　تا رہد آن گوہر از تنگین صدف

یعنی تاکہ اُس کی نفخ کی آواز اس طرف نہ پڑے اور تاکہ وہ گوہر تنگ صدف سے چھوٹ جاوے مطلب یہ ہے کہ میری اصل تو روح ہے اور اُس کی بابت حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نفخت فیہ من روحی تو یہ تن اسلئے جُدا ہوتا ہے تاکہ حق تعالیٰ کا ارشاد نفخت الخ اس جسم ناسوتی پر واقع نہ ہو بلکہ روح پر واقع ہو لہذا اس تن سے یہ روح الگ ہوتی ہے اور دوسری مصلحت یہ ہے کہ یہ روح اس تن تنگ مین تنگ ہے اسلئے یہان سے چھوٹ کر یہ آرام سے بھی ہوجاویگی۔

چون تمنوا الموت گفت ای صادقین　　صادقم جان را برافشانم برین

یعنی جبکہ فرمایا ہے کہ اے صادقو موت کی تمنا کرو تو مین صادق ہون اور جان کو اُسپر افشان کرتا ہون مطلب یہ کہ اُسنے کہا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے تمنوا الموت ان کنتم صادقین تو بس مین صادق ہون اور تمنائے موت کرتا ہون اور مرتا ہون مجھے کچھ پرواہ نہین ہے

شرح حبیبی

قوم گفتندش کہ ہین اینجا مخسپ	تا نکوبد جانستانت ہیچو کسپ
کہ غریبی و نمیدانی تو حال	کاندرین جا ہر کہ خُفت آمد زوال
اتفاقے نیست این ما بارہا	دیدہ ایم و جملہ اصحاب نہیٰ
ہر کہ آن مسجد شبے مسکن شدش	نیم شب مرگ ہلاہل آمدش

از یکے تا پانصد این را دیدہ ام	نے بتقلید از کسے بشنیدہ ام
گفت الدین نصیحۃ آن رسول	آن نصیحت در لغت ضد غلول
این نصیحت راستے در دوستی	در غلول خائن و سگ پوستی
بے خیانت این نصیحت از وداد	می نمائیمت مگرد از عقل و داد

لوگون نے اُس سے کہا کہ آپ یہان نہ سوئین ایسا نہ ہو کہ وہ جان لیوا آپکو کہل کی طرح کوٹ ڈالے ہم یہ اسلئے کہتے ہین کہ آپ پردیسی ہیں یہاں کی حالت آپکو معلوم نہین اور آپ نہیں جانتے کہ جو یہان سویا اُسپر تباہی ضرور آئی اور یہ امر کوئی اتفاقی نہین ہے بلکہ ہمنے اور تمام عقلا نے یہ واقعات بارہا دیکھے ہین اور یہ نہین کہ تقلیداً کسی سے سن لیا ہو بلکہ بچشم خود ایک سے لیکر پانسو مرتبہ تک یہ واقعات دیکھے ہین اور اصل منشا ہماری اس گفتگو کا یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مقتضائے دین خیر خواہی ہے اور خیر خواہی اپنے معنی لغوی کے لحاظ سے مخالف ہے خیانت کے اور ہمارا اطلاع نکرنا خیانت ہے لہذا اطلاع خیر خواہی ہو گی اور خیر خواہی ضروری ہے لہذا اطلاع ضروری ہوئی خیر خواہی یہ ہی ہے کہ کسیکے ساتھ سچی دوستی اور ہمدردی کیجاوے اور اگر دہوکا کیا جاوے تو ایسا کرنے والا خائن اور سگ پوست ہو گا نہ کہ دوست اور خیر خواہ پس ہم یہ نصیحت تمکو محض دوستی سے اور بدون کسی خیانت کے کرتے ہین لہذا تمکو ماننا چاہئے اور مقتضائے عقل و انصاف سے نہ پہرنا چاہئے۔

شرح شبیری

اہل مسجد کا مہمان عاشق کو رات کو وہاں سونے سے ملامت کرنا

قوم گفتندش کہ ہین اینجا مخسپ ۔۔۔ تانکوبد جانستانت ہمچو کسپ

یعنی قوم نے اُس سے کہا کہ ارے اس جگہ مت سونا کہ تیرا جان لینے والا تجہے کہل کی طرح کوٹ نہ دے۔

کہ غریبی و نمیدانی تو حال　　کاندرین جا ہر کہ خفت آمد زوال

یعنی کہ تو مسافر ہے اور حالت کو جانتا نہیں ہے کہ اس جگہ جو کوئی سویا زوال آیا۔ یعنی لوگون نے کہا کہ بھائی تجھے خبر نہیں ہے یہان جو سویا ہے اُس کی جان بچی نہین ہے یہان تو ہرگز مت سو

اتفاقی نیست این ما بارہا　　دیدہ ایم و جملہ اصحاب نہی

یعنی یہ بات اتفاقی نہین ہے (بلکہ) ہمنے بار ہا دیکھا ہے اور سب اصحاب عقول نے (دیکھا ہے)

ہر کہ این مسجد شبے مسکن شدش　　نیم شب مرگ ہلاہل آمدش

یعنی یہ مسجد جس کی ایک رات کو مسکن ہوگئی ہے آدہی رات کو اُسے مرگ ہلاہل آیا ہے۔

از یکے تا پانصد این را دیدہ ایم　　نے بہ تقلید از کسے بشنیدہ ایم

یعنی ایک سے پانسو تک ہمنے اُسکو دیکھا ہے نہ کہ تقلیداً کسی سے سنا ہے یعنی سبنے کہا کہ میان ہمارا خود تجربہ ہے کہ جو یہان رات کو رہا وہ مارا گیا کسی سے سنی سنائی نہیں کہتے۔

گفت الدین النصیحۃ آن رسول　　آن نصیحت در لغت ضد غلول

یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الدین النصیحۃ اور وہ نصیحت لغت مین خیانت کی ضد ہے

این نصیحت راستی در دوستی　　در غلولی خائن و سگ پوستی

یعنی یہ نصیحت راستی ہے دوستی مین اور غلولی مین خائن اور سگ پوستی ہے مطلب یہ کہ حدیث مین جو الدین النصیحۃ آیا ہے تو وہ خیانت کی ضد ہے یعنی خیانت نکرو بلکہ نصیحت کرو تو وہ نصیحت تو دوستی اور راستی ہے اور خیانت مین خائن ہونا اور سگ پوست ہونا ہے۔

بے خیانت این نصیحت از وداد　　می نمائیمت مگرد از عقل و داد

یعنی بے خیانت کے یہ نصیحت دوستی کی وجہ سے ہم تجھے کر رہے ہین تو عقل و انصاف سے مت پھر یعنی سبنے کہا کہ دیکھ تجھے سمجھا رہے ہین سمجھ جا اور عقل کے خلاف کام مت کر کہ ایسی جگہ کہ جہان یقینی موت ہے تو جاتا ہے اُسکو سنکر اُسنے جواب دیا کہ

شرح حبیبی

گفت او اے ناصحان من بے ندم　　از جہان زندگی سیر آمدم

مبتلی ام زخم جو و زخم خواه — عافیت کم جوئے از مبتلی براه

مبتلی نے کو بود خود برگ جو — مبتلی ام لااُبالی مرگ جو

مبتلم بے زخم نا ساید تنم — عاشقم بر زخمہا بر مے تنم

مبتلی نے کو بکف پول آورد — مبتلی چستے کزین پل بگزرد

آن نہ کو بر ہر دکانے می زند — بر جہد از کون و کانے بر زند

مرگ شیرین گشت و نقلم زین سرا — چون قفص ہشتن پریدن مرغ را

آن قفص کو ہست عین باغ در — مرغ می بیند گلستان و شجر

جوق مرغان از برون گرد قفص — خوش ہمی خوانند ز آزادی قصص

مرغ را اندر قفص زان سبزه زار — نے خورش ماندست نے صبر و قرار

سر زہر سوراخ بیرون می کند — تا بود کاین بند از پا بر کند

چون دل و جانش چنین بیرون بود — آن قفص را در کشائی چون بود

نے چنان مرغ قفص در اندہان — گرد بر گردش بحلقہ گربکان

کے بود او را درین خوف و حزن — آرزوئے از قفص بیرون شدن

او ہمی خواہد کزین ناخوش حفص — صد قفص باشد بگرد این قفص

اُسنے کہاکہ اے ناصحو مین عالم زندگی سے سیر ہو چکا ہون اور اب مجھے نہ جینے کی ہوس ہے، نہ آرزوئے مرگ سے پشیمان ہون مین اُس کاہل کی مثل ہون جو کہ اپنی کاہلی سے زخم کہائے

جاتا ہے اور بچتا نہین اسلئے گویا کہ وہ طالب زخم ہے پس جبکہ مین اُس کاہل کی مثل ہون اور کاہل سے طلب عافیت بیفائدہ ہے پس مجھے بھی طلب عافیت فضول ہے لہٰذا تم مجھسے بچنے کی درخواست مت کرو - کیونکہ جو سامان عافیت کی جستجو کرے وہ کاہل ہی نہین - اور مین کہہ چکا ہون کہ مین کاہل اور لاابالی و طالب مرگ ہون پس مجھ مین اور طلب سامان عافیت مین منافات ہے اور چونکہ مین کاہل ہون اسلئے مجھے بدون زخم کے چین نہین آتا - اور چونکہ عاشق ہون اسلئے زخمون سے ہی تعلق رکھتا ہون اب مولانا فرماتے ہین کہ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ کاہل وہ نہین جو طالب مال دنیا ہے بلکہ کاہل وہ چست و چالاک شخص ہے جو اس پل سے گذر جائے اور دنیا پر لات مار دے اور کاہل وہ نہین جو طالب مال کیلئے دو کانون کو لپیٹے اور حرص سے تجارت مین مشغول ہو بلکہ کاہل وہ ہے جو اس عالم سے تعلق قطع کرکے کان دولت (حق سبحانہ) سے وابستگی پیدا کرے یہانتک اس مضمون کو بیان کرکے پھر اُس مسافر کا مقولہ بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اُسنے کہا کہ میرے لئے تو مرنا اور اس جہان سے گذرنا یون مرغوب ہوگیا ہے جیسے کہ جانور کیلئے قفص سے چھوٹنا اور اُڑجانا - اب مولانا پھر انتقال فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ یاد رکھو کہ پنجرہ کے اندر جانورون کی دو حالتین ہوتی ہین ایک تو یہ کہ پنجرہ باغ مین رکھا ہوا ہو اور پرند اُسکے سوراخون مین سے اپنی ہمجنس پرندون اور خوشنما درختون کو دیکھ رہا ہو اور حالت یہ ہو کہ پرندون کے جھنڈ کے جھنڈ پنجرہ کے گرد باہر کی جانب مزے سے آزادی کی حکایتین بیان کررہے ہون - ایسی حالت مین وہ جانور اُس سبزہ زار کو دیکھکر کھانا پینا چھوڑ دیگا - اور آزادی کیلئے بیتاب ہوجائیگا اور بے قرار ہوکر ہر سوراخ سے سر باہر نکالیگا کہ کسی طرح اس قید سے چھوٹ جاؤن اب تم سوچو کہ جب اس جانور کا دل اور اُس کی جان یون باہر ہو تو اگر تم اس پنجرہ کا دروازہ کھولو تو مارے خوشی کے اُسکی کیا حالت ہوگی - دوسرے یہ کہ جانور مغموم و محزون ہو اور پنجرہ کے چارون طرف بلیان بیٹھی ہوئی ہون اُس کی حالت اُس مقدم الذکر جانور کی مثل نہوگی اور اُسکو اس رنج و غم کی حالت مین ہرگز رہائی کی آرزو نہوگی بلکہ وہ تو یہ چاہے گا کہ اس فی القفص نامرغوب مکان تنگ کی جنس سے اس پنجرہ کے گرد اور سو پنجرہ ہون پس یہی حالت اہل اللہ اور اہل دنیا کی ہے کہ اہل اللہ کو قید تن سے رہائی پانے کے

بعد خوشی ہی خوشی نظر آتی ہے اسلئے وہ موت کے آرزو مند ہوتے ہین اور اہل دنیا کو رنج وغم عقوبت و تکلیف محسوس ہوتی ہے لہذا وہ اس قید خانہ ہی کو غنیمت سمجھتے ہین

شرح شبیری

عاشق کا ناصحون اور ملامت گو لوگون کو جواب دینا

گفت او ای ناصحان من بے ندم | از جہان زندگی سیر آمدم

یعنی اُس نے کہا کہ اے ناصحو مین بغیر کسی ندامت کے جہان زندگی سے سیر آگیا ہون یعنی مجھے اب زندگی کی ضرورت نہین ہے اور اب تو میرا دل جینے کو نہین چاہتا۔

منبلم بے زخم ناساید تنم | عاشقم بر زخمہا بر می تنم

یعنی مین کاہل ہون بے زخم کے میرا بدن آرام نہین پاتا۔ مین زخمون پر عاشق ہون اور اُن پر تنتا ہون۔ مطلب یہ کہ قاعدہ ہے کہ جو کاہل ہوتے ہین وہ اکثر بدن دبواتے ہین اور کٹھواتے ہین تب اُنکو آرام ملتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مین تو کاہل ہون میرے بدن کو تو بے زخمون کے آرام نہین ملتا لہذا مین مرنے کو اور اپنے بدن کو زخم پہونچانے کو حاضر ہون۔

منبلے ام زخم جو و زخم خواہ | عافیت کم جوے از منبل براہ

یعنی مین کاہل ہون زخم جو اور زخم خواہ ہون تم کاہل سے راہ مین عافیت کم ڈھونڈھو یعنی جو کاہل ہوگا چلنے مین اُس کی عافیت اور خیریت سمجھو اسلئے کہ کاہل ہے وہ اپنے بچاو وغیرہ کی کوئی تدبیر نہ کرے گا اور کہتا ہے کہ

منبلے نے کو بود خود برگ جو | منبلے ام لا اُبالی مرگ جو

یعنی وہ کاہل نہین کہ جو خود برگ جو ہو (بلکہ مین ایک کاہل ہون بے پرواہ موت کا متلاشی یعنی مین ایسا کاہل نہین ہون کہ جو دوسروں سے مین یہ کہون کہ مجھے کچھ دو اور خود کچھ نکرون بلکہ مین ایسا کاہل ہون کہ اس دنیا سے بے پرواہ ہون اور موت کی تلاش مین ہون۔

منبلے نے کو بکف پول آورد | منبلے چستے کزین پل بگذرد

یعنی وہ کاہل نہیں کہ جو ہاتھ مین پیسہ لاوے (بلکہ) وہ کاہل ہست کہ اس پل سے گذر جاوے یعنی میں وہ کاہل ہون کہ جو اس ہستی دنیا سے گذرنے کو اور یہاں سے جانے کو ہر گھڑی اور ہر وقت تیار رہون۔

آن نہ کو بر ہر دو کانے می زند　　بل جہد از کون و بر کانے زند

یعنی وہ نہیں کہ جو ہر دو کان پر مارے بلکہ کون سے کود کر معدن پر مارے مطلب یہ کہ میں وہ نہیں ہون کہ ہر دوکان پر گداگری کرون اور بھیگ مانگون بلکہ مین ایسا کامل ہون کہ اس ہستی سے گذر کر معدن حیات ابدی پر پہونچون گا۔

مرگ شیرین گشت و نقلم زین سرا　　چون قفص ہشتن پریدن مرغ را

یعنی موت اور اس سرا سے منتقل ہونا مجھے شیرین ہوگیا ہے جیسے کہ قفس چھوڑنا اور اُڑنا جانور کو یعنی جسطرح کہ قفس کو چھوڑ کر جانور اُڑنے کا شایق ہوتا ہے اور اُڑ جانا اُسکے لئے جیسا شیرین ہوتا ہے اسی طرح میرے لئے اس جہان سے چلا جانا شیرین اور لذیذ ہو گیا ہے

آن قفص کو ہست عین باغ در　　مرغ می بیند گلستان و شجر

یعنی وہ قفس جو کہ عین باغ مین ہو اور جانور باغ اور درخت دیکھ رہا ہے۔

جوق مرغان از برون گرد قفص　　چون ہمی خوانند از آزادی قصص

یعنی جانورون کے گروہ قفس کے باہر گرداگرد جب آزادی سے قصے پڑہین۔

مرغ را اندر قفص زان سبزہ زار　　نے خورش ماندست نی صبر و قرار

یعنی (اُس) جانور کو قفس مین اُس سبزہ زار کی وجہ سے نہ کہانا رہا ہے اور نہ صبر و قرار رہا ہے (بلکہ اُس کی یہ حالت ہے کہ)

سر ز ہر سوراخ بیرون می کند　　تا بود کاین بند از پا بر کند

یعنی (قفس کے) ہر سوراخ سے سر باہر کرتا ہے تاکہ شاید کہ اس قید کو پاون سے نکالدے۔

چون دل و جانش چنین بیرون بود　　آن قفص را در کشائی چون بود

یعنی جب اُس کا دل و جان اس طرح باہر ہووے تو (اگر) تو اُس قفس کا دروازہ کہولدے تو کیا ہووے مطلب "آن قفص کو ہست الخ" سے یہان تک کا یہ ہے کہ اُسنے جو کہا تھا کہ مجھے موت اور اس دنیا سے جانا ایسا شیرین ہے جیسے کہ جانور کو قفس سے چھوٹنا شیرین ہوا کرتا ہے اب ان اشعار مین جانور کے قفس سے چھوٹنے کا شیرین ہونا بیان فرماتے ہین کہ دیکھو جو جانور کہ اُس کا پنجرہ باغ مین رکہا ہو اور چارون طرف سے جانور بول رہے ہون تو وہ بے صبر ہو جاویگا۔ اور نہ اُسے

دانہ اچھا لگے گا نہ پانی بلکہ وہ پنجرہ کے ہر سوراخ سے سر باہر نکالے گا کہ کوئی تدبیر ایسی ہو کہ
جس سے مین اس سے باہر نکل جاؤن اُس وقت اگر اُس کا پنجرہ کوئی کھولدے تو دیکھو اُسکو
کسقدر مسرت ہوگی اسیطرح مین ہون کہ مین اپنے چارون طرف سے رحمت حق کو دیکھ رہا ہون
جنت ہے، اُس مین میرے ہمجنس موجود ہین لہذا مجھے اس جہان سے جانیکا بہت ہی شوق ہے تو
اس حالت مین اگر کوئی مجھے مار کر اس قفس حیات سے چھڑا دے تو اس سے زیادہ اور کیا بات مسرت
اور خوشی کی ہوسکتی ہے اسی لئے مین موت کا سختی سے شائق ہون

نے چنان مرغ قفس در اندہان — گرد بر گردش بحلقہ گربگان

یعنی نہ ایسا مرغ قفس کہ اندوہون مین (ہو) اور اُسکے گرداگرد حلقہ کئے ہوئے بلیان ہون

کے بود او دران خوف و حزن — آرزوئے از قفس بیرون شدن

یعنی اُسکو اُس خوف و حزن مین قفس سے نکلنے کی کب آرزو ہوگی (بلکہ)

او ہمی خواہد کزین ناخوش حفص — صد قفص باشد بگرد این قفص

...... یعنی وہ یہ چاہتا ہے کہ اس ناخوش زنبیل سے سو قفس اس قفس کے گرد ہون
مطلب یہ کہ اُسنے کہا کہ مین اُس مُرغ کی طرح نہین ہون کہ جسکے پنجرہ کے گرد بلیان جمع ہون کہ ذرا سا
اگر اُس کا پنجہ بھی باہر نکلا تو اُنہون نے پکڑ لیا تو بیشک اُسکو قفس سے نکلنے کی تمنا نہ ہوگی بلکہ وہ تو
یہ چاہے گا کہ اس پنجرہ کے گرد اور بہت سے پنجرے ہو جاوین تو اُسنے کہا کہ چونکہ مین ایسا نہین ہون
بلکہ اُس مرغ کی طرح ہون جسکا ذکر اوپر آیا لہذا مین موت کا شائق ہون اور ان دونون مثالون مین
مؤمنین اور کافرین کی حالت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ مومنین تو موت کے شائق ہوتے ہین اسلئے
کہ جنت کو اپنے چارون طرف دیکھتے ہین اور اپنے ہمجنسون کو دیکھتے ہین اور جو کافر ہین وہ موت سے
متنفر ہوتے ہین اسلئے کہ اپنے چارون طرف عذاب ہی عذاب دیکھتے ہین (نعوذ باللہ منہ) آگے مولانا
جالینوس کی حکایت لاتے ہین کہ وہ کہا کرتا تھا کہ بعد موت کے میرے اندر کچھ ذرا ذرا سی حیات رہے
تاکہ مین اس جہان کو دیکھتا رہون تو وہ اسلئے کہتا تھا کہ اُسکو اُس جہان مین تو کچھ ملنے کی امید تھی نہین
جو کچھ تھا وہ اُسی کو مایۂ حیات سمجھتا تھا لہذا تمنا کرتا تھا کہ میری یہ حیات باقی رہے تو اُس کی مثال اُس
جانور کی سی ہوئی کہ جسکے قفس کے گرد بلیان ہون اور وہ نکلنا نہ چاہتا ہو۔ ایک حکایت سنو۔

شرح حبیبی

آنچنانکه گفت جالینوس راد / از ہوائے این جہان و از مراد

راضیم کز من بماند نیم جان / که ز کون استرے بینم جہان

گربه می بیند بگرد خود قطار / مرغش آیس گشته بوداست از مطار

یا عدم دیده است غیر این جہان / در عدم نادیده او حشر نہان

چون جنین کش میکشد بیرون کرم / می گریزد او پیش سوئے شکم

لطف رویش سوئے مصدر می کند / او مقر در پشت مادر می کند

که اگر بیرون نہد زین شہر گام / اے عجب دیگر نه بینم این مقام

یا درے بودے درین شہر وخم / که نظاره کردمے اندر رحم

یا چو چشم سوزنے راہم بُدے / که ز بیرونم رحم دیده شدے

این چنین ہم غافلست از عالمے / ہمچو جالینوس او نامحرمے

او نداند کان رطوباتے که ہست / آن مدد از عالم بیرونے است

آنچنان که چار عنصر در جہان / صد مدد دارد ز شہر لامکان

آب و دانه در قفس گر یافته است / آن ز باغ و عرصهٔ در تافته است

جانہائے انبیا بینند باغ / زین قفص در وقت نقلان و فراغ

پس ز جالینوس و عالم فارغ اند / ہمچو مه اندر فلکہا بازغ اند

ورز جالینوس این گفت افتریست / پس جوابم بہر جالینوس نیست

این جواب آنکس آمد کاین بگفت
که نبودستش ولی با نور جفت

مرغ جانش موش شد سوراخ جو
چون شنید از گربگان او عرخو

زین سبب جانش وطن دید و قرار
اندرین سوراخ دنیا موش وار

هم درین سوراخ بنائی گرفت
در خور سوراخ دانائی گرفت

پیشه‌هائی که مر او را در مزید
اندرین سوراخ کار آید گزید

زانکه دل بر کند از بیرون شدن
بسته شد راه رهیدن از بدن

عنکبوت ار طبع عنقا داشتی
از لعابی خیمه کی افراشتی

گربه کرده چنگ خود اندر قفص
نام چنگش درد و سرسام و مغص

حصبه و قولنج و مالیخولیا
سکته و سدّه جذام و ماشرا

گربه مرگست و مرض چنگال او
می زند بر مرغ و پر و بال او

گوشه گوشه می دود سوی دوا
مرگ چون قاضی و رنجوری گوا

چون پیادهٔ قاضی آمد این گواه
که همی خواند ترا تا حکم گاه

مهلتی خواهی تو از وی در گریز
گر پذیرد شد و گرنه گفت خیز

جستن مهلت دوا و چاره ها
که تنی بر خرقهٔ تن پاره ها

عاقبت آید صباحی خصم وار
چند باشد مهلت آخر شرم دار

عذر خود از شه بخواه ای پر حسد
پیش از آنکه آنچنان روزی رسد

وانکه در ظلمت براند بارگی
بر کند زان نور دل یکبارگی

می گریزد از گواہ و مقصدش	کان گواہ سوئے قضا میخواندش
ناگہان گیرند او را خوار و زار	کش کشان تا پیش قاضی شرمسار
زین گذر کن جانب آن شخص ران	کو بمسجد آمد آن شب میہمان

اُس کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کہ حکیم جالینوس نے اس جہان کی محبت اور اُسکے مقصود ہونیکی سبب کہا تھا کہ مین اسپر بھی راضی ہون کہ میری ذراسی ہی جان اس مین رہ جاوے یا یہ کہ ایک چھوٹا سا سوراخ میرے لئے ہو جس سے کہ مین مرنے کے بعد اس عالم کو دیکھ سکون بات کیا تھی جو وہ یہ کہتا تھا وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے گرد بلیون کی قطار دیکھ رہا تھا یعنی عذاب الٰہی اُسکے پیش نظر تھا اور اُس کی روح جو ایک پرندہ کی مثل تھی اڑنے اور اس عذاب سے نجات پانے سے ناامید ہو چکی تھی یا یہ وجہ تھی کہ اس عالم کے علاوہ دوسرے عالم کو بالکل معدوم سمجھتا تھا اور عدم مین اُسکو مخفی حشر نظر نہ آتا تھا لہٰذا اُس کی ایسی حالت تھی جیسے کہ جنین کہ کرم حق اُسکو قید خانہ سے چھوڑا کر ایک وسیع عالم مین لانا چاہتا ہے مگر وہ اُسکو معدوم سمجھکر پیچھے کی جانب شکم کی طرف بھاگتا ہے عنایت حق اُسکو باہر لانا چاہتی ہے اور وہ پشت مادر ہی کو اپنا مستقر بنانا چاہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر اس شہر سے باہر مین نے قدم رکھا تو پھر مجھے یہ دلکش مقام دوبارہ نظر نہ آئیگا۔ پس یا تو مین اس شہر سے نکلون نہین اور اگر مجبوراً نکلنا ہو تو اس شہر مین کوئی دروازہ ہونا چاہیے جس سے کہ مین اس رحم کو دیکھکر جی خوش کر لیا کرون اور اگر دروازہ بھی نہو تو سوئی کے ناکہ ہی کی برابر کوئی راستہ ہو جس سے مین باہر سے رحم کو دیکھ سکون پس یہ نامحرم جنین بھی یون ہی عالم دنیا سے ناواقف ہے جسطرح کہ جالینوس عالم آخرت سے وہ نہین جانتا کہ یہ رطوبات رحم جو اُسکے لئے مایۂ حیات ہین یہ بھی عالم بیرونی ہی سے حاصل ہوئی ہین جس کا وہ منکر ہے یا جسکو وہ ناپسند کرتا ہے جسطرح عالم دنیا مین چارون عنصر دن کو شہر لامکان و عالم غیب سے جس کا جالینوس منکر تھا یا جسکو وہ ناپسند کرتا تھا سیکڑون امدادین پہونچتی ہین آب و دانہ جو اس جالینوس کو اس عالم مین ملتا ہے یہ اُسی باغ و میدان

غیب سے ظہور پذیر ہوا ہے پس رحم میں جنین کو یا دنیا مین جالینوس کو جو حیات حاصل ہے یہ انہین عالمون کا صدقہ ہے جنکے وہ منکر یا کارہ ہین۔ اگر وہ معدوم ہوتے جیسا کہ اُن کا خیال ہے تو خود یہ بھی نہ ہوتے۔ ارواح انبیاء چونکہ اُس باغ اور اس طمانینت کا جو کہ اُنکو وہان حاصل ہوگی اس پنجرہ کو چھوڑنے اور اس سے انتقال کے وقت مشاہدہ کرتے ہین اسلئے وہ نہ جالینوس کی پرواہ کرتے ہین اور نہ اس عالم کی بلکہ چاند کی طرح عالم بالا پر چمکتے ہین یہ گفتگو تو اُس وقت ہی جبکہ واقع مین جالینوس نے ایسا کہا ہو جیسا کہ اُس کی طرف منسوب ہے اور اگر یہ قول اُسپر افترا ہے تو میرا جواب جالینوس کو نہین ہے بلکہ اُسکو ہے جسنے ایسا کہا کیونکہ اُس کا دل نور معرفت سے منور نہین ہے اور اُس کی جان کا پرندہ ایک چوہا ہے جو کہ بلی کی آواز سنکر سوراخ ڈھونڈھتا ہے اور اسی سبب سے اُس کی جان نے چوہے کی طرح اس دنیا کو جو سوراخ کی طرح تنگ ہے وطن اور مستقر بنا رکھا ہے اسی لئے وہ اس سوراخ مین عمارتین بناتا ہے اور اُسیکے موافق دانائی حاصل کرتا ہے اور اسیلئے اُسنے اُن کامون کو اختیار کیا ہے جو اس سوراخ کے اندر ترقی حاصل کرنے مین کام آئین کہ وہ سمجھ بیٹھا ہے کہ مجھے اس سوراخ سے باہر جانا نہین ہے اور بدن سے جُدائی کی ذرائع مسدود ہین کیونکہ اگر وہ الیبا نہ سمجھتا اور عالم غیب کو اپنا وطن اصلی سمجھتا تو یہ سامان نہ کرتا۔ اور مکڑی یعنی اہل دنیا مین اگر عنقا اہل اللہ کی خاصیت ہوتی ہے تو وہ کبھی لعاب یعنی ناپائیدار اور کمزور اشیاء سے خیمہ نہ بناتے۔ کیونکہ بلی پنجرہ مین اپنے پنجے ڈال رہی ہے اور اسپر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہے پنجے سے کیا مُراد ہے۔ مرگی۔ سرسام۔ مروڑا۔ چیچک۔ قولنج۔ مالیخولیا سکتہ۔ سدہ۔ جذام۔ ماشرا وغیرہ خلاصہ یہ کہ بلی موت ہے اور امراض اُسکے پنجے جسکو وہ اُسکے پر و بازو پر مارتی ہے اور اُسکو پکڑنے کی کوشش کرتی ہے اور یہ کونہ کونہ دوا کیلئے دوڑتا ہے اور اُس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے یا یون کہو کہ مرض ایک قاضی ہے اور امراض گواہ۔ اور یہ گواہ قاضی کے سپاہی کا کام دیتا ہے اور کہتا ہے کہ چلو قاضی صاحب تمکو اپنے اجلاس مین طلب کرتے ہین۔ اب تم جان چراتے ہو اور مہلت مانگتے ہو اگر اُسنے مہلت دیدی تو وہ چلدیا۔ اور اگر مہلت ندی تو کہتا ہے کہ نہین تمکو ابھی حاضر ہونا پڑیگا۔ اور زبردستی پکڑ لیجاتا ہے۔ مہلت مانگنے سے کیا مطلب ہے۔ دوائین تلاش کرنا اور خرقہ تن

مین پیوند لگانے کی کوشش کرتا پس جبکہ تم پے در پے مہلتین مانگتے ہو تو ایک روز وہ مخاصمانہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ بھلے مانس تجھے شرم نہین آتی آخر مہلت کی کوئی حد بھی ہے اب مہلت نہین دیجا سکتی۔ میرے ساتھ چلو اور پکڑ کر لیجاتا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہین کہ اے کمبخت قبل اسکے کہ ایسا دن آئے کہ تجھے جان چھڑانی پڑے اور بالآخر تجھے مجبوراً حاضر ہونا پڑے۔ حق سبحانہ سے معذرت کرکے اپنا قصور معاف کرائے اور اُسکے ساتھ تعلق پیدا کرے اور مہتدی ہو جا۔ کیونکہ جو شخص نور ہدایت حاصل کرلیتا ہے اُسکو قاضی موت سے کچھ خوف نہین ہوتا۔ اور نہ وہ جان چُراتا ہے بلکہ بلانیکے ساتھہی اُسکے ساتھ ہولیتا ہے اور جو شخص ظلمت ضلالت ہی مین گھوڑا چلاتا ہے اور ہدایت سے بالکل قطع تعلق کرلیتا ہے وہ اُس سپاہی اور اُسکے ارادہ سے بھاگتا ہے جو کہ اُسکو محکمۂ قاضی مین لیجانا چاہتا ہے مگر وہ اُس سے بچ نہین سکتا بلکہ اُسکو نہایت ذلت کے ساتھ کھینچتے ہوئے قاضی کے پاس لیجاتے ہین اور وہ وہان نہایت شرمندگی کیساتھ جاتا ہے۔ اچھا اب اس قصّہ کو تو چھوڑ و اور اُس شخص کی طرف رُخ کرو جو مسجد مین مہمان ہوکر آیا تھا۔

شرح شبیری

بیان اُس کا کہ جالینوس کا عشق حیات دنیا پر اسلئے تھا تاکہ وہ اسی عالم مین کام آوے اور اُسنے کوئی ہنر ایسا قبول نکیا تھا کہ اُس بازار مین کام آتا اور عوام سے ممتاز رہتا

آنچنانکہ گفت جالینوس راد ۔۔۔ از ہوائے این جہان وازمراد

یعنی جیسا کہ جالینوس دانا نے اس جہان کی خواہش اور مراد کی وجہ سے کہا کہ

راضیم کز من بماند نیم جان ۔۔۔ کہ زکون استرے بینم جہان

یعنی مین راضی ہون کہ مجھسے آدہی جان رہ جاوے کہ مین خچر کی کون سے جہان کو دیکھون۔

یعنی وہ کہتا تھا کہ اول تو مین یہ چاہتا ہون کہ مین مرون ہی نہین اور اگر مرون تو خیر اسی پر راضی ہون کہ
اس جہان کی طرف ذرا سا سوراخ مثل گوش سوزن کے رہجا دے کہ مین اُسکو دیکھ لیا کرون اور یہ میری
پیش نظر رہے مولانا فرماتے ہین کہ یہ اس وجہ سے تمنا کرتا تھا کہ ۔

گرد بمی بیند بگرد خود قطار　　　مرغش آیس گشتہ بود ست از مطار

یعنی وہ اپنے گرد بلیون کی قطار دیکھ رہا ہے اور اُس کا مرغ (روح) اُڑنے سے نا اُمید
ہوگیا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اُسکو ترقی اور عروج مراتب عالیہ سے نا امیدی ہو چکی تھی اسلئے وہ
تمنا کرتا تھا کہ اس جہان کو دیکھکر ہی مین دل خوش کر لیا کرون اسلئے کہ وہان تو عذاب ہی عذاب ہے
کیونکہ کوئی عمل ایسا نہین ہے کہ کام آسکے لہذا اُس کی یہ تمنا تھی

یا عدم دیدست غیر این جہان　　　در عدم نادیدہ او حشر نہان

یعنی یا اُسنے اس جہان کے علاوہ (سب کو) معدوم سمجھا ہے اور عدم مین اُسنے حشر نہان کو
نہین دیکھا (مصرعہ ثانی مین عدم اضافی یعنی عالم غیب مراد ہے) مطلب یہ کہ یا تو اس تمنا کی وجہ وہ
ہے کہ اپنے چارون طرف عتاب کو دیکھتا ہے اور یا یہ بات ہے کہ وہ بعد مرنیکے حیات کا اور
ثمرات کے حصول کا قائل نہین ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے بس یہ حیات دنیاوی ہی ہے اس مین
جو مل رہے گا وہی ملیگا۔ لہذا تمنا کرتا ہے کہ اس مین سے کچھ باقی رہے تاکہ بعد موت بھی اس سے
مسرور ہوا کرون بالکل بیکار اور معدوم نہ ہو جاؤن آگے مولانا جالینوس کی اس تمنا کی ایک مثال
فرماتے ہین کہ وہ جو اس جہان سے نکلنا نہ چاہتا تھا اور اُس جہان مین جانا نہ چاہتا تھا اُسکی ایسی
مثال ہے

چون جنین کش میکشد بیرون کرم　　　می گریزد او سپس سوئے شکم

یعنی جیسے کہ جنین کہ اُسکو کرم باہر کھینچتا ہے اور وہ پیٹ کی طرف پیچھے کو بھاگتا ہے ۔

لطف رویش سوئے مصدر میکند　　　او مقر در پشت مادر می کند

یعنی لطف (حق) اُس کا منہ نکلنے کی طرف کرتا ہے اور وہ پشت مادر مین ٹھکانا کرتا ہے (اور سمجھتا ہے کہ)

کہ اگر بیرون نہم زین شہر گام　　　اے عجب دیگر نہ بینم این مقام

یعنی کہ اگر مین اس شہر سے قدم باہر رکھونگا تو ا ے پھر مین اس مقام کو نہ دیکھونگا (اور کہتا ہے کہ)

یا درے بودے درین شہر وخم — تا نظارہ کردمے اندر رحم

یعنی اس شہر وسیع میں کوئی دروازہ ہوتا تاکہ میں رحم کے اندر نظارہ کیا کرتا (اور تمنا کرتا ہے کہ)

یا چو چشم سوزنے راہم بدے — کہ زبیرون رحم دیدہ شدے

یعنی یا سوئی کے ناکہ کی برابر مجھے راستہ ہوتا کہ رحم کے باہر سے دیکھا جاتا۔ مطلب یہ کہ دیکھو جنین کو جب حق تعالیٰ رحم سے باہر نکالنا چاہتے ہیں تو وہ نکلنا نہیں ہے بلکہ اُسی میں رہنا چاہتا ہے اور جب نکلنے ہی لگتا ہے تو تمنا کرتا ہے کہ افسوس ایسا شہر خوش پھر کہاں دیکھنے کو ملیگا۔ بس کوئی تدبیر ہوتی کہ میں اُسکے اندر دیکھ لیا کرتا خواہ کوئی ذرا سا سوراخ ہوتا کہ اُسکے اندر سے جھانک لیا کرتا لیکن ہر عاقل اس جنین کی اس حرکت کو اور اُس کی عقل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اسی طرح جالینوس یا جو اُسکے مثل ہو جب دنیا میں رہنا چاہتا ہے اور آخرت میں جانے سے گھبراتا ہے۔ اہل عقل و اولیاء کے نزدیک وہ بھی ایسا ہی قابل نفرت اور لائق مضحکہ ہے۔ آگے اس جنین کی اس تمنا کی وجہ فرماتے ہیں کہ۔

این جنین ہم غافلست از عالمے — ہمچو جالینوس او نامحرمے

یعنی یہ جنین بھی ایک عالم سے غافل ہے اور مثل جالینوس کے وہ نامحرم ہے یعنی جسطرح کہ جالینوس عالم غیب سے غافل ہو کر اس عالم دنیا میں رہنے کی تمنا کرتا تھا اسیطرح وہ بچہ بھی اس عالم دنیا سے غافل ہو کر رحم میں رہنے کی تمنا کرتا ہے۔

او نداند کان رطوباتے کہ ہست — آن مدد از عالم بیرونی است

یعنی وہ نہیں جانتا کہ جو رطوبتیں ہیں وہ عالم بیرونی ہی سے مدد ہے یعنی جن چیزوں پر رحم کی کہ یہ عاشق ہو رہا ہے اور اُنکو اپنا مایۂ حیات سمجھے ہوئے ہے اسے یہ خبر نہیں کہ یہ اس عالم دنیا ہی سے مدد پہونچ کر پیدا ہوتی ہے اور اگر اُس عالم میں آگیا تو اس سے لاکھوں درجہ اچھی غذائیں اسکو ملینگی

آنچنان کہ چار عنصر در جہان — صد مدد دارد ز شہر لامکان

یعنی جیسا کہ چار عنصر جہان میں کہ شہر لامکان سے سو مدد رکھتے ہیں۔

آب ودانہ در قفس گر یافتہ است — آن ز باغ و عرصۂ در یافتہ است

یعنی قفس میں اگر آب ودانہ پالیا ہے تو وہ باغ اور میدان سے پایا ہے مطلب یہ کہ دنیا میں جو چار

عناصر مین انکو عالم غیب سے مدد پہنچ رہی ہے اسلئے یہ خوشنما معلوم ہوتے ہین - ورنہ اگر اُس طرف سے
مدد نہ ہو تو سب غارت ہوجاوین تو اس سے قیاس کرو کہ اُس جہان مین کیسی کچھ خوبیان اور خوشنمائیان
ہون گی لیکن جسطرح کہ جنین کو اُن خوبیون کی خبر نہین ہے اسیطرح اُس شخص کو جو دنیا مین منہمک ہے
اُس عالم کی خبر نہین ہے تو وہان جاتا ہوا گھبراتا ہے -

جانہائے انبیا بینند باغ   زین قفس در وقت نقلان فراغ

یعنی انبیاء علیہم السلام کی ارواح اس قفس (دنیا) مین سے منتقل و فارغ ہونیکے وقت باغ دیکھتے
ہین - پس ز جالینوس و عالم فارغ اند   ہمچو ماہ اندر فلکہا بازغ اند

یعنی پس وہ حضرات جالینوس اور عالم سے فارغ ہین اور چاند کی طرح افلاک مین بازغ ہین -
(جالینوس سے فارغ ہونا اُسکے مشرب سے فارغ ہونا) مطلب یہ کہ چونکہ ان حضرات انبیاء و اولیاء کی ارواح
کو اس دنیا سے وہ عالم نظر آتا ہے جیسے کہ وہ جانور قفس مین سے باغ کو دیکھ رہا تھا تو یہ حضرات
اُس عالم مین جانیکی آرزو کرتے ہین اور جالینوس کی طرح اس عالم مین رہنے کے متمنی نہین ہوتے
اسلئے کہ یہ تو اُنکے نزدیک قفس ہے پھر اس مین اُن کا دل کسطرح رہنے کو چاہے گا - حاصل یہ کہ
جسکو اُس عالم مین جانے سے اُمید بہبودی اور فلاح کی ہوگی وہ تو اس عالم کو قفس سمجھکر یہان سے
نکلنا چاہے گا اور جو اسکو ملجا و ماوا جانے گا وہ اسی مین لگا رہے گا اب چونکہ مولانا نے جالینوس کی یہ
حکایت صرف سنی ہے کوئی یقین نہین ہے لہذا آگے احتیاط کی وجہ سے فرماتے ہین کہ

ور ز جالینوس این قول افتریست   پس جوابم بہر جالینوس نیست

یعنی اور اگر جالینوس سے یہ قول افتراء ہے تو میرا جواب جالینوس کو نہین ہے - یعنی اگر کسی نے جالینوس
کی طرف اس قول کو غلط منسوب کر دیا ہے تو پھر میرا روئے سخن اُس کی طرف نہ ہوگا (بلکہ)

این جواب آنکس آمد کاین بگفت   کہ نبودستش دلے با نور جفت

یعنی یہ اس شخص کا جواب ہوگا جسنے کہ یہ کہا کہ اُس کا دل نور کیساتھ قرین نہ تھا یعنی ہم یہ کہین گے کہ
اُسکو نور قلب حاصل ہی نہ تھا لہذا ہم اُسی شخص کو خطاب کرینگے اور کہین گے کہ -

مرغ جانش موش شد سوراخ جو   چون شنید از گربگان او عرغوا

یعنی مرغ جان اُس کا موش ہوگیا ہے سوراخ کا ڈھونڈھنے والا تو جب اُسنے بلیون سے غرغر سنا

(غ غوا - تعبیر ہے بلّی کی آواز کی جسکو اُردو مین غُرغُر کہتے ہین) مطلب یہ کہ جس کا یہ قول ہے اسکے مرغ جان نے جب وہان کے عذاب دیکھے تو چوہے کی طرح دبک رہا۔

زان سبب جانش وطن دید و قرار　　اندرین سوراخ دنیا موش دار

یعنی اسی سبب سے اُس کی جان نے وطن اور قرار چوہے کی طرح اس سوراخ دنیا ہی مین دیکھا

ہم درین سوراخ بنائے گرفت　　در خور سوراخ دانائے گرفت

یعنی اسی سوراخ مین معماری اختیار کی اور سوراخ ہی کے لائق دانائی اختیار کرلی۔

پیشہائے کہ مر اورا در مزید　　اندرین سوراخ کار آید گزید

یعنی وہ پیشے کہ اُسکو زندگی بسر کرنے مین اس سوراخ مین کام آدین قبول کر لئے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اُس قائل کا مرغ جان موش کی طرح ہو گیا ہے لہذا اس سوراخ دنیا مین اُسنے بود و باش اختیار کرلی ہے اسی کے لائق اُسکو عقل ہے اسی کے مناسب اُسنے گھر بنایا اور ایسے ہی پیشے اختیار کئے کہ جن سے اس دنیا مین راحت مل سکے اور یہ سب اسلئے ہے کہ

زانکہ دل بر کند از بیرون شدن　　بستہ شد راہ رہیدن از بدن

یعنی اسلئے کہ اُسنے باہر جانے سے دل اکھاڑ لیا ہے اور بدن سے چھوٹنے کی راہ بند ہو گئی ہے یعنی مدارج عالیہ پر پہونچنے کی اب صلاحیت نہین رہی ہے۔ سارے در بند ہو گئے اور اُسنے سمجھ لیا ہے کہ بس یہین رہنا ہے لہذا اسیکو ماوا و ملجا بنا لیا ہے آگے پست ہمتی کی وجہ سے ذلیل اشیا کو اختیار کرنے کی نظیر بیان فرماتے ہین کہ۔

عنکبوت ار طبع عنقا داشتی　　از لعابے خیمہ کے افراشتی

یعنی لکڑی اگر طبیعت عنقا کی رکھتی تو ایک لعاب سے خیمہ کیون بلند کرتی۔ یعنی لعاب جیسی کمزور شے سے گھر کیون بناتی اُس کا ایسے کمزور مقام کو اختیار کرنا صاف اُس کی پست ہمتی کی دلیل ہے۔ اسیطرح دنیادار کی چونکہ ہمت پست ہے اور عالی مراتب سے مایوس ہو چکا ہے لہذا وہ اس ذلیل وخوار دنیا کا غلام بنا ہوا ہے اوپر جو کہا تھا کہ اُس قائل کا مرغ جان مثل موش کے ہو گیا ہے اور اُسکے چارون طرف بلبب جان غرّا رہی ہین - آگے پھر اُسی مضمون کی طرف رجوع ہے کہ۔

گربہ کردہ چنگ خود اندر قفص　　نام چنگش درد و سرسام و مغص

یعنی بلّی اپنا پنجہ قفس مین ڈالے ہوئے ہے اور اُسکے پنجہ کا نام درد سر اور سرسام اور پیچش ہے

حصبۂ و قولنج و مالیخولیا   سکتۂ و سل و جذام و ماشرا

یعنی چیچک ہے اور قولنج اور مالیخولیا ہے۔ سکتہ اور سل اور جذام اور ماشرا ہے (ماشرا ایک ورم ہوتا ہے جوکہ صفرا کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے)۔

گربہ مرگست و مرض چنگال او   می زند بر مرغ و پر و بال او

یعنی بلّی تو موت ہے اور مرض اُسکے پنجے ہین وہ مُرغ (جان) اور اُسکے پر و بال پر مارتی ہے

گوشہ گوشہ می دود بہر دوا   مرگ چون قاضی و رنجوری گوا

یعنی وہ (مرغ جان) علاج کیلئے کونہ کونہ دوڑتا ہے موت تو قاضی کی طرح ہے اور مرض گواہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ جس جانور کے پنجرہ کے چار طرف بلیان ہون اور وہ پنجے مارتی ہون تو وہ جانور بھاگتا پھرتا ہے اسیطرح موت جو بلی کی طرح ہے وہ مرض کو تمپر مسلط کرتی ہے جوکہ اُس بلی کے پنجہ کیطرح ہے تو جب مرض آتا ہے تو دنیادار علاج کیلئے بھاگے پھرتے ہین مگر موت اور مرض کی ایسی مثال ہے کہ جیسے قاضی اور اُس کا پیادہ ہوتا ہے کہ جب قاضی نے پیادہ کو بھیجا تو وہ تمکو پکڑ کرلے ہی جاویگا اگر تمنے اُس سے کہا سنا اور آج چھوڑ بھی دیا تو کل کو ضرور پکڑ کر لیجاویگا۔ اسی طرح اگر مرض سے آج بچگئے اور قاضی موت صاحب کی خدمت مین آج حاضر نہ ہوئے تو اُسکے بعد وہ پکڑ کر لیجاویگا اور تمکو چھوڑنے والا نہین ہے۔ تو جب اُس سے مفر نہین ہے تو بہتر ہے کہ قبل اسکے کہ پکڑ کر جاؤ خود ہی حاضر ہو جاؤ اور معذرت کرلو آگے خود اُسیکو بیان فرماتے ہین کہ۔

چون پیادہ قاضی آمد این گواہ   کہ ہمی خواند ترا تا حکم گاہ

یعنی یہ گواہ مثل پیادہ قاضی کے ہے کہ وہ تمکو عدالت تک بلاتا ہے یعنی یہ گواہ موت یعنی مرض صرف گواہ ہی نہین ہے بلکہ سپاہی بھی ہے یہ ضرور تمکو پکڑ لیجاویگا۔

مہلتے خواہی تو از وے در گریز   گر پذیرد شد و گرنہ گفت خیز

یعنی تم اُس سے بھاگنے کیلئے مہلت چاہتے ہو اگر قبول کرلیا تو چلا گیا ورنہ اُسنے کہا کہ اُٹھ۔ یعنی تم اُس سپاہی سے مہلت مانگتے ہو تو اگر اُسنے مہلت کو قبول کرلیا تو خیر چھوڑ گیا ورنہ پھر اُسنے کہا کہ اُٹھو

اور یہ کہکر لیکر روانہ ہو گیا۔

جستن مہلت دوا و چارہا   کہ زنی بر خرقۂ تن پارہا

یعنی مہلت کا تلاش کرنا دوا اور علاج ہین کہ تم خرقۂ تن پر پیوند لگا رہے ہو۔ یعنی تم جو علاج کرتے ہو یہ بحئے اسکے ہے کہ جیسے سپاہی سے مہلت مانگی تو خیر کبھی مہلت دیدیتا ہے مگر

عاقبت آید صباحے خصم وار   چند باشد مہلت آخر شرم دار

یعنی آخر کار ایک صبح کو دشمن کی طرح آتا ہے (اور کہتا ہے کہ) آخر مہلت کہانتک ہوگی شرم کر یعنی وہ مہلت نہین دیتا اور تم جو مہلت مانگتے ہو یعنی علاجات کرتے ہو تو وہ کہتا ہے کہ ارے اب کبتک مہلت دین کچھ شرم کر کہ کتنی مرتبہ مہلتین لیچکا ہے بس اب تو چل۔ مولانا فرماتے ہین کہ

عذر خود از شہ بخواہ اے پر حسد   پیش ازانکہ آنچنان روزی رسد

یعنی اے پر حسد بادشاہ سے اپنا عذر اُس سے پہلے چاہ لے کہ ایسا دن پہونچے یعنی اس سے پہلے کہ تیری یہ گت بنے اور بجھے کشان کشان عدالت مین لیجاوین تو خود عذر خواہی کرلے کہ معاف ہو جاویگا۔ اور پھر ساری بلائین دور ہو جاوینگی۔

وانکہ در ظلمت براند بارگی   برکند زان نور دل یکبارگی

یعنی اور جو شخص کہ گھوڑے کو ظلمت مین چلاتا ہے اور اُس نور سے ایکبارگی دل اکھاڑ لیتا ہے یعنی اُسکو وہ نور تو میسر نہین ہوتا اور وہ توبہ نہین کرتا بلکہ ہمیشہ ظلمت معصیت ہی مین رہتا ہے نعوذ باللہ

میگریزد از گواہ و مقصدش   کان گواسوئے قضا میخواندش

یعنی وہ گواہ اور اُسکے مقصد سے بہاگتا ہے کہ وہ گواہ اُسکو قضا کی طرف بُلاتا ہے۔ یعنی چونکہ وہ گواہ اور پیادہ اُسکو فیصلہ کرنے کے واسطے بُلاتا ہے تو یہ اُس سے بھاگتا ہے کیونکہ اُس مین اسکی ساری قلعی کھلتی ہے آخر یہ انجام ہوتا ہے کہ

ناگہان گیرند او را خوار و زار   کش کشان تا پیش قاضی ہر مشار

یعنی ناگاہ اُسکو خوار و زار کرکے پکڑ لیتے ہین کھینچتے ہوئے قاضی کے سامنے مشار یعنی جب کہ خود اپنی خوشی سے نہین جاتا تو آخر کشان کشان لیجاتے ہین اور قاضی یعنی موت کے پاس لیجا کھڑا کرتے ہین اُس وقت سخت شرمندگی ہوتی ہے اسلئے کہ اُجتک بھاگتا ہی پھرتا تھا اب مولانا اس سے

انتقال فرما کر اُس مہمان کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہین کہ۔

زین گذر کن جانب آن شخص ران — کو بمسجد آمد آن شب میہمان

یعنی اس سے گذر کر اُس شخص کی طرف چلو جو کہ اُس رات کو مسجد مین مہمان آیا ہے۔ (اب آگے اُسی کا قصہ بیان فرماتے ہین کہ)

شرح جلیبی

قوم گفتندش مکن جلدی برو — تا نگردد جامہ جانت گرو
آن ز دور آسان نماید بہ نگر — کہ بآخر سخت باشد رہ گذر
بس کسا کاو خیت خود را از نخست — وقت پیچاپیچ دستاویز جست
پیشتر از واقعہ آسان بود — در دل مردم خیال نیک و بد
چون در آید اندرون کارزار — آن زمان گردد بر آن کس کار زار
چون نہ شیرے ہین منہ پائے تو پیش — کان اجل گرگست و جان تست میش
ور ز ابدالے و میشت شیر شد — ایمن آ کہ مرگ تو سر زیر شد
کیست ابدال آنکہ او مبدل شود — خمرش از تبدیل یزدان خل شود
لیک مست شیر گیرے وز گمان — شیر پنداری تو خود را ہین مران
گفت حق ز اہل نفاق نا سدید — باسہم ما بینہم باس شدید
درمیان ہمدگر مردانہ اند — در غزا چون عورتان خانہ اند
گفت پیغمبر سپہدار غیوب — لا شجاعۃ یا فتی قبل الحروب

وقت لاف غزو مستان کف زنند | وقت جوش جنگ چون کف می فقد

وقت ذکر غزو شمشیرش دراز | وقت کر و فر تیغش چون پیاز

وقت اندیشہ دل او غزو جو | پس بیک سوزن تہی شد خیک او

من عجب دارم ز جویاے صفا | کو رمد در وقت صیقل از جفا

عشق چون دعوی جفا دیدن گواہ | چون گواہت نیست شد دعوی تباہ

چون گواہت خواہد این قاضی مرنج | بوسہ دہ بر مار تا یابی تو گنج

آن جفا با تو نباشد اے پسر | بلکہ با وصف بدے اندر تو در

بر نمد چوبے کہ آنرا مرد زد | بر نمد آنرا نزد بر گرد زد

گر بزد مر اسپ را آن کینہ کش | آن نزد بر اسپ زد بر سکسکش

تا ز سکسک وارہد خوش پے شود | شیرہ را زندان کنی تا می شود

آن یکے میزد یتیمے را بقہر | قند بود آن لیک بنمودہ چو زہر

دید مردے آنچنانش زار زار | آمد و بگرفت زودش در کنار

گفت چندان آن یتیمک را زدی | چون نہ ترسیدی ز قہر ایزدی

گفت او را کے زدم اے جان دوست | من بر آن دیوی زدم کو اندر وست

مادر ار گوید ترا مرگ تو باد | مرگ آن خو خواہد و مرگ فساد

آن گروہے کز ادب بگریختند | آب مردے و آب مردان ریختند

عاذلان شان از وغا وا راندند | تا چنین حیز و مخنث ماندند

لاف وغرہ ژاژ خا را کم شنو | با جنبها در صف ہیجا مرو
زانکہ زادوکم خبالا گفت حق | کز رفاق سست برگردان ورق
کہ گر ایشان با شما ہمرہ شوند | غازیان بے مغز ہمچون کہ شوند
خویشتن را با شما ہم صف کنند | پس گریزند و دل صف بشکنند
پس سپاہے اندکے بے این نفر | بہ کہ با اہل نفاق آید حشر
ہست بادام کم خوش بیختہ | بہ ز بسیاری بتلخ آمیختہ
تلخ وشیرین گر بصورت یک شی اند | نقص ازان اُفتاد کہ ہدل فی اند
گبر ترسان دل بود کو از گمان | می زید در شک ز حال آن جہان
می رود در رہ نداند منزلے | گام ترسان می نہد اعمی دلے
چون نداند رہ مسافر چون رود | با تردد ہا و دل پر خون رود
ہر کہ گوید ہائے این سو راہ نیست | او کند از بیم آنجا وقف وایست
ور بداند رہ دل باہوش او | کے رود ہر ہا و ہو در گوش او
پس مشو ہمراہ این اشتر دلان | زانکہ وقت ضیق وبیم اند آفلان
پس گریزند و ترا تنہا ہلند | گرچہ اندر لاف سحر بابل اند
تو ز رعنایان مجو ہین کار زار | تو ز طاؤسان مجو صید و شکار
طبع طاؤسیت وسواست کند | دم دہد تا از مقامت بر کند

لوگون نے کہا میان جاؤ اور مسجد مین جانے مین جلدی نکرو تا کہ تمہارے جان کے کپڑے (یعنی تمہاری جان جو کہ مثل کپڑون کے ہے) محبوس نہ ہو جائین اس مین قیام کرنا دور ہی سے آسان

معلوم ہوتا ہے مگر خوب سمجھ لو کہ آخر مین یہ راستہ بہت دشوار گزار ہوگا بہت سے ایسے لوگ
ہین جو اپنے کو پہلے پھنسا دیتے ہین اور جب کشمکش مین پڑتے ہین تو سہارا ڈھونڈھتے ہین اور
چاہتے ہین کہ کوئی ہمکو اس بلا سے نکالے ۔ واقعہ سے پہلے اس کا خیال خواہ اچھا ہو خواہ بُرا
نہایت آسان معلوم ہوتا ہے اور جب معرکہ کا سامنا ہوتا ہے اُسوقت اُنپر مصیبت پڑتی ہے
جبکہ تم شیر نہین ہو تو خبردار جنگ مین قدم نہ رکھو کیونکہ موت ایک بھیڑیا ہے اور تمہاری
جان بھیڑ پس موت کا اُسپر قابو پالینا کچھ دشوار نہین ہان اگر تم کوئی ابدال ہو اور تمہاری
جان جو پیشتر بھیڑ کے مانند کمزور تھی اب شیر کی مانند قوی ہوگئی ہے تو اب تمکو کچھ اندیشہ نہین ہے
آب آجاؤ کیونکہ اب موت مغلوب ہے جانتے ہو کہ ابدال کون لوگ ہین یہ وہ لوگ ہین جن کی
کایا پلٹ ہوچکی ہے اور قلب ماہیت ہوکر شراب سے سرکہ بنگئے ہین ۔ یعنی خدا نے اُنکو نجس العین
سے مطہر الذات بنا دیا ہے لیکن ہمکو قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ابھی نیم مست یعنی ناقص ہو گو
تم اپنے زعم باطل مین اپنے کو شیر اور کامل سمجھتے ہو پس دیکھو تم وہان نہ جاؤ ۔ دیکھو حق سبحانہ
نے بداطوار منافقین کی نسبت فرمایا ہے بأسهم بينهم شديد ۔ یعنی آپس مین تو خوب بہادر
ہین اور جب لڑائی مین آتے ہین تو ایسے بزدل ہوجاتے ہین جیسے گھرون کی مستورات ۔ نیز
جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنگ سے پہلے شجاعت ہرگز قابل اعتماد
نہین لوگ لڑائی سے پہلے تو مستون کی طرح پُرجوش ہوتے اور تالیان بجاتے ہین مگر جب جوش
اور لڑائی کا وقت آتا ہے اُسوقت جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہین جب لڑائی کا تذکرہ ہوتا ہے اُس
وقت تو اُن کی تلوارین کھنچی ہوتی ہین اور جب کر و فر کا وقت ہوتا ہے اُسوقت وہ تلوارون کو لپیٹ کر
پیاز کی مانند کر لیتے ہین خیال جنگ کے وقت تو اُنکے دل مین لڑائی کی آرزو ہوتی ہے مگر جب
کوئی ذرا سا بھی زخم لگتا ہے اُس وقت اُن کا سارا جوش نکلجاتا ہے اور مشک کی طرح خالی ہوجاتے
ہین ۔ پس اس سے تم اپنے جوش و خروش کا اندازہ کر لو اور سمجھ لو کہ یہ جب ہی تک ہے جبتک
کہ بلا کا سامنا نہین ہوا اور جب سامنا ہوگا سارے نشے ہرن ہوجائینگے اب ایک مضمون ارشادی
کی طرف انتقال فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ مجھے سالکین خام پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ صفا چاہتے ہین اور
جب صیقل ہوتی ہے اور اُسکے لئے اُنکو ریاضت و مجاہدات کرنے پڑتے ہین تو تکلیف سے بھاگتے ہین

اُن کو یاد رکھنا چاہئے کہ اُن کا عشق ایک دعویٰ ہے اور تحمل مشاق اس کا ثبوت پس جب تمہارے پاس ثبوت نہ ہوگا تو لامحالہ دعویٰ خارج ہوگا پس جبکہ محبوب تمسے تمہارے دعوے عشق کا ثبوت مانگے تو تمکو جزبز نہ ہونا چاہئے بلکہ مار تکالیف کو چوم چاٹ کر قبول کرنا چاہئے تاکہ گنج وصل حاصل کر سکو اور یہ بھی واضح ہے کہ ان تکالیف سے مقصود تمکو تکلیف پہونچانا نہیں ہے بلکہ اُن سے اُن اوصاف کہ ذمیمہ کا ازالہ مقصود ہے جو تمہارے اندر ہین مثلاً جب کوئی شخص نمدہ پر لکڑی مارتا ہے تو اُس سے اس نمدہ کو مارنا مقصود نہین ہوتا بلکہ گرد کو مارنا مقصود ہوتا ہے یون ہی اگر کوئی جلے تن گھوڑے کو مارتا ہے تو وہ حقیقت مین گھوڑے کو نہین مارتا بلکہ اُس کی شرارت کو مارنا مقصود ہوتا ہے تاکہ وہ شرارت کو چھوڑ کر خوش قدم ہوجاوے۔ نیز دیکھو تم شیرہ کو قیدخانۂ خم مین قید کرتے ہو اس سے تمکو مقصود یہ ہوتا ہے کہ اُس کی صفت شیرہ بدل جاوے اور وہ صفت مے اختیار کرلے ورنہ اُس کی ذات سے خصومت نہین ہوتی۔ علےٰ ہذا ایک شخص ایک یتیم کو مار رہا تھا بیمار اگرچہ قند تھی مگر خود اسکو اور نیز دوسرے دیکھنے والون کو زہر معلوم ہوتی تھی چنانچہ ایک شخص نے اُسکو اس خستہ حالت مین دیکھا تو آیا اور فوراً اُسکو گود مین اُٹھالیا اور مارنے والے سے کہا کہ میان تمنے اس بیچارہ یتیم کو اسقدر مارا تمہین خدا کا بھی خوف نہ آیا۔ اُسنے کہا جناب مین نے اسے نہین مارا بلکہ اُس شیطان کو مارا ہے جو اسکے اندر حلول کئے ہوئے ہے اور دیکھو مان اگر تمسے کہتی ہے کہ تو مرجاوے تو وہ تمہارا مرنا نہین چاہتی بلکہ اُس خصلت بد کا مرنا چاہتی ہے جس سے اُسکو تکلیف ہوتی ہے اور اُس خرابی کا دفع ہونا چاہتی ہے جو تمہارے اندر ہے پس یاد رکھو کہ جو لوگ ادب سے بھاگتے ہین وہ شجاعت کو دھبہ لگاتے ہین اور بہادرون کو بھی بدنام کرتے ہین لوگ کبھی تو ادب سے خود اپنی کمزوری کے سبب بھاگ گئے ہین اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ ملامت گر اُن کو میدان جنگ بانفس و شیطان سے بھگا دیتے ہین اور وہ ویسے کے ویسے ہی حیز اور مخنث رہجاتے ہین جیسے کہ لوگ اُس مہمان کو بھگانا چاہتے ہین پس جبکہ نفس و شیطان سے لڑنیکے لئے نکلو تو ایسے بیہودہ لوگون کی شیخیان اور بہادری کے جھوٹے لمبے چوڑے دعوے دسنو اور نامردون کی ساتھ جنگ مین نہ جاؤ کیونکہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے لو خرجوا فیکم ما زادوکم الا خبالا۔ یعنی اگر بزدل منافقین تمہارے ساتھ جہاد مین جاتے تو اُن سے سوائے

نقصان کے نفع کچھ نہ ہوگا - اور مقصود یہ ہے کہ بزدل ہمراہیون سے بچو کیونکہ اگر یہ لوگ تمہاری ساتھ جائینگے تو غازیان شجاع بھی اُن کی سبب کاہ کی طرح بے حقیقت ہو جائینگے - یہ لوگ تمہارے ساتھ صف جنگ مین شریک ہونگے تو خود بھی بھاگین گے اور تمہاری صف کو بھی درہم برہم کر دینگے لہذا تھوڑی سی فوج جسمین یہ لوگ شامل ہنون اس سے بہتر ہے کہ منافقین کے شامل ہونے سے جماعت کثیر ہو جاوے دیکھو عمدہ اور چیدہ بادام اگر تھوڑے ہون تو وہ اُن زیادہ بادامون سے اچھے ہین جن مین کڑوے بادامون کی آمیزش ہو - اب یہ دیکھو کہ بادام شیرین و تلخ باوجودیکہ صورت مین یکسان ہین پھر اُن مین تفاوت کیون ہے سو وجہ اسکی یہ ہے کہ صورت کے اتحاد کیسا تھ سیرت یکسان نہین بس یہی فرق بہادرون اور بزدلون مین ہے اب اسکی وجہ سنو کہ اہل باطل کمزور اور بزدل کیون ہوتے ہین وجہ اسکی یہ ہے کہ چونکہ وہ مبتلائے گمان ہین اسلئے اُنکو عالم آخرت مین شک ہے اور وہ اسی شک مین زندگی بسر کرتے ہین وہ رستہ تو چلتے ہین مگر اُنکو منزل مقصود معلوم نہین بس اُنکو بچ بچ کر اور ڈرتے ڈرتے قدم رکھنا ضروری ہے کیونکہ جس طرح آنکھون کے اندھے پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں یون ہی دل کے اندھے اور ناواقف بھی ڈرتے ڈرتے قدم رکھین گے دیکھو اگر کوئی مسافر رستہ نہ جانتا ہو تو وہ کیسے چلتا ہے اُس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ طرح طرح کے ترددات اُسکو لاحق ہوتے ہین اور نہایت ملول ہوتا ہے اور جو شخص اُس سے کہتا ہے ارے اُدھر رستہ نہین ہے وہ ڈر کر وہین ٹہر جاتا ہے اور اگر اُس کا ہوشیار دل رستہ سے واقف ہو تو وہ کسیکے شور و شر پر بھی کان نہ دہرے گا بس تم ان کمزور اور بزدل لوگون کے ہمراہ نہ ہو کیونکہ یہ لوگ تنگی اور خوف کے وقت غائب ہو جانے والے ہین بس یہ تو بھاگ جائین گے اور تمہین تنہا چھوڑ دینگے گو اُس وقت یہ جادو بھری تقریرون سے اپنی بہادری کا یقین دلاتے ہین تمکو نازنینون سے لڑائی کی توقع نہ رکھنی چاہیئے اور مورون سے حسد و شکار کا متوقع نہ رہنا چاہیئے دیکھو تمہاری طاؤس نما طبیعت تمہارے اندر طرح طرح کے خیال پیدا کرتی ہے اور تمہارے قدم اُکھاڑنے کیلئے فریب دیتی ہے بس تم اسکے دہوکے مین نہ آنا اور معرکہ سے نہ بھاگنا -

شرح شبیری

اہل مسجد کا مہمان کو ملامت کرنا تا کہ اُس مسجد مین نہ سووے

قوم گفتندے مکن جلدی برو   تا نگردد جامۂ و جانت گرد

یعنی لوگ کہتے کہ جلدی مت کر جا - تا کہ تیری جان اور کپڑے گرد نہ ہو جاوین یعنی کہین تو ہیکا نہ ہو رہے اور تیری جان یہین جاوے تو یہان سے چلا جا -

آن ز دور آسان نماید بہ نگر   کہ بآخر سخت باشد رہ گذر

یعنی وہ دور سے آسان دکہائی دیتا ہے اچہی طرح دیکھ لے - کہ آخر مین راستہ سخت ہو جاویگا یعنی پھر نکلنا نہ ملیگا اور پہنس جاؤ گے - لہذا ذرا اچہی طرح سوچ سمجہ لو اور سب نے کہا کہ -

بس کسا کا ویخت خود را از نخست   وقت پیچا پیچ دستاویز جست

یعنی بہت سے آدمیون نے کہ اپنے کو پہلے تو لٹکا دیا اور پیچا پیچ کے وقت پناہ ڈہونڈی یعنی اول تو بے سوچے سمجھے پہنس پڑے اور جب آ نبر پڑی تو گہبرا کر پناہ گزین ہوتے پہرے

پیشتر از واقعہ آسان بود   در دل مردم خیال نیک و بد

یعنی واقعہ سے پہلے تو آدمی کے دل مین نیک و بد کا خیال آسان ہوتا ہے (مگر)

چون در آید اندرون کار زار   آن زمان گردد بر آنکس کار زار

یعنی جب لڑائی مین آتا ہے تو اُس وقت اُس شخص پر کام خراب ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ کام پڑنے سے پہلے تو انسان اُسکو آسان سمجہتا ہے اور اُس مین گُھس پڑتا ہے لیکن جب موقعہ آ کر پڑتا ہے تو مصیبت پڑتی ہے لہذا اس مسجد مین سو رہنا ابھی تو آسان معلوم ہوتا ہے لیکن جب مصیبت پڑے گی اُس وقت حقیقت معلوم ہو گی لہذا ذرا سنبھل کر قدم رکہو تا کہ پھر پچتانا نہ پڑے - مولانا فرماتے ہین کہ -

چون نہ شیری ہین منہ تو پائی پیش   کان اجل گرگست و جان تست میش

یعنی جب تو شیر نہین ہے تو تو قدم آگے مت رکہہ کیونکہ وہ اجل تو بہیڑیا ہے اور تیری جان میش ہے

مطلب یہ کہ جب تم انسان کامل نہین ہو اور تمہارے اندر قوت اسقدر نہین ہے کہ مصائب کو برداشت کر سکو تو پھر قدم آگے مت بڑھاؤ۔ اور بہت موت کی تمنا مت کرو اسلئے کہ وہان جاکر پھر کمبختی آویگی۔

ور ز ابدالے و پیشت شیر شد　　ایمن آکہ گرگ تو سر زیر شد

یعنی اور اگر تو ابدال سے ہے اور تیرا میش شیر ہو گیا ہے تو تو بخوف آ کہ تیرا بھیڑیا مغلوب ہو گیا مطلب یہ کہ اگر تیرے اخلاق ذمیمہ اخلاق حمیدہ سے بدل گئے ہین اور تو ابدال مین سے ہو گیا ہے تو اب تو بیخوف ہو کر رہ اسلئے کہ تیرا گرگ یعنی بھیڑیا پھاڑنے والا جو تھا اب وہ مغلوب ہو گیا ہے۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

کیست ابدال آنکہ او مبدل شود　　خمرش از تبدیل یزدان خل شود

یعنی ابدال کون ہے جو کہ مبدل ہو جاوے اور اُس کی خمر حق تعالے کے بدل دینے سے سرکہ ہو جاوے مطلب یہی کہ اُسکے اخلاق ذمیمہ مبدل بہ اخلاق حمیدہ ہو جاوین وہی ابدال مین سے ہے ‘‘

لیک مستی شیر گیری و ز گمان　　شیر پنداری تو خود را ہین مران

یعنی لیکن تو نیم مست ہے اور گمان سے اپنے کو شیر سمجھے ہوئے ہے تو ہان چلا مت۔ مطلب یہ کہ تو صاحب حال ہے صاحب مقام نہین ہے یہ جوش و خروش غلبۂ حال کی وجہ سے ہے اور غلبۂ حال کی کیفیت معتبر نہین بلکہ کیفیت وہ معتبر ہے جو کہ صاحب مقام کی ہو لہذا تیرا یہ جوش قابل اعتبار نہین ہے اور تیرے اندر قوت ابھی پوری نہین آئی ہے لہذا ذرا سنبھل کے قدم رکھو کہ کہین قدم پھسل نہ جاوے۔

گفت حق ز اہل نفاق نا سدید　　بأسہم ما بینہم بأس شدید

یعنی منافقین ناموافق کے حق مین حق تعالے نے فرمایا ہے کہ اُن کی لڑائی آپس مین سخت لڑائی ہے مطلب یہ کہ دیکھو قرآن شریف مین ہے بأسہم بینہم شدید تحسبہم جمیعا و قلوبہم شتی۔ یعنی اُن کی آپس کی لڑائی تو بڑی سخت ہے اور آپ اُنکو متفق گمان فرما دینگے اور اُن کے قلوب پراگندہ ہین تو دیکھو منافقین مین چونکہ قوت نہ تھی اسلئے وہ ویسے تو بڑے

قوی معلوم ہوتے تھے لیکن جب موقعہ پڑتا تھا تو رہجاتے تھے۔

درمیان ہمہ گر مردانہ اند　　در غزا چون عورتان خانہ اند

یعنی آپس مین تو مردانہ ہین اور لڑائی مین گھر کی عورتون کی طرح ہین۔

گفت پیغمبر سپہدار غیوب　　لاشجاعۃ یافتی قبل الحروب

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سپہدار غیب نے فرمایا ہے کہ اے جوان لڑائی سے پہلے شجاعۃ نہین ہے یعنی قبل سکے کہ موقعہ پڑے کوئی شجاعت کرے تو وہ قابل اعتبار نہین ہے اور منافقین کی یہ حالت ہے کہ

وقت لاف غزو مستان کف زنند　　وقت جوش و جنگ چون کف می فتند

یعنی لڑائی کی شیخی کے وقت مستون کی طرح تالیان بجاتے ہین اور جوش و جنگ کیوقت کف کی طرح گر پڑتے ہین مطلب یہ کہ جب لڑائی کی شیخی کا وقت آتا ہے تب تو خوب جوش و خروش کرتے ہین معلوم ہوتا ہے بڑے مرد ہین اور جب لڑائی کا وقت آتا ہے تو بس جھاگ کی طرح گر پڑتے ہین گویا سارا ست نکل گیا۔

وقت ذکر غزو شمشیرش دراز　　وقت کر و فر تیغش چون پیاز

یعنی لڑائی کے ذکر کے وقت تو اُس کی شمشیر دراز ہوتی ہے اور خود لڑائی کے وقت اُسکی تیغ پیاز کی طرح (تہ شدہ) ہوتی ہے مطلب یہ کہ جب لڑائی کا ذکر ہو تب تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑے بہادر ہین کہ تلوار نیام سے باہر ہوئی جاتی ہے لیکن موقعہ پر میان کی تلوار لپٹی کی لپٹی رہجاتی ہے۔

وقت اندیشہ دل او زخم جو　　بس بیک سوزن تہی شد خیک او

یعنی سوچنے کے وقت تو اُس کا دل زخم جو ہے اور بس ایک سوئی سے اُسکی مشک خالی ہوگئی یعنی جب لڑائی کے سوچنے کا وقت آوے تب تو بہت زیادہ بہادر معلوم ہوتے ہین اور خوب خیالات پکاتے ہین کہ جو کہ خیالات بہادری کی ہوتے ہین لیکن جب موقعہ آتا ہے تو ایک سوئی کے لگنے ہی سے کام تمام ہو جاتا ہے اور ساری مشک خالی ہو جاتی ہے۔ آگے فرماتے ہین کہ

من عجب دارم ز جویای صفا — کو رمد در وقت صیقل از جفا

یعنی میں صفا کے متلاشی سے تعجب کرتا ہوں کہ وہ صیقل کے وقت جفا سے بھاگتا ہے۔ مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ جو شخص طالب صفائی قلب ہو اور وہ مجاہدات سے بھاگے

عشق چون دعوی جفا دیدن گواہ — چون گواہت نیست شد دعوی تباہ

یعنی عشق تو مثل دعوے کے ہے اور جفا دیکھنا گواہ ہے تو جب تمہارے پاس گواہ نہیں ہے تو دعوے خراب ہو گیا۔ مطلب یہ کہ عشق تو ایک دعوی ہے اور اُس پر گواہ تحمل اور صبر علے الشدائد ہے کہ جو مصیبت ہو اور جو بات اس راہ میں پیش آوے اسکو برداشت کرے پھر اگر تم صبر نہ کر سکے اور برداشت نکر سکے تو سارا دعوے وغیرہ ختم ہو گیا۔ اب کچھ بھی نہ رہا۔

چون گواہت خواہد این قاضی مرنج — بوسہ دہ بر مار تا یابی تو گنج

یعنی یہ قاضی جب تجھسے گواہ طلب کرے تو رنجیدہ مت ہو (بلکہ) سانپ کو بوسہ دو تاکہ خزانہ ملے۔ مطلب یہ کہ اگر اس راہ میں مشکلات و مجاہدات پیش آویں تو اُنکو برداشت کرو اور رنجیدہ مت ہو بلکہ اُنکو شوق سے برداشت کرو تاکہ تمکو خزانہ علوم و معارف حاصل ہو آگے تسلی اور ہمت دلانے کیلئے ایک نیا مضمون فرماتے ہیں کہ

آن جفا با تو نباشد اے پسر — بلکہ با وصف بدی اندر تو در

یعنی اے صاحبزادے وہ جفا تیری ساتھ نہیں ہے بلکہ (اُس) وصف کیساتھ ہے جو تیرے اندر ہے مطلب یہ کہ جو مجاہدات اور ریاضات جو تجھسے کرائے جاتے ہیں اور اسکی وجہ سے تمہارے اوپر بظاہر مشقت ہوتی ہے تو وہ مشقت تم پر نہیں ہے بلکہ اصل میں وہ محنت اور مشقت تمہارے اُن اخلاق سیئہ پر ہے جو کہ تمہارے اندر بھرے پڑے ہیں آگے اسکی مثالیں دیتے ہیں کہ

بر نمد چوبے کہ آنرا مرد زد — بر نمد آنرا نہ زد بر گرد زد

یعنی نمدہ پر لکڑی جو کہ کسی مرد نے ماری تو وہ نمدہ پر نہیں ماری (بلکہ) گرد پر ماری۔ مطلب یہ کہ دیکھو نمدہ کو جھاڑتے ہیں جو لکڑی اُسپر مارتے ہیں تو بظاہر تو وہ لکڑی اُس نمدہ پر ماری مگر اصل میں اُس گرد پر ماری جو اُسکے اندر بھری پڑی ہے تاکہ وہ اُسکے اندر سے نکل جاوے اسیطرح یہ مجاہدات و ریاضات شاقہ

گر بزد مر اسپ را آن کینہ کش
آن نزد بر اسپ زد بر سکسکش

یعنی گھوڑے کو اُس کینہ کش نے مارا تو اُسنے گھوڑے پر نہین مارا (بلکہ) اُس کی بد رفتاری پر مارا ہے (اسلئے کہ)

تا ز سکسک وارہد خوش پے شود
شیرہ را زندان کنی تا می شود

یعنی تاکہ وہ بدرفتاری سے چھوٹ جاوے اور خوش قدم ہو جاوے اور شیرہ کو تم قید کرتے ہو تاکہ شراب بنجاوے مطلب یہ کہ تمنے جو گھوڑے کو مارا تو اسلئے تاکہ اُس کی چال درست ہوجاوے تو وہ مار اُسپر نہ تھی بلکہ اُس کی اُس بدرفتاری کی صفت پر تھی دوسرے مصرعہ مین دوسری مثال ہے کہ دیکھو تم شیرۂ انگور کو منکوں وغیرہ مین بند کرتے ہو تاکہ وہ پینے کے قابل شراب بنجاوے تو دیکھو اُسکو جو بند کیا گیا صرف اسلئے کہ اُسکے اندر جو خرابی تھی کہ وہ اُس قابل نہ تھی کہ کوئی اُسکو منہ لگاوے وہ خرابی جاتی رہی تو اسیطرح انسان مجاہدات اور ریاضات کرکے اخلاق ذمیمہ کو اپنے اندر سے دور کر دیتا ہے آگے ایک اور مثال ہے کہ۔

آن یکے میزد یتیمے را بقہر
قند بود آن لیک بنمودہ چو زہر

یعنی ایک شخص ایک یتیم کو غصے سے مار رہا تھا تو (وہ مارنا) قند تھا (یعنی مفید تھا) لیکن بظاہر زہر معلوم ہوتا تھا۔

دید مردے آن چنانش زار زار
آمد و بگرفت از وے ش در کنار

یعنی ایک شخص نے اُسکو اس طرح زار زار دیکھا وہ آیا اور اُسکو جلدی سے بغل مین لے لیا

گفت چندان آن یتیمک را زدی
چون نہ ترسیدی ز قہر ایزدی

یعنی کہا کہ تو نے اتنا اُس ذرا سے یتیم کو مارا تو قہر حق تعالی سے کیون نہ ڈرا (تو اُس ضارب نے سنکر یہ جواب دیا کہ)۔

گفت او را کے زدم ای جان دوست
من بران دیوے زدم کو اندر دوست

یعنی اُسنے اُسکو کہا کہ اے جان دوست مین نے اُسکو کب مارا مین نے تو اُس دیو کو مارا ہے جو اُسکے اندر ہے۔ یعنی اُسنے کہا کہ اسکے اندر جو شیطان گھسا ہوا ہے مین تو اُسکو مار رہا ہون اس یتیم کو مار ہی کب رہا ہون آگے اور مثال ہے کہ۔

مادر ار گوید ترا مرگ تو باد　　مرگ آن خو خواہد و مرگ فساد

یعنی ماں اگر (بچہ کو) کہے کہ تیری موت آوے تو اُس خصلت کی موت چاہتی ہے اور مرگ فساد کی یعنی وہ مرنیکو کہتی ہے تو اس مرنے سے اس خصلت بد کا زوال مراد ہوتا ہے تو جب یہ جفائین اور یہ بلائین خود انسان پہ ہین ہی نہین بلکہ اُسکے اخلاق سیئہ پر ہین تو پھر وہ ان سے کیوں گبھراتا ہے اوپر کہا تھا کہ من عجب دارم زجویائے جفا الخ آگے پھر اُسی کی طرف رجوع ہے کہ

آن گروہے کز ادب بگریختند　　آب مردی و آب مردان ریختند

یعنی وہ گروہ کہ جو ادب سے بھاگے تو مردی کی اور مردوں کی آبرو اُنہوں نے گرائی مطلب یہ کہ جو لوگ کہ مجاہدات اور ریاضات سے بھاگے تو آخر کار ایسے لوگوں نے مردانگی اور مردوں کی آبرو کھوئی ہے

عاذلان شان از وغا وا راندند　　تا چنین حیز و مخنث ماندند

یعنی ناصحین نے اُنکو وغا سے باز رکھا یہانتک وہ ایسے حیز اور مخنث رہگئے مطلب یہ کہ لوگوں نے اُنکو سمجھایا مجاہدات و ریاضات سے ڈرایا تو یہ انکے کہنے میں آ گئے۔ اور مجاہدات و ریاضات سے باز رہے اور نفس و شیطان کا مقابلہ نکیا تو آخر نامرد رہگئے اور انسان کامل اور مرد نہ ہوسکے آگے یہ مضمون ارشاد فرماتے ہین کہ

لاف و غرہ ژاژ خا را کم شنو　　با جبنہا در صف ہیجا مرو

یعنی بیہودہ گو کی شیخی اور غرہ کو مت سُن اور نامردوں کی ساتھ لڑائی کی صف مین مت جا (جبنہا سے مراد اہل جبنہا) مطلب یہ کہ جو لوگ کہ تمکو مجاہدات و ریاضات سے باز رکھتے ہین اور ڈراتے ہین ان کی باتین ہرگز مت سنو کہ یہ تو ہمیشہ تمکو خرابی مین ڈالینگے اور اُن نامردوں کی ساتھ نفس و شیطان کے مقابلہ مین مت جاؤ اسلئے کہ اگر اُن کی ہمراہ ہوگے اور یہ بھاگینگے تو تمہاری بھی ہمت ٹوٹ جاویگی۔ آگے اُس کی ایک دلیل قرآن شریف سے لاتے ہین کہ

زانکہ زادوکم خبالا گفت حق　　کز رفیق سست بر گردان ورق

یعنی اسلئے کہ حق تعالے نے مازادوکم الا خبالا (نہ زیادہ کرینگے تمکو مگر خرابی) فرمایا ہے (جس کا حاصل یہ ہے کہ) رفیق سست سے ورق لوٹا دے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے منافقین کی بابت فرمایا ہے کہ اگر وہ جنگ مین تمہاری ہمراہ ہونگے تو چونکہ وہ خود نامرد ہین تمکو کم ہمت کردینگے

اور اپنی ساتھ تمکو بھی بے بہا گین گے لہذا ان کی ہمراہ مت رہو۔ اسی طرح اگر تم ان نامردون کی ساتھ رہوگے تو یہ تمکو نفس و شیطان کے مقابلہ سے باز رکہین گے اور نفس و شیطان تمپر غالب آجاوینگے۔ لہذا ایسے لوگون سے الگ رہنا ہی بہتر ہے۔

کہ گر ایشان با شما ہمراہ شوند   غازیان بے مغز ہمچون کہ شوند

یعنی کہ اگر وہ لوگ تمہاری ہمراہ ہونگے تو غازی لوگ گہاس کی طرح بے مغز ہو جاوینگے یعنی جو کام کرنے والے ہین ان کی ساتھ ملکر وہ بھی بیکار ہو جاوینگے۔

خویشتن را با شما ہم صف کنند   پس گریزند و دل صف بشکنند

یعنی اپنے کو تمہاری ساتھ ہم صف کرتے ہین پھر بہاگ جاتے ہین اور صف کا دل توڑ دیتے ہین (اسیطرح جو لوگ خود کم ہمت ہین وہ تمہاری ساتھ ملین گے اور ملکر تمکو بھی خراب کرینگے)

پس سپاہی اندکے بے این نفر   بہ کہ با اہل نفاق آید حشر

یعنی بس تھوڑے سے سپاہی بدون اس جماعت کے بہتر ہین کہ اہل نفاق ساتھ ایک جمگھٹ آوے یعنی منافقین کے ساتھ ملکر جماعت کثیر ہو جانے سے بہتر ہے کہ تھوڑے ہون مگر ہون سارے باہمت اور مسلمان۔

ہست بادام کم خوش بیختہ   بہ کہ بسیاری بتلخ آمیختہ

یعنی اچھے بادام کم بہتر ہین زیادہ ہونے سے جو تلخی کیساتھ ملے ہوئے ہون یعنی وہ بادام جو کہ زیادہ ہون اور ہون تلخ بُرے ہین اور جو شیرین ہون اور ہون تھوڑے وہ بہتر ہین اسیطرح جو لوگ کم ہمت ہون اور ہون بہت زیادہ وہ بُرے اور جو باہمت ہون اور ہون تہورے سے وہ اچھے ہین کہ وہی کچھ کام کرینگے۔

تلخ و شیرین گر بصورت یک شے اند   نقص ازان افتاد کہ ہمدل نے اند

یعنی تلخ و شیرین اگرچہ صورت مین ایک شے ہین (لیکن) نقصان اس وجہ سے پڑا ہے کہ ہمدل نہین ہین۔

گبر ترسان دل بود کہ از گمان   می زید در شک ز حال آن جہان

یعنی کافر ترسان دل ہوتا ہے کیونکہ وہ گمان کی وجہ سے اُس جہان کے حال سے شک مین ہے

می رود در رہ نداند منزلے گام ترسان می نہد اعمےٰ دلے

یعنی راستہ مین چلتا ہے اور منزل کو نہین جانتا قدم کو اندہے دل والا ڈرتا ہوا رکہتا ہے۔

چون نداند رہ مسافر چون رود با تردد ہا و دل پرخون شود

یعنی جب مسافر رستہ کو نہ جانے تو کس طرح چلے ترددون کی ساتھ اور دل پر خون ہوجاوے

ہر کہ گوید ہائے اینسو راہ نیست او کند از بیم آنجا وقف و ایست

یعنی جو کوئی کہدے کہ ہائے اسطرف کو راستہ نہین ہے تو وہ خوف کی وجہ سے اُس جگہ توقف اور قیام کرتا ہے مطلب یہ کہ دیکہو کافر جو راہ چلتا ہے اور اس راہ دنیا کو طے کرتا ہے تو ڈرتا ہوا چلتا ہے اسلئے کہ اُسکو اُس جہان کے وجود ہی مین شک ہے اُس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی مسافر راہ چلے اور راستہ جانتا نہ ہو تو جہان کسی نے کہدیا کہ ارے اُدہر راستہ نہین ہے تو چونکہ جانتا نہین ہے ڈر کے مارے وہین ٹہر جاوے گا اور اگر راہ کو جانتا تو وہ کسی کہنے والے کی پرواہ نکرتا بلکہ وہ بے کہٹکے قدم بڑہائے ہوئے چلا جاتا تو یہ ہر جگہ کہڑا ہو جاتا اور ٹہر جاتا اس کی دلیل ہے کہ یہ راستہ سے ناواقف ہے۔ اور رجما بالغیب ہی جا رہا ہے۔

ور بداند رہ دل باہوش او کے رود ہر ہائے و ہو در گوش او

یعنی اور اگر راستہ کو اُس کا باہوش دل جانتا ہوتا تو ہر ہائے ہو پر کب اُس کا کان جاتا یعنی اگر وہ راستہ سے واقف ہوتا تو وہ اس ہائے ہوی کرنے کو اور اس غل مچانے کو کب سنتا اُسکو خود یقین ہوتا کہ مین راستہ درست چل رہا ہون اب خواہ کوئی کتنا ہی ڈراوے وہ ڈرنے والا نہین ہے۔ بہت بے فکری سے راہ طے کریگا آگے فرماتے ہین کہ

پس مشو ہمراہ این اشتر دلان زانکہ وقت ضیق بیم اند آفلان

یعنی پس تم ان اشتر دلون (کم ہمتون) کیساتھ مت رہو اسلئے کہ خوف و ضیق کے وقت یہ لوگ چہپ جانے والے ہین یعنی جب موقعہ آویگا تو یہ تمہارا ساتھ نہ دینگے لہذا تم ان کی ساتھ مت جاؤ کہ تمکو بھی غارت کرینگے۔

پس گریزند و ترا تنہا ہلند گرچہ اندر لاف سحر بابل اند

یعنی لپس بہاگ جاوینگے اور مجھے تنہا چھوڑ دینگے اگرچہ شیخی مین سحر بابل ہین۔
مطلب یہ کہ اگرچہ شیخی بازی مین تو سحر بابل کی طرح مشہور ہین لیکن حقیقت مین
بالکل بزدل ہین۔

تو ز رعنایان مجو ہین کارزار   تو ز طاؤسان مجو صید و شکار

یعنی تو نازکون سے لڑائی کو مت تلاش کر اور تو مورون سے صید و شکار کو مت ڈہونڈھ
مطلب یہ کہ ان نازک دلین سے اوران بزدلون سے تم مقابلہ اور صید و شکار کی اُمید
مت رکہو۔ اسلئے ان سے کچھ نہ ہوگا اور بلکہ تمکو بھی کہو دینگے۔

طبع طاؤسیت وسواست کند   دم دہد تا از مقامت بر کند

یعنی تیری طبع طاؤسی تجھے وسواس کرتی ہے اور دم دیتی ہے تاکہ جگہ سے تجھے اُکھاڑ دے
مطلب یہ کہ تمہاری طبیعت جو کہ کم ہمت ہے اور جو صید معانی مین کمزور ہے وہ تجھے وسوسہ
ڈالتی ہے اور مجاہدات و ریاضات سے ذرکی وجہ سے بچاتی ہے اور اُس کا نتیجہ یہ ہوگا
کہ تمکو تمہاری جگہ سے اُکھاڑ دیگی اور تم اس قابل بھی نہ رہو گے جتنے اب ہو۔ آگے غزوہ بدر کا
قصہ بیان فرماتے ہین کہ دیکھو جس طرح شیطان نے اول تو سب کفار کو آکر بہکایا اور
سب سے کہا کہ چلکر لڑو اور مین ضامن ہون کہ تمکو فتح ہوگی اور جب میدان مین پہونچا تو اُسکو
ملائکہ نظر آئے جو مدد کے لئے آئے تھے تو یہ وہان سے بہاگا جب لوگون نے اُس سے کہا
کہ اب بھاگتا کیون ہے تو بولا کہ انی اری مالا ترون کہ مین ایسی شے کو دیکھ رہا ہون جو
تمکو نظر نہین آتی۔ تو فرماتے ہین کہ جس طرح یہ شیطان وقت پر بہاگ گیا اور پہلے سے
بہت شیخی بگہار رہا تھا اسیطرح یاد رکہو کہ یہ لوگ جو کہ تمکو مجاہدات و ریاضات سے مانع
ہین یا خود کم ہمت ہین تمکو بیچ مین ہی چھوڑ دینگے اور ہرگز ہرگز تمہارا ساتھ نہ دینگے
اب حکایت سنئے۔

شرح حبیبی

دم دمید و گفت گیرد آریدِ حیش		ہمچو شیطان کز وساوس بر قریش

تاکه در احمد ہزیمت افگنیم — بیخ و بنیاد ز زمینش برکنیم

چونکه شیطان بود در شپه صد یکم — خواند افسون کان نبی جار لکم

چون سپه گرد آمدند از گفت او — کرد با ایشان بحیلت گفتگو

که بیارم من قبیله خویش را — تاکه در ہیجا بود پشت شما

من شما را عون و یاری‌ها کنم — تا سپاه دشمنان تان بشکنم

چون قریش از گفت او حاضر شدند — ہر دو لشکر در ملاقات آمدند

دید شیطان از ملایک اسپہی — سوی صف مومنان اندر رہی

آن جنودًا لم تروہا صف زده — گشت جانش او ز بیم آتشکده

پای خود واپس کشیدن می‌گرفت — که ہمی بینم سپاہی بس شگفت

که اخاف الله مالی منه عون — اذہبوا انی اری مالا ترون

گفت حارث ای سراقه شکل ہین — دی چرا تو می نگفتی این چنین

گفت ایندم من ہمی بینم حرب — گفت می بینی جعاشیش عرب

می نه بینی غیر این لیک ای تو ننگ — آن زمان لاف بود این وقت جنگ

دی ہمی گفتی که پابندان شدم — که بود تان فتح و نصرت دمبدم

دی زعیم الجیش بودی ای لعین — وین زمان نامرد و ناچیز و مہین

تا بخوردیم آن دم تو و آمدیم — تو بتون رفتی و ما ہیزم شدیم

چونکه حارث با سراقه گفت این — از عتابش خشمگین شد آن لعین

دست خود خشمین ز دست او کشید   چون ز گفت اوش درد دل رسید

سینه اش را کوفت شیطان گریخت   خون آن بیچارگان زین مکر ریخت

چونکه ویران کرد چندین عالمی   پس بگفت انی بریٔ منکم

کوفت اندر سینه و اندر اختش   پس گریزان شد چو هیبت تا ختش

نفس و شیطان هر دو یک تن بوده اند   در دو صورت خویش را بنموده اند

چون فرشته و عقل کایشان یک بدند   بهر حکمتهاش دو صورت شدند

دشمنی داری چنین در سر خویش   مانع عقل ست و خصم جان و کیش

یک نفس حمله کند چون سوسمار   پس بسوراخی گریزد در فرار

در دل و سوراخها دارد کنون   سر ز هر سوراخ می آرد برون

نام پنهان گشتن دیو از نفوس   و اندرون سوراخ رفتن شد خنوس

که خنوسش چون خنوس قنفذ است   چون سر قنفذ ورا آمد شد است

که خدا آن دیو را خناس خواند   کو سر آن خار پشتک را بماند

می نهان گردد سر آن خار پشت   دمبدم از بیم صیاد درشت

تا چو فرصت یافت سر آرد برون   زین چنین مکری شدش مارش زبون

گر نه نفس از اندرون راهت زدی   رهزنان را بر تو دستے کے بُدے

زان عوان مقتضی که شهوت است   دل اسیر حرص و آز و آفت است

زان عوان سر شدی دزد و تباه   تا عوانان را بقهر تست راه

در خبر بشنو تو این پند نکو
بین جنبیکم لکم اعدی عدو

طمطراق این عدو مشنو گریز
کو چو ابلیس است در لج و ستیز

بر تو او از بہر دنیا و نبرد
آن عذاب سرمدی را سہل کرد

چہ عجب گر مرگ را آسان کند
او ز سحر خویش صد چندان کند

سحر کاہے را بصنعت کہ کند
باز کوہے را چو کاہے می تند

زشتہا را نغز گرداند بفن
نغزہا را زشت گرداند بظن

آدمی را خر نماید ساعتے
آدمی سازد خرے را وآیتے

کار سحر انیست کو دم می زند
ہر نفس قلب حقائق می کند

این چنین ساحر درون تست ستیر
ان فی الوسواس سحرا مستتر

اندران عالم کہ ہست این سحرہا
ساحران ہستند جادوئی گشا

اندران صحرا کہ رست این زہر تر
نیز روئیدست تریاق ای پسر

گویدت تریاق از من جو سپر
کہ ز زہرم من بتو نزدیکتر

گفت او سحرست و ویرانی تو
گفت من سحرست و دفع سحر او

گفت پیغمبر کہ ان فی البیان
سحرا و حق گفت آن خوش پہلوان

لیک سحرے دفع سحر ساحران
مایہ تریاک باشد در جہان

آن بیان اولیا و اصفیاست
کز ہمہ اغراض نفسانی جداست

حاصل آن کز زہر نفس دون گریز
نوش کن تریاق مرشد چست تیز

این طلسم سحر نفس اندر شکن	سوئے گنج پیر کامل نقب زن
پس دراز ست این سوئے آغاز ران	جانب مہمان و مسجد باز ران

اوپر بیان کیا تھا کہ نامردون کیساتھ مت ہو کیونکہ یہ بھاگ جائینگے اور تمہین تنہا چھوڑ جائینگے اسکو ایک واقعہ سے واضح کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تمہاری حالت ایسی ہوگی جیسے کہ شیطان نے قریش پر وساوس سے جادو کیا تھا اور کہا تھا کہ تم لشکر جمع کرو تاکہ احمد صلے اللہ علیہ وسلم کو شکست دین اور اُن کی بیخ و بنیاد صفحہ ہستی سے اکھیڑ ڈالین۔ جبکہ شیطان فوج مین سردار ہوگیا تو اُسنے یہ منتر پھونکا کہ مین تمہارا معین و مددگار ہون تم ہرگز نہ گھبراؤ اور نہایت اطمینان کے ساتھ تیاری کرو جب اُسکے کہنے سے فوجین مجتمع ہوئین تو اب اُسنے یہ جل کھیلا کہ مین اپنے قبیلہ کو لاتا ہون تاکہ لڑائی مین تمہارا مددگار رہو تم گھبراؤ مت مین تمہاری خوب مدد کرونگا حتے کہ تمہارے دشمنون کی فوج کو کامل شکست دونگا جبکہ اس دم دلاسے سے قریش میدان جنگ مین آئے اور دونون لشکر مقابل ہوئے تو شیطان نے دیکھا کہ ملائکہ کی فوج مسلمانون کی صف کی طرف مدد کیلئے آرہی ہے اور غیر مبصر لشکر صف زدہ ہے یہ دیکھکر مارے خوف کے اُس کی جان آتشکدہ ہوگئی اور یہ کہتا ہوا اُلٹے پاؤن لوٹا کہ مین ایک عجیب لشکر دیکھ رہا ہون اور مین خدا سے ڈرتا ہون کیونکہ اُسکے مقابلہ مین میرا کوئی مددگار نہین اور مین اُس سے نہین بچ سکتا۔ بس جاؤ مین تمہارا ساتھ نہین دیسکتا کیونکہ مین وہ دیکھ رہا ہون جو تم نہین دیکھتے۔ اسپر حارث بن ہشام نے کہا کہ اے شبیہ سراقہ[ف] تو یہ تو بتا کہ کل تو نے یہ کیون نہ کہدیا تھا کہ ہم مصیبت مین نہ پڑتے اب تو ہمکو پھنسا کر الگ ہوتا ہے اُسنے کہا کہ کل وہ تباہی میرے پیش نظر نہ تھی جو اب دیکھ رہا ہون اُسنے کہا کہ ابھی تیرے سامنے کونسی فوج جرار ہے صرف چند فقراء عرب ہین لیکن اصل بات یہ ہے کہ وہ شیخی کا وقت تھا اسلئے ڈینگین مار رہا تھا اور اب لڑائی کا وقت ہے اسلئے بھاگتا ہے کل تو تو کہتا تھا کہ مین ذمہ دار ہون کہ تمکو فتح و نصرت ہوگی اور آج یون جان چراتا ہے۔ نیز کل تو تو سپہ سالار بنا ہوا تھا اور اب نامرد حقیر اور بودا بنتا ہے۔ تیری شیخیون کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم دہوکہ مین آکر میدان جنگ مین آگئے تو نے گوہ کہا یا

ف شبیہ سراقہ اسلئے کہا کہ شیطان دہوکا دینے کیلئے سراقہ کی شکل مین آیا تھا ۱۲ -

اور جھوٹے وعدے کئے اور ہمکو اُس کا خمیازہ بھگتنا پڑا - کہ ہم آتش جنگ کا ایندھن بن گئے (هذا هو المراد ولا تلتفت الى ما قال ولى محمد یعنی چنانکہ کناس از گلخن سرگین آوارہ در آتش اندازد ان حمام حمی وبازمی رود ہمچنین مارا آوردہ در آتش جنگ بہ سوختن داد ے انتہی فانہ لا یساعدہ عنوان البیان)

جب حارث نے سراقہ سے اس قسم کی گفتگو کی تو وہ لعین اُس کی سرزنش سے غصہ ہوگیا اور غصہ سے اپنا ہاتھ اُسکے ہاتھ سے چھڑالیا کیونکہ اُس کی گفتگو سے اُسکو سخت صدمہ پہونچا تھا وہ آپ تو اُسکے سینہ پر تھپڑ مار کر بھاگ گیا اور فریب سے ان بیچاروں کا خون کر گیا - اور جبکہ اتنے عالم کو ویران کر چکا تو کہا مجھے تمسے کچھ کام نہین اور سینہ پر ہاتھ مار کر حارث کو گرا گیا اور جبکہ ہیبت ملائک غالب ہوئی تو خود بھاگ گیا - اب سمجھو کہ نفس و شیطان دونون حقیقت کے لحاظ سے ایک ہین اور دو صورتون مین جلوہ گر ہوئے ہین اور اُن کی حالت ایسی ہے جیسے کہ فرشتہ و عقل کہ وہ بھی حقیقۃً ایک ہین اور بمقتضائے حکمت آلہیہ دو صورتون مین نمودار ہوئے پس جو حالت شیطان کی ہے وہی نفس کی بھی ہے جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ تمھارے اندر تمہارا ایک دشمن شیطان چھپا ہوا ہے جو کہ عقل کو اُسکے مقتضے سے روکتا ہے اور جان اور ایمان کا دشمن ہے کبھی تو وہ گوہ کی طرح حملہ کرتا ہے اور کبھی ڈر کر اور بھاگ کر سوراخ مین گھس جاتا ہے دل کے اندر اُسکے بہت سے سوراخ ہین اور وہ ہر سوراخ سے نمودار ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ وہ نہایت بزدل ہے جبکہ وہ حریف کو کمزور پاتا ہے تو حملہ کرتا ہے اور جبکہ اُسکو قوی پاتا ہے تو چھپ جاتا ہے اور بزدلی کیساتھ مکار بھی ہے کہ مختلف سوراخون سے مختلف رنگون مین جلوہ نما ہوتا ہے کہ حریف کسی نہ کسی صورت سے دہوکہ کھا جاوے اسی بنا پر شیطان کے آدمیون سے چھپنے اور سوراخ مین گھس جانیکا نام خنوس ہوا کیونکہ خنوس کے معنے ہین چھپ جانا اور سوراخ مین گھس جانا پس چونکہ اُس کا سوراخ مین چلا جانا ایسا ہی ہے جیسا کہ ساہی کے سر کا اندر گھس جانا اور وہ بھی یون ہی کبھی اندر جاتا ہے اور کبھی باہر آتا ہے جسطرح کہ ساہی کا سر یہی وجہ ہے کہ خدا نے اُسکو خناس کہا کیونکہ اُس کا سر ساہی کے سر کے مشابہ ہے اسلئے کہ ساہی کا سر صیاد کے خوف سے اندر رہتا ہے تا آنکہ جب اُسکو موقعہ ملتا ہے تب وہ اپنا سر باہر نکالتی ہے اور اسکے اس مکر سے سانپ بھی عاجز ہے پس یہی حالت شیطان کی ہے اور یہ معلوم ہوچکا ہے کہ نفس و شیطان حقیقۃً دونون ایک ہین یعنی مُضل تام کے دو فرد ہین تو

نفس کی بھی یہی حالت ہوگی اب سمجھو کہ اصل دشمن تمہارا النفس ہے جو کچھ فساد ہے سب اسیکا ہے
کیونکہ اگر یہ اندر سے تمہارا راہ نہ مارتا تو رہزنون شیاطین الانس والجن کا تمپر قابو نہ چلتا بس
تمہارے اندر جو خواہش نفسانی ہے وہی اصل پہرہ دار ہے جو برائیون کو چاہتا ہے اور اسی کے
سبب دل حرص وطمع اور دیگر آفات مین قید ہے اسی مخفی سیاہی کے سبب سے تم چور اور تباہ
ہوئے ہو جسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ پولیس (ملائکہ عذاب ۱۲) کے لوگون کو تمہاری سرکوبی کا موقع ملا ہے حدیث مین
کیا اچھی نصیحت آئی ہے ان اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک یعنی سب سے بڑا دشمن تمہارا
نفس ہے جو کہ تمہارے اندر موجود ہے بس تم اُس سے بھاگنا اور اُسکی ظاہری خوشنما باتون کو
نہ سننا کیونکہ یہ بھی شیطان کی طرح لڑاکا اور جھگڑالو ہے۔ اسی کمبخت نے جب دنیا اور اپنی عداوت
کی وجہ سے تمپر عذاب ابدی کو آسان کر دیا ہے اور تم بے تکلف اُن کامون کو کرتے ہو جو تمہارے
لئے عذاب ابدی کا باعث ہین اور یہ کمبخت کبھی حرام موت کو بھی آسان کر دیتا ہے اور اگر وہ ایسا
کرے تو کچھ تعجب کی بات نہین کیونکہ وہ بڑا جادوگر ہے اور اپنے جادو سے ایسے ایسے سیکڑون
شعبدے دکھلاتا ہے کیونکہ جادو کو حق سبحانہ نے بڑی قوت عطا کی ہے وہ تنکے کو پہاڑ اور پہاڑ کو
تنکا بنا دیتا ہے برون کو اچھا اچھوں کو برا کر دیتا ہے کبھی آدمی کو گدھا بنا دیتا ہے اور کبھی گدھے
کو آدمی بنا دیتا ہے جو کہ اس کی قوت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے غرضیکہ جادو کا کام یہ ہے کہ وہ
منتر پھونک کر ہر دم قلب حقائق کرتا رہتا ہے۔ اب تم سمجھو کہ ایسا کامل جادوگر تمہارے اندر موجود ہے
اور وہ وساوس سے ہمیشہ جادو کرتا رہتا ہے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ جہان یہ عظیم الشان جادو
ہین وہین وہ جادو دگر بھی ہین جو ان کا توڑ کرتے ہین اور جس جنگل مین یہ تر و تازہ زہر پیدا ہوا ہے
وہین تریاق بھی پیدا ہوا ہے وہ تریاق کہتا ہے کہ جب تمپر زہر غلبہ کرنے تو مجھے سپر بناؤ کیونکہ
مین زہر کی نسبت تمسے زیادہ قریب ہون نفس و شیطان کا منتر اگر جادو اور تمہاری بربادی
کا سبب ہے تو میرا منتر وہ جادو ہے جو اُس جادو کا توڑ کرنے والا ہے اس کی تائید اس سے ہوتی ہے
کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان من البیان لسحرا یعنی بعض بیان
جادو ہوتے ہین اور واقعی آپنے نہایت بجا فرمایا ہے مگر یہ بھی یاد رکھو کہ جو جادو جادوگرون
کے جادو کا توڑ ہو وہ حقیقت مین جادو نہین بلکہ وہ اس زہر سحر کا تریاق ہے اب یہ سمجھو کہ وہ

بیان جو جادوگرون کے جادو کا توڑ ہو کون سا ہے سو وہ برگزیدہ اہل اللہ کا بیان ہے جسمین اغراض نفسانیہ کا ذرہ بھر میل نہین خلاصہ کلام یہ کہ تم نفس کے زہر سے بھاگو اور بہت جلد شیخ کا تریاق پیو اور نفس کے طلسم سحر کو توڑ ڈالو اور پیر کے خزانہ معارف مین سرنگ یا نقب لگا کر پہونچو۔ خیر یہ گفتگو تو بہت طویل ہے اب ابتداء کی طرف لوٹنا چاہئے اور مہمان اور مسجد کے قصہ کی طرف چلنا چاہئے۔ اور اسکو یہین چھوڑ کر مسجد کو چلنا چاہئے اور مہمان کا قصہ اور واقعہ بیان کرنا چاہئے۔

شرح شبیری

شیطان کا قریش سے کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑو مین تمہاری مدد کرونگا اور اپنے قبیلہ کو مدد کیلئے بلاؤنگا پھر مقابلہ کے وقت اس کا بھاگنا

ہمچو شیطان کز وساوس بر قریش　　دم دمید و گفت گرد آرید جیش

یعنی شیطان کی طرح کہ اُسنے وساوس سے قریش پر دم پھونکا اور کہا کہ لشکر جمع کرلو

تا کہ در احمد ہزیمت افگنیم　　بیخ و بنیاد از زمینش بر کنیم

یعنی تا کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم مین ہم شکست ڈالدین اور ان کی بیخ و بنیاد زمین سے اُکھاڑدین (نعوذ باللہ) یعنی اُسنے کہا کہ لشکر جمع کرلو تا کہ ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو شکست دیدین اور (نعوذ باللہ) اُن کی بیخ و بنیاد کو دنیا سے اُجاڑ دین۔

چونکہ شیطان در سپہ صد یکم　　خواند افسون کہ انی جار لکم

یعنی جب شیطان لشکر مین ہو اسو مین ایک تو اُسنے افسون پڑہا کہ مین تمہارا مدد گار ہون یعنی جبکہ منجملہ سپاہ کے شیطان بھی ہو گیا تو اُسنے سب سے کہا کہ مین تمہارا مدد گار ہون اور واضح رہے کہ مولانا خود بھی آگے فرماوینگے اور احادیث مین بھی ہے کہ شیطان سراقہ کی صورت مین بنکر آیا تھا اور اُسنے آکر ساری باتین کہی یقین لوگ سمجھے کہ سراقہ

ضامن ہوتا ہے اور یہ سراقہ خود بہت قوی تھا پھر اپنے قبیلہ کو بلا نیکا مدد کیلئے وعدہ کیا تو لوگ دہوکہ مین آگئے اور یہ نہ سمجھے کہ یہ بڑا شیطان ہے۔

چون سپہ گرد آمد ند از گفت او کرد با ایشان بحیلت گفتگو

یعنی جب لشکر اُسکے کہنے سے جمع ہوگیا تو اُس کی ساتھ حیلہ سے گفتگو کی (کہ)

کہ بیارم من قبیلہ خویش را تاکہ در ہیجا شود پشت شما

یعنی کہ مین اپنے قبیلہ کو لاؤن گا تاکہ لڑائی مین وہ تمہارا مددگار ہو (اور کہا کہ)

من شما را عون و یاریہا کنم تا سپاہ دشمنان تان بشکنم

یعنی مین تمہاری مدد اور مدد کرون گا تاکہ تمہارے دشمن کی سپاہ کو شکست دیدون۔

چون قریش از گفت او حاضر شدند ہر دو لشکر در ملاقات آمدند

جب قریش اُسکے کہنے سے حاضر ہوئے اور دونون لشکر ملاقات مین آئے۔

دید شیطان از ملائک اسپہے سوئے صف مومنان اندر رہے

یعنی شیطان نے فرشتوں کا ایک لشکر مومنوں کی صف کی طرف راہ مین دیکھا۔ یعنی اُسنے دیکھا کہ ایک لشکر فرشتوں کا مسلمانوں کی طرف اُنکی مدد کیلئے موجود ہے اور دیکھا کہ۔

آن جنود الم تروہا صف زدہ گشت جان او زبیم آتشکدہ

یعنی وہ لشکر کہ نہین دیکھتے تم اُسکو صف لگائے ہوئے ہے تو اُس کی جان خوف سے آتشکدہ ہوگئی یعنی آتشکدہ کی طرح اندر سے جلنے لگا اور سخت خوف اُسپر مسلط ہوا۔

پائے خود واپس کشیدہ می گرفت کہ ہمی بینم سپاہے پس شگفت

یعنی اپنے پاؤن پیچھے کو ہٹانا شروع کئے (اور کہا) کہ مین ایک لشکر بہت عظیم دیکھتا ہون (اور کہا کہ)

کہ اخاف اللہ مالی منہ عون اذہبوا انی اری مالا ترون

یعنی کہ مین اللہ سے ڈرتا ہون میری کوئی مدد نہین ہے تم جاؤ مین دیکھتا ہون وہ کہ تم نہین دیکھتے یعنی اسنے کہا کہ بھائی مین تو ایسی شئے کو دیکھ رہا ہون جو تمہین نظر نہین آتی یعنی فرشتے لہذا اب تم جاؤ مین تو جا نہین سکتا۔ اسلئے کہ مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کیونکہ مر تو سکتا نہین قیامت کی عمر ہے

لیکن فرشتون کو اگر لڑائی مین ملجاتا تو سچ تو یہ ہے کہ گت تو خوب بنلتے ۔

گفت حارث اے سراقہ شکل مین ۔ دی چرا تو می نگفتی این چنین

یعنی حارث نے کہا کہ اے سراقہ شکل تو نے کل اس طرح کیون نہ کہا تھا۔ یعنی حارث نے کہا کہ اے سراقہ کمبخت تو نے کل کیون نہ کہا تھا کہ مین خاص موقعہ سے بھاگون گا اور سراقہ شکل مولانا نے اسلئے فرمایا کہ وہ تو شیطان تھا مگر حارث نے سراقہ ہی کہا تھا سراقہ شکل نہ کہا تھا غرضکہ اُسنے کہا کہ کمبخت اگر پہلے سے کہدیتا تو ہم کیون اس مصیبت مین آکر پھنستے تو جواب دیتا ہے کہ ۔

گفت ایندم من ہمی بینم حرب ۔ گفت می بینی جعاشیش عرب

یعنی شیطان نے کہا کہ مین اس وقت سختی دیکھ رہا ہون تو حارث نے کہا کہ تو عرب کے فقیرون کو دیکھتا ہے مطلب یہ کہ شیطان نے کہا کہ مجھے ایک لشکر عظیم معلوم ہوتا ہے اسلئے مین تو جاتا نہین تو حارث بولا کہ کمبخت تو جھوٹا ہے اسلئے کہ تو صرف عرب کے فقیرون کو سامنے دیکھ رہا ہے لشکر عظیم کہان ہے باقی تیرا بھاگنا بزدلی کی وجہ سے ہے اور حارث نے کہا کہ

می نہ بینی غیر این لیک ای تو ننگ ۔ آن زمان لاف بود این وقت جنگ

یعنی ارے ڈاکو تو سوائے ان (گدایان عرب) کے اور کچھ نہین دیکھتا لیکن وہ تو شیخی کا وقت تھا اور یہ وقت لڑائی کا ہے۔ مطلب یہ کہ حارث نے کہا کہ کمبخت تو جو کہہ رہا ہے کہ مین ایک ایسا لشکر دیکھ رہا ہون کہ جو تمکو نظر نہین آتا۔ یہ سب غلط ہے بلکہ تو اُن ہی لوگون کو دیکھ رہا ہے جو سامنے کھڑے ہین مگر فرق یہ ہے کہ وہ وقت تو شیخی کا تھا تو نے کہدیا کہ مین مدد کرونگا اور اب جو لڑائی کا وقت آیا تو بھاگتا ہے۔

دی ہمی گفتی کہ پابندان شدم ۔ کہ بود تان فتح و نصرت دمبدم

یعنی تو کل کہتا تھا کہ مین ضامن ہوا ہون کہ دمبدم تمکو ہی فتح و نصرت ہوگی

دی زعیم الجیش بودی اے لعین ۔ وین زمان ناچیز و نامرد و مہین

یعنی ارے ملعون کل تو ضامن لشکر تھا اور اس وقت ناچیز اور نامرد اور ذلیل ہے۔

تا بخوردیم آن دم تو و آمدیم ۔ تو بتون رفتی و ما ہیزم شدیم

یعنی یہانتک کہ ہمنے وہ تیرا دم کہا لیا اور ہم آگئے تو اب تو تو حمام مین چلا گیا اور ہم ایندھن ہو گئے
یعنی ہم تیرے بہکانے مین آکر یہان چلے آئے تو اب تو چھوڑ چھاڑ کر اور ہمین اس بلا مین جہونک کر جاتا ہے اور بہاگتا ہے۔

چونکہ حارث با سراقہ گفت این　　از عتابش خشمگین شد آن لعین

یعنی جبکہ حارث نے سراقہ سے یہ کہا تو اسکے عتاب سے وہ ملعون غصّہ مین ہو گیا۔ یعنی جب حارث نے برا بہلا کہا تو اُس ملعون کو غصّہ آگیا۔

دست خود خشمین ز دست او کشید　　چون ز گفت اوش درد دل رسید

یعنی اپنا ہاتھ غصّہ مین اُسکے ہاتھ سے کہینچ لیا جبکہ اُسکے کہنے سے اُسکو درد دل پہونچا یعنی اُسکے برا بہلا کہنے سے جو دل دکہا تو اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چہڑا لیا۔

سینہ اش را کوفت شیطان و گریخت　　خون آن بیچارگان زین مکر ریخت

یعنی شیطان نے حارث کے سینہ کو کوٹا اور بھاگ گیا اور اُن بیچارون کا خون اس مکر سے ریختہ کیا یعنی ہاتھ چہڑا کر حارث کے سینہ پر ایک لات رسید کر کے چلدیا۔ اور اُن سبکو بلا مین پھنسا کر اُن کا خون گرایا کہ قریب قریب سارے قتل ہوئے

چونکہ ویران کرد چندین عالم او　　پس بگفت انی بری منکم

یعنی جبکہ اُسنے اس قدر عالم کو ویران کر دیا تو پھر کہا کہ مین تمسے بری ہون یعنی جب سبکو لاکر پھنسا چکا اور بلا مین ڈال چکا تو اب کہتا ہے کہ مین بری ہون مین تمہارا ساتھ نہین دیتا۔

کوفت اندر سینہ و انداختش　　پس گریزان شد چو ہیبت تافتش

یعنی اُسکے سینہ مین مارا اور اُسکو ڈالدیا پھر جب ہیبت اُسکو ہوئی تو بہاگ گیا۔ یعنی جب فرشتون کو دیکہا تو حارث کو دہکا دیکر خود چلدیا آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

نفس و شیطان ہر دو یک تن بودہ اند　　در دو صورت خویش را بنمودہ اند

یعنی نفس و شیطان دونون ایک تن ہین اور اپنے کو دو صورتون مین دکہلایا ہے۔ مطلب یہ کہ نفس انسانی اور شیطان دونون ایک ہی ہین صرف صورت مین فرق ہے ورنہ دونون ایک ہی ہین تو جسطرح کہ اس شیطان نے دہوکہ دیا اور وقت پر چھوڑ کر بھاگ گیا اسیطرح تمہارا نفس

بھی تمہارا ساتھ نہ دیگا - بلکہ چھوڑ کر الگ ہو جاویگا -

چون فرشتہ و عقل کایشان یک بدند　　بہر حکمتہاش دو صورت شدند

یعنی جیسے کہ فرشتہ اور عقل کہ وہ ایک تھے اور حکمتون کیلئے وہ دو صورت ہو گئے اسیطرح نفس و شیطان بھی دونون ایک ہی ہین لیکن صرف صورتین مختلف ہین اور ایک ہونیکے دونون کے معنے یہ ہین کہ دونون کے مقتضیات و شہوات یکسان ہین آگے فرماتے ہین کہ -

دشمنے داری چنین در سر خویش　　مانع عقل ست و خصم جان و کیش

یعنی تو ایک ایسا دشمن اپنے باطن مین رکھتا ہے جو کہ مانع عقل ہے اور جان و مذہب کا دشمن ہے

یک نفس حملہ کند چون سوسمار　　پس بسوراخے گریزد در فرار

یعنی ایک گھڑی کیلئے سوسمار کی طرح حملہ کرتا ہے پھر سوراخ مین بھاگ جاتا ہے -

در دل او سوراخہا دارد کنون　　سر زہر سوراخ می آرد برون

یعنی دل مین وہ بہت سے سوراخ رکھتی ہے کہ اب ہر سوراخ سے سر باہر نکالتی ہے - (سوسمار کا قاعدہ ہے کہ یہ اپنے گھر کے بہت سے سوراخ بناتی ہے اگر ایک طرف سے کوئی مارتا ہے تو دوسری طرف سے نکل جاتی ہے اُدھر سے کوئی مارے تو اور طرف سے باہر ہو جاوے غرضکہ مار نہین کھاتی) تو فرماتے ہین کہ سوسمار کی طرح یہ نفس و شیطان بھی دل کے اندر بہت سے سوراخ رکھتے ہین وہ سوراخ طرق اضلال ہین کہ مختلف طریقون سے انسان کو بہکاتے ہین اور اگر ایک طرف سے گمراہ نہ کر سکے تو دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہین غرضکہ قابو مین نہین آتے -

نام پنہان گشتن دیو از نفوس　　واندران سوراخ رفتن شد خنوس

یعنی شیطان کے نفوس سے پوشیدہ ہونے کا اور اُس سوراخ مین چلے جانیکا نام خنوس ہو گیا -

کہ خنوسش چون خنوس قنفذ ست　　چون سر قنفذ ورا آمد شد است

یعنی کہ اُس کا پوشیدہ ہونا مثل سیہی کے پوشیدہ ہونیکے ہے جیسے کہ سیہی کا سر کہ اُسکے لئے آمد و شد ہے یعنی جسطرح کہ سیہی کہ وہ کبھی سر کو باہر نکالتی ہے اور کبھی اندر کر لیتی ہے اسیطرح نفس و شیطان کہ کبھی پوشیدہ ہوتے ہین اور کبھی ظاہر ہوتے ہین -

کہ خدا آن دیو را خناس خواند　　　　کہ سر آن خار پشتک را بماند۔

یعنی کہ خدا نے اُس شیطان کو خناس کہا اسلئے کہ اُس خار پشت کے سر کے مشابہ ہوا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے جو شیطان کو خناس کہا ہے تو اسلئے کہ اُسکی عادت ہے کہ کبھی پوشیدہ ہوتا ہے اور کبھی ظاہر تو اسی پوشیدگی کو خنوس کہدیا اور اس کی وجہ سے صاحب خنوس کو خناس فرمادیا۔

می نہان گردد سر آن خار پشت　　　　دمبدم از بیم صیاد درشت

یعنی اُس خار پشت (سیہی) کا سر دمبدم صیاد سخت کے خوف سے پوشیدہ ہوتا ہے یعنی جسطرح کہ وہ صیاد کے ڈر کے مارے اپنا سر چھپا لیتی ہے اسیطرح یہ حضرت شیطان بھی چھپتے پھرتے ہین۔

تا چو فرصت یافت سر آرد برون　　　　زین چنین مکرے شود مارش زبون

یعنی تاکہ جب فرصت پاوے تو سر باہر نکالے تو ایسے مکر سے اُس کا ساتھی عاجز ہوجاتا ہے یعنی جب دیکھا کہ اب مین مغلوب ہونگا تو چھپ جاتا ہے اور جب خوف جاتا رہا تو اب پھر سر نکالتا ہے اس طریقہ سے اپنے ساتھی کو عاجز کردیتا ہے کہ وہ اس کا کچھ نہین کرسکتا آگے فرماتے ہین کہ

گر نہ نفس از اندرون راہت زدے　　　　رہزنان را بر تو کے دستے بُدے

یعنی اگر اندر سے تیری راہ نفس نہ مارتا تو رہزنون کو تجھپر کب قدرت ہوتی مطلب یہ کہ انسان پر جو آفات آتی ہین یہ ساری اس کی نحوست ہے کہ یہ خود ارتکاب معاصی کرتا ہے ورنہ اگر یہ خود کچھ نکرے تو کوئی وبال اسپر نہ آوے

زان عوان مقتضی کہ شہوت است　　　　دل اسیر حرص و آز و آفت است

یعنی اُس سپاہی تقاضا گر کی وجہ سے جو کہ شہوت ہے دل حرص و آز اور آفت کا اسیر ہے

زان عوان سِتر شدی دزد و تباہ　　　　تا عوانان را بقہر تست راہ

یعنی اُس سپاہی کی وجہ سے تو بُرا اور چور اور تباہ ہوگیا ہے یہانتک کہ سپاہیون کو تیرے قہر پر راستہ ہے۔ مطلب یہ کہ جبکہ تو اُس عوان شہوت و غضب کی وجہ سے

تباہ ہورہا ہے تو یہی وجہ ہے کہ تو ان آفات دنیاوی مین پھنس رہا ہے وہ باطنی عوان صورت ظاہر مین نمودار ہو جاتے ہین

در خبر بشنو تو این پند نکو		بین جنبیکم لکم اعدا عدو

یعنی تم حدیث مین یہ عمدہ نصیحت سنلو کہ درمیان دونون پہلوون تمہارے کے سب سے بڑا دشمن ہی یعنی حدیث مین ہے اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک تو کہتے ہین کہ سب سے زیادہ تمہارا دشمن یہی ہے اسی سے بچنا ضروری ہے بس جو یہ کہے اس کی سننا ہی مت

طمطراق این عدو مشنو گریز		کو چو ابلیس است در رنج و ستیز

یعنی اُس عدو کی طمطراق مت سنو اور بہاگ جاؤ کیونکہ وہ رنج و ستیز مین مثل ابلیس کے ہے یعنی جسطرح کہ ابلیس ہر گہڑی اور ہر وقت لڑنے اور رنج دینے کو تیار ہے اسیطرح یہ نفس بہی ہر گہڑی تکلیف پہونچانیکو تیار رہے لہذا خدا کے واسطے اس سے الگ رہو اور اُس کی مت سنو۔

بر تو او از بہر دنیا و نبرد		آن عذاب سرمدی را سہل کرد

یعنی تجہپر اُسنے دنیا اور نبرد کے واسطے اُس عذاب ابدی کو سہل کردیا ہے یعنی اُسنے صرف دنیا کے واسطے اُس عذاب ابدی کو تمہین سہل کرکے دکہادیا اور تم کو اُس سی بیخوف کردیا اور اسقدر جری کردیا کہ برابر مرتکب معاصی کے ہوتے ہو اور کچھ خبر نہین

چہ عجب گر مرگ را آسان کند		او ز سحر خویش صد چندان کند

یعنی کیا تعجب ہی اگر موت کو آسان کردے وہ اپنے سحر سے ایسے سیکڑون کو کرتا ہے یعنی اُسنے موت کو تمپر آسان کردیا اور اُس سے بیخوف کردیا تو کچھ تعجب نہین اسلئے کہ اُس کی فسون گری تو اُس سے کہین زیادہ ہے آگے کچھ سحر کے آثار کو بیان فرماتے ہین

سحر کاہے را بصنعت کُہ کند		باز کوہے را چو کاہے می تند

یعنی سحر کاریگری سے تنکے کو پہاڑ کر (کے دکہا) دیتا ہے اور پہر پہاڑ کو تنکے کیطرح کر (کے دکہا) دیتا ہے

زشتہا را نغز گرداند بفن		نغزہا را زشت گرداند بہ ظن

یعنی برائیون کو (اپنے) فن سے بھلائیان کر دیتا ہے اور بھلائیون کو گمان مین زشت کر دیتا ہے

آدمی را خر نماید ساعتے　　　آدمی سازد خرے را زاینتے

یعنی آدمی کو ایک گھڑی کیلئے گدہا (کر) دکہاتا ہے اور گدہے افسون سے آدمی بنا دیتا ہے

کار سحر انیست کو دم می زند　　　ہر نفس قلب حقائق می کند

یعنی سحر کا یہی کام ہے کہ وہ پھونکتا ہے تو ہر گھڑی تبدیل حقائق کر دیتا ہے (اور اچھے کو برا اور برے کو اچھا کر دکہاتا ہے)

این چنین ساحر درون تست سر　　　ان فی الوسواس سحرا مستتر

یعنی ایسا ہی ایک ساحر تیرے اندر پوشیدہ تحقیق وسواس مین ایک سحر مستتر ہے (مطلب یہ کہ جیسے کہ ہمنے اوپر آثار سحر بیان کئے ہین بس ایسا ہی ایک ساحر تیرے اندر بھی ہے جو کہ ایسا ہی سحر تحبیر کرتا رہتا ہے اور وہ ساحر نفس ہی اور سحر وساوس ہین کہ وساوس مین مبتلا ہو کر انسان کو حقائق اشیاء سے بے خبری ہو جاتی ہے - ایک یہان سننے والیکو ایک قسم کی یاس ہوتی ہے کہ جب خود ہمارے اندر ہی یہ بلا موجود ہے تو اب ہم اس سے کہان بچ سکتے ہین ابتو ضرور اسکے ہاتھون تباہ ہونگے - لہذا آگے اسکے تسلیہ کیلئے فرماتے ہین کہ -

اندران عالم کہ ہست این سحرہا　　　ساحران ہستند جادوئی کشا

یعنی اُس عالم مین کہ یہ سحر ہین بہت سے ساحر جادو کشا ہین - مطلب یہ کہ جہان یہ سحر کرنے والے اور گمراہ کنندگان ہین وہان اس سحر کو کہولنے والے اور ہدایت کنندگان بھی موجود ہین اور وہ شیوخ کاملین ہین کہ وہ شیطان کے مکر دن کو پہچانکر اس کا توڑ کر دیتے ہین -

اندران صحرا کہ رست این زہر تر　　　نیز روئیدست تریاق ای پسر

یعنی جس صحرا مین کہ یہ زہر تر اُگا ہے (دہین) اے صاحبزادے تریاق بھی پیدا ہوا ہے

گوید ت تریاق از من جو سپر　　　کہ ز زہرم من بتو نزدیک تر

یعنی تریاق تجھسے (بزبان حال) کہہ رہا ہے کہ مجھ سے پناہ تلاش کر کہ مین زہر کی نسبت

تجھ سے زیادہ نزدیک ہون۔ مطلب یہ کہ مرشدین کاملین بلا رہے ہین کہ اے شیطان
کے پھندے مین پھنسنے والو ادہر آؤ اور ہماری مدد سے اس ورطۂ ہلاکت سے نجات پاؤ
اور میرے پاس آجاؤ اسلئے کہ مین اُس گمراہ کنندہ اور شیطان کی نسبت تمسے زیادہ
نزدیک ہون۔

گفت او سحرست و ویرانی تو گفت من سحرست و دفع سحر او

یعنی (وہ مرشدین فرمارہے ہین کہ) اُس کا کہنا سحر ہے اور تیری ویرانی ہے اور میرا
کہنا سحر ہے اور اُس سحر کا دفع ہے یعنی اُسکے اقوال تو ایسے ہین کہ سحر ہین لیکن اُس سحر
تمکو بربادی اور ویرانی حاصل ہوتی ہے اور میرا کہنا بھی سحر ہے یعنی سریع التاثیر ہے لیکن یہ
میرے اقوال اُس سحر کے دافع اور ہدایت کرنے والے ہین

گفت پیغمبر کہ ان فی البیان سحر او حق گفت آن خوش پہلوان

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیان مین سحر ہوتا ہے اور اُس اچھے پہلوان نے
حق کہا ہے یعنی حدیث مین جو ان من البیان لسحرا آیا ہے یہ بالکل صحیح ہے کہ دیکھو اُن
گمراہ کنندگان کے اقوال بھی سحر ہین کہ بیحد سریع التاثیر ہین اور ہدایت کنندگان کے
اقوال بھی سحر ہی کی طرح سریع التاثیر ہین لیکن مابین فرق یہ ہے کہ۔

لیک سحرے دفع سحر ساحران مایۂ تریاک باشد در جہان

یعنی لیکن ایک سحر تو ساحرون کی سحر کا دافع ہے اور جہان مین مایۂ تریاق ہوتا ہے۔

آن بیان اولیاؤ اصفیاست کز ہمہ اغراض نفسانی جداست

یعنی وہ بیان اولیاء و اصفیاء کا ہے کہ تمام اغراض نفسانی سے جدا ہے مطلب یہ کہ کلام
دو طرح کے ہوتے ہین جو سحر کی طرح سریع التاثیر ہوتے ہین ایک تو وہ جو ہلاک کرنیوالا
راہ حق سے پھیرنے والا وہ تو کلام شیاطین و وسواس نفس ہے اور ایک وہ جو کہ ہدایت
کرنے والا اور شیاطین کے سحر کو اور اُسکے اثر کو دفع کرنے والا وہ کلام اولیاء اللہ ہے کہ
جو تمام اغراض نفسانیہ سے جدا ہو چکے ہین کہ اُن کے کلام مین ہدایت و رشد ہوتی ہے آگے
ان سب کا حاصل فرماتے ہین کہ۔

حاصل ان کز زہر نفس دون گریز ۔ نوش کن تریاق مرشد چست و تیز

یعنی حاصل یہ ہے کہ کمینہ کے زہر سے تو بھاگ اور مرشد کا تریاق چست و چالاک (ہو کر) نوش کر۔ یعنی اُس کی باتوں اور اُس کی ہدایتوں پر عمل کر اور نفس و شیطان کو دفع کر تاکہ تو کسی کام کا ہو۔

این طلسم سحر نفس اندر شکن ۔ سوئے گنج پیر کامل نقب زن

یعنی اس طلسم سحر نفس کو توڑ ڈال اور پیر کامل کے خزانہ کی طرف نقب لگا۔ یعنی اُس خزانہ شیخ کامل کو حاصل کر اور اس نفس و شیطان کے طلسم کو توڑ تاکہ رہائی پاکر اور گمراہی سے نکل کر راہِ ہدایت پر آجاؤ۔ آگے فرماتے ہین کہ۔

بس دراز ست این سوئے آغاز ران ۔ جانب مہمان و مسجد باز ران

یعنی یہ (قصہ تو) بہت دراز ہے تم شروع کی طرف چلو۔ مہمان اور مسجد کی طرف کو واپس چلو۔ مطلب یہ کہ یہ مضمون نفس کے مکائد کا اور مرشد کی ترغیب کا تو بہت طویل ہے لہذا اُسکو یہین چھوڑ کر اب ذرا مہمان اور مسجد کا قصہ بیان کردو۔

زین گذر کن باز تا مسجد بیا ۔ قصہ مہمان بگو وان ماجرا

یعنی اس سے گذر کر اور پھر مسجد تک آ۔ قصہ مہمان کا کہہ اور وہ ماجرا یعنی اب اُس مسجد والے مہمان کے قصہ کو پورا کردو اور اُسے بیان کرو آگے اُسی کو فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

ہین مکن جلدی برو ای بوالکرم	مسجد و مارا مکن زین متہم
کہ بگوید دشمنے از دشمنے	آتشے در ماز ند فردا دنے
کہ بتا سایند او را ظالمے	بر بہانہ مسجد او بد سالمے

تا بہانہ قتل بر مسجد نہد	چونکہ بدنام ست مسجد او جہد
تہمتے بر ما منہ اے سخت جان	کہ نہ ایم ایمن ز مکر دشمنان
ہین برو جلدی مکن سودا میز	کہ نتان پیمود گردوں را بگز
چو توبسیاران بلا فیدہ زبخت	ریش خود برکندہ یک یک لخت لخت
ہین برو کوتاہ کن این قیل و قال	خویش و ما را در میفگن در وبال

اُنہوں نے پھر کہا کہ آپ جائیں اور جلدی نکریں اور ہمکو اور ہماری مسجد کو الزام قتل سے متہم نکریں ہمکو ڈر ہے کہ کوئی دشمن دشمنی سے یوں نہ کہے کہ اور کوئی کمینہ ہمکو یوں ضرر نہ پہونچاوے کہ صاحب مارا تو ہے اسے کسی ظالم نے اور نام لے دیا مسجد کا اور اس بہانہ سے خود بچ گیا اور اسنے یہ جرأت اسلئے کی ہے کہ چونکہ مسجد بدنام ہے اسلئے اسکو مسجد کے سر تھوپدے اور خود کود کر الگ ہو جاوے۔ بس آپ بہادر سہی مگر ہمکو الزام سے بچائے اسلئے کہ ہم دشمنوں کی شرارت سے مطمئن نہیں ہیں دیکھئے ہم کہتے ہیں کہ آپ تشریف لیجائیے اور جلدی نہ کیجئے۔ اور خیال خام نہ پکائے کیونکہ مسجد میں رہکر بچ جانا یوں ہی ناممکن ہے جیسا کہ آسمان کو گز سے ناپنا اور یہ تو ناممکن ہے لہذا وہ بھی ناممکن ہے۔ آپ جیسے بہت سے آئے ہیں اُنہوں نے اپنی خوش اقبالی کی شیخیاں ماری ہیں لیکن نتیجہ یہی ہوا کہ وہ پچھتائے اور مارے غم کے اپنی ڈاڑھیاں نوچ کر ایک ایک بال اُکھیڑ ڈالا۔ اچھا تو اب تشریف لیجائیں اور زیادہ نہ کہیں سنیں نہ اپنے کو مصیبت میں ڈالیں اور نہ ہمکو بلا میں پھنسائیں۔

شرح شبیری

ملامت کرون کا مسجد کے مہمان کو مکرر نصیحت کرنا

ہین مکن جلدی برو اے بوالکرم　　مسجد و ما را مکن زین متہم

یعنی (اہل محلہ نے کہا کہ) ارے بھلے آدمی جلدی مت کر چلا جا ہمین اور مسجد کو اس سے متہم مت کر۔ یعنی اگر تو یہان ٹہیرا اور مارا گیا تو سب لوگ ہمپر الزام رکہین گے اور سمجہین گے کہ ان ہی لوگون نے مار ڈالا ہے تو تو ہمین کیون بدنام کرتا ہے۔

گر بگوید دشمنے از دشمنی　　آتشے در ما زند فرّاد نے

یعنی اگر کوئی دشمن دشمنی کی وجہ سے کہدے اور کل کو کوئی کمینہ ہمارے اندر آگ لگا دے (اور یہ کہے کہ)

کہ بتا سا بیند او را ظالمے　　بر بہانہ مسجد او بُد سالمے

یعنی کہ گلا گہونٹ دیا ہے اُس کا کسی ظالم نے اور مسجد کے بہانہ پر وہ بے فکر تھا

تا بہانہ قتل بر مسجد نہد　　چونکہ بدنام است مسجد او جہد

یعنی تاکہ قتل کا بہانہ مسجد پر رکہدے جبکہ مسجد بدنام ہے تو وہ (صاف) نکل جاوے۔ مطلب یہ کہ لوگون نے کہا کہ میان یہان سے چلدے ورنہ کوئی دشمن دشمنی کی وجہ سے ہمارے اوپر الزام لگا دیگا۔ اور کہدیگا کہ میان ان ہی لوگون نے مار دیا ہی اور چونکہ مسجد بدنام ہے کہ یہان جو آتا ہے مر جاتا ہے۔ اسلئے مار کر اس مسجد کا نام لے دیا تو چونکہ ہمین اس الزام کا خوف ہے لہذا تو یہان سے روانہ ہو جا۔

تہمتے بر ما منہ اے سخت جان　　کہ نہ ایم ایمن ز مکر دشمنان

یعنی (اہل محلہ نے کہا کہ) ارے سخت جان ہمارے اوپر تہمت مت رکہہ کیونکہ ہم دشمنون کے مکر سے بیخوف نہین ہین۔ یعنی اُن لوگون نے کہا کہ میان ہمارے اوپر تہمت مت رکہہ اسلئے کہ ہمین دشمنون کا بہت خوف ہے ممکن ہے کہ لوگ ہمپر تہمت لگا دین اسلئے تو یہان سے روانہ ہی ہو جا۔

ہین برو جلدی مکن سودا میز　　کہ نتان پیمود گردون را بگز

یعنی ارے جا جلدی مت کر سودا مت پکا کیونکہ آسمان کو گز سے کوئی ناپ نہین سکتا۔

مطلب یہ کہ جلدی مت کر سوچ سمجھکر کام کر اور ایسے تمام خیالات کو مت پکا اسلئے کہ یہ ایسا مشکل کام ہے جیسے کہ آسمان کی پیمایش کرنا اور آسمان کی پیمایش کوئی کر نہین نہین سکتا۔ لہذا تو بھی اس مسجد مین نہین رہ سکتا۔

چون تو بسیاران بلا فیدہ زبخت ریش خود بر کندہ یک یک لخت لخت

یعنی تجھ جیسے بہتیرے جو کہ بخت کی وجہ سے سختی کہتے تھے اپنی ڈاڑھی کو ایک ایک کر کے اُکھاڑ دی مطلب یہ کہ یہان بہت لوگون نے بخت آزمائی کر لی ہے مگر کوئی بھی یہان سے بازی نہ لے سکا بلکہ ہمیشہ جو آیا تباہ و برباد ہی ہوا لہذا تو اس خیال مین مت پڑ اور چلا جا۔

ہین برو کوتاہ کن این قیل و قال خویش و مارا در میفگن در وبال

یعنی ارے جا اور اس کہنے سننے کو کم کر اور اپنے کو اور ہمین وبال مین مت ڈال مطلب یہ کہ سب نے کہا کہ بس ان باتون کو جانے دو اور ہمپر تو الزام مت لگاؤ اور اپنے کو ہلاکت مین مت ڈالو۔ بس تم یہان سے چلے ہی جاؤ جب اُسنے ان ملامت گرون کی یہ باتین اور نصیحتین سنین تو اُسنے جواب ذیل دیا۔

شرح حبیبی

گفت اے یاران ازان دیوان نیم کہ زلا حولے ضعیف آید پیم

کودکے کو حارث کشتے بدے طبلکے در دفع مرغان می زدے

تا رمیدے مرغ ازان طبلک زکشت کشت از مرغان بد بیخوف گشت

چونکہ سلطان شاہ محمود کریم بر گذر زد آنطرف خیمہ عظیم

با سپاہے ہمچو استارہ اثیر انبہ و فیروز و صفدر ملک گیر

اشترے بُد کو بدے حمال کوس بختیٔ بُد پیشرو ہمچون خروس

بانگ کوس و طبل بر وی روز و شب ... می زدند اندر رجوع و در طلب

اندران مزرع درآمد آن شتر ... کودک آن طبلک بزد در حفظ بر

عاقلی گفتش مزن طبلک که او ... بختی طبلست و باآنشست خو

پیش او چه بود تبوراک تو طفل ... که کشد او طبل سلطان بیست کفل

عاشقم من کشتهٔ قربان لا ... جان من نوبتگه طبل بلا

خود تبوراکست این تہدیدہا ... پیش آنچه دیده است این دیدہا

ای حریفان من از آنہا نیستم ... کز خیالاتی درین ره بایستم

من چو اسمٰعیلیانم بے حذر ... بل چو اسمٰعیل آزادم ز سر

فارغم از طمطراق و از ریا ... قل تعالوا گفت جانم را بیا

اسنے جواب دیا کہ صاحبو مین شیطان نہین ہون کہ لاحول سنکر میرا قدم سست ہو جاوے لہذا یہ تہدیدات اور دہمکیان مجھے میرے ارادہ سے باز نہین رکھ سکتین مین تمکو ایک قصہ سناتا ہون غور سے سنو ایک لڑکا جو کہ ایک کہیت کی رکہوالی کرتا تھا جانورون کو ہٹانے کیلئے ڈہیڑی بجادیتا تھا اُس سے جانور بھاگ جاتے تھے اور اس ذریعے سے کہیتی اُن سے مامون ہو جاتی تھی جبکہ سلطان محمود نے اُس طرف کو گذرتے ہوئے ایک ستارون کی مانند بیشمار اور فتحمند صف شکن ملک گیر لشکر کے ساتھ وہان قیام کیا تو اُس کا ایک نقارہ بردار اور جسطرح مرغ سب سے پہلے اُٹھتا ہے یون سب سے آگے چلنے والا بختی اونٹ تھا اتفاقاً وہ اونٹ اُس کہیت مین جا گہسا اسپر لڑکے نے ڈہیڑی کو بغل مین لیکر اُسکو نکالنے کیلئے بجانا شروع کیا۔ کسی عقلمند نے اُس سے کہا کہ میان صاحبزادے تم ڈہیڑی نہ بجاؤ کیونکہ یہ نقارہ بردار اونٹ اور اس آواز کے سننے کا عادی ہے یہ اِس سے نہین ڈر سکتا جبکہ یہ تمہاری ڈہیڑی جیسے

بس گو نابڑا نقارہ اٹھاتا اور اس کی آواز سنتا ہے تو تمہاری ڈھپری کیا چیز ہے۔ سو صاحبو مین
عاشق اور فنا پر مٹا ہوا ہون میری جان مصائب کا نقار خانہ ہے پس جو بلائین مین نے ان آنکھون سے
دیکھی ہین اُن کے سامنے یہ دہمکیان ایسی ہی ہین جیسے نقارہ محمود کے سامنے ڈھپڑی۔ نیز میری
سامنے یہ دہمکیان ایسی ہی ہین جیسے دہگیر کیلئے خیالی صورتین لیس ہین اُن لوگون مین سے نہین
ہون جو خیالی صورتون سے متاثر ہو کر رستہ مین ٹہر جاؤن اور چلنا چھوڑ دون مین اسمعیل مشرب
لوگون کی طرح بیخوف ہون بلکہ خود اسمعیل علیہ السلام کی طرح سر سے بے پرواہ ہون تم میری باتون
کو شیخی سمجھتے ہو مگر مین تمکو یقین دلاتا ہون کہ نہ مجھے نمائشی باتون کی ضرورت ہے نہ دکھاوے کی
حاجت بلکہ میری جان کو تو حکم قل تعالوا بلا رہا ہے اسلئے مین سر ہتیلی پر لئے پہرتا ہون۔

شرح شبیری

اُس مہمان کا اُنکو جواب دینا اور کہیت والے لڑکے کا اپنی کہیتی سے ڈھپڑی کے ذریعے محمود غزنوی کے نقارہ بردار اونٹ کو ہٹانے کی مثل بیان کرنا

گفت ای یاران ازان دیوان نیم کہ زلا حولے ضعیف آید پیم

یعنی اُسنے کہا کہ اے یارو مین اُن دیوانوں سے نہین ہون کہ جو ایک لاحول سے میرا قدم ضعیف
ہو جاوے یعنی اُسنے کہا کہ مین اُن لوگون سے نہین ہون کہ جو تمہاری باتون سے ڈر جاؤن اور میرا
قدم شست ہو جاوے اور مین اس مسجد مین نہ ٹہیرون اسلئے کہ میری مثال تو ایسی ہے کہ۔

کودکے کو حارس کشتے بدے طبلکے در دفع مرغان می زدے

یعنی ایک لڑکا جو کہ نگہبان ایک کہیتی کا تھا جانورون کے دفع کرنیکے لئے ایک ڈھپڑی بجایا کرتا تھا

تا رمیدے مرغ ازان طبلک ز کشت کشت ازان مرغان بد بیخوف گشت

یعنی یہانتک کہ جانور اُس ڈھپڑی کی وجہ سے کہیت سے بھاگ جاتے تو کہیتی بد جانورون سے بیخوف
ہو گئی تھی۔

چونکہ سلطان شاہ محمود کریم　　　برگذر زد آن طرف خیمۂ عظیم

یعنی جبکہ سلطان محمود شاہ کریم نے گذر گاہ پر اُس طرف خیمہ عظیم لگایا۔

با سپاہے ہمچو استارہ اثیر　　　انبہ و فیروز و صفدر ملک گیر

یعنی ساتھ ایک لشکر کے جو مثل آسمان کے ستارون کی بیحد تھا اور کامیاب اور شجاع اور ملک گیر

یعنی اُس حالت مین محمود غزنوی اُس لڑکے کے کہیت کی طرف کو گذرا تو اُسنے اتفاقاً وہین ڈیرہ ڈال دیا۔

اشترے بُد کو بُدے حمال کوس　　　بختی بد پیشرو ہمچو خروس

یعنی ایک اونٹ تھا جو کہ نقارہ بردار تھا ایک بختی تھا مرغ کی طرح آگے چلنے والا یعنی جس طرح کہ مُرغ تمام جانورون مین سحر خیز ہوتا ہے اسیطرح وہ اونٹ بھی سب مین آگے چلنے والا تھا۔

بانگ کوس و طبل بروی روز و شب　　　می زدندے در رجوع و در طلب

یعنی کوچ کے روز طبل کی آواز اُسکے اوپر رات دن آنے جانے مین بجایا کرتے تھے۔

اندران مزرع در آمد آن شتر　　　کودک آن طبلک بزد در حفظ بر

یعنی وہ اونٹ اُس کہیتی مین آگیا تو لڑکے نے اُس ڈہبڑیکو گیہون کی حفاظت کیلئے بجایا۔

عاقلے گفتش مزن طبلک کہ او　　　بختی طبل است و با آن شست خو

یعنی ایک عاقل نے اُس سے کہا کہ تو ڈہبڑیکو مت بجا اسلئے کہ وہ تو بختی ہے اور وہ اُس کا عادی ہے (آن شست خو اصل مین آنش خوست تھا یعنی اُس طبل کیساتھ اُس کی عادت ہی تو پھر وہ اُس ڈہبڑی سے کیا ڈریگا

پیش او چہ بود تبوراک تو طفل　　　کہ کشد او طبل سلطان بیست کفل

یعنی اے لڑکے اُسکے آگے تیری ڈہبڑی کیا ہوگی کیونکہ وہ تو طبل سلطانی کو جو بیس گنا ہی کہینچتا ہے) تو وہ اس ذراسی ڈہبڑی سے کیا ڈریگا اب اُس مثل کو بیان کر کے وہ مضمون کہتا ہے کہ)

عاشقم من کشتۂ قربان لا　　　جان من نوبتگہ طبل بلا

یعنی مین عاشق ہون مارا ہوا اور قربان فنا کا ہون اور میری جان طبل بلائی کی نوبت گاہ

خود تہور اکست این تہدیدہا پیش انچہ دیدہ است این دیدہا

یعنی یہ تہدیدین خود اُن چیزون کے سامنے جنکو کہ ان آنکہون نے دیکہا ہے دہمکیان ہین مطلب یہ کہ جسطرح کہ وہ اونٹ طبل بردار تھا اس وجہ سے اُس ڈہپڑی سے نہ ڈرتا تھا اسی طرح مین بہی بلاؤن کا برداشت کرنے والا ہون مجہپر سیکڑون بلائین نازل ہوچکی ہین تو پہر میرے سامنے تمہاری یہ دہمکیان کیا چل سکتی ہین یہ دہمکیان میرے آگے ایسی ہین جیسے کہ اُس اونٹ کے آگے وہ ڈہپڑی اسلئے کہ مین نے تو اس سے کہین زیادہ بلائین برداشت کی ہین۔

ای حریفان من ازانہا نیستم کز خیالاتے درین رہ بیستم

یعنی اے دوستو مین اُن مین سے نہین ہون کہ خیالات کی بناء پر اس راہ مین کہڑا ہو جاؤن۔ یعنی تم جو باتین کررہے ہو یہ صرف خیالات ہین کہ یون ہوگا اس طرح ہوگا تو مین ایسا نہین کہ خیالات کی بناء پر ڈر جاؤن بلکہ

من چو اسمعیلیانم بے حذر بل چو اسمعیل آزادم ز سر

یعنی مین اسمعیلیون (ایک فرقہ کا نام ہے) کی طرح ہون بے خوف بلکہ اسمعیل کی طرح سر سے آزاد ہون یعنی مجہے مرجانے سے خوف نہین ہے مین تو مرنے کہ پہرتا ہون مین اپنے سر سے بالکل آزاد ہون۔

فارغم از طمطراق و از ریا قل تعالوا گفت جانم را بیا

یعنی مین شان وشوکت اور ریا سے فارغ ہون قل تعالوا نے میری جان کو کہا ہے کہ آ۔ یعنی مجہے شان وشوکت کی ضرورت نہین ہے جو شبہ ہو کہ مین یہ باتین اسلئے کررہا ہون نہ مجہے ریا مقصود ہے بلکہ تعالوا کا جو خطاب ہورہا ہے وہ خطاب مجہے بلا رہا ہے اور اُسی کی وجہ سے مین جان دینے پر دلیر ہون۔

آگے مولانا

فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

گفت پیغمبر که جادنی السلف — بالعطیه من تیقن بالخلف

هر که بیند مر عطا را صد عوض — زود در بازد عطا را زین غرض

جمله در بازار زان گشتند بند — تا چو سود افتاد مال خود دهند

زر در انبانها نشسته منتظر — تا که سود آید ببذل آید مصر

چون به بیند کاله در ربح بیش — سرد گردد عشقش از کالای خویش

گرم زان ماندست با آن کو ندید — کالهائے خویش را ربح و مزید

همچنین علم و هنرها و حرف — چون ندید افزون ازانها در شرف

تا به از جان نیست جان باشد عزیز — چون به آمد نام جان شد چیز لیز

لعبت مرده بود جان طفل را — تا نگشت او در بزرگی طفل را

این تصور وین تخیل لعبت است — تا تو طفلی پس بدانت حاجت است

چون ز طفلی رست جان شد در وصال — فارغ از حس است و تصویر و خیال

نیست محرم تا بگویم بے نفاق — تن زدم والله اعلم بالوفاق

مال و تن برف اند ریزان از فنا — حق خریدارش که الله اشتری

برفها زان از ثمن اولیستت — که توئی در شک یقینے نیستت

وین عجب ظنے ست در تو ای مهین — که نمی پرد به بستان یقین

هر گمان تشنه یقین ست ای پسر — می زند اندر تزائد بال و پر

چون رسد در علم پس پر پا شود — مر یقین را علم او پویا شود

زانکه هست اندر طریق مفتتن — علم کمتر از یقین و فوق ظن

علم جویائے یقین باشد بدان — وان یقین جویائے دید ست و عیان

اندر الهکم بجو این را کنون — از پس کلا پس لو تعلمون

می کشد دانش به بینش ای علیم — گر یقین بودے بدیدندے جحیم

دید زاید از یقین بے امتهال — آنچنان کز ظن همی زاید خیال

اندر الهکم بیان این به بین — که شود علم الیقین عین الیقین

اب مولانا فرماتے ہیں (اور ممکن ہے کہ مقولہ عاشق ہی ہو) کہ کسی کو مذکورہ بالا بیان بعید نہ معلوم ہو کیونکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (کما ہو المنقول واللہ اعلم بصحۃ النقل) کہ جب کسی کو معاوضہ کا یقین ہوتا ہے وہ ابتداءً میں مال کے دینے میں دل کھول دیتا ہے اور یہ امر نہایت صحیح ہے چنانچہ لوگ بازاروں میں اسی لئے مقید ہیں کہ جب نفع ملے تو مال دے ڈالیں تھیلیوں میں سونا بھرے منتظر بیٹھے ہیں کہ نفع کا مال ملے تو زبردستی اسے کسی کے گلے منڈھ دیں بس جب ان لوگوں کو زیادہ نفع کا مال ملتا ہے تو اونکو اپنے مال کی محبت نہیں رہتی کیونکہ ان کو اپنے مال سے اسی لئے محبت ہے کہ نفع کا مال نہیں ملا ہے علی ہذا علم و ہنر اور پیشوں سے بھی اسی لئے محبت ہے کہ ان سے زیادہ اشرف شے اونکو نہیں ملی ورنہ جبکہ ایسی شے مل جاوے تو کبھی محبت نہ رہے گی۔ پس جبکہ یہ اصول معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جان اسی وقت تک عزیز ہے جب تک اس سے زیادہ عزیز شئے نہیں ملتی اور جبکہ اوس سے بہتر کوئی شئے ملتی ہے تو پھر وہ عزیز نہیں رہتی بلکہ ایک حقیر شے ہو جاتی ہے اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ بہتر عوض کے مقابلہ میں جان حقیر چیز ہو جاتی ہے اب یوں سمجھو کہ کبھی آدمی اوس شے کو جو حقیقۃً جان نہیں ہے جان سمجھ لیتا ہے اسلئے کہ وہ حقیقی جان کو نہیں دیکھتا۔ چنانچہ بچہ بے جان گڑیا کو اس وقت تک جان سمجھتا ہے جبتک وہ جوان نہیں ہوتا اور اوس کے اولاد نہیں ہوتی اور جبکہ اوسکے اولاد ہوتی ہے اور وہ جاندار گوڑیا کو دیکھتا ہے اوس وقت اوسکی نظر میں وہ گوڑیا کچھ بھی نہیں رہتی جب یہ امر ممہد ہو چکا تو اب سمجھو کہ دنیا و ما فیہا جو کہ بمنزلہ ایک تصور و تخیل کے ہے واقع میں ایک بیجان کھلونا ہے اور جب تک کہ تم کامل العقل اور بالغ حقیقی نہیں ہوئے اوسوقت تک تم کو اُس کی ضرورت ہے پس جبکہ آدمی حقیقی بالغ ہو گیا اور وصل محبوب حقیقی نصیب ہو گیا تو پھر نہ اُسے حس کی ضرورت رہتی ہے نہ تصویر و خیال کی اور دنیا و ما فیہا اوس کی نظر میں ہیچ ہو جاتی ہے چونکہ کوئی محرم نہیں ہے تاکہ میں اس مضمون کو صاف صاف بیان کرسکوں اسلئے اسی قدر بیان کرکے خاموشی اختیار کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تفصیل وصال حق سبحانہٗ ہی خوب جانتے ہیں اور اس عنوان کو چھوڑ کر دوسرے عنوان سے سمجھاتا ہوں سنو مال اور تن برف ہیں جو کہ گھٹتے اور فنا ہوتے رہتے ہیں اور خدا اونکا خریدار ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ پس جو شخص کہ وصال حق سبحانہٗ سے کامیاب ہو گا یا دوسرے عنوان کی بنا پر یوں کہو کہ وہ اپنی جان کی اعلیٰ قیمت دیکھے گا اوس کی نظر میں جان کی کیا وقعت ہو سکتی ہے اور وہ اوسکے دے ڈالنے میں کیا پس و پیش کریگا۔ پس اب اس عاشق کے بیان میں کچھ بھی استبعاد نہ رہا۔ استبعاد کا منشا یہ ہے کہ تم اوسکی حالت کو اپنی حالت پر قیاس کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ جیسے ہم کو جان عزیز معلوم ہوتی ہے یوں ہی اوسکو

بھی ہونی چاہئے مگر یہ قیاس مع لفارق ہے تمکو یہ برف اس قیمت کے مقابلہ میں اسلئے عزیز ہے کہ تم کو شک ہے
اور یقین نہین ہے برخلاف اُسکے کہ اوسکو یقین ہے اور شک بھی عجیب قسم کا ہے کہ یقین تک پہونچنا ہی نہین
چاہتا حالانکہ ہر شک کا قاعدہ ہے کہ وہ طالب یقین ہوتا ہے اور ترقی کرنے کیلئے پر پُرزے ہلاتا ہے پس جبکہ
وہ علم تک پہونچتا ہے تو وہان نہین ٹہیرتا بلکہ سیدھا یقین تک پہونچتا ہے کیونکہ اس راہ مین علم پہلے پڑتا ہے
اور یقین بعد کو ملتا ہے اسلئے کہ علم ظن اور یقین کے درمیان میں واقع ہے اسلئے اولاً وہ علم ہوتا ہے اور جب علم
ہوجاتا ہے تو یقین کا طالب ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ علم جویائے یقین ہے اور جب یقین تک پہونچ جاتا
ہے تو وہاں بھی نہین ٹہیرتا۔ بلکہ حق الیقین تک پہونچتا ہے کیونکہ یقین طالب مشاہدہ و معائنہ ہوتا ہے اسکی
تصدیق تم کو الھکم التکاثر میں کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم ثم لترونها
عین الیقین سے ہوگی اور معلوم ہوگا کہ علم سے مشاہدہ پیدا ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کلا لو تعلمون
علم الیقین لترون الجحیم ثم لترونها عین الیقین جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کفار کو علم الیقین
حاصل ہوجاتا تو وہ دوزخ کا مشاہدہ کرتے پس معلوم ہوا کہ علم یقینی سے مشاہدہ پیدا ہوتا ہے جس طرح کہ ظن
سے خیال پیدا ہوتا ہے دیکھ لو الھکم میں صاف مذکور ہے کہ علم الیقین عین الیقین یعنی اصل اور حقیقی یقین
جس کو اصطلاح میں حق الیقین کہتے ہیں ہو جاتا ہے (ف اس بیان میں ظن سے مراد جانب راجح نہین جو کہ
مصطلح اہل معقول ہے بلکہ وہ علم مراد ہے جس میں طمانیت نہ ہو اور ہم نے جو اس کا ترجمہ شک کیا ہے اس سے بھی
معنی اصطلاحی مراد نہیں بلکہ یہی معنی مراد ہیں اور علم سے علم تقلیدی مراد ہے فتنبہ لہ)۔

شرح شبیری

گفت پیغمبر کہ جاد فی السلف　　بالعطیہ من تیقن بالخلف

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پہلے لوگون میں عطا کرنے مین اوس نے سخاوت کی ہے جس نے عوض کا
یقین کرلیا۔ یعنی جس کو کہ جود و کرم کا بدلہ یعنی جنت کا یقین ہوگیا اوس نے جان لیا کہ اگر میں عطا کروں گا تو اوسکے
بدلہ میں مجھے بیحد نعمتین ملین گی تو بس اوس نے خوب جود و کرم کیا۔

ہر کہ بیند مر عطا را صد عوض　　زود در بازد عطا را زین غرض

یعنی جو شخص کہ عطا کے سو عوض دیکھ لیتا ہے وہ جلدی سے عطا کا دروازہ اس غرض کیلئے کھول دیتا ہے یعنی جسنے
دیکھا کہ ایک دینے سے سو ملتے ہیں تو اوس نے فوراً دروازہ عطا کا کھولدیا کہ وہ اس نفع سے منتفع ہوسکے تو چونکہ
اس شخص نے یہی سمجھ لیا تھا کہ اگر میں مارا ہی گیا تو شہید ہونگا اس لئے وہ جان دینے کو تیار ہوگیا تھا اور آگے ختم

قصہ پر چند اشعار مولانا فرمادیں گے جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان ساری باتون سے امور ظاہر مراد ہی نہیں بلکہ جان دینے سے مراد مجاہدات وریاضات کرنا ہے اور وہ طلسم راہ حق کی مشکلات ہین اور وہ خزانہ جو اوس طلسم مین تھا اوس سے مراد خزانہ علوم و معارف ہے تو اب تو مطلب بالکل ظاہر ہوگیا کہ اوس نے دیکھا کہ مجاہدات وریاضات کرنے سے بیحد فوائد ہیں لہذا وہ مجاہدات وریاضات پر تیار ہوگیا اور ان مجاہدات وریاضات مین اوس نے بلاؤن کے آنے کی اور جان کے جانے کی پرواہ نہ کی اور یہی وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے پرواہ نہیں ہے اب چونکہ بیان کیا ہے کہ جو عطار کے عوض کو دیکھ لیتا ہے وہ پھر خوب عطا کرتا ہے تو آگے اس کی نظائر بیان فرماتے ہیں کہ

جملہ در بازار زان گشتند بند تا چو سود افتاد مال خود دہند

یعنی سارے لوگ بازار میں اسلئے بند ہورہے ہیں کہ جب نفع پڑے تو اپنا مال دیدیں۔

زر درا نبانہا نشستہ منتظر تا کہ سود آید بہ بذل آید مُصِر

یعنی روپیہ پیسہ تھیلیوں میں رکھے ہوئے اور منتظر بیٹھے ہوئے ہیں تا کہ نفع آوے اور کوئی اصرار کرنے والا خرچ میں آوے مطلب یہ کہ دیکھو بازار میں تاجر اپنے مال کو اور صراف روپیہ پیسہ کو لئے بیٹھے ہیں کہ اگر ہمکو نفع ملے تو اپنا مال دیدیں تو دیکھو نفع ملنے پر اور عوض کے حاصل ہوجانے پر اپنا مال دیدینے کو تیار ہیں۔

چون بہ بیند کالۂ در ربح بیش سرد گردد عشقش از کالای خویش

یعنی جب (تاجر) اسباب کو نفع میں زیادہ دیکھتا ہے تو اوس کا عشق اپنے اسباب سے سرد ہوجاتا ہے مطلب یہ کہ جب اوس نے دیکھا کہ اگر اس مال کو دیدیا تو اوس کے بدلہ میں عوض زیادہ ملے گا تو اوس کے دل میں جو مال کی محبت تھی اب وہ جاتی رہی اور یہ اپنے مال کو دیدینے کو تیار ہوگیا۔

گرم زان ماندست با آن کو ندید کالہائے خویش را ربح و مزید

یعنی اوس اسباب کا شائق اسلئے ہے کہ اوس نے اپنے اسباب کا نفع اور زیادہ ہونا نہیں دیکھا۔ یعنی جسکو کہ خبر نہین ہے کہ اس اسباب کے دینے سے یہ نفع ہوتا ہے وہ خود اوس اسباب ہی پر عاشق اور اوسی کا شائق بن بیٹھا ہے۔

ہمچنین علم و ہنرہائے و حرف چون ندید افزون ازانہا در شرف

یعنی اسی طرح علم و ہنر اور پیشے جب اون مین زیادتی کو نہ دیکھا شرف مین یعنی اسی طرح علم و ہنر ہین کہ جب انسان اونمین کوئی زیادتی نہ دیکھے تو اونکو بھی خرچ نہین کرتا۔ اور جب اوسمین زیادتی معلوم ہوجاتی ہے تو پھر خرچ کرنیکو تیار ہوجاتا ہے

تا بہ از جان نیست جان باشد عزیز چون بہ آمد نام جان شد چیز لیز

یعنی جب تک کہ جان سے بہتر نہین ہے جان عزیز ہوتی ہے اور جب بہتر آیا تو جان کا نام ایک شے حقیر ہوگیا

مطلب یہ کہ جس وقت تک جان سے بہتر شے کوئی نہیں دیکھتا اوسوقت تک جان محبوب ہے اور جب اس سے بہتر شے مل گئی اب جان کی قدر بھی جاتی رہی۔

لعبت مردہ بود جان طفل را تا نگشت او لد بزرگی طفل زا

یعنی مردہ گوڑیا بچہ کی جان ہوتی ہے جب تک کہ وہ بزرگی میں بچہ کا جننے والا نہ ہو۔ یعنی جب تک کہ انسان عاقل نہیں ہوتا اوسوقت تک تو گوڑیونکو جو مردہ ہین محبوب سمجھتا ہے اور جب عاقل بالغ ہوا اور خود اوس کے بچے پیدا ہوں تو اب اوس کو اون مردہ گوڑیون سے محبت نہیں رہی کیونکہ اب اوسکو اوس سے بہتر چیز خود اوس کے بچے مل گئے۔

این تخیل وین تصور لعبت است تا تو طفلی پس بدانت حاجت است

یعنی یہ خیالات اور تصورات گوڑیان ہین جب تک کہ تو بچہ ہے تجھے ان کی حاجت ہے (لیکن)

چون ز طفلی رست جان شد در وصال فارغ از حس است و تصویر و خیال

یعنی جب طفلی سے چھوٹا اور جان وصال میں ہوئی تو (اب جان) حس اور تصورات اور خیالات سے فارغ ہو گئے یعنی جب تم کو وصال حق میسر ہوا اور تم کو قرب نصیب ہوا جس سے عقل و ہوش سب درست ہو گئے تو اب تم اون جو اس سے بھی چھوٹ گئے اور تم کو ان تخیلات واہیہ کی ضرورت مندی آگے فرماتے ہین کہ۔

نیست محرم تا بگویم بے نفاق تن زدم واللہ اعلم بالوفاق

یعنی کوئی محرم نہیں ہے تاکہ مین بے نفاق کے بیان کرون تو چپ رہتا ہون واللہ اعلم بالوفاق مطلب یہ کہ کوئی ایسا محرم تو ہے نہیں جس سے صاف صاف بیان کرون اب تو صرف اشارات میں کہا جاتا ہے تو جب کوئی محرم نہیں ہے تو اب چپ رہنا ہی بہتر ہے اب یہان مضمون وصال و اتحاد کو تو بند کر دیا آگے دوسرا مضمون ارشاد فرماتے ہین کہ۔

مال و تن برف اند ریزان فنا حق خریدارش کہ اللہ اشتریٰ

یعنی مال و تن برف ہین فنا کے گرائے ہوئے خریدار اوس کا حق ہے کہ اشتریٰ مطلب یہ کہ مال و تن برف کی طرح فانی اور ہر وقت گھٹنے والے ہین اور اون کا خریدار حق تعالیٰ ہے کہ ارشاد ہے کہ ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔

برفها زان از ثمن اولیستت کہ توئی در شک یقینے نیستت

یعنی برف قیمت سے تجھے اس لئے بہتر ہے کہ تو شک مین ہے اور تجھے یقین نہیں ہے مطلب یہ کہ تو جو دنیا کے مال و اسباب پر جو زائل ہین رکھ رہا ہے اور اوس کی جو قیمت حق تعالیٰ نے تجویز فرمائی ہے یعنی جنت اوس سے

تو اُن کو بہتر سمجھتا ہے تو وجہ اسکی یہ ہے کہ تجھکو ابھی درجۂ یقین حاصل نہین ہوا تو ابھی تک شک مین ہے اگر یقین ہو جاتا تو ضرور تو اس فانی شئے کو ترک کرتا اور اوس باقی کو حاصل کرتا۔

وین عجب ظنے ست در تو ائے مہین کہ نمی پرد بہ بستان یقین

یعنی اور تیرے اندر اے ذلیل یہ عجیب ظن ہے جو کہ بستان یقین تک اُڑتا ہی نہین یعنی عجب ظن ہے کہ جو اس کے بعد یقین حاصل ہی نہین ہوتا ورنہ

ہر گمان تشنۂ یقین ست ای پسر می زند اندر تزائد بال و پر

یعنی اے صاحبزادہ ہر گمان یقین کا طالب ہے اور زیادتی مین بال و پر مارتا ہے یعنی ہر گمان ترقی کر کے یقین تک پہونچنا چاہتا ہے

چون رسد در علم پس پر پا شود مر یقین را علم او پویا شود

یعنی جب (وہ شک) علم میں پہونچ جاتا ہے تو استوار ہو جاتا ہے اور یقین کیلئے اوس کا علم دوڑنے والا ہوتا ہے یعنی اول شک ہوتا ہے وہ شک ترقی کر کے علم تک پہونچ جاتا ہے پھر وہ علم چلکر اور دوڑ کر یقین تک پہونچا دیتا ہے مگر تعجب ہے کہ تمہارا شک نہ علم بنتا ہے نہ یقین ورنہ ترتیب یہی ہے۔

زانکہ ہست اندر طریق مفتتن علم کمتر از یقین و فوق ظن

یعنی اسلئے کہ طریق ممتحن مین علم یقین سے کم ہے اور ظن سے اوپر ہے۔

علم جویائے یقین باشد بدان وان یقین جویائے دیدست و عیان

یعنی علم تو طالب یقین کا ہوتا ہے جان لو اور وہ یقین طالب دید کا اور معائنہ کا ہوتا ہے مطلب یہ کہ تمام مین یہی قاعدہ اور یہی ترتیب ہے لیکن تم ہمیشہ سے شک ہی میں ہو تمہارا یہ شک ختم ہی نہین ہوتا نہ تو علم بنتا ہے اور نہ یقین آگے اس ترتیب کی ایک دلیل قرآن شریف سے لاتے ہیں کہ

اندر الہٰکم بجواین را کنون از پس کلا پس لو تعلمون

یعنی الہٰکم مین اب تم اوس کو ڈھونڈ لو کلّا کے پیچھے اور پیچھے لو تعلمون کے (از پس کلا سے مراد کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون ہے اور پس لو تعلمون سے مراد کلا لو تعلمون علم الیقین ہے) مطلب یہ ہے کہ الہٰکم التکاثر میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم لوگ جو دنیا مین شک مین پڑے ہوئے ہو تو تم ضرور جان لوگے اور پھر ضرور جان لوگے (یہ ترجمہ ہے کلا سوف تعلمون الخ کا) تو اسلئے تو علم ثابت ہوا کہ تم کو بہشت وغیرہ مین شک ہے ان سب کا علم ہو جاویگا آگے فرماتے ہین کلا لو تعلمون علم الیقین اس سے بعد علم کے یقین معلوم ہوتا ہے کہ بعد شک کے تم کو علم ہوگا اوسکے بعد یقین ہو جاویگا تو شک کے بعد علم اور علم کے بعد یقین تو ثابت ہو گیا اب صرف یقین کے بعد معائنہ کا ثبوت رہا وہ بھی سورۃ مین مذکور ہے جس کو شعر ذیل مین بیان فرماتے ہین کہ

می کشد دانش بہ بینش ای علیم　　گر یقین بودے بدیدندے جحیم

یعنی اے علیم یقین رویت کی طرف کھینچتا ہے کہ اگر یقین ہوتا تو جحیم کو دیکھ لیتے۔ اگر یقین بودے بدیدندے جحیم ترجمہ ہے لترون الجحیم ثم لترونہا عین الیقین کا مطلب یہ کہ پھر وہ یقین رویت کی طرف لیجاتا ہے اور اوس کے بعد معائنہ و رویت ہو جاتی ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ ارشاد ہے کہ لترون الجحیم الخ یعنی اوس یقین کے بعد جو کہ حاصل ہوا ہے رویت و معائنہ حاصل ہوگا۔ پس قرآن شریف سے ثابت ہوگیا کہ ترتیب اسی طرح ہے کہ اول شک ہوتا ہے پھر علم ہوتا ہے پھر یقین پھر معائنہ و مشاہدہ ہوتا ہے لیکن فرماتے ہین کہ تعجب ہے کہ تم لوگ ابھی تک شک ہی مین پڑے ہوئے ہو تم عروج کر کے ان مراتب تک پہونچتے ہی نہین ہو بلکہ شک ہی مین پڑے ہوئے ہو حالانکہ۔

دید زاید از یقین بے امتہال　　آنچنان کز ظن ہمی زاید خیال

یعنی یقین سے تو مشاہدہ بے مہلت کے پیدا ہوتا ہے جیسے کہ ظن سے خیال پیدا ہوتا ہے (خیال سے مراد علم تقلیدی ہے) مطلب یہ کہ جس طرح کہ ظن و شک سے علم تقلیدی پیدا ہو جاتا ہے اور ظن کے بعد علم تقلیدی حاصل ہو جاتا ہے اسی طرح یقین سے مشاہدہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اندر الہکم بیان این بہ بین　　کہ شود علم الیقین عین الیقین

یعنی اس کا بیان الہکم مین دیکھ لو کہ علم الیقین عین الیقین ہو جاتا ہے (جیسا کہ ابھی اوپر معلوم ہوا کہ یقین کے بعد مشاہدہ حاصل ہوتا ہے آگے وہ یہان کہہ رہا ہے کہ۔

شرح حبیبی

از گمان و از یقین بالاترم　　وز ملامت برنمی گردد سرم

چون دہانم خورد از حلوائے او　　چشم روشن گشتم و بینائی او

پا نہم گستاخ چون خانہ روم　　پا نہ لرزانم نہ کورانہ روم

انچہ گل را گفت حق خندانش کرد　　با دل من گفت صد چندانش کرد

انچہ زد بر سرو قدش راست کرد　　وانچہ از وے نرگس و نسرین بخورد

انچہ نے را کرد شیرین جان و دل　　انچہ خاکی یافت زو نقش چگل

انچہ ابرو را چنان طرار ساخت　　چہرہ را گلگونہ و گلنار ساخت

مر زبان را داد صد افسونگری　　وانکہ کان را داد زر جعفری

چون در زرادخانہ باز شد　　غمزہائے چشم تیرانداز شد

بر دلم زد تیر و سودائیش کرد — عاشق شکر و شکر خائیش کرد
عاشق آنم کہ ہر آن آن اوست — عقل و جان جاندار یک مرجان اوست
من نہ لافم ور بلافم ہمچو آب — نیست در آتش کشی ام اضطراب
چون بدزدم چون حفیظ مخزن اوست — چون نباشم سخت رو پشت من اوست
ہر کہ از خورشید باشد پشت گرم — سخت رو باشد نہ بیم او را نہ شرم
ہمچو روے آفتاب بے حذر — گشت رویش خصم سوز پردہ در

اب مولانا مقولہ عاشق کی طرف رجوع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اوسنے کہا کہ جب مجھے حق سبحانہ اپنی طرف بلاتے ہین اور میری جان کا ہزار گونہ بہتر بدلا دیتے ہین تو مین کیسے دلیر نہ ہون کیونکہ مین تمہاری طرح شبہ مین نہین پڑا ہون بلکہ مین تو علم الیقین سے بھی آگے بڑھ گیا ہون اور مقام مشاہدہ تک پہونچ گیا ہون پس نہ مین تمہاری بات مان سکتا ہون اور نہ میرا خیال تمہاری ملامت سے بدل سکتا ہے چونکہ مین اوس کی شیرینی وصال کھا چکا ہون لہذا میری چشم بصیرت روشن ہو گئی ہے اور مین اوس کو پہچان گیا ہون اور معرفت و بینش حقیقت مین وہ چیز ہے جو ان تمام ہراسون کو دور کر دیتی ہے جن کا منشار وہم ہے۔ چنانچہ جب مین اپنے گھر جاتا ہون تو چونکہ مین اوس سے واقف ہوتا ہون لہذا بے خطر گھس جاتا ہون نہ میرے پاؤن مین لغزش ہوتی ہے اور نہ اندہون کی طرح ٹٹولتا چلتا ہون ایسی حالت مین مجھے کیا اندیشہ ہو سکتا ہے مین اون عنایات کو بیان نہین کر سکتا جو حق سبحانہ نے مجھ پر مبذول فرمائی ہین چنانچہ جو بات کہ حق سبحانہ نے گل سے کہی ہے جس سے وہ ہنس پڑا اسی قسم کی بات میرے دل سے کہی تو اوس کو پھول سے سیکڑون درجہ زیادہ شگفتہ کر دیا اور جس چیز کو مار کر اوس نے سرو کے قد کو سیدھا کیا ہے اور جو کچھ نرگس و نسرین کھا کر تر و تازہ ہوئین۔ اور جس چیز نے کہ گنے کے جان و دل کو شیرین کیا اور جس سے کہ خاک کو صورت حسن عنایت ہوئی اور جس نے کہ ابرو کو اس قدر دلربا بنایا اور چہرہ کو گلگونہ اور گلنار بنایا اور زبان کو سیکڑون طرح کے سحر بیانی عطا کی اور جس نے کہ کان کو زر خالص عطا کیا اونہون نے جو آثار محمودہ میرے اندر پیدا کئے اونکو تو مین کیا ہی بیان کر سکتا ہون لہذا خاموشی ہی بہتر ہے مجملاً اتنا سنو کہ جب سلاح خانہ کا دروازہ کھلا اور غمزہائے چشم نے تیر اندازی شروع کی تو میرے دل پر تیر مارا اور مجھے اوس کا دیوانہ بنا دیا اور اوس کی شیرینی اور شیرین بیانی کا عاشق کر دیا۔ پس مین تو اوس پر عاشق ہون کہ جملہ کمالات اوس کے لئے حاصل ہیں اور عقل و جان جو اسقدر کمالات رکھتی ہین اوسکی ایک جنبش لب (حکم کن) سے زندہ ہین مین شیخی نہین مارتا اور شیخی اگر مارون تو میری شیخی بیجا نہین بلکہ وہ ایسی ہے جیسے کہ پانی کے آگ کو بجھا دینے کے متعلق شیخی۔ پس جس طرح اوس کی یہ شیخی صحیح ہے یونہی میری شیخی بھی واقعی ہے میرا خزانہ کلام تو اوسی کے قبضہ مین ہے پس مین اس خزانہ سے چرا کر غلط باتین اپنی بابت

کیسے بیان کر سکتا ہون (یعنی حق سبحانہ چونکہ مجھے جھوٹ سے بچاتے ہین اسلیئے مین جھوٹ نہین بول سکتا ہذا ہو المراد ولا تلتفت الی ما قال المحشون) اور مین سچ بات کہنے مین دلیر کیون نہ ہون کیونکہ حق سبحانہ میرے مددگار ہین قاعدہ ہے کہ جسکا معاون آفتاب ہو وہ دلیر ہوگا نہ کسی سے ڈرے گا اور نہ شرم کریگا کیونکہ اس کی تصدیق کے لئے آفتاب موجود ہے لہذا آفتاب کے بخوف چہرہ کے موافق اوسکا چہرہ بھی خصم سوز اور پردہ در ہوگا۔ پس جبکہ آفتاب حقیقی میرا معاون ہے تو میرے لئے شرمانے یا ڈرنے کی کونسی وجہ ہے۔ جو بات ہے صاف صاف کہتا ہون جس کو شک ہو آزمالے۔

شرح شبیری

از یقین و از گمان بالاترم　　　وز ملامت بر نمی گردد سرم

یعنی یقین اور گمان سے مین بالاتر ہون اور ملامت کیوجہ سے میرا سر نہین پھرتا یعنی وہ کہتا ہے کہ مین صاحب حال ہون میرے ساتھ یہ ترتیب نہین ہے کہ اول شک ہو پھر علم ہو پھر یقین وغیرہ بلکہ مین صاحب حال ہون مجھے عوض کا یقین ہے کہ مین اگر جان دونگا تو مجھے ضرور اوس سے بہتر عوض ملے گا لہذا اب اس مین کوئی شک ڈالنے والا شک نہین ڈال سکتا۔

چون دہانم خورد از حلوائے او　　　چشم روشن گشتم و بینائے او

یعنی جبکہ میرے منہ نے اوسکے حلوے سے کھایا ہے تو مین چشم روشن ہوگیا ہون اور اوس کا بینا ہوگیا ہون مطلب یہ کہ چونکہ مین چاشنی وصل چکھ چکا ہون لہذا اب میری آنکھ کھل گئی ہے مجھے ہرگز شک نہین ہو سکتا۔

پا نہم گستاخ چون خانہ روم　　　پا نہ لرزانم نہ کورانہ روم

یعنی مین بے تکلف چلتا ہون جبکہ گھر جاتا ہون نہ تو پاؤن کو لرزاتا ہون نہ اندھونکی طرح جاتا ہون یعنی دیکھو مجھے گھر جانے مین چونکہ کوئی شک وغیرہ نہین ہوتا بلکہ یقین ہوتا ہے اسلیئے مین بے تکلف چلا جاتا ہون تو اسیطرح چونکہ مجھے اسمین بھی یقین ہے کہ مجھے عوض اس جان سے بہتر ملیگا لہذا اسمین بھی بیباک ہون مجھے کچھ خوف نہین ہے

آنچہ گل را گفت حق خندانش کرد　　　بر دل من گفت صد چندانش کرد

یعنی جو کچھ کہ حق تعالیٰ نے گل کو کہا اور اوس کو خندان کردیا میرے دل پر وہی کہا اور سو چند اوس کا کردیا یعنی حق تعالےٰ نے جو تجلی کہ گل پر کی ہے کہ جس کیوجہ سے وہ خندان ہے وہی تجلی حق تعالےٰ نے مجھ پر کی ہے کہ جس کی وجہ سے مین بے فکر اور بیباک ہوگیا ہون اور جان دینے کو تیار ہون۔

آنچہ زد بر سرو و قدش راست کرد　　　وانچہ از وے نرگس و نسرین بخورد

یعنی جو شئے کہ سرو بہاری اور اوسکے قد کو راست کر دیا اور جو شئے کہ اوس سے نرگس و نسرین نے کھائی۔

آنچہ نے را کرد شیرین جان و دل　　وانچہ خاکی یافت زو نقش چگل

یعنی جس شئے نے کہ نئے کا جان و دل شیرین کر دیا اور جس شئے سے کہ خاک نے نقش چگل پایا یعنی انسان نے جو کہ خاکی ہے حسن و جمال پایا۔

آنچہ ابرو را چنان طرار ساخت　　چہرہ را گلگونہ و گلنار ساخت

یعنی جس شئے نے کہ ابرو کو ایسا طرار بنا دیا اور چہرہ کو گلگونہ اور گلنار کر دیا۔

مر زبان را داد صد افسونگری　　وان کہ کان را داد زر جعفری

یعنی زبان کو اوس نے سو افسونگری دین اور وہ کہ جس نے معدن کو خالص سونا دیا (زر جعفری خالص سونے کو کہتے ہین اس لئے کہ مشہور ہے کہ جعفر برمکی نے حکم دیا تھا کہ سونے کو خالص کر کے پھر سکہ لگایا جاوے اور آنچہ زد بر سر سے اس شعر تک سب مبتدا ہین جن کی خبرین محذوف ہین) مطلب یہ کہ جسنے کہ ان چیزونکو ایسا ایسا بنا دیا اوسی نے مجھے یہ ہمت اور یہ قوت عطا فرمائی ہے اور اوسی نے مجھے ایسا یقین کامل عطا فرمایا ہے آگے کہتے ہین کہ

چون در زرادخانہ باز شد　　غمزہائے چشم تیر انداز شد

یعنی جبکہ سلاح خانہ کا دروازہ کھلا تو غمزہائے چشم تیر انداز ہوئے۔

بر دلم زد تیر و سودائیش کرد　　عاشق شکر و شکرخائیش کرد

یعنی میرے دلپر تیر مارا اور اوسکو سودائی کر دیا اور عاشق شکر اور شکرخائی کا اوس کو کر دیا یعنی جب اوسکے عشق نے مجھپر اثر کیا اور میرے دلکو اپنا سودائی بنا لیا اور ان امور کا مین عاشق ہو گیا۔ اور کہتا ہے کہ

عاشق آنم کہ ہر آن آن اوست　　عقل و جان جاندار یک مرجان اوست

یعنی میں اوس کا عاشق ہون کیونکہ ہر چیز اوسی کی ملک ہے عقل و جان اوس کی ایک لب کی جاندار ہین مطلب یہ کہ عقل و جان جو بھی ہین سب کو اوسی سے جان حاصل ہوتی ہے اور اوسی کی لب سے ان کی جان ہے کہ اوس ہی سے ان کو جان حاصل ہوئی ہے اور کہتا ہے کہ

من نہ لافم ور بلافم ہمچو آب　　نیست در آتش کشی ام اضطراب

یعنی مین شیخی نہین کرتا اور اگر پانی کی طرح شیخی کرون تو میری آتش کشی مین کوئی شک نہین ہے مطلب یہ کہ اوسنے کہا کہ مین جو باتین کر رہا ہون یہ شیخی سے نہین ہین اور اگر شیخی کرون بھی تو میری شیخی بھی بجا اور درست ہو گی جیسے کہ پانی کہ اگر وہ شیخی کرے کہ مین آتش کش ہون تو اوس کی شیخی بجا ہے اس لئے کہ وہ ایسا ہے تو اسی طرح مین اگر کہون بھی تو بجا ہے اسلئے کہ مین ایسا ہون۔

چون بدزدم چون حفیظ مخزن اوست　　چون نباشم سخت رو پشت من اوست

یعنی مین پوشیدہ کیون کرون جب کہ خزانہ کا محافظ وہ ہے اور مین دلیر کیون نہ ہون میری پناہ تو وہ ہے مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ ان اسرار کے پوشیدہ کرنے کی مجھے کیا ضرورت ہے اسلئے کہ محافظ تو حق تعالیٰ ہین پھر اگر کسی کو معلوم بھی ہوگیا تب بھی کوئی چرا نہین سکتا اور جب میری پشت و پناہ وہ ہے پھر اگر مین دلیر ہون اور بیباکانہ گفت گو کرون تو کیا حرج ہے۔

ہر کہ از خورشید باشد پشت گرم　　سخت رو باشد نہ بیم او را نہ شرم

یعنی جو شخص کہ خورشید سے پشت گرم ہو تو وہ دلیر ہوگا نہ اوس کو خوف ہوگا نہ شرم ہوگی مطلب یہ کہ جس کی پشت و پناہ خورشید ہو اوسکو پھر کیا شرم ہوگی اور کیا حجاب ہوگا وہ تو اپنا چہرہ سب کے آگے رکھے گا اسلئے کہ وہ جانتا ہے کہ میرے اندر سے کوئی کچھ کم کر ہی نہین سکتا۔

ہمچو روئے آفتاب بے حذر　　گشت رویش خصم سوز و پردہ در

یعنی مثل روئے آفتاب کے بے کھٹکے اوس کا چہرہ خصم سوز اور پردہ در ہوگیا۔ یعنی جس کو کہ آفتاب سے حرارت اور روشنی پہونچ رہی ہو وہ تو آفتاب ہی کی طرح بیباک اور بیخوف ہوگا اوسے کسی کی پرواہ ہوگی وہ اپنے جمال کو اپنے نور کو اپنی روشنی کو خوب ظاہر کریگا۔ تو اسی طرح چونکہ میرا پشت پناہ خدا ہے اس لئے مین بھی بے باک ہون اور کہتا ہے کہ۔

شرح حبیبی

ہر پیمبر سخت رو بُد در جہان　　یک سوارہ کوفت بر جیش شہان
رو نگردانید از ترس و غمے　　یک تنہ تنہا بزد بر عالمے
سنگ باشد سخت رو و چشم شوخ　　او نہ ترسد از جہان پر کلوخ
کان کلوخ از خشت زن یک لخت شد　　سنگ از صنع خدائے سخت شد
گوسفندان گر برون اند از حساب　　ز انبہشان کے بترسد آن قصاب
کلکم راع نبی چون راعی ست　　خلق مانند رمہ او ساعی ست
از رمہ چوپان نترسد در نبرد　　لیکشان حافظ بود از گرم و سرد
گر زند بانگے ز قہر او بر رمہ　　دان ز مہر ست آنکہ دارد بر ہمہ

اب مولانا انتقال فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ چونکہ ہر پیمبر جو دنیا مین آیا ہے موید من اللہ تھا اسی لئے وہ اس قدر

جبری تھا کہ اکیلے نے بادشاہوں کے لشکر پر حملہ کیا اور جو خوف یا جو غم اوس کے سامنے آیا کبھی اوس سے مُنہ نہین موڑا اور اکیلے نے تمام عالم پر حملہ کیا کیون نہ ہو وہ تو پتھر کی مثل جبری اور نڈر ہے جو کہ عالم بھر کے ڈہیلون سے نہین ڈرتا ڈرے کیونکر ڈہیلے مین جو قوت اور گھٹاؤ آیا ہے وہ اینٹین پاتھنے والے کی طرف سے اور پتھر کی سختی خداداد ہے علی ہذا عالم بھر مین جو جرأت ہے وہ نفس و شیطان کی طرف سے ہے اور نبی مین جو جرأت ہے وہ خدا کی طرف سے پھر نبی اُنسے کیونکر ڈر سکتا ہے یا یون سمجھو کہ نبی قصائی کی مثل ہے اور عالم گلۂ گوسفندان کی مانند پس اگر بھیڑ بکریان بے انتہا بھی ہون تو قصائی تو اونکی کثرت سے نہین ڈرتا پس نبی عالم سے کیونکر ڈر سکتا ہے چونکہ نبی اور اہل عالم کے نسبت کا ذکر آ گیا ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اونکی اصلی نسبت بیان کر دیجاوے تاکہ وہ شبہ دفع ہو جاوے جو کہ اونکی عارضی نسبت سے پیدا ہو گیا ہے کہ نبی مخلوق کو فنا کرنے کیلئے آتا ہے سو سنو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کلکم راع اس بنا پر نبی بالا ولے اپنی امت کا راعی ہوگا اور مخلوق اوسکے لئے بمنزلہ گلۂ گوسفندان کے ہوگی اور وہ اون کی بہبودی مین کوشان ہوگا پس اصلی تعلق نبی اور امت کا یہ ہے اور قصائی تو وہ اوس وقت بنتا ہے جبکہ بکریان سرکشی کرتی ہین اور کسی طرح نہین مانتین اور دوسرے بکریون کو اون سے ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس نسبت سے بھی معلوم ہوگیا کہ نبی امت سے نہین ڈر سکتا کیونکہ چرواہا گلہ سے نہین ڈرتا بلکہ گرمی و سردی سے اونکی حفاظت کرتا ہے پس نبی بھی ان سے نہ ڈریگا بلکہ اونکا محافظ ہوگا اوس کی ظاہری سختی سے تم کو اوس کی بے مہری کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ چرواہا اگر کبھی گلہ کو غصہ سے ڈانٹتا ہے تو اوس کا منشاء وہ شفقت ہوتی ہے جو کہ اوس کو سب پہ ہے۔

شرح شبیری

ہر پیمبر سخت رو بد در جہان ۔۔۔ یک سوارہ کوفت بر جیش شہان

یعنی جہان مین ہر پیمبر دلیر ہوا ہے کہ تنہا بادشاہون کے لشکر پر حملہ کیا ہے۔

رو نگردانید از ترس و غمے ۔۔۔ یک تنہ تنہا بزد بر عالمے

یعنی خوف و غم کیوجہ سے مُنہ نہین پھیرا اکیلے نے تنہا ایک عالم پر حملہ کیا (یہ صرف اسی لئے کہ اونکی پشت پناہ اور اون کا مددگار خدا تھا) آگے پیغمبرون کے دلیر ہونے کی ایک مثال دیتے ہین کہ۔

سنگ باشد سخت رو و چشم شوخ ۔۔۔ او نترسد از جہان پر کلوخ

یعنی پتھر دلیر اور شوخ چشم ہوتا ہے تو وہ ڈہیلے بھرے ہوئے جہان سے ڈرتا نہین۔ یعنی اگر سارا جہان ڈہیلون سے بھر جاوے تو پتھر کو مطلق پرواہ نہ ہوگی وہ بالکل بے فکر ہوگا کیونکہ۔

کان کلوخ از خشت زن یک لخت شد سنگ از صنع خدائے سخت شد

یعنی کیونکہ وہ ڈھیلا تو کمہار سے ایک جسم ہوا ہے اور پتھر خدا کے بنانے سے سخت ہوا ہے۔ (لہذا پتھر کے اندر قوت ہے اور ڈھیلے کے اندر قوت نہین ہے تو پتھر ڈھیلون سے ڈرتا نہین ہے اسی طرح چونکہ انبیاؑ اولیا کو پناہ حق ہوتی ہے اسلیئے وہ بھی دلیر ہوتے ہین اور کسی سے ڈرتے نہین ہین) آگے دوسری مثال ہے کہ۔

گوسفندان گو برون اند از حساب زانبہے شان کے بترسد آن قصاب

یعنی بکریان اگرچہ حساب سے باہر ہین (مگر) اون کی زیادتی سے قصائی کب ڈرتا ہے۔ (تو اسی طرح اگرچہ مخالفین بیحد تھے مگر حضرات انبیا علیہم السلام اون کی زیادتی سے کب خوف کرتے تھے)

کلکم راعِ نبی چون راعی است خلق مانند رمہ او ساعی است

یعنی سارے کے سارے تم راعی ہو اور نبی جب راعی ہے اور خلق مانند گلہ کے ہے اور وہ ساعی ہے مطلب یہ کہ دیکھو اول تو تم سب بھی راعی ہو اور نبی تو راعی ہین ہی اور دیگر مخلوق اونکے سامنے مثل گلۂ بکریون کے ہے تو بھلا کہین چرواہا بھی بکریون سے ڈرا ہے آگے خود ہی فرماتے ہین کہ

از رمہ چوپان نترسد در نبرد لیک شان حافظ بود از گرم و سرد

یعنی گلہ سے چرواہا مقابلہ مین ڈرتا نہین ہے لیکن اون کا گرم و سرد سے محافظ ہوتا ہے۔

گر زند بانگے ز قہر او بر رمہ آن ز مہرست آنکہ دارد بر ہمہ

یعنی اگر وہ غصہ سے گلہ پر کوئی آواز کسے تو وہ اوس محبت کی وجہ سے ہے جو کہ سب پر رکھتا ہے مطلب یہ کہ یہ حضرات اگر بظاہر سختی بھی کرتے ہین تو وہ فی الحقیقت سختی نہین ہوتی۔ بلکہ اصل مین وہ محض محبت کی وجہ سے کہتے ہین کہ اون کو شفقت ہوتی ہے کہ یہ لوگ کہین ہلاک نہ ہون اس کی ایسی مثال سمجھو کہ جیسے بکریون والا بکریونکو کھیت وغیرہ سے ہٹاتا ہے اور اگر نہین ہٹتین تو ڈنڈا رسید کرتا ہے تو اوس کا مارنا صرف اسلیئے ہے کہ کہین کھیت والا انکو جان ہی سے نہ مار ڈالے ورنہ اوس کو بکریون سے کوئی خوف وغیرہ نہین ہوتا۔ بلکہ وہ تو اونکا نگہبان ہوتا ہے اوس کا مارنا ہی محبت پر دلالت کرتا ہے آگے کہتا ہے کہ۔

شرح حبیبی

ہر زمان گوید بگوشم بخت نو گر ترا غمگین کنم غمگین مشو
من ترا غمگین و گریان زان کنم تا کنت از چشم بدان پنہان کنم
تلخ گردانم ز غمہا خوئے تو تا بگردد چشم بد از روئے تو

نے توصیادی نہ جویائے منی | بندہ وافگندۂ رائے منی
حیلہ اندیشی کہ در من در رسی | در فراق وجستن من بیکسی
چارہ مے جوید پئے من درد تو | می شنودم دوش آہ سرد تو
من توانم ہم کہ بے این انتظار | رہ دہم بنمائیمت راہ گذار
تا ازین گرداب دوران وارہی | بر سر گنج وصالم پا نہی
لیک شیرینی و لذات مقر | ہست بر اندازۂ رنج سفر
ہرچہ آسان یافتی آسان دہی | ور دمشکل یاب را بر جان نہی
آنگہ از شہر وز خویشان برخوری | کز غریبی رنج و محنتہا بری
در بلا ہار و مگردان اے جوان | بشنو این تمثیل و قدر خود بدان

مضمون استطرادی کو ختم کر کے پھر مولانا مقولۂ عاشق یعنی وہان کی طرف رجوع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اوسنے کہا کہ مین مصائب کے مقابلہ مین سخت اور جبری کیون نہ ہون جبکہ خدا میرا مددگار ہے نیز وہ ہر وقت میری نئی خوش نصیبی کے سبب مجھ سے کہتا ہے کہ مین اگر تجھے کسی تکلیف مین مبتلا کر کے غمگین کرون تو تو غمگین نہ ہونا کیونکہ مین تجھے اسلئے غمگین کرتا ہون کہ تجھے نظر بد سے محفوظ رکھون مین تیری طبیعت کو غمون سے مکدر کرتا ہون اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ تجھے نظر نہ لگے اچھا بتا کیا تو میرا طالب اور میرا خواستگار نہین ہے اور میرا مطیع اور میری رائے کا تسلیم کرنے والا نہین ہے جبکہ تو ایسا ہے تو تجھے میری رضا پر راضی رہنا چاہئے اور میری رضا یہ ہے کہ تو فراخ حوصلگی سے مصائب کے سامنے سینہ سپر رہے پس تجھے ایسا کرنا چاہیئے مین جانتا ہون کہ تو میرا قرب چاہتا ہے اور میری جدائی اور میری طلب مین تیری حالت زار ہے اور تیری تکلیف میرے قرب کے لئے تدبیر کی طالب ہے اور مین جانتا ہون کہ تو سخت تکلیف مین ہے چنانچہ مین کل تیری اوس آہ سرد کو سن رہا تھا جو تو میری جدائی مین کررہا تھا اور مین یہ بھی کر سکتا ہون کہ بدون انتظار کے تیرے لئے وصال کی سبیل پیدا کر دون اور تجھے اس تکلیف سے گذر جانیکا رستہ دکھلا دون تا کہ تو اس گردش کے بھنور سے نکلکر میرے خزانۂ وصال تک پہونچ جائے مگر مین اسلئے نہین کرتا کہ اوس وقت تجھے اس مین زیادہ لطف آئیگا کیونکہ منزل مقصود کی لذتین سفر کی مصیبتون کے اندازہ کے موافق ہوتی ہین جس قدر سفر مین کلفت ہوتی ہے اوسی قدر منزل پر پہونچکر راحت ہوتی ہے نیز بے مشقت ملجانے مین تم کو اس کی قدر نہ ہوگی کیونکہ جو چیز آسانی سے ملتی ہے اوس کے کھو دینے مین دریغ نہین ہوتا۔ اور جو چیز مشکل سے ملتی ہے اوس کا تم کو جان و دل سے درد ہوتا ہے نیز دیکھو تم اسی وقت اپنے شہر اور اپنے عزیزون کی ملاقات سے متمتع ہوتے ہو جبکہ مسافرت کی تکالیف اٹھاؤ پس معلوم ہوا کہ تکالیف کی ضرورت ہے اور ان سے تم کو منہ نہ موڑنا

چاہیئے چونکہ مجھکو یہ ہدایت ہے اسلئے مین تکالیف کا جرأت کے ساتھ مقابلہ کرتا ہون آگے مولانا فرماتے ہین کہ اے مخاطب جب تجھکو بلاؤن کی حقیقت معلوم ہو گئی تو تجھے ان سے مُنہ نہ موڑنا چاہیئے اچھا اب ایک مثال سن اور اوس سے اپنی حقیقت جان ۔

شرح شبیری

ہر زمان گوید بگوشم بخت نو گر ترا غمگین کنم غمگین مشو

یعنی میرے کان مین ہر وقت بخت نو کہہ رہا ہے کہ اگر مین تجھے غمگین (بھی) کرون تو (بھی) تو غمگین مت ہو۔ یعنی اگر بظاہر اوس طرف سے کوئی بات ناگوار بھی پیش آجاوے تو بھی اوس سے رنجیدہ نہ ہونا چاہیئے اسلئے کہ اوس کے اندر لاکھون مصالح ہوتے ہین آگے اس ظاہری غم دینے کی مصلحت بتاتے ہین کہ ۔

من ترا غمگین و گریان زان کنم تا کنت از چشم بدان پنہان کنم

یعنی مین تجھکو غمگین اور گریان اسلئے کرتا ہون کہ تجھے بدون کی آنکھ سے پوشیدہ کرون۔ یعنی وہ فرماتے ہین کہ مین جو تم کو مصیبت مین رکھتا ہون اور غم دیتا ہون تو یہ اسلئے تاکہ تم برے لوگونکی نظر بد سے محفوظ رہو۔ مین تم کو نظر بد سے بچانے کے لئے اس طرح رکھتا ہون اور فرماتے ہین کہ ۔

تلخ گردانم ز غمہا خوئے تو تا بگردد چشم بد از روئے تو

یعنی مین غمون سے تیری عادت کو تلخ رکھتا ہون تاکہ چشم بد تیرے رو سے پھر جاوے یعنی تاکہ تم کو نظر بد نہ لگے اسلئے مین تم کو غمون مین مبتلا رکھتا ہون ۔

نے تو صیادی نہ جویائے منی بندہ و افگندۂ رائے منی

یعنی نہ تو تو صیاد ہے اور نہ میرا جویا ہے (بلکہ) غلام اور میری رائے کا ڈالا ہوا ہے مطلب یہ کہ فرماتے ہین کہ تیرے اندر خود کوئی قابلیت نہین ہے یہ سب ہمارا عطیہ ہے کہ ہم تجھے عطا کر رہے ہین۔ ورنہ تو کیا تو طالب بنتا اور کیا صیاد ہوتا۔ بلکہ تیری تو یہ حالت ہے کہ

حیلہ اندیشی کہ در من در رسی در فراق و جستن من بیکسی

یعنی تو حیلہ سوچتا ہے کہ میرے اندر پہونچے میرے فراق اور طلب مین تو بے کس ہے یعنی تو تو تدابیر وصال کرتا ہے مگر وصال اور فراق تیرے قبضہ مین نہین ہے بلکہ اس مین اگر ہماری مدد نہ ہو اور ہمارے طرف سے کشش نہ ہو اوس وقت تک کچھ نہین ہو سکتا۔ بلکہ یہ ہوتا ہے کہ

چارہ میجو بد پئے من درد تو می شنودم دوش آہِ سرد تو

یعنی تیرا اور میرے لئے چارہ ڈہونڈہتا ہے اور کل مین تیری آہ سرد کو سن رہا تھا یعنی ہوتا تو ہے سب ہماری جذب اور کشش ہی سے لیکن وہ کشش پیدا ہوتی ہے تیری طلب سے تو تیرا درد جو ہم کو طلب کرتا تھا اور ہم تیری آہ سرد کو سُن رہے تھے تو ہم نے اپنی طرف جذب کر لیا ورنہ طالب خود واصل نہین ہو سکتا اب یہان ایک سوال پیدا ہوا کہ جب آپ ہی کے قبضہ مین وصول ہے تو پھر اس بھٹکانے سے کیا فائدہ ایک دفعہ ہی اپنے پاس کیون نہین بلا لیتے اور وصول ایک دفعہ ہی کیون حاصل نہیں ہو جاتا آگے اسکا جواب دیتے ہین کہ

من توانم ہم کہ بے این انتظار ۔۔۔ رہ دہم بنمائیمت راہِ گذار

یعنی مین یہ بھی کر سکتا ہون کہ بغیر اس انتظار کے مین راہ دیدون اور رہگذار تم کو دکھلا دون ۔

تا ازین گرداب دوران وا رہی ۔۔۔ بر سر گنج وصالم پا نہی

یعنی یہان تک کہ اس گرداب دوران سے تو چھوٹ جاوے اور میرے وصال کے خزانہ پر پاؤن رکھے یعنی فرماتے ہین کہ یہ بھی ممکن تھا کہ تمکو کچھ بھی کرنا نہ پڑتا اور وصول حاصل ہو جاتا مگر انتظار مین یہ مصلحت تھی کہ ۔

لیک شیرینی و لذات مقر ۔۔۔ ہست بر اندازۂ رنج سفر

یعنی لیکن قیام گاہ کی شیرینی اور لذات رنج و سفر کے موافق ہین مطلب یہ کہ قاعدہ ہے کہ اگر طویل اور سخت سفر ہوگا اوس کے بعد جو قیام ہوگا تو اوس قیام مین زیادہ لطف اور راحت اور آسایش ہوگی اور اگر سفر مختصر اور کوئی تکلیف بھی نہ ہوئی تو اوس کے بعد قیام کا لطف نہ ہوگا اس لئے کہ جیسا سفر ویسا حضر تو فرماتے ہین کہ ہم تم کو انتظار مین اور مشکلون مین اس وجہ سے رکھ رہے ہین کہ اوس کے بعد جو وصول ہو تو اس کے اندر مزید لطف ہو اور لذت بیحد زیادہ ہو جاوے ۔

آنگہ از شہر و ز خویشان برخوری ۔۔۔ کز غریبی رنج و محنتہا بری

یعنی شہر اور اپنے لوگون سے اوس وقت تم پہل کھاؤ گے کہ سفر سے بہت سے تکالیف اور محنتین برداشت کی ہونگی یعنی اگر سفر کے اندر تم نے بہت ہی مشکلین برداشت کی ہین تب تو تم کو گھر پہونچکر اپنے لوگون سے مل کر لطف آوے گا ورنہ کچھ بھی لطف نہ آوے گا ۔ تو اسی طرح اگر اس راہ مین تم کو کچھ مشکلین پڑین گی تب تم کو اوس کی قدر ہو گے ورنہ یہ ہوگا کہ ۔

ہر چہ آسان یافتی آسان دہی ۔۔۔ در دِ مشکل یاب را بر جان نہی

یعنی جو شے کہ تم نے آسانی سے پالی اوس کو آسانی سے دیدو گے اور در مشکل یاب کو جان پر رکھو گے یعنی جس امر کو کہ ذرا محنت و مشقت سے حاصل کیا ہوگا اوسکو تو جان کی برابر رکھو گے اور جو شے آسانی سے مل گئی ہے اوسکو تم بھی آسانی ہی سے اور سستی ہی دیدو گے تو اسلئے ذرا مشکلین اور بلائین تم پر ڈالی جا رہی ہین لہذا تمکو چاہیئے کہ

وز بلاہا رو مگردان اے جوان　　بشنو این تمثیل و قدر خود بدان

یعنی اے جوان بلاؤن سے مُنہ مت پھیر اور اس تمثیل (ذیل) کو سن اور اپنی قدر جان - آگے ایک مثال بیان فرماتے ہین کہ ایک عورت چنے کو بھون رہی تھی تو اوس چنے نے عورت سے کہا کہ بھلا تو مجھے کیون آگ پر جلا رہی ہے اور کیون بلا مین مبتلا کر رہی ہے اوس عورت نے کہا کہ مجھے تجھ سے کوئی دشمنی نہین ہے بلکہ مین اسلئے تجھے آگ مین بھون رہی ہون تاکہ تو کھانے کے قابل ہو جاوے اور پھر جزو انسان بنکر تجھے عروج ہو - اور پھر اتحاد اصطلاحی حق کے ساتھ تجھے ہو جب اوس چنے نے یہ سُنا تو وہ جلنے بھننے پر راضی ہو گیا - تو فرماتے ہین کہ اسیطرح جو بلائین اور مجاہدات و ریاضات کی مشکلین تم پر پڑ رہی ہین وہ بھی سب اسلئے ہین تاکہ تم کام کے ہو جاؤ تو ان بلاؤن سے گھبراؤ مت اور پریشان مت ہو اسلئے کہ یہ بلائین ہی تم کو کام کا کر دین گی - اب مثال کو سُنو -

شرح حبیبی

در نخود بنگر کہ اندر دیگ چون	می جہد بالا چو شد ز آتش زبون
ہر زمانے مے بر آید وقت جوش	بر سر دیگ و بر آرد صد خروش
کہ چرا آتش بمن در می زنے	چون خریدی چون نگونم می کنی
می زند کفلیز کد بانو کہ نے	خوش بجوش و بر مجہ ز آتش کنے
زان نجوشانم کہ مکروہ منی	بلکہ تا گیرے تو ذوق و چاشنی
تا غذا گردی بیامیزی بجان	بہر خواری نیستت این امتحان
آب میخوردی بہ بستان سبز و تر	بہر این آتش بدست آن آب خود

چنے کو دیکھ کہ جب وہ آگ سے مغلوب ہوتا ہے تو ہانڈی سے کیسا کیسا اُچھلتا ہے کہ جب جوش ہوتا ہے نکلنے کیلئے ہانڈی کے مُنہ تک آ جاتا ہے اور بیحد شور کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو مجھے آگ مین کیون جلاتی ہے اگر مجھے یون ہی تباہ کرنا تھا تو خریدا تھا کیون لیکن بی بی اوس کو ڈوئی سے دباتی ہے اور کہتی ہے کہ نہین تو پریشان مت ہو اچھی طرح پک جا اور آگ جلانے والی اور پکانے والے سے بھاگ مت مین تجھے اسلئے نہین پکاتی اور تکلیف دیتی کہ تو مجھے بُرا معلوم ہوتا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ تو مزیدار ہو جائے اور غذا بنکر جان کے ساتھ اتصال حاصل کرے یہ آزمایش ذلت کیلئے نہین ہے باغ مین جو تجھ کو پانی دے کر سرسبز کیا گیا تھا تو اسی دن کیلئے کیا تھا -

شرح شبیری

بلاؤن مین مومن کی اضطرابی اور بے صبری کی مثال چنے کے بھنتے وقت نکل کر بھاگنے اور عورت کے اوسکو روکنے کی ساتھ

در نخود بنگر کہ اندر دیگ چون مے جہد بالا چو شد ز آتش زبون

یعنی چنے مین دیکھ کہ دیگچی مین کس طرح کودتا ہے جبکہ آگ سے عاجز ہوتا ہے۔

ہر زمانے مے برآید وقت جوش بر سر دیگ و برآرد صد خروش

یعنی ہر گھڑی جوش کے وقت وہ دیگچی کے مُنہ پر نکل آتا ہے اور سو (جوش) و خروش نکالتا ہے (اور پکانے والی سے کہتا ہے کہ)

کہ چرا آتش بمن در می زنی چون خریدی چون نگونم مے کنی

یعنی کہ کیون میرے اندر آگ لگا رہی ہے جب تونے خریدا تو مجھے ذلیل کیون کرتی ہے (اسکو سنکر پکانیوالی یہ کرتی ہے کہ)

میزند کفلیز کد بانو کہ نے خوش بجوش و بر مجہ ز آتش کنے

یعنی بیگم صاحبہ کفگیر مارتی ہے کہ نہین خوب جوش کر اور آگ کرنے والے سے بھاگ مت۔

ز ان نجوشانم کہ مکروہ منی بلکہ تا گیری تو ذوق و چاشنی

یعنی مین اسلیے جوش نہین دیتی کہ تو میرا مکروہ ہے بلکہ (اسلیے) تاکہ تو مزہ اور چاشنی حاصل کرے۔

تا غذا گردی بیامیزی بجان بہر خواری نیستت این امتحان

یعنی تاکہ تو غذا ہو جاوے اور جان کے ساتھ ملجاوے اور تیرا یہ امتحان ذلت کی وجہ سے نہین ہے یعنی وہ کہتی ہے کہ مین جو تجھے پکا رہی ہون تو اوس کی یہ وجہ نہین ہے کہ مین تجھے ذلیل و خوار سمجھتی ہون بلکہ اس لئے پکا رہی ہون تاکہ تو غذائے انسانی بن جاوے۔

آب میخوردی بہ بستان سبز و تر بہر این آتش بدست آن آب خور

یعنی باغ مین تو سبز و تر پانی پیا کرتا تھا تو وہ پانی پینا اس آگ ہی کے لئے تھا یعنی تیرے اندر جو خوب پانی دیا گیا اور تیری سب طرح کی حفاظتین کی گئین وہ ساری اسی لئے تھین کہ ایک روز تو آگ پر رکھا جاوے اور پھر لذیذ و مزیدار ہو کر تجھے لوگ کھا دین تو جب تجھے اول ہی سے اسلئے پالا گیا ہے کہ تجھے آگ مین بھون کر کھا دین تو آج گھبرانے کے کیا معنے آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

رحمتش سابق بدست از قہر آن | تا ز رحمت گرد د اہل امتحان
رحمتش بر قہر زان سابق شدہ است | تا کہ سرمایہ وجود آید بدست
زانکہ بے لذت نروید لحم و پوست | چون نروید چہ گداز و عشق دوست
زان تقاضا گر بیاید قہرہا | تا کنی ایثار آن سرمایہ را
باز لطف آید برائے عذر او | کہ بکردی غسل و بر جستی ز جو

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف رخ کرتے ہین اور فرماتے ہین کہ حق سبحانہ نے جو فرمایا ہے رحمتی سبقت غضبی تو اس رحمت کے غضب سے مقدم ہونے کا راز یہ ہے کہ رحمت سے آدمی صالح للامتحان ہوجاوے اور رحمت قہر پر اس لئے مقدم ہوئی ہے تاکہ سامان وجود ہاتھ آجائے کیونکہ قہر کی حالت مین نہ کہال پیدا ہوسکتی ہے نہ گوشت کیونکہ اس کے لئے لذت کی ضرورت ہے اور جب تک گوشت پوست پیدا نہ ہو اوس وقت تک عشق محبوب کسے گھلائیگا لہذا ضرورت ہوئی کہ اولاً رحمت ہو جب ابتداءً رحمت ہوئی اور گوشت پوست تیار ہوگیا اب بلائین آتی ہین اور تقاضا ہوتا ہے کہ جب تم مدعی عشق ہو تو یہ سامان لٹاؤ اور گھل گھل کر فنا ہو جب تم نے یہ کر لیا اوس وقت اوس کی معذرت مین پھر رحمت ہوتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ اب تم صفات ذمیمہ سے پاک ہوچکے اور ہمارے تمہارے درمیان جو ایک خلیج حائل تھی اوس سے تم پار ہوگئے اور ہمارے حریم قرب مین پہونچگئے۔

شرح شبیری

رحمتش سابق بدست از قہر زان | تا ز رحمت گرد د اہل امتحان

یعنی رحمت حق تعالے قہر سے اسی لئے سابق ہے تاکہ رحمت سے اہل امتحان (پیدا) ہون۔

رحمتش بر قہر زان سابق شدہ است | تا کہ سرمایہ وجود آید بدست

یعنی اوس کی رحمت قہر پر اس لئے سابق ہوئی ہے تاکہ سرمایۂ وجود ہاتھ مین آجاوے۔

زانکہ بے لذت نروید لحم و پوست | چون نروید چہ گداز د عشق دوست

یعنی اسلئے کہ بے لذت کے لحم و پوست پیدا نہین ہوتے اور جب پیدا ہی نہ ہون گے تو عشق دوست کس کو گھلادیگا مطلب یہ ہے کہ ارشاد حق ہے کہ سبقت رحمتی علی غضبی تو اس سبقت رحمت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اول رحمت حق انسان کو پیدا کرتی ہے اوس کی پرورش کرتی ہے یہانتک کہ وہ بڑا اور قابل امتحان ہوجاتا

ہے اوس وقت اوس کو پھر حق تعالے بلاؤن مین مبتلا فرماتے ہین اور پھر فنا کردیتے ہین تو دیکھو اگر اول رحمت انسانکو نہ بناتی تو پھر فنا کس کو کرتی اور اول جو بنایا تھا اور رحمت کی تھی وہ اسی لئے تھی کہ پھر فنا کیا جاوے۔

زان تقاضا گر بیاید قہرہا تا کنی ایثار آن سرمایہ را

یعنی اوس تقاضا کرم سے اگر (صورۃً) قہر آدین (تو وہ اسلئے ہین) تاکہ تم اوس سرمایۂ (وجود) کو ایثار کردو یعنی پیدا کرنے کے بعد جو صورۃً قہر آتے ہین وہ اس لئے ہوتے ہین تاکہ تم کو جو وہ سرمایہ وجود رحمت کیوجہ سے ملا ہے اوس کو اب فنا کردو۔

باز لطف آید برائے عذر او کہ بکردی غسل و بر جستی ز جو

یعنی پھر لطف اوس کے عذر کیلئے آتا ہے کہ تو نے غسل کرلیا اور تونذی سے کود گیا یعنی اول صورۃً قہر آتے ہین تاکہ اوس سرمایۂ وجود کو تم ایثار کردو اوس کے بعد پھر لطف آتا ہے اور عذر خواہی کرتا ہے کہ لو بس اب تم کامل ہوگئے اور اس نجاست وجود سے پاک ہوگئے ہو لہذا اب نکل آؤ تو بعد فنا کے بقا اور بعد ان صوری قہرون کے الطاف بیکران پیدا ہوتے ہین۔

شرح حبیبی

بانخود گوید چریدی در بہار	رنج مہمان تو شد نیکوش دار
تا کہ مہمان باز گردد شکر ساز	پیش شہ گوید ز ایثار تو باز
تا بجائے نعمت منعم رسد	جملہ نعمتہا برد بر تو حسد

ان اشعار کو محشین نے بی بی کا مقولہ قرار دیا ہے اور نخود سے معنی حقیقی مراد لئے ہین مگر مجھے الفاظ مجبور کرتے ہین کہ مین انکو بھی اشعار سابقہ کا ہی ضمیمہ قرار دون اور نخود سے مکلف مراد لون لہذا مین ایسا ہی کرتا ہون اگر کسی کو یہ پسند ہو کہ وہ اس کو بی بی کا مقولہ قرار دے تو وہ ایسا ہی کرلے حق سبحانہ مکلف سے فرماتے ہین کہ تو نے بہت مزے اڑ لئے ہین اب کچھ دنون کے لئے ہماری طرف سے رنج تمہارا مہمان ہوتا ہے پس تم اسکے خوب خاطر کرنا تاکہ یہ مہمان تمہارا شکر کرتا ہوا واپس لوٹے اور تمہاری سخاوت کی ہمارے سامنے خوب تعریف کرے اور اوس کا نتیجہ یہ ہو کہ بجائے اسکے کہ ہم تم پر انعام کرین خود ہی تم کو مل جائین اور ہمارے ایسا کرنے سے تم کو وہ شرف حاصل ہو کہ تمام نعمتون کو تم پر رشک آوے۔

شرح شبیری

بانخود گوید چریدی در بہار	رنج مہمان تو شد نیکوش دار

یعنی چنے سے کہتی ہے کہ تو نے (موسم) بہار مین (خوب) چرا ہے (اسبا) رنج تیرا مہمان ہوا ہے اوسکو اچھی طرح سے رکھ

تا کہ مہمان باز گردد شکر ساز   پیش شہ گوید ز ایثار تو باز

یعنی تا کہ مہمان شکر کرتا ہوا بادشاہ کے پاس لوٹے اور تیرے ایثار کو بیان کرے۔

تا بجائے نعمتت منعم رسد   جملہ نعمتہا برد بر تو حسد

یعنی تا کہ نعمت کی جگہ تم کو منعم پہونچے اور تمام نعمتین تم پر حسد لیجاوین۔ (نخود سے مراد انسان ہے) مطلب یہ ہے کہ فرماتے ہین کہ اے انسان تو نے خوب گل چھرے اڑائے ہین اب ذرا محنت اور بلائین اور رنج خدا وندی تمہارے مہمان ہوئے ہین اون کو اچھی طرح رکھو اور اون کا اچھی طرح رکھنا یہی ہے کہ ان پر صبر کرو تو یہ اگر خوش گئے تو پھر یہ جاکر خدا سے کہین گے کہ ہم کو خوب اچھی طرح رکھا ہماری خوب خاطر کی اس کو سن کر حق تعالیٰ خوش ہون گے۔ اور بجائے اس کے کہ وہ نعمتین دیتے خود تشریف لے آوین گے اور وہ حالت ہوجاویگی کہ تمام نعمتین بھی تم پر حسد کرینگی کہ اوس کے پاس تو خود منعم ہی تشریف لے آئے۔ لہذا تم کو چاہئے کہ تم اون بلاؤن کو برداشت کرو اور صبر و شکر سے کام لو کہ اس طرح حق تعالیٰ کا قرب اور معیت تم کو حاصل ہوجاویگی اور حق تعالےٰ تم سے راضی رہین گے۔

شرح حبیبی

من خلیلم تو پسر پیش بچک	سر بنہ انی ارانی اذبحک
سر بہ پیش قہر نہ دل بر قرار	تا ببرم حلقت اسمٰعیل وار
سر ببرم لیک این سر آن سریست	کز بریدہ گشتن و کشتن بریست
لیک مقصودم ازان تعلیم تست	اے مسلمان بایدت تسلیم جست

مندرجہ بالا اشعار کی طرح ان اشعار کے بھی دو محل ہین مگر مین ان کو بھی مقولہ مولانا ہی قرار دینا بہتر سمجھتا ہون اس وقت حاصل اشعار یہ ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہین کہ میری مثال ایسی ہے جیسے خلیل اور تیری ایسی جیسے چھری کے سامنے اسمٰعیل بس میری رائے یہ ہے کہ مین تجھے ذبح کرون لہذا تم ہمارے کار و قہر ظاہری کے سامنے اطمینان قلب کیساتھ سر جھکا دو تا کہ اسمٰعیل کی طرح مین تمہارا گلا کاٹ دون اور سر الگ کر دون لیکن یاد رکھو کہ یہ سر وہ سر ہے جو کٹ نہین سکتا۔ بلکہ کٹنے اور مرنے سے بری ہے پھر یہ جو مین نے کہا ہے کہ گلا کاٹ دون اور سر الگ کر دون یہ تمہارے محاورہ مین تمہارے سمجھانے کے لئے کہا ہے کیونکہ تم اسے کٹنا اور مرنا سمجھتے ہو پس تم کو اطاعت کرنی چاہئے اور ہماری رضا پر راضی ہونا چاہئے۔

شرح شبیری

من خلیلم تو پسر پیش بچک ... سر بنہ انی ارانی اذبحک

یعنی مین خلیل (کی طرح) ہون اور تو چھری کے سامنے لڑکا ہے تو تو سر رکھدے مین دیکھتا ہون کہ تجھے مین ذبح کرون مطلب یہ کہ تم کو ظاہری اور صوری تکالیف ہو رہی ہین تو تم اون کو صبر و شکر سے برداشت کر لو تو اون کے برداشت کرنے سے تمہارے درجات ترقی پذیر ہوں گے جیسے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کے درجات تکلیف کو برداشت کر نیسے بلند ہو گئے تھے۔

سر بہ پیش قہر نہ دل برقرار ... تا ببرم حلقت اسمٰعیل وار

یعنی قہر (صوری) کے آگے دل کو برقرار رکھکر سر رکھدے تاکہ مین اسمٰعیل کی طرح تیرا حلق کاٹ دون مطلب یہ کہ بظاہر جو تم کو تکلیف ہو رہی ہے یہ صرف صورۃً تکلیف ہے ورنہ حقیقت مین تمہارے مدارج عالیہ ہو تے ہین تو تم صبر و شکر کیساتھ راضی برضا ہو جاؤ جس سے کہ مین تم کو یہ تکالیف صوریہ پہونچا کر پاک و صاف کر دون اور تمہارے درجے عالی ہو جاوین۔ اور کہتے ہین کہ۔

سر ببرم لیک این سر آن سریست ... کز بریدہ گشتن و کشتن بریست

یعنی مین سر کاٹون لیکن یہ سر وہ سر ہے کہ کاٹے جانے اور مارے جانے سے بری ہے مطلب یہ کہ مرنا اور سر کٹ جانا تو ایک نقصان ہے لہذا کہتے ہین کہ مین بظاہر تو سر کاٹ رہا ہون اور تکلیف پہونچا رہا ہون لیکن اس سے کوئی کسی قسم کا نقصان نہ ہو گا بلکہ ان تکالیف سے نفع ہی ہو گا اور درجات عالی ہونگے آگے خود اسی کو فرماتے ہین کہ۔

لیک مقصودم ازان تعلیم تست ... اے مسلمان بایدت تسلیم جست

یعنی لیکن اس سے میرا مقصود تیری تعلیم ہے تو اے مسلمان تم کو تسلیم ڈھونڈنا چاہئے۔ مطلب یہ کہ کہتے ہین کہ مین بظاہر تم کو تکالیف تو پہونچا رہا ہون مگر اس سے مجھے مقصود تکلیف دینا نہین ہے بلکہ مقصود اس سے تیری تعلیم ہے کہ اس ذریعہ سے تمہارے اخلاق درست ہونگے مراتب بڑہین گے تو تمکو چاہئے کہ تسلیم و رضا سے کام لو اور ہرگز ہرگز ان تکالیف سے گھبراؤ نہین

شرح حبیبی

اے نخودے جوش اندر ابتلا ... تا نہ ہستی و نہ خود ماند ترا

اندران بستان اگر خندیدۂ ... تو گل بستان جان و دیدۂ

گر جدا از باغ آب و گل شدی ... لقمہ گشتی و اندر احیا آمدی

شو غذا و قوت اندیشہا ... شیر بودی شیر شو در بیشہا

اب بی بی کہتی ہے کہ اے چنے تو اس امتحان مین خوب جوش کھاتا کہ اس کا انجام یہ ہو کہ نہ تیری ہستی باقی رہے اور نہ خودی
(اس شعر مین یہ بھی احتمال ہے کہ اشعار ما قبل کے ساتھ مرتبط ہو اور نخود سے مراد متکلف ہو اور مقولہ کدبانو اندران
بستان الخ سے شروع ہوا ہو وہذا ہو الراجح عندی ، تو اس باغ مین اگر خوش وخرم رہا ہے تو یہ نہ سمجھنا کہ وہی
باغ تیری اصلی جگہ ہے بلکہ تو تو حقیقۃً کھائے جانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس لئے اصل مقام تیرا جان اور آنکھ ہے اور
اصل مین تو اس باغ کا پھول ہے اور اگر تو باغ آب وگل سے جدا ہو گیا ہے تو اس کا غم نہ کرنا کیونکہ تو غذا بنے گا اور حیات
حاصل ہو کر زندون مین شامل ہو گا پس تو انسانوں کی غذا اور افکار کی قوت کا ذریعہ بن اول تو شیر (دودھ) کی طرح
بیجان تھا اب اُس جنگل کا شیر بن یعنی جسم مین جاکر حیات اور قوت حاصل کر۔

شرح شبیری

اے نخود میجوش اندر ابتلا   تا نہ ہستی و نہ خود ماند ترا

یعنی اے چنے تو آزمایش مین جوش کرتا کہ تیرے لئے نہ ہستی رہے اور نہ خودی رہے مطلب یہ کہ امتحان سے بھاگ
مت تاکہ ان مجاہدات وریاضات مین رہ کر تجھے درجہ فنا کا حاصل ہو جائے۔

اندر آن بستان اگر خندیدۂ   تو گل بستان جان و دیدۂ

یعنی اوس باغ مین تو اگر ہنسا ہے تو (اب) تو جان و دیدہ کے باغ کا پھول ہے مطلب یہ کہ اگر تو اوس ہرے بھرے
کھیت سے الگ ہو گیا ہے تو کوئی رنج کی بات نہین ہے اس لئے کہ وہ تو باغ ظاہری تھا اور اب تو تو باغ جانُ
دل مین آگیا ہے اور اجزاء انسانی بن گیا ہے پھر کیا غم ہے اور کیون ان مجاہدات سے گھبراتا ہے۔

گر جدا از باغ آب وگل شدی   لقمہ گشتی و اندر احیا آمدی

یعنی اگرچہ آب وگل کے باغ سے تو جدا ہو گیا ہے مگر اب تو تو لقمہ ہو گیا ہے اور زندون مین آگیا ہے یعنی احیاء کا
جزو بن گیا ہے اور تیرے اندر بھی حیات پیدا ہو گئی ہے۔

شو غذائے و قوت اندیشہا   شیر بودی شیر شو در بیشہا

یعنی تو فکر و کی غذا اور قوت ہو جا تو (پہلے) شیر (خوار) تھا اب جنگلون مین شیر ہو جا۔ یعنی پہلے تو تو بالکل ضعیف تھا
اور اب اجزاء انسانی مین داخل ہو کر تو قوی ہو جا۔ اور جس طرح جنگلون مین شیر قوی ہوتا ہے اسی طرح تو بھی قوی
ہو جا۔ اور یہ سب حاصل جب ہو گا جب ان مجاہدات مین ثابت قدم رہے گا۔ اور ان سے گھبراویگا نہین
لہذا تجھے چاہئے کہ پریشان مت ہو۔

شرح حبیبی

از صفاتش رستہ واللہ نخست | در صفاتش باز رو چالاک و چست
زابر و خورشید و ز گردون آمدی | پس شدی اوصاف و گردون بر شدی
آمدی در صورت باران و تاب | می روی اندر صفات مستطاب
جزو شمس و ابر و انجمہا بدی | نفس و فعل و قول و فکرتہا شدی

بیگم اوس چینے سے کہتی ہے کہ تو متغذی ہی کی صفات سے پیدا ہوا تھا کیونکہ اوسی نے تجھے جوتا بویا تھا اب تو اوسی کی صفات مین واپس چلا جا اور پھر اوسی کی صفت بنجا کیونکہ کل شے یرجع الی اصلہ۔ دیکھ تو اولاً ابر اور آفتاب اور آسمان سے آیا تھا کیونکہ ابر کے پانی نے سیراب کیا سورج نے گرمی پہونچائی اوضاع فلکیہ نے اپنا کام کیا تب تو بنا۔ لیکن جبکہ تو متغذی کی صفت بنجاویگا تو تجھے پہلے سے بھی زیادہ شرف حاصل ہوگا۔ اور تو انسان کے تابع ہوکر اشرف المخلوقات بنجاویگا۔ پس پہلے تو تیری یہ حالت تھی کہ بارش اور گرمی سے پیدا ہوا تھا اور اب تکلیف کی برکت سے یہ حالت ہوگی کہ تو عمدہ صفات مین شامل ہوگا اور اول تو تو آفتاب ابر اور ستارون کا جزو تھا اور اب ذات شریف انسانی اور اوس کا قول و فعل اور اوس کے خیالات بنے گا۔ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا اور یہ سب انہین تکالیف کی برکت ہے جن سے تو بھاگتا ہے۔

شرح شبیری

از صفاتش رستہ واللہ نخست | در صفاتش باز رو چالاک و چست

یعنی تو تو اول سے اوسی کی صفات سے پیدا ہوا ہے تو اوسی کی صفات مین پھر چالاک و چست ہوکر چلا جا مطلب یہ ہے کہ تمام عالم انسان ہی کے لئے پیدا ہوا ہے اور تمام عالم مظہر ہے حق تعالیٰ کی صفات کا اور مظہر اتم صفات حق کا انسان ہے تو گویا ایک طرح سے یہ تمام عالم صفات انسانی کا بھی مظہر ہوئے تو فرماتے ہین کہ اے چنے تو تو اس انسان ہی کی صفات کا ایک مظہر ہے تو جب اول سے اوسی کی صفات کا مظہر ہے تو اب تجھے اوس کے اندر جانے سے کیون خوف معلوم ہوتا ہے۔ تجھے چاہئے کہ شوق و ذوق سے اوس کے اندر جانے کی اور اوس کا جز بننے کی خواہش کرے۔ اور اوسکا جزو اسی طرح بن سکتا ہے جب ان مجاہدات کو برداشت کرے۔ لہذا ان سے مت گھبرا۔ اسی طرح انسان کامل جب ہو سکتا ہے اور حق تعالے کا مقرب اوس وقت ہوگا جبکہ مجاہدات و ریاضات سے گھبراوے نہین بلکہ صبر و شکر کیساتھ اوس کو برداشت کرے۔ تو پھر وہ مقرب حق ہو جاوے گا۔ اور پھر اوس کے افعال و اقوال تمام افعال و اقوال حق

ہی ہوں گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

جزو شمس و ابر و انجم بدی نفس و فعل و قول و فکرتها شدی

یعنی تو (پہلے) سورج اور ابر اور ستاروں کا جزو تھا (اور اب) نفس اور فعل اور قول اور افکار ہو گیا ہے مطلب یہ کہ کہتے ہین کہ لے چنے تو پہلے تو عناصر کا جزو تھا اور وہ تیرے اصول تھے اور اب انسان کا جزو بن کر تو افعال و اقوال وغیرہ ہو گیا ہے کیونکہ اوس کی صفات مین داخل ہو گیا۔ اور اوس کی بہی صفات ہین اور یہ سب اس مجاہدہ ہی سے حاصل ہوا ہے۔

ز ابر و خورشید و ز گردون آمدی پس شدی صاف و ز گردون بر شدی

یعنی ابر اور خورشید اور گردون سے تو آیا ہے تو پھر صاف ہو گیا ہے تو اور گردون سے بڑھ گیا ہے۔ مطلب یہ کہ اول تو تو عناصر سے پیدا ہوا تھا لیکن پھر مجاہدات سے صفائی حاصل کر کے تو گردون سے بھی عالی ہو گیا ہے اور اوس سے بھی گذر گیا ہے۔

آمدی در صورت باران و تاب میروی اندر صفات مستطاب

یعنی تو بارش اور تابش (آفتاب) کی صورت مین آیا ہے اور (اب) صفات حق مین جا رہا ہے مطلب وہی کہ اول تو عناصر سے پیدا ہوا تھا اور اب صفات انسانی مین داخل ہو رہا ہے جو مظہر اتم حق تعالے کا ہے۔

شرح حبیبی

ہستئے حیوان شد از مرگ نبات	راست آمد اقتلونی یا ثقات
چون چنین بردیست ما را بعد مات	راست آمد ان فی قتلی حیات
قول و فعل و صدق شد قوت ملک	تا بدین معرج شد سوئے فلک
آنچنان کان طعمہ شد قوت بشر	از جمادے بر شد و شد جانور
این سخن را ترجمہ پہنا ورے	گفتہ آید در مقام دیگرے

اب مولانا انتقال فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ اس سے معلوم ہوا کہ نبات مر کر حیوان بن گیا۔ پس اس سے منصور کے قول اقتلونی یا ثقات کا درست اور بجا ہونا ظاہر ہو گیا کیونکہ معلوم ہو گیا کہ موت ترقی کا ذریعہ ہے اور ترقی کے آرزو ہر ایک کرتا ہے اور جبکہ ہمکو موت کے بعد ایک اعلیٰ حیات ملنے والی ہے تو اس کے قول ان فی قتلی حیات کی واقعیت بھی ظاہر ہو گئی۔ موت ترقی کا ذریعہ ہے اس کی تصدیق تم کو اس سے بھی ہو گی کہ اقوال و افعال اور صدق ۔۔۔ ملائک بنتے ہین اور اس طرح سے فنا ہوتے ہین۔ تو ان کو اس ذریعہ سے معراج

آسانی حاصل ہوتی ہے اور وہ جزو ملائک بنکر آسمان میں رہتے ہیں انکی یہ ترقی ایسی ہی ہے جیسے کہ غذائے جسمانی کی ترقی کہ وہ انسانوں کی غذا بن کر جاندار بنجاتی ہے اس گفتگو کی تفصیل بہت وسیع ہے جو یہاں نہیں اسکی اس لئے کسی دوسرے مقام پر خدا نے چاہا تو بیان کیجاویگی ۔

شرح شبیری

ہستئے حیوان شد از مرگ نبات　　راست آمد اقتلونی یا ثقات

یعنی حیوان کی ہستی نبات کے مرنے سے ہوئی ہے تو اقتلونی یا ثقات درست آیا ہے مطلب یہ ہے کہ ایک شے کے فنا کے بعد ترقی ہوتا کوئی بعید نہیں ہے اسلئے کہ دیکھو اول تو نباتات ہوتے ہیں جب وہ فنا ہوکر اجزا انسانی بن جاتے ہیں تو دیکھو انکو ترقی ہوتی ہے تو نباتیت سے حیوانیت میں داخل ہو جاتے ہیں تو منصور کا اقتلونی الخ کہنا صحیح ہے اسلئے کہ اون کا مطلب یہ تھا کہ مجھے مار ڈالو تو میں فنا ہوکر ترقی کرونگا اور حیوانیت سے بھی آگے بڑھونگا۔ آگے فرماتے ہیں کہ ۔

چون چنین بر دیست ما را البعدیات　　راست آمد ان فی قتلی حیات

یعنی جبکہ فنا کے بعد ہمارے لئے ایسی بقا ہے تو یہ بات سچ ہے کہ میرے قتل میں حیات ہے یعنی منصور کا کہنا کہ ان فی قتلی الخ یہ بالکل صحیح ہے اسلئے کہ بعد فنا کے بقا حاصل ہوتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ ۔

فعل و قول و صدق شد قوت ملک　　تا بدین معراج شد سوئے فلک

یعنی فرشتہ کی غذا فعل و قول اور صدق ہوئی یہانتک کہ وہ اس معراج کی وجہ سے آسمان کی طرف چلا گیا مطلب یہ کہ دیکھو فرشتہ نے جو اپنی غذا فعل و قول وغیرہ کو بنایا تو یہ اشیا اوس کی غذا ہونے کی وجہ سے فنا ہوگئیں اور اوس کے بعد اوس کو درجہ ملکیت کا حاصل ہوگیا۔ تو یہاں سے بھی وہی بقا بعد الفناء کا مسئلہ حل ہوا آگے تقریب فہم کیلئے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ ۔

آنچنان کان طعمہ شد قوت بشر　　از جماد ے برشد و شد جانور

یعنی جس طرح کہ وہ لقمہ انسان کی روزی ہوئی تو وہ جمادیت سے نکلا اور جانور ہوگیا۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ دیکھو انسان کی غذا جو لقمہ وغیرہ ہوئی تو وہ غذا بن کر فنا ہوگئی اور اوس فنا کے بعد وہ بشر ہوگیا اور وہی اجزا نباتی انسان بن گئے۔ اور نباتیت سے درجہ بشریت کا حاصل ہوگیا اب اس مضمون کو ختم فرمانا چاہتے ہیں لہذا فرماتے ہیں کہ ۔

این سخن را ترجمہ پہنا ورے　　گفتہ آید در حدیث دیگرے

یعنی اس بات کا پورا پورا بیان کسی دوسری جگہ بیان کیا جاوے گا - اب آگے ایک مضمون ارشادی بطور نتیجہ کے بیان فرماتے ہین کہ -

شرح حبیبی

کاروان دائم زگردون میرسد | تا تجارت میکند وامیرود
پس بروشیرین وخوش با اختیار | نے بتلخی وکراہت دزدوار

اب مولانا مضمون سابق کے مناسب نصیحت فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ دنیا مین تمہارا قیام عارضی ہے اور اصل وطن تمہارا عالم غیب ہے کیونکہ عالم غیب سے یہان قافلہ محض تجارت اور کسب اعمال کیلئے آیا ہے پس تم یہان دل نہ لگاؤ اور عالم غیب کو جانے کیلئے تیار رہو اور وہان خوش خوش اور اپنی خوشی سے جاؤ نہ کہ ناگواری اور نفرت اور رنج کے ساتھ کیونکہ جانا تو پڑے ہی گا پھر ناگواری وغیرہ بے سود ہے -

شرح شبیری

کاروان دائم زگردون میرسد | تا تجارت میکند وامے رود

یعنی قافلہ ہمیشہ آسمان سے پہونچتا ہے یہان تک کہ تجارت کرتا ہے اور چلا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ روزو شب آمد ورفت اس عالم سے اوس عالم مین اور بالعکس ہو رہی ہے اور آخر جانا تو ضرور ہے ہی اس سے تو چارہ نہین لہذا تجھے چاہیئے کہ -

پس بروشیرین وخوش با اختیار | نے بہ تلخی وکراہت دزد وار

یعنی پس تو شیرین اور خوش (اپنے) اختیار سے چلا جا نہ کہ سختی اور کراہت سے چور ونکی طرح مطلب یہ کہ جب جانا ہی ہے تو پھر زبردستی پکڑے ہوئے جاؤ اس سے کیا فائدہ ہے بہتر ہے کہ خود اپنے اختیار ہی سے جاؤ -

شرح حبیبی

زان حدیث تلخ مے گویم ترا | تا ز تلخیہا فرو شویم ترا
ز آب سرد انگور افسردہ رہد | سردی وافسردگی بیرون نہد
تو ز تلخی چونکہ دل پرخون شوی | پس ز تلخیہا ہمہ بیرون شوی
ہر کہ او اندر بلا صابر نشد | مقبل این درگہ فاخر نشد

فارغ آئی گر بتو ریزند خل | آن زمان شیرین شوی ہمچون عسل
سگ شکاری نیست او را طوق نیست | خام و ناجوشیدہ جز بے ذوق نیست

اب بی بی کہتی ہے کہ مین تم سے کڑوی کڑوی باتین اسلئے کرتی ہون کہ اس سے تیری ساری بدمزگی دور ہو جاوے اور یہ سرد مہری کی باتین اس لئے کہتی ہون کہ قاعدہ ہے کہ جب انگور مرجھا جاتا ہے تو اوسے سرد پانی مین ڈالتے ہین اوس سے وہ تر و تازہ ہو جاتا ہے اور سردی و افسردگی سے کود کر الگ ہو جاتا ہے پس جبکہ تو تلخی سے غمگین ہوگا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ساری تلخیون سے الگ ہو جاویگا - اب مولانا فرماتے ہین کہ دیکھو جو بلاؤن پر صبر نہین کرتا جن مین تلخیٔ نصیحت بھی داخل ہے تو وہ ہرگز درگاہ عالی حق سبحانہ مین مقبول نہین ہوتا - پس اگر تم پر سرکہ ڈالین اور کوئی تکلیف پہونچائین تو تم کو بے فکر رہنا چاہیئے اور پریشان نہ ہونا چاہیئے جب تم ایسا کروگے تو شہد کی طرح شیرینی سے لبریز ہو جاؤگے دیکھو جو کتا شکاری نہین ہوتا اوسکے گلے مین طوق نہین ہوتا اور جو طعام کہ کچا اور غیر پختہ ہوتا ہے اوس مین مزہ نہین ہوتا علی ہذا جو شخص کہ مصائب مین مبتلا نہین ہوتا وہ اہل کمال نہین ہوتا لہذا بنا بر اغلب کمال کے لئے ابتلا ربالمصائب ضروری ہے پس طالب کمال کو بلاؤن سے پریشان نہ ہونا چاہیئے -

شرح شبیری

زان حدیث تلخ مے گویم ترا | تا ز تلخیہا فرو شویم ترا

یعنی مین اسی وجہ سے سخت تجھے کہہ رہا ہون تاکہ تجھے تلخیون سے دہو دون مطلب یہ کہ مین جو تجھے مجاہدات وریاضات مین مشغول کر رہا ہون اور تجھ پر سختی کر رہا ہون اس کی یہی وجہ ہے کہ مین تجھے سختیون کا عادی کرتا ہون تاکہ تو پھر سختیون سے گھبرا وے نہین آگے اس تلخی سے دوسری تلخی کے عادی ہونیکی مثال فرماتے ہین کہ

ز آب سرد انگور افسردہ رہد | سردی و افسردگی بیرون نہد

یعنی ٹھنڈے پانی سے افسردہ انگور پیدا ہوتا ہے تو سردی اور افسردگی کو باہر رکھ دیتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو انگور ٹھنڈے پانی سے پیدا ہوتا ہے اور خود بھی افسردہ ہوتا ہے لیکن پھر جب اوس کو پکایا جاتا ہے اور درست کر کے اوس کی شراب بنائی جاتی ہے تو اوس کی ساری سردی وغیرہ جاتی رہتی ہے اور اوس کے اندر حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور جوش و خروش آجاتا ہے -

تو ز تلخی چونکہ دل پرخون شوی | پس ز تلخیہا ہمہ بیرون شوی

یعنی جبکہ تلخی سے تو پراگندہ دل ہوتا ہے پس تلخیون سے بالکل باہر ہو جاوے گا -

فارغ آئی گر بتو ریزند خل آنزمان شیرین شوی ہمچون عسل

یعنی اگر تجھ پر سرکہ ڈالین (یعنی تجھ پر بلا ڈالین) تو تو فارغ رہ اوس وقت تو شہد کی طرح شیرین ہوگا یعنی اگر تو بلاؤن مین صابر رہے تو تیری زندگی شیرین ہو جاوے آگے فرماتے ہین کہ

ہر کہ او اندر بلا صابر نشد مقبل این درگہ فاخر نشد

یعنی جو شخص کہ بلا مین صابر نہین ہوا وہ اس درگاہ فاخر کا مقبل نہین ہوا یعنی جس نے کہ صبر نہ کیا وہ اس درگاہ خداوندی مین مقبول نہین ہو سکتا ہے آگے بلا مین صابر ہونے والے کے مقبول ہونیکی ایک مثال فرماتے ہین کہ

سگ شکاری نیست اورا طوق نیست خام ونا جوشیدہ جز بے ذوق نیست

یعنی کتا شکاری نہین ہوتا تو اوس کے طوق نہین ہوتا اور جو خام اور غیر پختہ ہے وہ سوائے بے ذوق کے نہین ہے مطلب یہ کہ دیکھو کتا جب شکاری ہوتا ہے اور بلاؤن مین مبتلا ہوتا ہے جب ہی اوس کے گلے مین پٹا ڈالتے ہین ورنہ ویسے ہی رہتا ہے اور کوئی شے جب تک خام رہتی ہے اوس وقت تک یون ہی بے ذوق رہتی ہے اور جب آگ مین پختہ ہو جاتی ہے تو اوس کے اندر مزہ پیدا ہو جاتا ہے آگے اس کو بیان فرماتے ہین کہ جب مومن کو بلا کی مصلحت معلوم ہو جاتی ہے تو وہ بہت آسانی سے صابر ہو جاتا ہے ۔

شرح حبیبی

آن نخود گفت ار چنین ست ای ستی خوش بجوشم یارئم دہ راستی

تو درین جوشش چو معمار منی کفچلیزم زن کہ بس خوش میزنی

ہمچو پیلم بر سرم زن زخم وداغ تا نہ بینم خواب ہندوستان وباغ

تا کہ خود را در دہم در جوشش من تا رہے یابم درین آغوش من

زانکہ انسان در غنا طاغی شود ہمچو پیل خواب بین باغی شود

پیل چون در خواب بیند ہند را پیلبان را نشنود آرد دغا

خیر تو چنے نے بیگم کی نصیحت سن کر کہا کہ اگر یہی بات ہے تو مجھے خوب پکا اور میرے جز و انسان بننے پر اعانت کر تو اپنے فعل مین مصیب ہے اور اس پکانے مین میری مصلحت ہے ہان خوب ڈوئیان مار کہ مجھے تیری مار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے مین ہاتھی کی مثل ہون لہذا تیرے سر پر خوب آنکس لگا کہ مین ہندوستان یعنی اپنے وطن اصلی اور باغ کو خواب مین دیکھ کر مست اور سرکش نہ ہو جاؤن اور تا کہ خوب اچھی طرح اپنے کو پختہ کر لون تا کہ اس ذریعہ سے مین آغوش انسانیت مین چلا جاؤن اب سمجھو کہ یہ ہی وجہ ہے کہ انسان کو مبتلائے مصائب کیا

جاتا ہے کیونکہ وہ بےفکری مین سرکش ہو جاتا ہے اور ہندوستان کو خواب مین دیکھنے والے ہاتھی کی طرح باغی ہو جاتا ہے قاعدہ ہے کہ جب ہاتھی ہندوستان کو خواب مین دیکھتا ہے تو ہاتھی بان کی بات نہین سُنتا اور مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے یہی حالت انسان کی ہے کہ جب وہ نشہ راحت مین مست ہوتا ہے تو پھر کسی ناصح اور خیر خواہ کی بات نہین سُنتا لہذا مصائب کی ضرورت ہے تاکہ وہ سرکش نہ ہونے پائے۔

شرح شبیری

مومن کی جب وہ بلا پر واقف ہو جاوے صابر ہونیکی ایک مثال

آن نخود گفت ار چنین ست اے ستی خوش بجوشم یاریم دہ راستی

یعنی اوس چنے نے کہا کہ اے بی بی اگر اس طرح ہے تو مین اچھی طرح جوش کھاتا ہون تو مجھے خوب اچھی طرح درست کر اور کہتا ہے کہ

تو درین جوشش چو معمار منی کفچلیزم زن کہ بس خوش میزنی

یعنی اس جوش دینے مین تو مثل معمار میرے کے ہے تو کفگیر مار کہ تو خوب مار رہی ہے مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ جب یہ بات ہے تو اب تو تو اس جوش دینے مین مجھے سنوار رہی ہے تو پھر کیا ہے خوب جوش دے اور خوب چمچے میرے اندر مار تاکہ میری خوب اصلاح ہو اسی طرح جب مومن دیکھتا ہے کہ مرشد ان مجاہدات سے میری اصلاح کر رہا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ خوب مجاہدات و ریاضات مین مجھے مشغول رکھ تاکہ میری خوب اصلاح ہو اور کہتا ہے کہ

ہمچو پیلم بر سرم زن زخم و داغ تا نہ بینم خواب ہندوستان و باغ

یعنی ہاتھی کی طرح میرے سر پر زخم اور داغ لگا تاکہ مین ہندوستان اور باغ کا خواب نہ دیکھون یہ مشہور ہے کہ چونکہ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے تو اگر اس کو کسی اور ملک مین لیجاتے ہین اور یہ خواب مین ہندوستان کو دیکھ لیتا ہے تو اس قدر مست ہوتا ہے کہ پھر پیل بان وغیرہ کی کسی کی نہیں سُنتا تو اوس وقت اوس کے سر پر داغ لگاتے ہین جس سے یہ درست ہو جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مین بھی بہت زیادہ سرکش اور طاغی ہو گیا ہون اے مرشد مجھے بھی مجاہدات و ریاضات مین مبتلا کر تاکہ میرے اندر سے بھی یہ طغیان اور بغاوت نکل جاوے اور ناسوت کی طرف توجہ نہ رہے اور یہ حالت ہو جاوے کہ

تاکہ خود را در دہم در جوش من تا رہے یابم درین آغوش من

یعنی تاکہ مین اپنے کو جوش مین دیدون اور تاکہ مین اس آغوش مین رہائی پاؤن مطلب یہ کہ تو مجاہدات مین مجھے مشغول کر تاکہ مین اس کا عادی ہو جاؤن اور اے مرشد تیری آغوش مین رہ کر ان بلیات معاصی سے رہائی پاؤن

اور یہ طغیان میرے سر سے باہر ہو سا گئے اس کی وجہ بیان کرتے ہین کہ ہم جو مجاہدات مین مشغول کرنے کی تم سے درخواست کرتے ہین وہ اس وجہ سے ہے کہ

زانکہ انسان در غنا طاغی شود ہمچو پیل خواب بین یاغی شود

یعنی اسلئے کہ انسان بے فکری مین باغی ہوجاتا ہے اور خواب دیکھنے والے ہاتھی کی طرح نافرمانی ہوجاتا ہے تو بس جب مجاہدات و ریاضات کر یگا تو وہ بے فکری نہ رہیگی اور وہ بغاوت اور طغیان جاتا رہیگا

پیل چون در خواب بیند ہند را پیل بان را نشنود آرد دغا

یعنی ہاتھی جب خواب مین ہند کو دیکھ لیتا ہے تو ہاتھی بان کی سُنتا نہین ہے اور سرکشی لاتا ہے (ہند سے مراد ناسوت ہے) مطلب یہ کہ جب انسان عالم ناسوت کیطرف توجہ کرتا ہے تو پھر مرشد کی طرف سے توجہ ہٹاتی ہے اور سرکش ہوجاتا ہے تو پھر مجاہدات کی ضرورت ہوتی ہے آگے پھر ادسی نخود اور کدبانو کا قصہ بطور تمثیل کے بیان فرماتے ہین

شرح حبیبی

آن ستی گویدورا کہ پیش ازین من چو تو بودم زاجزائی زمین
چون بنوشیدم جہاد آذری پس پذیرا گشتم و اندر خورے
مدتے جوشیدہ ام اندر زمن مدتے دیگر درون دیگ تن
زین دو جوشش قوت حسہا شدم روح گشتم پس ترا استا شدم
در جمادی گفتمے زان میروی تا شوی علم و صفات معنوی
چون شدی تو روح پس بار دگر جوش دیگر کن ز حیوانی گذر

اس کے بعد وہ عورت کہتی ہے کہ تجھی پر یہ مصیبت نہین ہے بلکہ اس سے پیشتر مین بھی تیری ہی مثل زمین کا جزو اور خاک تھی اسکے بعد مین نے بھی آتشی لباس پہنا اس سے مین مقبول طبائع اور قابل قبول ہوئی ہون ایک عرصہ تک مین نے بدن سے باہر تاؤ کھائے ہین اوس کے بعد بدن مین آئی تو وہان تاؤ کھائے ہین ان دو قسم کے تاؤن کے بعد مین صاحب حسہائے قوی ہوئی ہون - اور جاندار بن کر تیری اوستاد بنی ہون - جب مین جماد تھی اوس وقت مین اپنے دل مین کہتی تھی کہ تو اس لئے ترقی کر رہی ہے کہ ایک روز صاحب کمال انسان کا علم اور اوسکی صفت بنجاوے اب کہتی ہون کہ جب تو جاندار بن گئی تو پھر تاؤ کہا اور حیوانیت سے تجاوز کرکے کچھ اور بن جا۔

شرح شبیری

بی بی کا چنے سے معذرت کرنا اور اس کو جوش دینے کی حکمت کا بیان کرنا

آن ستی گوید ورا که پیش ازین　　من چو تو بودم ز اجزای زمین

یعنی وہ بی بی اوس چنے سے کہتی ہے کہ اس سے پہلے مین تیری ہی طرح اجزائے زمین سے تھی۔ یعنی اوس نے کہا کہ جس طرح کہ تو اس وقت نباتات مین سے ہے اسی طرح پہلے مین بھی مجموعہ عناصر کا تھی۔

چون بنوشیدم جہاز آذری　　پس پذیرا گشتم و اندر خوری

یعنی جب مین نے آگ کا سامان پہنا تو مین مقبول اور لائق ہو گئی۔ (جہاز آذری سے وہ غذائین وغیرہ مراد ہین جو کہ انسان بعد آگ کے پختہ کر دینے کے کھاتا پیتا ہے اور پھر معدہ کے اندر جا کر وہ پکتی ہین) مطلب یہ ہوا کہ جب مین نے بھی محنتین کی ہین اور بہت سی مشکلین برداشت کی ہین اوس وقت اوس نباتیت سے نکلکر جامۂ انسانی مین آئی ہون ورنہ پہلے مین بھی نباتات ہی سے تھی۔

مدتے جوشیدہ ام اندر زمن　　مدتے دیگر درون دیگ تن

یعنی ایک مدت تک زمانہ مین مین نے جوش کیا ہے اور ایک دوسری مدت دیگ تن مین مطلب یہ کہ ایک مدت تک مجاہدات وغیرہ کئے ہین جب ایسی حالت ہو گئی ہے۔

زین دو جوشش قوت حسہا شدم　　روح گشتم پس ترا استا شدم

یعنی ان دونون جوشون سے مین قوت حواس ہو گئی اور روح ہو گئی پھر تیری اوستاد ہو گئی مطلب یہ کہ بہت مجاہدات تو ایسے کئے جو کہ بدن سے خارج تھے اور خارجی چیزون مین پخت و پز ہوتا رہا۔ اوس کے بعد کچھ دنے لئے خود اپنے جسم کے تغیر تبدل مین رہی ہون تب یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے کہ آج تیری مربی اور تیری اوستاد بنکر بیٹھی ہون۔

در جمادے گفتمے زان میروی　　تا شوی علم و صفات معنوی

یعنی جمادیت مین مین کہتی تھی کہ تو اس لئے جا رہا ہے تاکہ تو علم اور صفات معنوی بن جاوے یعنی بی بی کہتی ہے کہ تو جو جمادیت مین حرکت کر رہا تھا تو وہ اسلئے تھا کہ تو علم و صفات معنوی بنجاوے یعنی بشریت تجھکو حاصل ہو جاوے

چون شدی تو روح پس بار دگر　　جوش دیگر کن ز حیوانی گذر

یعنی جبکہ تو روح ہو گیا تو دوسری مرتبہ دوسرا جوش کر اور حیوانیت سے گذر جا۔ یعنی اول جمادیت سے حیوانیت اور بشریت کے مرتبہ کو پہونچا تھا اب دوسری حرکت کر تاکہ اس سے گذر کر تو مرتبہ اعلےٰ مین پہونچ جاوے اور مرتبہ ملکوتی تجھے حاصل ہو جاوے اب چونکہ ان باتون سے غلط فہمی ہو جانا ممکن تھا اسلئے فرماتے ہین کہ ۔

شرح حبیبی

از خدا میخواہ تا زین نکتہا | در نہ لغزی و رسی در منتہے
زانکہ از قرآن بسے گمرہ شدند | زان رسن قومے درون چہ شدند
مر رسن را نیست جُرمے اے عنود | چون ترا سودائے سر بالا نبود
جانب آن عاشق بے خویش ران | کہ دران مسجد چہ کرد از امتحان

اب چونکہ سامع کو غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہوا کہ مبادا کہین حق سبحانہ کے ساتھ اتحاد ذاتی نہ سمجھ جاوے اسلئے فرماتے ہین کہ خدا سے دعا کر کہ کہین ان نکتون سے تیری فہم لغزش نہ کھا جاوے اور تو اصل مقصد تک پہونچ جاوے۔ کیونکہ میری مثنوی کا طرز بیان ایسا ہی ہے جیسے قرآن کا اور قرآن سے بھی بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے ہین اور اسی رسی کو پکڑ کر لوگ کنوین مین اُتر گئے ہین تو یہ رسی کا قصور نہین بلکہ یہ تمہارا قصور ہے کہ تم اس کو پکڑ کر اوپر کو کیون نہ چلے نیچے کو کیون اُترے یعنی قواعد شرعیہ کا لحاظ کر کے تم نے اس سے معانی کیون نہ اخذ کئے اور تفسیر بالرائے مین کیون مبتلا ہو گئے پس یہی حالت مثنوی کی ہے اچھا اس مضمون کو ختم کرو اور اوس عاشق بیخود کی طرف چلو اور دیکھو کہ اس آزمائش مین مسجد مین جاکر اوس نے کیا کیا۔

شرح شبیری

از خدا می خواہ تا زین نکتہا | ور نہ لغزی و رسی در منتہے

یعنی خدا سے (توفیق) مانگ تاکہ ان نکتون سے تو پھسل نہ جاوے اور منتہا کو پہونچ جاوے۔

زانکہ از قرآن بسے گمرہ شدند | زان رسن قومے درون چہ شدند

یعنی اسلئے کہ قرآن سے بہت گمراہ ہو چکے ہین اور اوس رسی سے ایک قوم کنوین مین چلی گئی ہے

مر رسن را نیست جُرمے اے عنود | چون ترا سودائے سر بالا نبود

یعنی اے معاند رسی کی (اس مین) کوئی خطا نہین ہے جبکہ تجھے ہی اوپر اوبھرنے کا خیال نہ ہو مطلب یہ ہے کہ اگر کنوین مین ایک رسی لٹکی ہوئی ہو تو اوس کو پکڑ کر بعض تو ایسے لوگ ہون گے کہ وہ کنوین سے اوپر نکل آوین گے

اور بعض ایسے ہونگے کہ اوسی رسّی کے سہارے کنوین کے اندر چلے جاوین گے مگر اس مین رسّی کی کوئی خطا اور اوسمین کوئی کمی نہین ہے اسی طرح قرآن سے بعض نے تو ہدایت پائی اور بعض گمراہ ہوئے تو جب قرآن سے بھی لوگ گمراہ ہوئے ہین تو اگر مثنوی شریف سے گمراہ ہو جاوین تو کیا عجب ہے۔ اس لئے فرماتے ہین کہ خدا سے توفیق ہدایت کی دعا کرو کہین غلط فہمی نہ ہو جاوے اب آگے اوس مسجد کے مہمان کا قصہ بیان فرمانا شروع کرتے ہین فرماتے ہین

جانب آن عاشق بے خویش ران — کہ دران مسجد چہ کرد از امتحان

یعنی (کلام کو) اوس عاشق بیخود کی طرف چلاؤ۔ کہ اوس نے امتحان سے اوس مسجد مین کیا کیا۔

شرح حبیبی

آن غریبِ شہر سر بالا طلب — گفت می خسپم درین مسجد بہ شب

مسجدا گر کربلائے من شوی — کعبۂ حاجت روائے من شوی

ہین مرا بگذار اے بگزیدہ یار — تا رسن بازی کنم منصور وار

گر شدید اندر نصیحت جبرئیل — می نہ خواہد غوث در آتش خلیل

جبرئیلا رو کہ من افروختہ — بہترم چون عود و عنبر سوختہ

جبرئیلا گرچہ یاری می کنی — چون برادر پاسداری میکنی

اے برادر من بر آذر چابکم — من نہ آن جانم کہ گردد بیش و کم

جان حیوانی فزاید از علف — آتشے بود و چو ہیزم شد تلف

گر نگشتے ہیزم او مثمر بُدے — تا ابد معمور دہ ہم عامر بدے

باد سوزان ست این آتش بدان — پرتو آتش بود نے عین آن

عین آتش در اثیر آمد یقین — پرتو و سایہ ویست اندر زمین

لاجرم پرتو نپاید ز اضطراب — سوئے معدن باز میگردد شتاب

قامت تو بر قرار آمد بساز — سایہ ات کوتہ دمے یکدم دراز

زانکہ در پرتو نیابد کس ثبات — عکسہا واگشت سوئے امہات

ہان تو اوس مسافر نے جو کہ شہر غیب یعنی عالم بالا کا طالب تھا یہی کہا کہ کچھ ہو مین تو اسی مسجد مین رات کو سوؤنگا اے مسجد اگر تو میرے لئے کربلا کی طرح بھی محل مصائب ہو جاوے تو مین سمجھونگا کہ تو میرا کعبہ ہے جو کہ میرا کام بنانے والا ہے اچھا اے نصیحت گر اب تو مجھے چھوڑ تا کہ مین موت کے منہ مین جاؤن اور منصور کی طرح

سولی پر چڑھ کر تماشا کرون اگر آپ لوگ میرے لئے نصیحت مین جبرئیل کی مانند ہین تو مین خلیل کی مانند آپ سے طالب مدد نہین اور اے اشباہ جبرئیل تم جاؤکہ مین آتش بلا مین جلا ہوا ہی اچھا ہون جس طرح کہ عود و عنبر جلا ہوا اچھا ہوتا ہے اور اے جبرئیل کے مشابہ لوگو تم اگرچہ میری مدد کرتے ہو اور بھائیون کی طرح میرا خیال کرتے ہو لیکن بھائیو خیال رکھو کہ مین آتش بلا یا پر بہت خوب چل سکتا ہون کیونکہ مین وہ جان نہین ہون جو کم و بیش ہوسکے کیونکہ وہ جان حیوانی ہے جو جزو اگ سے بڑھتی ہے اور وہ آگ تھی لہذا ایندھن کی طرح تلف ہوگئی۔ (ف) اس شعر مین جان حیوانی کو آگ کہا گیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جس طرح یہ آگ بوجہ اس کے کہ دیرپا نہین ہے بلکہ ہیزم کی طرح جو کہ آگ سے فنا ہو جاتی ہے خود یہ آگ بھی فنا ہو جاتی ہے اسی طرح جان حیوانی بھی بوجہ اس کے کہ یہ اصلی جان نہین ہے اصلی جان دوسری ہے تلف ہو جاتی ہے۔

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر جان آتش شہوت و غضب کا ایندھن نہ بنجاتی تو اس سے بہت عمدہ آثار پیدا ہوتے اور وہ ہمیشہ کیلئے خود بھی فیوض سے مالامال ہوتی اور دوسرونکو بھی مالامال کرتی اب مولانا اوس آتش شہوت و غضب کا فانی اور نا قابل التفات ہونا اور اوس کی اصل یعنی رب ذوالجلال کا باقی اور قابل توجہ ہونا بیان کرتے ہین مگر اوس کو آتش حسی کی تمثیل سے بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ دیکھو آتش متعارف واقعی آگ نہین ہے بلکہ اصالتًا ہوا ہے جو مشتعل ہو کر آگ بن گئی ہے اسلئے حقیقی آگ کا پرتو ہے نہ کہ خود آگ بلکہ حقیقی آگ تو کرۂ نار مین ہے اور یہ زمین پر اوس کا ظل اور اوس کی شبیہ ہے جبکہ یہ اصل آگ کا ظل ہوئی تو لازم ہے کہ اپنے کرہ کی طرف لوٹنے کیلئے بیچین ہو اور بالآخر نہ ٹھہر سکے اور بہت جلد اپنے کرہ کی طرف لوٹ جائے تم اپنے قدہی کو دیکھ لو کہ وہ اصل ہے اسلئے قائم اور برقرار رہتا ہے لیکن تمہارا سایہ کبھی لمبا ہوتا ہے اور کبھی گھٹتا ہے اور بالآخر اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اور خود فنا ہو جاتا ہے پس چونکہ یہ قاعدہ عام ہے کہ ظل قائم نہین رہ سکتا۔ اسی لئے تمام ظلال و عکوس اپنی اصول کی طرف لوٹ جاتے اور خود فنا ہو جاتے ہین جب یہ امر معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ آتش شہوت و غضب جس پر تم عاشق ہو اور اپنی روح کو تمنے اس کا ایندھن بنا دیا ہے وہ ایک ظل اور پرتو ہے حق سبحانہ کا جس کو ایک دن فنا ہونا اور اپنی اصل کی طرف لوٹ جانا لازم ہے پس اس مین کیون دل پھنساتے ہو اصل ہی سے جی کیون نہین لگاتے جس کے لئے کبھی فنا نہین۔ (ف) یاد رکھو کہ جان حیوانی فزاید از علف" الخ مین جان حیوانی سے وہ روح مراد ہے جو صفات بہیمیہ سے مغلوب ہو۔ خواہ اوس کی حقیقت بخارات لطیفہ ہون یا کچھ اور۔ اور اوس روح انسانی کو بھی شامل ہے جو غلبۂ صفات بہیمیہ سے اپنے مزاج اصلی سے متغیر ہو گئی ہے۔

شرح شبیری

اوس مسجد والے مہمان کے قصہ کا بقیہ اور اس کے عزم کے ثبات وصدق کے بیان مین

آن غریبِ شہر سر بالا طلب گفت می خسپم درین مسجد بہ شب

یعنی اوس مسافر شہر بالا کو طلب کرنے والے نے کہا کہ مین رات کو اسی مسجد مین سوتا ہون۔ (چونکہ یہ شخص اہل دل معلوم ہوتا ہے اسلئے اس کو غریب شہر سر لکھدیا یعنی یہ باشندہ تو شہر سر کا تھا مگر یہان آکر ایک مسافر کی حیثیت رکھتا ہے) غرضکہ اوسنے کہا کہ مین تو رات کو اسی مسجد مین سوتا ہون۔ خواہ کچھ بھی ہو آگے اوس مسجد کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ

مسجد اگر کربلائے من شوی کعبۂ حاجت روائے من شوی

یعنی اے مسجد اگر تو میری کربلا ہوجاوے تو میری لئے کعبۂ حاجت روا ہو جاوے یعنی کہتا ہے کہ اے مسجد اگر مین رات کو مر جاؤن اور تو اسکا سبب بنے تو یہ تو عین میری خوشی ہے اور یہی مقصود ہے تو گویا میری کعبہ حاجت روا ہو جاویگی اب آگے اوس ناصح کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ

ہین مرا بگذار اے بگزیدہ یار تا رسن بازی کنم منصور وار

یعنی اے برگزیدہ دوست ہان مجھے چھوڑ تا کہ مین منصور کی طرح رسن بازی کرون یعنی کہتا ہے کہ اے ناصح تو مجھے نصیحت مت کر مجھے اسی حالت مین چھوڑدے تا کہ مین مرنے کو تیار ہو جاؤن۔

گر شدید اندر نصیحت جبرئیل می نخواہد غوث در آتش خلیل

یعنی اگر تم نصیحت مین جبرئیل ہوگئے تو خلیل کو آگ مین مدد نہین چاہیئے (بلکہ وہ کہتے ہین کہ)

جبرئیلا رو کہ من افروختہ بہترم چون عود و عنبر سوختہ

یعنی اے جبرئیل جاؤ کہ مین بھڑکا ہوا اور عود و عنبر کی طرح جلا ہوا بہتر ہون (اور کہتے ہین کہ)

جبرئیلا گرچہ یاری میکنی چون برادر پاسداری میکنی

یعنی اے جبرئیل تم اگرچہ مدد کرتے ہو اور بھائی کی طرح حفاظت کرتے ہو (لیکن)

اے برادر من بر آذر چابکم من نہ آن جانم کہ گردم پیش وکم

یعنی اے بھائی مین آگ پر چست ہون اور مین وہ جان نہین ہون کہ جو کم و بیش ہون (اسلئے کہ)

جان حیوانی فزاید از علف آتشے بود او چو ہیزم شد تلف

یعنی روح حیوانی تو گھاس دانہ سے بڑھتی ہے اور وہ آگ ہی تھی جو کہ لکڑیوں کی طرح تلف ہو گئی۔

(ف) یہاں جو جان حیوانی کو آگ سے تشبیہ دی ہے تفصیل اوسکی عنقریب اشعار آئندہ مین آتی ہے جسکا حاصل یہ ہوگا کہ جس طرح یہ آگ بوجہ اسکے کہ اصلی نہین ہے دیرپا نہین ہے بلکہ ہیزم کی طرح جو کہ آگ سے فنا ہو جاتی ہے خود یہ آگ بھی فنا ہو جاتی ہے اسی طرح جان حیوانی بھی بوجہ اسکے کہ یہ اصل جان نہین ہے اصلی جان دوسری ہی ہے تلف ہو جاتی ہے۔

گر نہ گشتے ہیزم او مثمر بُدے تا ابد معمور وہم عامر بُدے

یعنی اگر وہ لکڑی ایندھن نہ ہو جاتی تو پھل والی ہوتی اور ہمیشہ کیلئے معمور اور عامر ہوتی۔ (یہان جبرئیل سے مثال اوس ناصح کو دی ہے اور خلیل سے مثال خود اپنے کو دی ہے) مطلب یہ ہے کہ اے ناصح اگرچہ تو مجھے نصیحت کرتا ہے اور اس طرح خیرخواہی کرتا ہے جس طرح کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے خیرخواہ تھے مگر مین بھی حضرت خلیل اللہ کی طرح ہون کہ جب اون سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ مین تمہاری مدد کو آؤن تو اونھون نے انکار کر دیا تھا اور فرما دیا تھا کہ اے جبرئیل اگرچہ تم خیرخواہ ہو لیکن مین بے تمہاری مدد کے جلا ہوا اچھا ہون اور یہ تو بالفرض ہے ورنہ اصل مین تو مین جلون گا بھی نہین اسلئے کہ روح حیوانی کو فنا ہے اور عناصر پر عناصر کا اثر ہوتا ہے لیکن میری روح تو عنصری نہین رہی بلکہ یہ تو ملکوتی ہو گئی ہے اس لئے یہ آگ اس پر اثر نہ کرے گی تو اسی طرح وہ یہان کہتا ہے کہ اول تو مین اس مسجد مین رہ کر مرونگا نہین اسلئے کہ مجھپر اس کا اثر نہ ہوگا اور اگر ہو بھی گیا تو مین تو مرنے کو تیار ہون ہی پھر کیون مجھے نصیحت کرتے ہو آگے بھی حضرت خلیل اللہ کی زبانی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جواب فرماتے ہین کہ۔

با دسوز انست این آتش بدان پرتو آتش بود نے عین آن

یعنی یہ آگ جلنے والی ہوا ہے جان لے اور سایہ آگ کا ہوتا ہے نہ کہ اوس کا عین۔

عین آتش در اثیر آمد یقین پرتو و سایہ ویست اندر زمین

یعنی آگ کا عین تو کرۂ آتش ہی مین ہے یقیناً اور اوس کا پرتو اور سایہ زمین مین ہے۔

لاجرم پرتو نپاید ز اضطراب سوے معدن باز می گردد شتاب

یعنی آخرکار سایہ اضطراب کیوجہ سے ٹھہرتا نہین ہے (بلکہ) جلدی سے معدن کی طرف واپس چلا جاتا ہے مطلب یہ کہ وہ فرماتے ہین کہ جس طرح کہ یہ آگ جو دنیا مین ہے اوس آگ کا جو کرۂ آگ مین ہے سایہ ہے اسلئے فنا ہو جاتی ہے اور وہ اصلی آگ فنا نہین ہوتی۔ اسی طرح جو روح عنصری ہے وہ تو ایک دم سے فنا ہو جاتی ہے

اور جو روح ملکوتی ہے وہ فنا نہین ہوتی - آگے سایہ کے فنا ہونے اور اصل کے باقی رہنے کی ایک مثال فرماتے ہین

قامت تو برقرار آمد بساز　　سایہ ات کوتہ دمے یکدم دراز

یعنی تیرا قد تو موافقت سے برقرار آیا اور تیرا سایہ ایکدم چھوٹا ہے اور ایک دم دراز ہے -

زانکہ در پرتو نیابد کس ثبات　　عکسہا واگشت سوئے امہات

یعنی اسلئے کہ سایہ مین کوئی شخص ثبات نہین پاتا اور عکوس اصول کی طرف لوٹ جاتے ہین مطلب یہ ہے کہ دیکھو تمہارا قد تو یکسان رہتا ہے اور سایہ چھوٹا بڑا ہوتا رہتا ہے اور پھر گھٹتے گھٹتے اصل قد کی طرف لوٹ آتا ہے تو بس اسی طرح روح عنصری ہے جو فنا ہو جاتی ہے ورنہ روح ملکوتی تو اپنی اصل کی طرف چلی جاتی ہے اب بیان فرماتے فرماتے مولانا رکتے ہین اور فرماتے ہین کہ -

شرح حبیبی

هین دہان بربند فتنہ لب کشاد　　خشک آر اللہ اعلم بالرشاد
فتنہ زاد و کرد عالم را خراب　　شرق و غرب افتاد اندر اضطراب
چون مراتب گردد لہا تنگ شد　　ہر یکے با دیگرے در جنگ شد
گفت و گو بسیار شد خامش شدم　　مسئلہ تسلیم کردم تن زدم
ور تو گوئی موجب فتنہ چہ بود　　باز گویم گوش کن چون غم فزود
پیش ازان کاین قصہ تا مخلص رسد　　دود و گندے آمد از اہل حسد
من نمی رنجم ازین لیک این لگد　　خاطر سادہ دلے را پے کند
خوش بیان کرد آن حکیم غزنوی　　بہر محجوبان مثال معنوی
کہ ز قرآن گر نہ بیند غیر قال　　وین عجب بنود ز اصحاب ضلال
کز شعاع آفتاب پر ز نور　　غیر گرمے می نیابد چشم کور
خربطے ناگاہ از خرخانۂ　　سر برون آورد چون طعانۂ
کاین سخن پست است یعنی مثنوی　　قصۂ پیغمبر ست و پیروی
نیست ذکر و بحث و اسرار بلند　　کہ دوانند اولیا زان سو سمند
از مقامات تبتل تا فنا　　پایہ پایہ تا ملاقات خدا
شرح و حد ہر مقام و منزلے　　کہ بہ پر زو بر پرد صاحبدلے

جملہ سرتاسر فسانست و فسون　　کودکانہ قصہ بیرون و درون
چون کتاب اللہ بیامد ہم بران　　این چنین طعنہ زدند آن کافران
کہ اساطیر است و افسانہ نثرند　　نیست تحقیقے و تعمیقے بلند
کودکان خورد فہمش می کنند　　نیست جز امر پسند و ناپسند
ذکر آدمؑ گندم و ابلیس و مار　　ذکر ہودؑ و باد و ابراہیمؑ و نار
ذکر نوحؑ و کشتی و طوفان تن　　ذکر کنعان و سر از خط تافتن
ذکر اسمعیلؑ و ذبح و جبرئیل　　ذکر قصد کعبہ و اصحاب فیل
ذکر یوسفؑ ذکر زلف پرخمش　　ذکر یعقوبؑ و زلیخا و غمش
ذکر بلقیس و سلیمانؑ و سبا　　ذکر داؤدؑ و زبور و اوریا
ذکر طالوت و شعیب و صوم او　　ذکر یونسؑ ذکر لوطؑ و قوم او
ذکر حمل مریمؑ و نخل و مخاض　　ذکر زکریاؑ و یحییٰؑ و ریاض
ذکر صالحؑ ناقہ و تقسیم آب　　ذکر ادریسؑ و مناجات و جواب
ذکر الیاسؑ و عزیرؑ و موت او　　ذکر قارون و زمین رفتن فرو
ذکر ایوبؑ و صبورے در بلا　　ذکر اسرائیلیان در تیہ لا
ذکر موسیٰؑ و شجر طور و عصا　　خلع نعلین و خطابات و عطا
ذکر عیسیٰؑ و عروجش بر سما　　ذکر ذوالقرنین و خضر و ارمیا
ذکر فضل احمد و خلق عظیم　　کہ قمر از معجزاتش شد دو نیم
ظاہرست و ہر کسے پے مے برد　　کو بیانی کہ گم شود در وے خرد
گفت اگر آسان نماید این بتو　　این چنین یک سورہ گوای سخت گو
جنیان و انسیان و اہل کار　　گو یکے آیت ازین آسان بیار

مولانا کی مثنوی پر کچھ لوگون نے اعتراضات شروع کیے تھے۔ پس جب مولانا اس مقام تک پہونچے ہین، تو مولانا کو کسی طریقہ سے جس کا یہان ذکر نہین کیا گیا اُن اعتراضات کا علم ہوگیا۔ لہذا مولانا کے طبیعت پر ابتداءً کچھ افسردگی چھاگئی اور چاہا کہ اس کو یہین ختم کردین اسلئے فرماتے ہین کہ بس جی بند کرو فتنہ اوٹھ کھڑا ہوا ہے اور خاموش رہو شاید حق سبحانہ کے نزدیک اسکی تکمیل ٹھیک نہین اور خدا ہی راستی سے زیادہ واقف ہے خاموشی کا سبب جیسا کہ پہلے بھی بیان کردیا ہے یہ ہے کہ فتنہ پیدا ہوگیا ہے اور اوس نے عالم کو خراب کردیا ہے اور اوسکے

سبب مشرق و مغرب مین ہل چل پڑ گئی ہے اور حقائق قلوب کے گردتنگ ہو گئے یعنی وہ حقائق قلوب سے پوشیدہ ہو گئے تو ہر ایک دوسرے کے ساتھ برسر پیکار ہو گیا ہے چونکہ قیل و قال بہت ہونے لگی ہے لہذا مین بھی خاموش ہو گیا۔ اور راضی برضائے حق ہو کر چپ ہو بیٹھا۔ اب اگر تم یہ پوچھو کہ اس فتنہ کا سبب کیا تھا تو چونکہ مجھے اس واقعہ سے نہایت صدمہ ہوا ہے اسلئے وہ بھی کہے دیتا ہون سنو بات یہ ہے کہ قبل اس کے کہ یہ قصہ جو زیر بیان ہے تمام ہو حاسدونکی دلون مین آگ لگ گئی اور اوسکا دہوان اور جڑ انڈ (یعنی اثر از قسم اعتراض وغیرہ) مجھے محسوس ہوئی سو مجھے (گو طبعاً ناگوار ہوا جیسا کہ بیشتر معلوم ہو چکا ہے مگر عقلاً) اس کا کچھ ملال نہین (کیونکہ مین جانتا ہون کہ مین اور میری مثنوی تو کیا ہین قرآن کریم اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ واقعات پیش آرہے ہین جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آئے گی) لیکن خیال صرف اتنا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ بھولے بھالے لوگ جو معاند نہین ان کے دہوکہ مین آجاوین اور اون کو نقصان پہونچ جائے۔ ان معترضین کی تمثیل حکیم ثنائی علیہ الرحمۃ نے نہایت خوب اور پر معنی بیان کی ہے اونہون نے فرمایا ہے کہ اگر گمراہ لوگ قرآن کے صرف ظاہری مضامین کو دیکھین اور اوسپر اعتراض کرین تو کوئی تعجب کی بات نہین کیونکہ پر نور آفتاب کی شعاعون سے اندھے کو بجز گرمی کے اور کچھ حاصل نہین ہوتا ہان جو آنکھ والے ہین اون کو اوس سے محسوسات بھی دکھائی دیتے ہین پس یہی حالت ان معترضین کی ہے کہ الفاظ مثنوی پر نظر کرتے ہین اور اوس کے اسرار و دقائق کو نہین دیکھ سکتے خیر اصل واقعہ یہ ہے کہ ایک گدھے نے خرخانہ سے طاعنانہ صورت مین سر نکالا اور کہا کہ یہ کلام یعنی مثنوی ایک گھٹیا کلام ہے کیونکہ اس مین پیغمبران علیہم السلام کے قصے اور اتباع کی ترغیب ہے۔ نہ کوئی دقیق بحث ہے نہ اسرار غامضہ ہین جنکی طرف اہل اللہ اپنی عنان توجہ منعطف کرین اسمین مقام انقطاع عن الخلق سے لیکر مقام فنا تک اور رفتہ رفتہ وصال حق سبحانہ تک کی بحث ہونی چاہئے تھی اور ہر مقام کی تفصیل و تحدید ہونی چاہئے تھی تاکہ ان امور پر مطلع ہو کر ارباب دل انسے ترقی روحانی حاصل کرتے مگر یہ تو سراسر افسانہ اور تلمیع ہے اور سراسر بچونکی کہانیان ہین ہان صاحبو تمہاری کچھ شکایت نہین کیونکہ جب کتاب اللہ نازل ہوئی تہی تو اوس وقت جو تمہارے بھائی کفار موجود تھے اونہون نے بھی قرآن پر اسی قسم کے طعن کئے تھے اور کہا تھا ان ہذا الا اساطیر الاولین یعنی یہ تو محض پرانے قصے ہین نہ کوئی جدید تحقیق ہے نہ کوئی باریک بات ہے بلکہ موٹی موٹی باتین ہین جن کو بچے بھی سمجھتے ہین نیز اس مین اور دہرا ہی کیا ہے۔ بجز اس کے یہ کرو وہ نہ کرو یہ ہم کو پسند ہے وہ ناپسند۔ اور بجز اس کے کہ آدمؑ اور شیطان اور سانپ کا تذکرہ ہے اور ہود اور ہوّا اور ابراہیمؑ اور آگ کا قصہ ہے۔ نوحؑ اور کشتی اور طوفان اور کنعان اور اوسکی نافرمانی کا واقعہ ہے۔ اسمعیلؑ اور اونکے ذبح کرنے اور جبرئیل کے دنبہ لانیکا ذکر ہے کعبہ اور اصحاب فیل

کا قصہ ہے یوسفؑ اور انکی زلف پرخم یعقوبؑ اور زلیخا اور اونکے غم کا بیان ہے بلقیس اور سلیمان اور شہر سبا
کی تفصیل ہے داؤد زبور اور اوریا کا واقعہ ہے طالوت کا ذکر ہے شعیب اور اونکے روزہ کا قصہ ہے
یونس کا ذکر ہے لوط اور انکی قوم کا واقعہ ہے مریم علیہا السلام کے حمل اور اونکے دردزہ کی تکلیف اور اونکے
اس حالت مین درخت خرما سے تسکین حاصل کرنیکا مذکور ہے زکریا و یحییٰ کا تذکرہ ہے باغات کا بیان
ہے صالح اور اونکی اونٹنی اور پانی کی تقسیم کا طریقہ مذکور ہے ادریس اور اونکی مناجات اور اوسکے جواب
کا بیان ہے الیاس کا ذکر ہے عزیر اور اونکی موت کا بیان ہے قارون اور اوس کے زمین مین دھنس جانے کا
قصہ ہے ایوب اور اونکے مصیبت مین صبر کرنے کا ذکر ہے اسرائیلیون کی وادی فنا مین سرگشتگی کا واقعہ
ہے موسیٰ اور شجرہ۔ عصا و طور جوتیان اوتارنے اور حق سبحانہ سے ہمکلام ہونے اور توریت وغیرہ ملنے
کا قصہ ہے۔ عیسیٰؑ اور اونکے آسمان پر چلے جانیکا ذکر ہے ذوالقرنین خضر اور ارمیا کے واقعات ہین احمدؐ کے
اوصاف اور اون کے خلق عظیم کا بیان ہے اور یہ مذکور ہے کہ آپکے معجزات مین سے ایک یہ ہے کہ چاند
کے دو ٹکڑے ہوگئے بس یہ ہین وہ باتین جو قرآن مین مذکور ہین اور جو کچھ بھی ہے وہ اس قدر ظاہر اور عام
فہم ہے کہ ہر شخص زبان دان سمجھ لیتا ہے ایسے مضامین نہین جن مین عقل بھی خبط ہوجاوے۔ یہ تو اونکا اعتراض
تھا مگر اب سنو کہ اسکا جواب کیا دیا گیا۔ سو فرمایا گیا کہ بہت اچھا اگر یہ ایسا ہی آسان کلام ہے جسکو بچے
بھی سمجھ سکتے ہین اور اسلئے وہ تمہارے نزدیک محقر ہے تو ایسی ہی آسان تم بھی ایک سورۃ بنا دو تم تو کیا بناتے
ہم تو یہانتک کہتے ہین کہ تمام جنات تمام انسان اور تمام وہ جو اس میدان کے گرد ہین ذرا سب کے سب
کمیٹی ہی کر کے بقدر ایک آیتہ ہی ایسا آسان اور محقر کلام بنا دین۔

شرح شبیری

ہین دہان بربند فتنہ لب کشاد خشک آر اللہ اعلم بالرشاد

یعنی ہان منہ کو بند کر کیونکہ فتنہ نے لب کھولا خشک لاؤ واللہ اعلم بالرشاد۔ مطلب یہ ہے کہ فرماتے ہین کہ بس اب
چپ رہو اسلئے کہ ایک فتنہ پیدا ہوگیا ہے اس فتنہ کی تفصیل آگے خود فرماوینگے۔

فتنہ زاد و کرد عالم را خراب شرق و غرب افتاد اندر اضطراب

یعنی فتنہ پیدا ہوگیا اور عالم کو خراب کر دیا۔ اور شرق و غرب اضطراب مین پڑ گئے۔

چون مراتب گردد لہا تنگ شد ہریکے با دیگرے در جنگ شد

یعنی جبکہ حقایق قلوب کے گرد تنگ ہوگئے تو ہر ایک دوسرے کیساتھ جنگ مین ہوگیا۔ یعنی جب قلوب پر حقایق

پوشیدہ ہو گئے تو سب آپس میں لڑنے لگے اور کسی نے حقیقت کو نہ سمجھا۔

گفتگو بسیار شد خامش شدم مسئلہ تسلیم کردم تن زدم

یعنی گفتگو زیادہ ہو گئی ہے (لہذا) مین خاموش ہوتا ہون اور مسئلہ تسلیم (کا اختیار) کرتا ہون اور چپ ہو جاتا ہون یعنی چونکہ گفتگو زیادہ ہو چکی ہے اور فتنہ پیدا ہو گیا ہے تو بس اب چپ رہنا ہی مناسب ہے۔

ور تو گوئی موجب فتنہ چہ بود باز گویم گوش کن چون غم فزود

یعنی اور اگر تو کہے کہ فتنہ کا سبب کیا تھا تو مین بیان کرتا ہون سن جبکہ غم زیادہ ہو گیا۔ یعنی اب چونکہ غم زیادہ ہو گیا ہے لہذا اب مین اوس فتنہ کا بیان کرتا ہون تو سن لو۔

بداندیشون کے خیال کا ذکر

پیش ازان کاین قصہ تا مخلص رسد دود و گندی آمد از اہل حسد

یعنی پہلے اوس سے کہ یہ قصہ ختم تک پہونچے دھوان اور گندگی اہل حسد کی طرف سے آئی۔ یعنی اہل حسد نے قبل اس قصہ کے ختم کے اعتراض شروع کر دیا۔ اب کوئی کہتا ہے کہ اگر اعتراض کر ہی دیا تو آپ کو برا کیون معلوم ہوتا ہے صبر کیجئے آگے اس کا جواب دیتے ہین کہ۔

من نمی رنجم ازین لیک این لگد خاطر سادہ دلے را پے کند

یعنی مین تو اس سے رنجیدہ نہین ہوتا لیکن یہ لات کسی سادہ دل کے دل کو خراب کر یگی۔ مطلب یہ کہ مجھے تو ان اعتراضات کی پرواہ نہین ہے لیکن اس سے ڈر یہ ہے کہ کہین کوئی سادہ دل گمراہ نہ ہو جائے اور ان اعتراضات کو صحیح سمجھ کر مثنوی سے بد دل نہ ہو جاوے اور ان مضامین کا دوسرا محمل نہ لے اسلئے ہم چپ ہو گئے اب آگے اوس اعتراض کو اوٹھاتے ہین کہ یہ کوئی نئی بات نہین ہے بلکہ اس قسم کے اعتراضات تو ہمیشہ ہوتے ہی رہے ہین حتیٰ کہ قرآن پر بھی لوگون نے اس قسم کے اعتراض کئے ہین آگے حکیم غزنوی کے مقولہ سے اسی کو بیان فرماتے ہین کہ۔

خوش بیان کرد آن حکیم غزنوی بہر محجوبان مثال معنوی

یعنی اوس حکیم غزنوی نے محجوبین کیلئے ایک معنوی مثال خوب بیان کی ہے (وہ یہ کہ)

کہ ز قرآن گر نہ بیند غیر قال این عجب نبود ز اصحاب ضلال

یعنی کہ اگر سوائے قال کے قرآن سے کوئی بات نہ دیکھے تو یہ بات اصحاب ضلال سے عجب نہین ہے مطلب یہ کہ اگر گمراہ لوگ قرآن شریف سے صرف قال دیکھنے کے نفع کو سمجھین تو اس سے کیا ہوتا ہے قرآن شریف مین جو منافع ہین وہ تو ان لوگون کے نہ سمجھنے پر بھی موجود ہین۔

کز شعاع آفتاب پر ز نور غیر گرمی می نیابد چشم کور

یعنی آفتاب پرنور کی شعاع سے سوائے گرمی کے اندھا کچھ بھی نہین دیکھتا۔ (لیکن اوس کے نور مین کسی قسم کی کمی نہین آتی تو اسی طرح اگر مثنوی پر کوئی اعتراض کرے تو اس سے اوس کی خوبی مین کوئی فرق نہین آتا یہ ایک تمہید تھی آگے اوس فتنہ کا بیان فرماتے ہین کہ

خربطے ناگاہ از خرخانۂ سر برون آورد چون طعانۂ

یعنی ناگاہ ایک خربطے نے ایک خرخانہ سے طعن کرنے والے کی طرح سر باہر نکالا اور وہ اعتراض یہ ہے کہ)

کاین سخن پست است یعنے مثنوی قصۂ پیغمبر ست و پیروی

یعنی کہ یہ سخن پست ہے یعنی مثنوی اور قصہ پیغمبر کا اور پچھلے لوگون کا ہے۔

نیست ذکر و بحث و اسرار بلند کہ دوانند اولیا زان سو سمند

یعنی ذکر اور بحث اسرار کی نہین ہے کہ جو اولیا اوس طرف کو گھوڑا دوڑا دین۔

از مقامات تبتل تا فنا پایہ پایہ تا ملاقات خدا

یعنی مقامات انقطاع خلق سے فنا تک رتبۂ رتبۂ ملاقات خدا تک۔

شرح و حد ہر مقام و منزلے کہ بہ پر زو بر پرد صاحب دلے

یعنی ہر مقام اور ہر منزل کی شرح اور حد کہ پر سے کوئی صاحب دل اُڑسکے مطلب یہ ہے کہ کسی معترض نے اعتراض یہ کیا کہ اس مثنوی مین صرف قصص اور پہلے لوگونکی حالات ہی ہین اور اسرار اور مقامات کی شرح نہین کی ہے اس مین تو چاہیئے تھا کہ تمام مراتب کو جدا گانہ جدا گانہ ملاقات حق تک بیان کرتے چلے جاتے اسلیئے کہ یہ تو تصوف کی کتاب ہے اس مین تو اسی قسم کی باتین ہونین اور اب اس کی یہ حالت ہے کہ۔

جملہ سر تا سر فسانست و فسون کودکانہ قصہ بیرون و درون

یعنی بالکل سارا فسانہ اور فسون ہی ہے اور بچون کی طرح اندر باہر کے قصے ہی ہین۔ اب مولانا اسبات کا ایک الزامی جواب دیتے ہین کہ۔

چون کتاب اللہ بیامد ہم بران این چنین طعنہ زدند آن کافران

یعنی قرآن شریف کی طرح چاہیئے کہ اوس پر بھی اسی طرح اون کافرون نے طعنے کیئے ہین۔ یعنی فرماتے ہین کہ مثنوی اگر ایسی ہو گئی ہے تو کچھ حرج نہین ہے اس لیئے کہ قرآن بھی تو ایسا ہی ہے اور اوسپر بھی لوگون نے اسی قسم کے اعتراضات کیئے ہین اور کہا ہے کہ۔

کہ اساطیر است و افسانہ نژند نیست تحقیقے و تعمیقے بلند

یعنی کہ قصے اور پرانے افسانے ہیں کوئی بلند تحقیق اور تعمیق نہیں ہے (بلکہ حالت یہ ہے کہ)

کودکان خورد فہمش می کنند نیست جز امر پسند و ناپسند

یعنی چھوٹے چھوٹے بچے اوس کو سمجھ لیتے ہیں اور سوائے جائز اور ناجائز کے کچھ نہیں ہے۔ یعنی اسرار وحقائق و دقائق نہیں ہیں بلکہ صرف یہی ہے کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز لطیف باتیں نہیں ہیں۔

ذکر آدم گندم و ابلیس و مار ذکر ہود و باد و ابراہیم و نار

یعنی آدمؑ اور گیہوں اور ابلیس اور سانپ کا ذکر ہے اور ہود اور ہوا اور ابراہیم اور نار کا ذکر ہے۔

ذکر نوح و کشتی و طوفان تن ذکر کنعان و سر از خط تافتن

یعنی نوح اور طوفان تن اور کشتی کا ذکر ہے اور کنعان کا اور اوس کے خط (مستقیم) سے سر پھیرنے کا ذکر ہے۔

ذکر یوسفؑ ذکر زلف پرخمش ذکر یعقوب و زلیخا و غمش

یعنی یوسفؑ اور اونکی زلف پرخم کا ذکر ہے اور یعقوب اور زلیخا اور اونکے غم کا ذکر ہے۔

ذکر اسمٰعیلؑ و ذبح جبرئیل ذکر قصہ کعبہ و اصحاب فیل

یعنی اسمٰعیلؑ اور جبرئیلؑ کے ذبح کا ذکر ہے اور کعبہ کے قصہ کا ذکر ہے اور اصحاب فیل کا ذکر ہے۔

ذکر بلقیس و سلیمان و سبا ذکر داؤد و زبور و اوریا

یعنی بلقیس اور سلیمانؑ اور سبا کا ذکر ہے اور داؤدؑ اور زبور اور اوریا کا ذکر ہے۔ (اوریا ایک شخص کا نام ہے جو داؤدؑ کا خادم تھا)۔

ذکر طالوت و شعیب و صوم او ذکر یونس ذکر لوط و قوم او

یعنی طالوت اور شعیب اور اونکے روزہ کا ذکر ہے اور یونس کا ذکر اور لوط اور اونکی قوم کا ذکر ہے۔

ذکر حمل مریمؑ و نخل و مخاض ذکر زکریا و یحییٰؑ و ریاض

یعنی مریمؑ کے حمل کا اور کھجور کا اور جائے درد زہ کا ذکر ہے اور زکریا اور یحییٰؑ اور باغوں کا ذکر ہے۔

ذکر صالح ناقہ و تقسیم آب ذکر ادریسؑ و مناجات و جواب

یعنی صالح اور ناقہ اور تقسیم آب کا ذکر ہے اور ادریسؑ اور مناجات اور جواب کا ذکر ہے۔

ذکر الیاسؑ و عزیر و موت او ذکر قارون و زمین رفتن فرو

یعنی الیاسؑ اور عزیر اور اونکی موت کا ذکر ہے اور قارون اور اوسکے زمین میں چلے جانے کا ذکر ہے۔

ذکر ایوبؑ و صبوری در بلا ذکر اسرائیلیان در تیہ لا

یعنی ایوبؑ کا اور اونکے بلا میں صبر کا ذکر ہے اور بنی اسرائیل کا ایک نامعلوم جنگل میں پھرنے کا ذکر ہے۔

ذکر موسیٰ و شجر طور و عصا — خلع نعلین و خطابات و عطا

یعنی موسےٰ اور شجر کا اور طور کا اور عصا کا اور نعلین نکالنے کا اور خطابات اور عطا کا ذکر ہے ۔

ظاہراست و ہر کسے پے میبرد — کو بیان کہ گم شود دروے خرد

یعنی (یہ سب امور) ظاہر ہین اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور وہ بیان کہان ہے کہ جس مین عقل گم ہو ۔ مطلب یہ کہ کفار کہا کرتے تھے کہ یہ سب باتین تو ایسی آسان ہین کہ ادہرادہر کے قصے جمع کردیئے گئے ہین باقی اسرار و حقائق و دقائق کا کہین پتا بھی نہین ہے تو جیسے قرآن شریف پر اعتراض کیا جاتا تھا اسی طرح مثنوی پر بھی یہ اعتراض ہے تو پھر کیا نئی بات ہے آگے اونکے اس کہنے کا کہ آسان کلام ہے ایک الزامی جواب دیتے ہین کہ ۔

گفت اگر آسان نماید این بتو — این چنین یک سورہ گوایے سخت گو

یعنی حق تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر یہ تجھے آسان معلوم ہوتا ہے تو اے سخت کلام ایسی ایک سورۃ ہی کہدے ۔

جنیان و انسان و اہل کار — گو یکے آیت ازین آسان بیار

یعنی جنات اور انسان اور اہل کار (سب کو) کہدو کہ ایک ہی آیت اس سے آسان لے آؤ ۔ آگے اس امر کو بیان فرماتے ہین کہ قرآن شریف کے صرف الفاظ ہی نہین ہین بلکہ قرآن شریف کے اندر بہت سے بطون ہین جو کہ ظاہر نظر مین معلوم بھی نہین ہوتے اس کو ایک حدیث سے ثابت کرتے ہین اور بطور تفسیر حدیث کے بیان فرماتے ہین

شرح حبیبی

حرف قرآن را بدانکہ ظاہر ست — زیر ظاہر باطنے بس قاہر ست
زیر آن باطن یکے بطن دگر — خیرہ گردد اندرو فکر و نظر
زیر آن باطن یکے بطن سوم — کہ درو گردد خردہا جملہ گم
بطن چارم از نبی خود کس ندید — جز خدائے بے نظیر و بے ندید
ہم چنین تا ہفت بطن اے ذوالکرم — می شمر تو زین حدیث معتصم
تو ز قرآن اے پسر ظاہر مبین — دیو آدم را نہ بیند جز کہ طین
ظاہر قرآن چو شخص آدمی است — کہ نقوشش ظاہر و جانش خفی است
مرد را صد سال عم و خال او — یک سر موے نہ بیند حال او

مولانا یہان تک معترضین کا اعتراض اور اوس کا اجمالی جواب بیان کرکے اب تفصیلی جواب دیتے ہین اور فرماتے ہین کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ قرآن صرف آسان ہے کیونکہ قرآن کیلئے ایک معنی ظاہری ہین اور اوسکے تحت مین

ایک معنی باطنی ہین اگر ان ظاہری اور باطنی معنون مین تخالف نہین خوب سمجھ لو دھوکہ نہ کھانا) اور اس باطنی معنی کے تحت مین ایک اور معنی باطنی ہین جس مین عقول و افکار اہل ظاہر متحیر ہو جاتے ہین اور اس باطن کے تحت مین ایک تیسرا باطن ہے کہ اوس کے اندر تمام عقول حیران ہو جاتی ہین - الا ماشاء اللہ اور قرآن کا بطن چہارم تو خدائے وحدہٗ لاشریک کے سوا کسی نے دیکھا ہی نہین اسی طرح تم اس حدیث معتمد سے ساتون بطون کو گن جاؤ - (بشت مولانا کے اس مضمون سے یہ امر معلوم ہو گیا کہ کسی مخلوق کو تمام اشیاء کا علم نہین بلکہ یہ صفت حق سبحانہ کے ساتھ مختص ہے پس جن مضامین سے اہل اللہ کے احاطہ علمی کا شبہ ہوتا تھا اون کی تشریح خود مولانا ہی کے مضمون سے ہو گئی - اور خود مولانا ہی نے اس شبہ کا ازالہ فرما دیا - اور اس سے اون لوگون کی غلطی بھی ظاہر ہو گئی جو ما من رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم ما کان و ما یکون پر استدلال کرتے ہین کیونکہ اگر یہ امر تسلیم بھی کر لیا جاوے کہ کتاب مبین سے قرآن ہی مراد ہے اور یہ بھی مان لیا جاوے کہ یہ حصر حقیقی ہی ہے تب بھی ان کا مدعا ثابت نہین ہوتا کیونکہ تمام اشیاء مذکور بھی ہونگی تو ظہر مع بطون سبعہ مین مذکور ہونگی اور بطن چہارم و پنجم و ششم و ہفتم کا علم مختص بذات جل مجدہ ہے تو جو اشیاء ان بطون اربعہ مین مذکور ہے ان کا علم خدا کے سوا کسی کو نہ ہوگا - پس علم ما کان و ما یکون پر استدلال باطل ہو گیا - اور نافی احاطہ تصریحات و نصوص مین تاویل کرنا اور بظاہر مثبت احاطہ مین تاویل نہ کرنا کھلی ہٹ دھرمی اور جدال صریح ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم) پس اس مضمون سے ثابت ہو گیا کہ قرآن صرف آسان ہی نہین بلکہ دشوار بھی اتنا ہے کہ عقول عامہ تو درکنار عقول خاصہ کی رسائی بھی وہان تک نہین پس تم قرآن کے ظاہری کو نہ دیکھو بلکہ اسکے بطون پر نظر کرو - اسلئے کہ صرف ظاہر کو دیکھنا اور باطن پر نظر نہ کرنا سنت ہے ابلیس کی کہ وہ آدم مین صرف مٹی دیکھتا ہے اور اونکے کمالات علمیہ و عملیہ کو نہین دیکھتا اور بے دھڑک انا خیر منہ کہہ بیٹھتا ہے تمام ظاہر قرآن کو ایسا سمجھو جیسے کہ ظاہر آدمی کہ اوس کا تشکل ظاہر ہے اور روح مخفی یون ہی ظاہر قرآن کے لئے بھی باطن ہے جو کہ مخفی ہے اور جس طرح کہ آدمی کو اوس کے چچا ماموں وغیرہ سو برس تک دیکھتے ہین مگر اوس کے تمام حالات باطنی پر مطلع نہین ہو سکتے یہی حالت قرآن کی ہے کہ کوئی کتنی ہی جد و جہد کرے مگر اوس کے کل باطنی معانی پر اسکو کبھی اطلاع نہین ہو سکتی -

شرح شبیری

حدیث ان للقرآن ظہرا و بطنا و لبطنہ بطنا الی سبعۃ

ابطن وفی روایۃ الی سبعین بطنا کی تفسیر

حرفِ قرآن را بدان کہ ظاہر است زیرِ ظاہر باطنے بس قاہر است

یعنی حروف قرآن کو تو وہ جانو جو کہ ظاہر ہے (مگر) ظاہر کے نیچے ایک زبردست باطن ہے۔

زیر آن باطن یکے بطن دگر خیرہ گردد اندر و فکر و نظر

یعنی اوس باطن کے نیچے اور دوسرا باطن ہے کہ اوس کے اندر نظر و فکر سب خیرہ ہوجاتی ہے یعنی وہ ایسا باطن ہے کہ وہ ہر کس و ناکس کی سمجھ مین بھی نہین آتا۔

زیر آن باطن یکے بطن سوم کہ درو گردد خردہا جملہ گم

یعنی اوس باطن کے نیچے ایک تیسرا باطن ہے کہ اوس کے اندر تمام عقول گم ہوجاتے ہین۔

بطن چارم از نبی خود کس ندید جز خدائے بے نظیر و بے ندید

یعنی چوتھا بطن قرآن شریف سے خود کسی شخص نے سوائے خدائے بے نظیر و بے شریک کے نہین دیکھا ہے۔

ہم چنین تا ہفت بطن اے ذوالکرم می شمر تو زین حدیث معتصم

یعنی اسی طرح سات بطن تک اے ذوالکرم گن لے۔ اس حدیث معتصم سے یعنی اسی طرح ایک سے لے کر سات تک گنتے چلے جاؤ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو کہ سرخی مین ہے۔

تو ز قرآن اے پسر ظاہر مبین دیو آدم را نہ بیند جز کہ طین

یعنی اے صاحبزادے تم قرآن سے صرف ظاہر کو مت دیکھو کہ شیطان آدمؑ کو سوائے مٹی کے کچھ نہین دیکھتا مطلب یہ کہ دیکھو جب شیطان کو سجدہ کیلئے کہا گیا ہے تو اوس نے یہی کہا ہے کہ یہ تو مٹی کے ہین مین ان کو کیون سجدہ کرون اور اون کے اندر جو کمالات تھے وہ اس کو دکھلائی نہین دئے تو اسی طرح تم بھی قرآن شریف کے صرف الفاظ کو مت دیکھو بلکہ اوس کے معانی اور بطون پر بھی غور کیا کرو تا کہ اوس کی کچھ حقیقت معلوم ہو۔

ظاہر قرآن چو شخص آدمی است کہ نقوشش ظاہر و جانش خفی است

یعنی قرآن شریف کا ظاہر آدمی کے جسم کی طرح ہے کہ اوس کے نقوش تو ظاہر ہین اور اوس کی جان خفی ہے۔

مرد را صد سال عم و خال او یک سر موئے نہ بیند حال او

یعنی آدمی کو سو برس تک اوس کے چچا اور ماموں (دیکھتے ہین مگر) ایک بال برابر بھی اوس کے حال کو نہین دیکھتے مطلب یہ کہ دیکھو انسان کے جسم کو اوس کے رشتہ دار ہی برسون تک دیکھتے رہتے ہین مگر اوس کے اندرونی حالات کا پتہ بھی نہین چلتا۔ اسی طرح صرف قرآن شریف کے الفاظ سے اوس کے بطون اور اوس کے اسرار تک

رسائی نہیں ہو سکتی۔ آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء جو غاروں وغیرہ میں پوشیدہ رہتے ہیں اس میں کیا مصلحت ہے۔ چونکہ یہاں بیان کیا تھا کہ صرف جسم کو دیکھ لینے سے حقیقت کا پتہ نہیں چلتا تو اب فرماتے ہیں کہ اسی طرح اولیاء وغیرہ کے پوشیدہ رہنے سے اونکی اصل حقیقت اور وجہ معلوم نہیں ہو سکتی۔

شرح حبیبی

آنکہ گویند اولیاء در کُہ بوند — تا ز چشم مردمان پنہان شوند
پیش خلق ایشان فراز صد کُہ اند — گام خود بر چرخ ہفتم می نہند
پس چرا پنہان شود کہ جو بود — کو ز صد دریا و کُہ آنسو بود
حاجتش بنود بسوئے کہ گریخت — کز پیش کرہ فلک صد نعل ریخت
چرخ گردید و ندید او گرد جان — تعزیت جامہ بپوشید آنزمان
گر بظاہر آن پری پنہان بود — آدمی پنہان تر از پریان بود
نزد عاقل زان پری کو مضمر ست — آدمی صد بار خود پنہان تر ست
آدمی نزدیک عاقل چون خفی است — چون بود آدم کہ در غیب او صفی است
آدمی ہمچون عصائے موسیٰ است — آدمی ہمچون فسون عیسیٰ است
در کف حق بہر داد و بہر زین — قلب مؤمن ہست بین الاصبعین
ظاہرش چوبے و لیکن پیش او — کون یک لقمہ چو بکشاید گلو
تو مبین زافسون عیسیٰ حرف و صوت — آن مبین کز وے گریزان گشت موت
تو مبین زافسونش آن لہجات پست — آن نگر کہ مردہ بر جست و نشست
تو مبین مر آن عصا را سہل یافت — آن مبین کہ بحر اخضر را شگافت
تو ز دوری دیدۂ چتر سیاہ — یکقدم پا پیش نہ بنگر سپاہ
تو ز دوری می نہ بینی جز کہ گرد — اندکے پیش آ بہ بین در گرد مرد
دیدہ ہا را گرد او روشن کند — کوہ ہا را مردئ او بر کند
چون برآمد موسیٰ از اقصائے دشت — کوہ طور از مقدمش رقاص گشت
روئے داؤد از فرش تابان شدہ — کوہ ہا اندر پیش نالان شدہ
کوہ با داؤد گشتہ ہمرہے — ہر دو مطرب مست در عشق شہے

یا جبال اوّبی امر آمدہ ۔۔۔ ہر دو ہم آواز و ہم پردہ شدہ
گفت داؤد اتو ہجرت دیدہ ۔۔۔ بہر من از ہمدمان ببریدہ
اے غریب فرد بے مونس شدہ ۔۔۔ آتش شوق از دلت شعلہ زدہ
مطربان خواہی و قوال و ندیم ۔۔۔ کوہ ہا را پیش آرد آن قدیم
تا کہ قوالی و سرنائی کنند ۔۔۔ جملہ پیشت باد پیمائی کنند
تا بدانی نالہ چون کہ را رواست ۔۔۔ بے لب و دندان ولی را نالہاست
نغمۂ اجزاے آن صافی جسد ۔۔۔ ہر شبے در گوش حسش می رسد
ہمنشینان نشنوند او بشنود ۔۔۔ ای خنک جان کو بغیبش بگرود
بنگرد در نفس خود صد گفتگو ۔۔۔ ہمنشین او نبردہ ہیچ بو
صد سوال و صد جواب اندر دلت ۔۔۔ میرسد از لامکان تا منزلت
بشنوی تو نشنود زان گوشہا ۔۔۔ گر بنزدیک تو آرد گوش را
گیرم اے کر خود تو آنرا بشنوی ۔۔۔ چون مثالش دیدہ چون نگروی

اوپر مولانا نے بیان فرمایا تھا کہ آدمی کی باطنی حالت مخفی ہے اس کو مبنی قرار دیکر عوام کی غلط فہمی کو دور کرنا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء پہاڑون مین رہتے ہین اور وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی نظروں سے مخفی رہیں یہ اونکی غلطی ہے اس لئے کہ وہ تو لوگونکے سامنے بھی سیکڑون پہاڑ ونسے پرے ہین۔ اور گویا کہ چرخ ہفتم پر ہین۔ اسلئے کہ لوگ اونکی باطنی حالت سے اونکے پیش نظر ہوتے ہوئے بھی واقف نہین ہو سکتے جب اونکی یہ حالت ہے تو اون کو کیا ضرورت ہے کہ وہ چھپین اور پہاڑ ونکو ڈہونڈہین کیونکہ وہ تو عوام کے لحاظ سے ایسے ہی ہین جیسے کوئی سیکڑون سمندرون اور پہاڑون کے اودہر ہو پس اونکو اسکی ضرورت نہین کہ وہ پہاڑون مین بھاگ کر جائین کیونکہ وہ تو اس قدر تیز رو ہین کہ اسپ فلک نے بھی اونکو پانے مین سیکڑون نعلین توڑ ڈالین آسمان اس قدر گھوما مگر وہ رخ کی گرد کو بھی نہ دیکھ سکا۔ اسلئے غم مین ماتمی لباس (سیاہی مائل) پہن لیا گو بظاہر پری مخفی ہے مگر آدمی پریون سے بھی زیادہ مخفی ہے جو شخص سمجھ رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ آدمی مخفی پری سے گو نہ زیادہ مخفی ہے تو شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ پری تو ظاہراً ہی مخفی ہے اور باطناً بھی مگر آدمی مین یہ کمال ہے کہ وہ باوجود ظاہر ہونے کے مخفی ہے مگر اس سے اچھا یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ جن کمالات کی قابلیت عام انسانون مین مضمر ہے اسکا عشر عشیر بھی پریون مین نہین اسلئے یہ زیادہ مخفی ہیں بہ نسبت اونکے) پس جبکہ عامی آدمی عاقل کے

نزدیک مخفی ہے تو اس سے تم سمجھ لو کہ انسان کامل کسقدر مخفی ہوگا جو کہ برگزیدہ عالم غیب ہے۔ نیز یاد رکھو کہ آدمی عصائے موسےٰ کی مثل ہے یا یون کہو کہ افسون عیسیٰ کی مانند ہے مومن کا قلب زینت اور افاضۂ فیوض کے لئے حق سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ مین یعنی اوسکی دو انگلیون کے درمیان ہے اس مین بیان ہے مضمون بالا کی علت کا یعنی ایسا کیون ہے جواب یہ ہے کہ وجہ اسکی یہ ہے کہ انسان کامل باعتبار قلب کے اصبعین حق کے درمیان مین ہے پس یہ سب کمالات اون اصبعین کی برکت ہے جس طرح عصائے موسےٰ ایک چوب تھی مگر ید موسوی کی برکت سے اوس مین کیا کمال ظاہر ہو جاتا تھا چنانچہ آگے اسی مضمون کی تصریح ہے کہ عصائے موسیٰ ظاہر مین تو ایک لکڑی ہے مگر جب وہ مُنہ کھولے تو عالم اوسکا ایک لقمہ ہے پس یہی حالت آدمی کی ہے کہ وہ صورت مین ایک خاک کا پتلا ہے مگر اوس مین ایسے ایسے عجیب و غریب کمالات ہین کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے نیز افسون عیسیٰ بظاہر آواز اور چند حروف کا مجموعہ ہے مگر تم اسے نہ دیکھو بلکہ اوس کے اوس کمال کو دیکھو کہ اوس سے موت ڈر کر بھاگتی ہے اور تم اوس کی چپکے چپکے پڑھے جانے کو نہ دیکھو بلکہ اوس کے اوس کمال کو دیکھو کہ اوس سے مردہ کود کر بیٹھ جاتا ہے نیز تم عصائے موسیٰ کی اس ظاہری حالت کو نہ دیکھو کہ سہل الوصول ہے بلکہ اوس کے اوس کمال کو دیکھو کہ اوس نے بحر اخضر کے دو ٹکڑے کر ڈالے (علیٰ ہذا القیاس آدمی کے بھی ظاہر کو نہ دیکھو بلکہ اوس کی صفات باطنہ پر نظر کرو یون ہی قرآن کی بھی ظاہری سہولت پر نظر مت کرو بلکہ اوس کی بواطن سبعہ کو دیکھو علیٰ ہذا مثنوی کی بھی ظاہری عنوان پر نظر نہ کرو بلکہ اون حقائق کو دیکھو جو اوس مین مودع ہین) تمنے دور سے چتر سیاہ دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ بس چتر ہی ہے اور کچھ نہین مگر یہ تمہاری غلطی ہے ذرا پاس آکر لشکر جرار کو دیکھو نیز تم کو دور سے صرف گرد دکھائی دیتی ہے مگر ذرا آگے بڑھو اور دیکھو کہ اوس مین مرد بھی ہے اور مرد بھی ایسا جس کی گرد آنکھون کو روشن کرتی ہے اور اوس کی شجاعت پہاڑون کو اوکھیڑ ڈالتی ہے دیکھو جب موسیٰ علیہ السلام بیتہ سے نکلے تھے تو اون کی آمد سے طور کو وجد ہو گیا تھا (واللہ اعلم بصحتہ) اور دیکھو داؤد علیہ السلام کا چہرہ فر حق سبحانہ سے چمکا تو اون کے پیچھے پہاڑ روتے تھے پہاڑ داؤد علیہ السلام کے ہم آواز ہوے اور دونون نغمہ سرا ہوئے اور حکم ہوا یا جبال اوبی معہ اس بنا پر پہاڑ اون کے ساتھ ہم آواز اور ہم نغمہ ہوئے نیز حق سبحانہ نے فرمایا کہ داؤد تم نے جدائی دیکھی ہے اور میرے لئے اپنے دوستون سے قطع تعلق کیا ہے اور اے بے کس تنہا اور بے غمخوار تیرے دل مین آتش شوق شعلہ زن ہے اسلئے تجھکو مطربون اور قوالون اور ہمنشینون کی ضرورت ہے لہذا ہم تیرے سامنے پہاڑون کو لاتے ہین تاکہ یہ قوالی کرین اور گائین بجائین اور سب کے سب تیرے نغمہ سرا ہون اور اس ذریعہ سے تیری آتش شوق مین کچھ سکون ہو جب تم کو یہ امر معلوم ہو گیا تو تم کو اپنی نظر کو صرف صورت ظاہری انسانی ہی تک محدود نہ رکھنا چاہیئے بلکہ اون کمالات کو بھی دیکھنا چاہیئے اور اسی پر قرآن اور مثنوی کی حالت کو قیاس کر لینا چاہیئے اب تم یہ سمجھو کہ جب پہاڑ نالے کر سکتے ہین حالانکہ اون کے نہ ہونٹ ہین اور نہ دانت۔ یون ہی قلوب اولیاء اللہ

بہی بلا ہو شُون اور دانشون کے نالہ کرتے ہین اور ان مہذب الاجسام والقلوب حضرات کے اجزا کا نالہ ہر شب اونکے حسی کانون تک پہونچتا ہے اور وہ ان ہی کانون سے اوس کو سنتے ہین گو بوجہ عدم صفا کے اونکے پاس بیٹھنے والے نہین سنتے مگر وہ اپنی صفا کے سبب خود سنتے ہین پس چاہیئے کہ اونکی حالت مخفیہ کی تصدیق کیجاتے کیونکہ ایسے لوگ بہت خوش نصیب ہین یہ لوگ اپنے دلون کو سیکڑون طرح کی باتین کہتے سنتے ہین مگر اونکے پاس بیٹھنے والے کو اس کی ہوا بھی نہین لگتی مثلاً تمہارے دل اور تمہارے اس مکان مین عالم غیب سے سیکڑون سوال وجواب آتے ہین مگر تم خود اون کو سُنتے ہو لیکن اگرچہ دوسرے لوگ کان پاس لاکر اور خوب غور سے بھی سُننا چاہین مگر تاہم نہین سُن سکتے۔ پس لے بہرے ہمنے مانا کہ تجھے وہ آواز نہین سُنائی دیتی لیکن جب تیرے پاس اوس کی نظیر موجود ہے تو پھر اوس کے قبول کرنے مین تجھے کیون حجت ہے (تنبیہ "حرف قرآن رابدان کہ ظاہر ست"۔ سے یہان تک مضمون استطرادی تھا اس کے بعد مقصد اصلی کیطرف عود فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ اے سگ طاعن تو عو عو میکنی الخ۔

شرح شبیری

بیان اس کا کہ انبیاء واولیاء کا غارون مین جانا اپنے کو پوشیدہ کرنیکے واسطے نہین ہوتا بلکہ لوگونکو یہ بات بتلانیکے واسطے ہوتا ہے کہ دُنیا سے قطع تعلق کرنا چاہیئے

آنکہ گویند اولیاء درکُہ بوند   تا ز چشم مردمان پنہان شوند

یعنی یہ جو کہتے ہین کہ اولیاء اللہ پہاڑون مین (اسلئے) ہوتے ہین تاکہ لوگونکی آنکھون سے پوشیدہ رہین۔

پیش خلق ایشان فراز صدکُہ اند   گام خود بر چرخ ہفتم می نہند

یعنی مخلوق کے سامنے وہ سو پہاڑونکی بلندی پر ہین اور اپنا قدم ساتوین آسمان پر رکھتے ہین۔ مطلب یہ ہے کہ لوگون مین جو مشہور ہے کہ اولیاء اللہ پہاڑون مین اسلئے رہتے ہین تاکہ پوشیدہ رہین تو یہ غلط ہے بلکہ وہ تو لوگون کے سامنے خوب بلندی پر ہوتے ہین کہ جس کا دل چاہے دیکھ لے اور معلوم کرلے۔

پس چرا پنہان شود کہ جو بود   کو ز صد دریا و کہ آنسو بود

یعنی پھر وہ پوشیدہ اور پہاڑ کے متلاشی کیوں ہونگے کہ وہ تو سو دریا اور کوہ سے اوس طرف ہیں یعنی وہ تو ان سب دریاؤں اور کوہ سے بالا ہو چکے ہیں اونکو ان تعلقات کی پرواہ نہیں رہی ہے اور وہ اس کے محتاج نہیں رہے ہیں کہ اپنے کو پوشیدہ کرنے کیلئے پہاڑوں میں چھپتے رہیں۔

حاجتش نبود بسوئے کہ گریخت کز پیش کرہ فلک صد نعل ریخت

یعنی اوس ولی کو پہاڑ کیطرف بھاگنے کی حاجت نہیں ہوتی جس کے پیچھے کہ کرہ فلک نے سو نعل گرا دئے۔ یعنی جن حضرات کی تہ کو فلک بھی باوجود کوشش کے نہ پہونچ سکا اونکو پہاڑوں میں پوشیدہ ہونیکی بھلا کیا حاجت ہے۔

چرخ گردید و ندید او گرد جان تعزیت جامہ بپوشید آن زمان

یعنی آسمان پھرا اور اوس نے (اوسکی) جان کی گرد (بھی) نہ دیکھی۔ (تو) اوس وقت تعزیت کا کپڑہ پہن لیا (چونکہ پہلے جامہ تعزیت نیلا پہنتے تھے اسلئے چرخ کی نیلی رنگت کو جامۂ تعزیت کہدیا) مطلب یہ ہے کہ جب چرخ نے انکی تہ کو پہونچنا چاہا اور پھر یہ نہ مل سکے تو آخر کار مجبور ہو کر جامۂ تعزیت پہنکر بھٹک کر بیٹھ رہا۔ آگے ان حضرات کے حالات کے پوشیدہ ہونے کو دوسرے عنوان سے بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر بظاہر آن پری پنہان بود آدمی پنہان تر از پریان بود

یعنی اگرچہ بظاہر جن پوشیدہ ہوتا ہے (لیکن) آدمی جنوں سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے۔

نزد عاقل زان پری کہ مضمر است آدمی صد بار خود پنہان تر است

یعنی عاقل کے نزدیک اوس جن سے جو کہ پوشیدہ ہے آدمی سو دفعہ خود پوشیدہ زیادہ ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو جنات بالکل پوشیدہ ہوتے ہیں کہ کسی کو نظر نہیں آتے مگر انسان اپنے حالات کے اعتبار سے اونسے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے کہ اس کی اصلی حالت اور اندرونی حال کا پتہ چلنا بہت ہی مشکل قریب بہ محال ہے اور یہ بات ایسی ہے کہ ہر انسان کو عام ہے تو جو اون میں بھی برگزیدہ اور ولی خدا ہیں اونکے باطن کی حالت تو بھلا کس طرح معلوم ہو سکتی ہے آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

آدمی نزدیک عاقل چون خفی است چون بود آدم کہ در غیب او صفی است

یعنی عاقل کے نزدیک جب آدمی خفی ہے تو وہ آدم کس طرح ہونگے جو کہ غیب میں برگزیدہ ہیں مطلب یہ کہ جب عوام الناس کے باطنی حالات کا پتہ نہیں چلتا تو بھلا اولیاء اللہ اور انبیاء کے حالات کا تو کیا ہی پتہ چل سکتا ہے آگے انسان کے جسم کے ظاہر اور اوس کے حالات کے خفی ہونے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

اولیاء اللہ کی صورت اور اونکے کلام کی عصائے موسےٰ اور فسون

عیسے علیہما السلام کی صورت سے تشبیہ

آدمی ہمچون عصائے موسے است　　آدمی ہمچون فسون عیسے است

یعنی آدمی موسے علیہ السلام کے عصا کی طرح ہے اور آدمی عیسے علیہ السلام کے فسون کی طرح ہے۔

در کف حق بہر داد و بہر زین　　قلب مومن ہست بین الاصبعین

یعنی حق تعالیٰ کے قبضہ مین واسطے داد کے اور زینت کے مومن کا قلب دو انگلیون کے درمیان مین ہے۔

ف اس شعر کی وجہ ربط شعر آیندہ کی تقریر مین آتی ہے۔

ظاہرش چوبے ولیکن پیش او　　کون یک لقمہ چو بکشاید گلو

یعنی ظاہر مین تو ایک لکڑی ہے لیکن اوس کے آگے تمام دنیا ایک لقمہ ہے جو وہ گلو کو کھولے مطلب یہ کہ انسان بظاہر تو ایک مضغۂ لحم ہے اوس کے اندر کچھ بھی نہین ہے جس طرح کہ عصائے موسے صرف ایک لکڑی تھا لیکن جس طرح کہ وہ موسے کے ہاتھ مین آکر اژدہا جاندار بنجاتا تھا اسی طرح یہ قلب انسانی اصبعین حق مین رہ کر اس قدر باقوت و عظمت ہوجاتا ہے کہ پھر اس کے آگے کوئی ٹھہر نہین سکتا۔

تو مبین ز افسون عیسے حرف و صوت　　آن بہ بین کز وے گریزان گشت موت

یعنی تو افسون عیسوی سے صرف حرف و صوت ہی کو مت دیکھ (بلکہ) یہ دیکھ کہ اوس (افسون) سے موت بھاگ گئی۔ مطلب یہ کہ یہ بات صرف مت دیکھو کہ یہ تو صرف الفاظ ہین انکا پڑھنا کیا مشکل ہے اور اس سے عیسی علیہ السلام کی کیا فضیلت معلوم ہوئی تو بات یہ ہے کہ اوس مین غور کرنے کے بعد دیکھنے کی تو یہ بات ہے کہ اوس آواز سے موت بھاگ گئی مردے زندہ ہوگئے۔

تو مبین ز افسونش آن لہجات پست　　آن نگر کہ مردہ بر جست و نشست

یعنی تم اونکے افسون سے اون پست لہجون کو مت دیکھو (بلکہ اوس کو دیکھو کہ مردہ کود کر بیٹھ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ صرف اوس کی صورت ہی کو مت دیکھو بلکہ اوس کی اصلی حالت کو دیکھو۔

تو مبین مر آن عصا را سہل یافت　　آن ببین کہ بحر اخضر را شگافت

یعنی تم اوس عصا کو سہل یاب مت دیکھو وہ دیکھو کہ اوس نے بحر اخضر کو پھاڑ دیا مطلب یہ کہ عصائے موسوی مین صرف اس بات کو مت دیکھو کہ یہ تو ایک لکڑی ہے اسکا ملنا تو بہت آسان ہو کہ ایک اس ساتھ کی لکڑی ہم بھی بنالین گے مگر یہ تو دیکھو کہ جو صفت اوس کے اندر ہے وہ تو تمہارے عصا مین نہین ہے بس یہی فرق اوس عصائے موسوی اور تمہارے عصا مین ہے کہ مثلاً اوس نے دریا کو پھاڑ دیا تھا اور راستہ بنا دیا تھا مگر تمہارا عصا اس کام کا نہین ہے۔

تو ز دوری دیدۂ چتر سیاہ یک قدم پا پیش نہ بنگر سپاہ

یعنی تونے دور سے چتر سیاہ کو دیکھ لیا ہے ایک قدم پاؤن آگے رکھ اور سپاہ کو دیکھ لے مطلب یہ کہ تم نے دور سے چتر کو دیکھا ہے تو تم سمجھے ہوئے ہو کہ بس یہ چیز ہی چہتر ہے اور کوئی چیز نہین ہے حالانکہ اوس کی ہمراہ فوج بھی تو ہے اگر تم آگے بڑہ گئے تو اوس فوج کو بھی دیکھ لو گے بس اسی طرح اولیاء کی صرف صورت دیکھ کر تم نے سمجھ لیا ہے کہ جو ہے یہی ہے حالانکہ تم اگر آگے بڑہو اور دیکھو تو اوس وقت اونکی اصلی حقیقت معلوم ہو۔

تو ز دوری می نہ بینی غیر گرد اندکے پیش آ ببین در گرد مرد

یعنی تو دور سے سوائے گرد کے اور کچھ نہین دیکھتا تو تو تھوڑا سا آگے بڑھ تو گرد مین تو مرد کو دیکھے گا مطلب یہ کہ دور سے تو صرف گرد ہی معلوم ہو رہی ہے لیکن آگے بڑہو تو اُس مین سپاہی بھی نظر آوینگے۔ آگے انبیاء و اولیاء کے کچھ اور حالات بیان فرماتے ہین اور اوس کے ضمن مین آیت یا جبال اوبی الخ کی تفسیر بھی فرماتے ہین۔

حق تعالٰے کے قول یا جبال اوبی معہ والطیر کی تفسیر

دیدہ ہا را گرد او روشن کند کوہ ہا را مردے او بر کند

یعنی اون (حضرات) کی گرد آنکھون کو روشن کرتی ہے اور پہاڑون کو اوس کی ایک پھونک اوکھاڑ دیتی ہے۔

چون بیامد موسے از اقصائے دشت کوہ طور از مقدمش رقاص گشت

یعنی جب موسے منتہائے جنگل سے تشریف لائے تو طور پہاڑ اون کے آنے کی وجہ سے ناچنے لگا یعنی خوشی مین وجد کرنے لگا۔

روئے داؤد از فرش تابان شدہ کوہ ہا اندر پیش نالان شدہ

یعنی داؤد کا چہرۂ مبارک حق تعالےٰ کے جلال سے تابان ہوا تھا تو پہاڑاون کے پیچھے نالان ہوئے تھے مطلب یہ کہ دیکھو بظاہر تو یہ حضرات بھی صرف انسان ہی تھے لیکن چونکہ خدا سے ان کو تعلق ہو گیا ہے اس لیے انکی یہ حالت ہو گئی ہے کہ سب چیزین ان کے تابع ہو گئی ہین۔

کوہ با داؤد گشتہ ہمرہے ہر دو مطرب مست در عشق شہے

یعنی پہاڑ داؤد کا ساتھی ہوا کہ دونون مطرب عشق شاہ مین مست تھے۔ مطلب یہ کہ دیکھو ان حضرات کی وہ شان تھی کہ پہاڑ بھی اونکے ہمزبان ہو جاتے تھے اور اونکے ساتھ ذکر کرتے تھے اور یہ حالت تہی کہ۔

یا جبال اوبی امر آمدہ ہر دو ہم آواز و ہم پردہ شدہ

یعنی یا جبال اوبی حکم آیا تھا تو دونون ہم آواز اور ہم پردہ ہو رہے تھے مطلب یہ کہ دیکھو ان حضرات کی یہ شان

تہی کہ پہاڑونکو حکم دیا گیا تھا کہ انکے ساتھ ہمزبان رہیں اور اگر کسی وقت ذکر سے انکو غفلت ہو جاوے تو تم یاد دلاویا کرو
آگے ایک اور حالت بیان فرماتے ہین کہ

گفت داؤدا تو ہجرت دیدۂ بہر من از ہمدمان ببریدۂ

یعنی حق تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے داؤد تم نے ہجر دیکھا ہے میرے واسطے تمنے ہمدمون سے قطع کر لیا ہے۔

اے غریب و فرد بے مونس شدہ آتش شوق از دلت شعلہ زدہ

یعنی اے غریب اور یکتا جو کہ بے مونس ہو گیا ہے اور شوق کی آگ تیرے دل سے شعلہ مار رہی ہے۔

مطربان خواہی و قوال و ندیم کوہ ہارا پیشت آرد آن قدیم

یعنی تم کو مطربونکی اور قوالونکی اور ندیم کی خواہش ہے تو وہ قدیم (حق تعالےٰ) تمہارے آگے پہاڑونکو لاتا ہے یعنی تمکو جو اسکی ضرورت ہے کہ ذکر و شغل مین کوئی تمہارا ساتھی ہو تو وہ سکے لئے پہاڑونکو مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ تمہارے ہمزبان رہین گے

تا کہ قوالی و سرنائی کنند تا بہ پیشت باد پیمائی کنند

یعنی تا کہ (وہ پہاڑ) قوالی اور خوش آوازی کرین اور تا کہ تمہارے سامنے نغمہ سرائی کرین تو ایک تو ان پہاڑون کی تسبیح مین مصلحت تہی کہ داؤدؑ کی ہمزبان ہو جاوین اور ایک یہ مصلحت تہی کہ۔

تا بدانی نالہ چون کہ را رواست بے لب و دندان ولی را نالہاست

یعنی تا کہ تم جان لو کہ جب نالہ پہاڑ کیلئے جائز ہے تو بے لب و دندان کے ولی کیلئے نالے ہین مطلب یہ کہ اس سے ایک بات مقصود تہی کہ تا کہ سب کو معلوم ہو جاوے کہ جب پہاڑ بہی بول سکتے ہین جن کے کہ نہ منہ ہے اور نہ زبان ہے تو اولیاء اللہ بہی بے زبان ہلائے صرف دل سے تسبیح و تہلیل کر سکتے ہین۔

نغمۂ اجزائے آن صافی جسد ہر شبے در گوش حسش می رسد

یعنی اوس صافی جسد کے اجزاء کے نغمے ہر رات کو اوس کے گوش حس میں پہونچتے ہین۔

ہمنشینان نشنوند او بشنود اے خنک جان کو بغیبش بگرود

یعنی ہمنشین لوگ تو سنتے نہین اور وہ سنتا ہے کیا اچھی ہے وہ جان جو کہ اوس کی طرف گرویدہ ہو۔ (اور اوسکی یہ حالت ہوتی ہے کہ)

بنگرد در نفس خود صد گفتگو ہمنشین او نبردہ ہیچ بو

یعنی وہ اپنے نفس مین سو گفتگو دیکھتا ہے اور اوس کا ہمنشین کسی قسم کی بو نہین لے گیا ہے یعنی وہ بہت سی گفتگوئین اپنے نفس مین سنتا ہے اور اوس کے ہمنشین کو بالکل خبر بہی نہین ہوتی آگے اس کی ایک مثال دیتے ہین کہ۔

صد سوال و صد جواب اندر دلت می رسد از لامکان تا منزلت

عرس ۱۵ / ۱۱ / ۱۹۵۰

یعنی سیکڑون سوال اور سیکڑون جواب تیرے دل مین لامکان سے تیرے گھر تک پہونچتے ہین۔

بشنوی تو نشنود زان گوشہا　　گر بہ نزدیک تو آرد گوش را

یعنی تم تو سُنتے ہو اور وہ اون کانون سے نہین سُنتا اگرچہ وہ کان کو تیرے پاس کو لے آوے (مولانا فرماتے ہین کہ)

گیرم اے کر خود تو آنرا نشنوی　　چون مثالش دیدہ چون نگروی

یعنی اے بہرے مین نے فرض کیا کہ تو خود اون باتون کو نہین سُنتا (مگر) جب تو نے اوس کی مثال دیکھ لی تو کیون گرویدہ نہین ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو بہت سے خیالات تمہارے دل مین پیدا ہوتے ہین اور سوال وجواب دلمین آتے ہین اور تم سب سُنتے ہو مگر تمہارے ہمنشین کو خبر بھی نہین ہوتی تو اگرچہ تم اولیاء اللہ کی باتون کو سُن نہین سکتے مگر جب یہ ایک مثال موجود ہے اور خود تمہارے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک بات کو تم سنتے ہو اور تمہارا ہمنشین نہین سُنتا تو پھر اس مثال ہی سے سمجھو لو کہ ایسا ہو سکتا ہے آگے اوس طاعن مثنوی کا جواب دیتے ہین۔

شرح حبیبی

اے سگ طاعن تو عوعو میکنی　　طعن قرآن را برون شو میکنی

این نہ آن شیرست کز وے جان بری　　یا ز پنجہ قہر او ایمان بری

تا قیامت میزند قرآن ندا　　اے گروہ جہل را گشتہ فدا

مر مرا افسانہ مے پنداشتید　　تخم طعن و کافری می کاشتید

خود بدید ید آنکہ طعنہ مے زدید　　کہ شما فانی و افسانہ بدید

من کلام حقم و قائم بذات　　قوت جان جان و یاقوت زکات

نور خورشیدم فتادہ بر شما　　لیک از خورشید نا گشتہ جدا

نک منم ینبوع آن آب حیات　　تا رہانم عاشقان را زین ممات

گر چنان گرد آز تان ننگیختے　　جرعۂ بر گور تان حق ریختے

نے بگیرم گفت و پند آن حکیم　　دل نگردانم بہر طعن سقیم

او طعن کرنے والے کتے تو بھون بھون کرتا ہے۔ جا دور ہو۔ کمبخت تو قرآن پر اعتراض کرتا ہے کیونکہ جو اسلوب مثنوی مین اختیار کیا گیا ہے وہ ہی اسلوب قرآن کا ہے پس تیرا اس کو نقص سمجھنا گویا کہ قرآن کو ناقص کہنا ہے یاد رکھ میری مثنوی وہ شیر نہیں ہے جس کے پنجہ سے تیری جان سلامت رہ جاوے یا اوس کے پنجہ قہر سے تیرا ایمان محفوظ رہ جاوے کیونکہ اسپر اعتراض کرنا مستلزم ہے قرآن پر اعتراض کرنے کو اور قرآن پر اعتراض کرنا تو

سمجھ لے کیا ہے تو قرآن پر کیا اعتراض کرتا ہے یاد رکھ کہ وہ تو قیامت تک باآواز بلند پکارتا رہے گا کہ اے فدائے جہل گروہ تم نے مجھے اساطیر الاولین سمجھا اور طعن وکفر کا بیج بویا مگر اے طاعنو تم نے دیکھ لیا کہ تم خود فانی وافسانہ تھے اور میں فانی نہیں ہوں کیونکہ میں کلام اللہ اور اوس کی ذات کے ساتھ قائم ہوں گو میرے لباس یعنی اصوات قارئین فانی ہیں اور میں غذائے روح کامل اور ایک یاقوت منزکی عن ادناس النقائص ہوں گو میں تمہارے پاس آیا ہوں مگر ذات حق سے جدا نہیں ہوں اسلئے میری مثال ایسی ہے جیسے آفتاب کا نور کہ وہ دنیا کو اپنے فیوض سے مستفید بھی کرتا ہے اور ذات خورشید سے جدا بھی نہیں دیکھو میں آب حیات کا ایک چشمہ ہوں اور اسلئے ہوں کہ عاشقان الٰہی کو موت روحانی سے بچاؤں اگر تمہاری حرص گرد اعتراض نہ اڑاتی تو ممکن تھا کہ حق سبحانہ میرا کچھ فیض تم کو بھی عطا فرماتے جس سے اگر تم کو حیات کامل حاصل نہ ہوتی تو بالکل مردہ بھی نہ رہتے۔ یہاں تک مولانا افسردہ خاطر تھے اور چاہتے تھے کہ سلسلہ مثنوی کو ختم کردوں اب فرماتے ہیں کہ نہیں میں ایسا نہیں کرتا اور اس سلسلہ کو ختم نہیں کرتا بلکہ حکیم سنائی کے مقولہ اور اوسکی نصیحت کو اختیار کرتا ہوں اور بیہودہ ولایعنی اعتراضات پر کوئی توجہ نہیں کرتا۔ آگے اوس نصیحت کو ان الفاظ سے بیان فرماتے ہیں آنکہ فرمودہ است اواندر خطاب الخ

شرح شبیری

مثنوی پر اپنے فہم کی کمی کی وجہ سے طعن کرنیوالے کا جواب

اے سگ طاعن تو عو عو میکنی　　طعن قرآن را برون شو میکنی

یعنی اے طعن کرنے والے کتے تو بھوں بھوں کرتا ہے اور قرآن کے طعن کو مخلص تلاشش کرتا ہے۔

این نہ آن شیر ست کز وے جان بری　　یا ز پنجۂ قہر او ایمان بری

یعنی یہ وہ شیر نہیں ہے کہ اوس سے تو جان بر ہوسکے یا اوس کے پنجۂ قہر سے ایمان لیجائے مطلب یہ ہے کہ اے طاعن تو جو مثنوی پر طعن کر رہا ہے اور وہ طعن بالکل طعن قرآن کے مثل ہے اور مثنوی کی حالت بالکل قرآن جیسی ہے اور قرآن پر طعن کرنے سے ظاہر ہے کہ ایمان کی سلامتی نہیں ہے تو بس مولانا فرماتے ہیں کہ مثنوی پر طعن کرنے سے بھی ایمان سلامت نہ رہے گا۔

تا قیامت می زند قرآن ندا　　کاے گروہ جہل را گشتہ فدا

یعنی قیامت تک قرآن ندا کر رہا ہے کہ اے وہ گروہ جو کہ جہل پر فدا ہو رہا ہے۔

مر مرا افسانہ مے پنداشتید　　تخم طعن و کافری مے کاشتید

یعنی مجھکو تم ایک افسانہ سمجھتے تھے اور طعن و کافری کا بیج بوتے تھے۔

خود بدید اے خسیسان زمن کہ شما بودید افسانہ زمن

یعنی اے خسیسان زمن تم خود دیکھ لوگے کہ تم ہی افسانۂ زمن تھے۔

تا بدید اے کہ طعنہ می زدید کہ شما فانی و افسانہ بدید

یعنی یہاں تک کہ اے لوگو جو کہ طعنے مارتے تھے دیکھ لوگے کہ تم ہی فانی اور افسانہ تھے اور میری تو یہ حالت ہے کہ۔

من کلام حقم و قائم بذات قوت جان جان و یاقوت زکات

یعنی میں تو کلام حق ہوں اور قائم بذات (حق) ہوں اور جان جان کی روزی اور یاقوت پاکی کا ہوں مطلب یہ کہ وہ کلام پاک کہتا ہے کہ میں کلام نفسی کے درجہ میں فانی نہیں ہوں اور قائم بذات حق ہوں اب تم ہی دیکھ لوکہ کون فانی اور افسانہ ہے

نور خورشیدم فتادہ بر شما لیک از خورشید ناگشتہ جدا

یعنی میں نور خورشید ہوں جو کہ تم پر پڑا ہے لیکن خورشید سے جدا نہیں ہوا ہے مطلب یہ کہ میں نور خورشید ہوں کہ تم پر اپنا فیض اور اپنی روشنی ڈال رہا ہوں مگر خورشید سے بھی الگ نہیں ہوا بلکہ خورشید سے میرا تعلق باقی ہے اور میں خورشید کے ساتھ رہ کر تم کو فیض پہونچا رہا ہوں۔

نک منم ینبوع آں آب حیات تا رہانم عاشقاں را زین ممات

یعنی یہ میں اوس آب حیات کا چشمہ ہوں تاکہ میں عاشقوں کو اس ممات سے چھڑاؤں مطلب یہ ہے کہ وہ قرآن کہتا ہے کہ میں آب حیات کا چشمہ ہوں کہ میں عشاق کو اس موت ابدی سے چھڑاتا ہوں۔

گر چنان گند آزتان ننگیختے جرعۂ بر گورتان حق ریختے

یعنی اگر تمہاری حرص اس طرح گندگی نہ پھیلاتی تو ایک گھونٹ تمہاری گور پر حق تعالیٰ ڈالتے مطلب یہ کہ اگر تم لوگ حرص و طمع کو نہ پھیلاتے تو حق تعالیٰ اس کلام پاک میں سے تم کو بھی حصۂ عنایت فرماتا مگر تم لوگ تو دنیا میں لگ گئے تو پھر اس کا فیض تم تک کب پہونچ سکتا تھا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

نے بگیرم گفت و پند آں کلیم دل نگردانم بہر طعن سقیم

یعنی نہیں میں اوس حکیم کی بات اور پند کو اختیار کرتا ہوں اور ہر طعن سقیم کی وجہ سے دل نہیں پھیرتا

تا بیابد درد من از او دوا فارغ آیم من ز ہر طعنے جدا

یعنی تاکہ میرا درد اوس سے دوا پاوے اور میں ہر اوس طعن سے فارغ اور جدا ہو جاؤں مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ میں ان طعنوں کی وجہ سے رکونگا نہیں اور اسی طرح فیض دیتا رہونگا اور میں حکیم کی پند پر عمل کرونگا جس کو ذیل میں بیان کرتے ہیں۔ حکیم سے مراد حکیم غزنوی ہیں وہ ایک مثال بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

آنکه فرموده است او اندر خطاب — کره و مادر همی خوردند آب
می شخولیدند هر دم آن ستور — بهر اسپان که هلا زین آب خور
آن شخولیدن بکره می رسید — سر همی برداشت وز خود می رمید
مادرش پرسید کای کره چرا — می رمی هر ساعتی زین استقا
گفت کره می شخولند این گروه — ز اتفاق بانگ شان دارم شکوه
پس دلم می لرزد از جا میرود — ز اتفاق نعره خوفم می رسد
گفت مادر تا جهان بوده است این — کار افزایان بُدند اندر زمین
هین تو کار خویش کن ای ارجمند — زود کایشان ریش خود بر می کنند
وقت تنگ و میرود آب فراخ — پیش از آن کز هجر گردی شاخ شاخ
شهره کاریزی ست پُر آب حیات — آب کش تا بر دمد از تو نبات
آب خضر از جوی نطق اولیا — میخوریم ای تشنهٔ غافل بیا
گر نه بینی آب کورانه بفن — سوی جو آور سُبو در جوی زن
چون شنیدی کاندرین جو آب هست — کور را تقلید باید کار بست
جو فرو بر مشک آب اندیش را — تا گران بینی تو مشک خویش را
چون گران دیدی شوی تو مستدل — رُست از تقلید خشک آنگاه دل
گر نه بیند کور آب جو عیان — لیک داند چون سبو بیند گران
که ز جو اندر سبو آبی برفت — کہ سبک بود و گران شد ز آب زفت
زانکه هر بادی مرا در می ربود — باد می نربایدم ثقلم فزود
مر سفیهان را رُباید هر هوا — زانکه نبود شان گرانی و قوی
کشتیی بی لنگر آمد مرد شر — که ز باد کژ نیابد او حذر
لنگر عقلست عاقل را امان — لنگری دریوزه کن از عاقلان
او مددهای خرد چون در ربود — از خزینه دُرّ آن دریای جود
زین چنین امداد دل پُر فن شود — بجهد از دل چشم هم روشن شود

زانکہ نور از دل برین دیدہ نشست | تا چو دل شد دیدۂ تو عاطل ست
دل چو بر انوار عقلی بر زند | زان نصیبے ہم بدو دیدہ دہد
پس بدان کاب مبارک ز آسمان | وحی دلہا باشد و صدق بیان
ما چو آن کرہ ہم آب جو خوریم | سوئے آن وسواس طاعن ننگریم
پیرو پیغمبرانی رہ سپر | طعنۂ خلقان ہمہ بادی شمر
آن خداوندان کہ رہ طے کردہ اند | گوش با بانگ سگان کے کردہ اند
باز گو کان پاکباز و شیر مرد | اندر آن مسجد چہ بنمودش چہ کرد

ہم کو اوس نصیحت کو اختیار کرنا چاہیئے جو اونہوں نے اثنائے گفتگو میں فرمائی ہے یعنی یہ کہ ایک گھوڑی کا بچہ اور ایک گھوڑی پانی پی رہے تھے سائیس لوگ پانی پلانے کیلئے سیٹیاں بجا رہے تھے جس سے اونکا مطلب یہ تھا کہ گھوڑو پانی پیو۔ اُن سیٹیوں کی آواز گھوڑی کے بچے تک بھی پہونچتی تھی اور وہ اس کو سنکر چونکتا اور پانی سے سر اوٹھا لیتا اور بھڑکتا تھا۔ آخر اوسکی ماں نے پوچھا کہ بچھیرے تو پانی کیوں نہیں پیتا اور ہر دم بھڑکتا کیوں ہے اس نے کہا کہ یہ لوگ سیٹیاں بجاتے ہیں اور مجھ پر انکی مجموعی آواز سے ایک خوف طاری ہوتا ہے اس لئے میرا دل کانپتا ہے اور دل ٹھکانے نہیں رہتا۔ مجھے تو انکی مجموعی آواز سے خوف معلوم ہوتا ہے ماں نے کہا بیٹا جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اوسی وقت سے فضول حرکتیں کرنے والے اور کام بڑھانے والے لوگ بھی ہوتے رہے ہیں۔ پس تم ایسے لوگونکی طرف التفات نہ کرو اور جلدی سے اپنا کام کر لو یہ لوگ تو لایعنی حرکتیں کرکے اپنا نقصان کر رہے ہیں دیکھو وقت تھوڑا ہے اور پانی بکثرت چلا جا رہا ہے پس تم قبل اس کے کہ اسکی جدائی سے مغموم ہو خوب سیراب ہو لو یہ ایک آب حیات سے پُر اور مشہور کاریز ہے تم پانی پی لو تاکہ تم کو نما حاصل ہو یہ تو ایک واقعہ تھا قبل اس کے کہ ہم اس سے مناسب مقام نتیجہ نکالیں ایک ضروری اور استطرادی مضمون سن لو اہل اللہ کے کلام کی نہر سے آب حیات جاری ہے اور ہم اوس کو پیتے ہیں پس اے بے خبر پیاسے آ تو بھی پی لے۔ اگر تو اندھونکی طرح پانی نہیں دیکھتا تو جبکہ تو نے سن لیا ہے کہ اس نہر میں پانی ہے اور اُس سے بہت سے تشنے سیراب ہوتے ہیں تو اوس نہر میں گھڑا لاکر ڈال یعنی اگر تجھے اُنکی کلام کی صفت حیات بخشی معلوم نہیں ہے تو سنکر ہی اپنے قلب کو خلوص کے ساتھ اوس کی طرف متوجہ کر کیونکہ اندھے کو دوسرے بیناؤنکی تقلید اور پیروی کرنی چاہیئے۔ اور یہ تیرا دل جو ایک مشک کی مانند ہے جس کو آب فیض کے ہونے میں شبہ ہے اُوس کو تو اس نہر میں ڈال یعنی اونکے کلام کی طرف خلوص سے توجہ کر تاکہ تو اپنی مشک کو پانی سے بھاری دیکھے یعنی اثر جدید کو اوس کے اندر محسوس کرے۔ جب تو اس مشک کو بھاری دیکھے گا اور اوس کے اندر نئی کیفیت محسوس

کریگا تو اوس وقت تیرا دل تقلید جامد سے نکل جاویگا اور دلیل سے تجھے اوس کا وجود معلوم ہوجاویگا کیونکہ اگر اندھا آنکھ سے نہر کا پانی نہیں دیکھتا تو نہ سہی مگر جب وہ اپنے گھڑے کو بھاری دیکھتا ہے تو اسے پانی کا وجود یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے اور وہ سمجھ لیتا ہے کہ نہر سے گھڑے میں پانی آگیا۔ کیونکہ اول وہ ہلکا تھا اور اب وہ بہت سے پانی کے سبب بھاری ہوگیا ہے اسی طرح یہ شخص بھی سمجھ لے گا کہ مجھ میں ایک نئی بات پیدا ہوگئی ہے کیونکہ وہ سمجھے گا کہ اول مجھے برباد ہوا و ہوس اڑا لے جاتی تھی اور اب مجھے ہوا نہیں اڑا سکتی لہذا معلوم ہوا کہ اب مجھ میں گرانی بڑھ گئی ہے اب سمجھو کہ خفیف العقل لوگوں کو برباد ہوا و ہوس اُڑا لے جاتی ہے کیونکہ نہ ان میں گرانی ہوتی ہے نہ قوت ایسے برے لوگ جو کج رفتار ہوا سے محفوظ نہیں رہتے کشتی بے لنگر کے مانند ہوتے ہیں اور اہل عقل کی کشتی کو لنگر عقل تباہی سے بچاتا ہے اس لئے تم کو چاہئے کہ عقلاء سے اس لنگر کو حاصل کرو۔ پس جبکہ کوئی اس بحر سنی (عاقل) کے خزانہ دُر سے عقل کی پیہم امداد حاصل کریگا تو اس امداد سے اوسکے دل میں بھی ہوشیاری پیدا ہوجاویگی۔ اور وہ دل ہی تک محدود نہ رہیگی بلکہ اوس سے تجاوز کرکے آنکھوں تک بھی پہونچیگی اور آنکھوں کو بھی اوس سے فی الجملہ روشنی حاصل ہوگی۔ اور جو نقص آنکھوں میں دل کے نقص کے سبب تھا مثلاً عداوت کے سبب اچھے کا برا دکھلائی دینا وغیرہ وہ دفع ہوجائے گا۔ یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اوس کی ہوشیاری کا اثر آنکھوں تک بھی پہونچے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ آنکھ میں جو نور آیا ہے وہ دل ہی کے سبب ہے دیکھو جب دل نہیں رہتا تو آنکھیں بھی بیکار ہوجاتی ہیں مثلاً حیات کا تعلق جب دل سے منقطع ہوتا ہے تو آنکھیں بھی کچھ نہیں دیکھ سکتیں یا یہ کہ جب دل تندرست نہیں رہتا اور اس میں حسد وغیرہ امراض پیدا ہوجاتے ہیں تو آنکھیں بھی ادراک اشیاء علی ما ہی علیہ سے قاصر رہتی ہیں جبکہ دل کا تعلق آنکھ سے معلوم ہوگیا تو اوس کی روشنی سے اوس کی روشنی کے بڑھنے کا استبعاد جاتا رہا۔ اور ثابت ہوگیا کہ جب دل انوار عقلی سے متلبس ہوتا ہے تو اوس سے دونوں آنکھوں کو بھی حصہ ملتا ہے یہ تو استطرادی مضمون تھا اب ہم اس قصہ کا نتیجہ مقصودہ بیان کرتے ہیں سنو کہ آسمان کا پانی الہام قلب اور صدق بیان ہے پس ہم بھی اوس بچھیرے کی مانند یہ پانی پیتے ہیں اور طاعن کے وسواس کی طرف التفات نہیں کرتے بس اے سالک تو بیغمبر کا پیرو ہے لہذا لوگوں کے طعنوں کو ایک ہوا سمجھ۔ جو ادھر سے آتی ہے اور ادھر کو چلی جاتی ہے کیونکہ ہمیشہ سے سالکین کا یہی طریق رہا ہے کہ کتوں کی آواز کی طرف اونھوں نے التفات نہیں کیا ہے اچھا یہ قصہ تو ہوچکا اب یہ بیان کرو کہ اوس شیر اور بہادر آدمی نے کیا دیکھا اور کیا کیا۔

شرح شبیری

ایک بچھیرے کے پانی پینے سے بھاگنے کی مثل

آنکہ فرمودہ است او اندر خطاب　　کرہ و مادر ہمے خوردند آب

یعنی وہ کہ اوس حکیم نے خطاب میں فرمایا ہے کہ ایک بچھیرا اور ماں پانی پی رہے تھے۔ یعنی اوس حکیم نے یہ حکایت بیان کی ہے کہ ایک بچھیرا اور اوس کی ماں دونوں پانی پی رہے تھے۔

می شخولیدند ہر دم آن نفر　　بہر اسپاں کہ ہلا زین آب خور

یعنی وہ ایک جماعت ہر دم چلا رہی تہی گھوڑوں کے واسطے کہ اس آب خور سے بھاگو مطلب یہ کہ گھوڑے جو پانی پینے آتے تھے تو لوگ اونکو بھگانے کیلئے غل مچایا کرتے تھے۔

آن شخولیدن بکرہ می رسید　　سر ہمی برداشت وز خور می رمید

یعنی وہ چلانا بچھیرے کو پہونچتا تھا تو سر اوٹھاتا تھا اور خود بخود بھاگتا تھا یعنی وہ شور کو سنکر بدکا کرتا تھا۔

مادرش پرسید کاے کرہ چرا　　می رمی ہر ساعتے زین استقا

یعنی اوسکی ماں نے پوچھا کہ اے بچھیرے تو ہر گھڑی پانی پینے سے بھاگتا کیوں ہے۔

گفت کرہ می شخولند آن گروہ　　ز اتفاق بانگ شان دارم شکوہ

یعنی بچھیرے نے کہا کہ وہ گروہ شور کرتے ہیں تو اونکی آواز کے اجتماع کیوجہ سے مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔

پس دلم می لرزد از جا می رود　　ز اتفاق نعرہ خوفم می رسد

یعنی پس میرا دل کانپتا ہے اور جگہ سے جاتا ہے اور آواز کے اتفاق سے مجھے خوف پہونچتا ہے یعنی یہ لوگ جو ایک دم سے شور کررہے ہیں اس سے مجھے ڈر لگتا ہے۔

گفت مادر تا جہان بودہ است این　　کار افزایان بدند اندر زمین

یعنی ماں نے کہا کہ جب سے کہ جہاں ہوا ہے ایسے بیہودہ لوگ زمین میں رہے ہیں۔

ہین تو کار خویش کن ای ارجمند　　زود کایشان ریش خود بر می کنند

یعنی اے صاحبزادے تو اپنا کام کر اور یہ جلدی ہونے والا ہے کہ یہ لوگ اپنی ڈاڑھیاں اوکھاڑیں گے مطلب یہ کہ اوس نے کہا کہ ایسے لوگ ہمیشہ ہوئے ہیں آج کوئی نئی بات نہیں ہے تم اپنا کام کرو یہ خود پریشان و پشیمان ہو کر چپ ہو جاوینگے بس اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ میں ان طاعنوں کی پرواہ نہیں کرتا اور میں اپنا کام کرتا ہوں یہ

خود ہی اپنا ضرر کر رہے ہیں میرا اس میں کیا ہرج ہے۔

وقت تنگ و میرود آب فراخ پیش ازان کز ہجر گردی شاخ شاخ
شہر کاریزی ست پرآب حیات آب کش تا بردمد از تو نبات

یعنی وقت تنگ ہے اور آب فراخ چل رہا ہے تو پہلے اس سے کہ تو ہجر کی وجہ سے شاخ شاخ ہو تو ایک سوت آب حیات سے بھرا ہوا ہے تو تو پانی کھینچ لے تا کہ تجھ سے نبات پیدا ہو مطلب یہ کہ زندگی دنیا کی تو کم ہے اور یہ دنیا جارہی ہے اس کے اندر جو اعمال ہو سکیں وہ کر لو اور ان کو بجا لاؤ اس سے پہلے کہ تم اس جہان کو چھوڑو لہذا مثنوی کا لکھنا بھی ترک مت کرو بلکہ اوس کو لکھتے رہو اس میں اجر عظیم تم کو ملے گا۔

آب خضر از جوئے نطق اولیا میخوریم اے تشنۂ غافل بیا

یعنی اولیاء اللہ کے کلام سے ہم آب خضر پی رہے ہیں تو اے تشنۂ غافل تو بھی آجا (آب خضر سے مراد آب حیات ہے اور اضافت بادنے ملابست ہے) مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے کلام سے ہم آب حیات پی رہے ہیں تو اے غافل تو بھی آجا اور تو بھی پی لے اب کوئی کہتا ہے کہ ہمیں تو آب حیات کہیں نظر نہیں آتا مولانا اسکا جواب فرماتے ہیں کہ

گر نہ بینی آب کورانہ بفن سوئے جو آور سبو در جوئی زن

یعنی اگر تو پانی اندھوں کی طرح فن سے نہ دیکھے تو تو ندی کی طرف آ اور ندی میں گھڑے کو مار مطلب یہ فرماتے ہیں کہ اگر تم کو اولیاء اللہ کے کلام میں آب حیات دکھائی نہ دے تو تم اون کے پاس آ کر اونکی صحبت اختیار تو کرو اوس کے بعد خود تم کو معلوم ہو جاویگا۔

چون شنیدی کاندرین جو آب ہست کور را تقلید باید کار بست

یعنی جب تو نے سُنا کہ اس ندی میں پانی ہے تو اندھے کو تقلید سے کام کرنا چاہئے۔

جو فرو بر مشک آب اندیش را تا گران بینی تو مشک خویش را

یعنی پانی کی مشک کو تو ندی میں لیجا تا کہ تو اپنی مشک کو بھاری دیکھے۔

چون گران بینی شوی تو مستدل رست از تقلید خشک آنگاہ دل

یعنی جب تو نے (مشک کو) گراں دیکھا تو تو مستدل ہو گیا اور اوس وقت تقلید خشک سے دل چھوٹ گیا مطلب یہ کہ جو اندھا ہو اور سنے کہ ندی میں پانی ہے تو اوس کو چاہئے کہ اپنی مشک کو لے جا کر دوسروں کے کہنے ہی سے ندی میں ڈالے تو جب وہ بھریگی اور بھاری ہوگی معلوم ہو جاویگا کہ پانی ضرور ہے اور پہلے تو مقلد تھے اب خود محقق ہو جاؤگے تو اسی طرح جب کوئی کہتا ہے کہ اولیاء اللہ کے پاس آب حیات ہے تو اب تم کو چاہئے کہ اونکی صحبت اختیار کرو اور اپنے کو اون کے سپرد کر دو تو اول تو تم تقلیداً ہی اون کے پاس گئے تھے پھر خود تم کو معلوم ہو جاویگا کہ بے شک

ان حضرات کے پاس آب حیات تھا اور لوگ سچ کہتے تھے۔

گرنہ بیند کور آب جو عیان لیک داند چون سبو گردد گران

یعنی اگرچہ اندھا ندی کے پانی کو ظاہر طور پر نہ دیکھے لیکن جان لیتا ہے جبکہ گھڑا بھاری ہو جائے

کہ زجو اندر سبو آبے برفت کاین سبک بود و گران شد ز آب زفت

یعنی کہ ندی سے گھڑے میں کچھ پانی گیا ہے کہ یہ ہلکا تھا اور (اب) بہت سے پانی کی وجہ سے بھاری ہو گیا ہے۔

زانکہ ہر بادے مرا در امی ربود بادمے نربایدم ثقلم فزود

یعنی اسلئے کہ ہر ہوا اوس کو لیجاتی تھی (اور اب) ہوا مجھے اڑاتی نہیں ہے تو میرا ثقل بڑھ گیا ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ حقیقت سے اندھے ہیں اون کو اولیاء اللہ کے وہ انوار نظر تو آتے نہیں لیکن اگر وہ اوروں کے کہنے سے اونکی صحبت میں جانا شروع کر دیتے ہیں تو اوس سے اون کو فیض ہوتا ہے اوس وقت اون کو معلوم ہوتا ہے کہ بیشک انوار ان حضرات کی خدمت میں موجود ہیں اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ پہلے ہر ہوا و ہوس ان کو دین سے الگ کر دیتے تھے اور اب بڑے سے بڑی شہوت و ہوا کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور اب یہ ہلتے بھی نہیں تو معلوم ہوا کہ کوئی شئے اون حضرات کے اندر سے ان میں آئی ہے اور کوئی فیض اون حضرات سے اون کو بھی پہونچا ہے لہذا تم اگر اون حضرات کے انوار کو خود نہیں دیکھتے تو اوس سے یہ مت سمجھو کہ اون کے اندر کچھ ہے ہی نہیں بلکہ یوں سمجھو کہ تم اندھے ہو اور یہ سمجھکر تقلیداً اونکی خدمت میں حاضری شروع کرو اوس کے بعد خود تم بھی وہی کہوگے جو کہ اور لوگ تم کو کہہ رہے تھے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مر سفیہان را رباید ہر ہوا زانکہ نبود شان گرانے و قوی

یعنی بیوقوفونکو ہر ہوا و ہوس لے بھاگتی ہے اسلئے کہ اون کے اندر گرانی (ایمان) اور قوت نہیں ہوتی مطلب یہ کہ جو دیندار اور بزرگوں کے خدمت گذار نہیں ہیں وہ ذرا ذرا سی بات میں دین سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور تھوڑی سی خواہش نفسانی اون کے دین کو برباد کرنے کیلئے کافی ہے آگے اونکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

کشتئ بے لنگر آمد مرد شر کہ ز باد کژ نیابد او حذر

یعنی شر کا آدمی بے لنگر کی کشتی ہوتا ہے کہ کج ہوا سے وہ حذر نہیں پاتی۔ مطلب یہ کہ جس طرح بے لنگر کی کشتی ہوتی ہے کہ ہر ہوا اوس کو درہم برہم کرنے کے واسطے کافی ہے اسی طرح جو شخص شر والا ہوتا ہے اوس کو بھی تھوڑی سی خواہش نفسانی دین سے اور راہ مستقیم سے ہٹانے کے لئے کافی ہے۔

لنگر عقل است عاقل را امان لنگرے در یوزہ کن از عاقلان

یعنی عاقل کو عقل کا لنگر امن ہے تو عاقلوں سے لنگر مانگ مطلب یہ کہ عاقل آدمی کے پاس عقل ایک ایسی شئے ہے

کہ وہ اونکو ڈانواں ڈول نہیں ہونے دیتی اور راہ مستقیم پہ لئے چلی جارہی ہے تو تو بھی عاقلوں سے اس عقل ہی کو سیکھ اور حاصل کر کہ یہی وہ شئے ہے کہ انسان کو سیدھے رستہ پہ پہونچا سکتی ہے۔

اومدد ہائے خرد چون در ربود　　از خزینہ در آن دریائے جود

یعنی اوس نے جب خرد کی امداد اوس دریائے جود کی موتی کے خزانہ سے لے لی۔ (تو یہ ہوا کہ)

زین چنین امداد دل پرفن شود　　بجہد از دل چشم ہم روشن شود

یعنی ایسی امداد سے دل پرفن ہوجاتا ہے اور دل سے کودتا ہے تو آنکھ بھی روشن ہوجاتی ہے۔

زانکہ نور از دل برین دیدہ نشست　　تاچو دل شد دیدۂ تو عاطل است

یعنی اسلئے کہ نور دل ہی سے اس آنکھ پر بیٹھا ہے یہانتک کہ جب دل جاتا رہا تو تمہاری آنکھ بیکار ہے۔ (دریائے جود سے مراد عارف) مطلب یہ کہ جب کسی شخص نے عارف سے عقل سلیم لے لی اور دل اس عقل کی وجہ سے پرفن اور چست وچالاک ہوگیا تو اب اس دل میں سے اوس عقل سلیم نے جوش کیا اور اوسی نے آنکھ کو بھی روشن کر دیا اور اب آنکھ سے علوم و معارف نظر آنے لگے اسلئے کہ جب تک دل ہے اوسی وقت تک آنکھ بھی کام دیتی ہے اور جب دل نہ رہا تو آنکھ بھی بیکار ہو جاتی ہے۔ لہذا دل جب روشن ہوا اوسی وقت دل سے امداد آنکھ کو پہونچی کہ وہ دل کی تابع تھی۔

دل چو بر انوار عقلی پر بزد　　زان نصیبے ہم بدو دیدہ دہد

یعنی دل جب انوار عقلی پر پسارتا ہے تو اوس میں سے ایک حصہ دونوں آنکھوں کو بھی دیتا ہے مطلب یہ کہ جب انوار حق سے دل روشن ہوتا ہے تو اوسکی روشنی آنکھوں تک بھی پہونچتی ہے اور آنکھیں بھی روشن ہوجاتی ہیں

پس بدان کاب مبارک ز آسمان　　وحی دلہا باشد و صدق بیان

یعنی پس جان لو کہ آب مبارک آسمان سے قلوب کی وحی ہوتی ہے اور صدق بیان ہوتا ہے مطلب یہ کہ آسمان سے جو وحی اور الہامات اور انوار آرہے ہیں وہ گویا کہ پانی ہیں۔

ماچو آن کرہ ہم آب جو خوریم　　سوئے آن وسواس طاعن ننگریم

یعنی ہم بھی اوس بچھیرے کی طرح آب جو پی رہے ہیں اور اوس طاعن کے وسواس کی طرف نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ یہ انوار وغیرہ آسمان سے پانی کی طرح آرہے ہیں اور ہم اوس بچھیرے کی طرح اوس سے مستفیض ہورہے ہیں تو اب ہم کو ان طاعنوں اور شور مچانے والوں کی دشمنا چاہئے بلکہ کام میں لگنا چاہئے۔

پیرو پیغمبرانی رہ سپر　　طعنۂ خلقان ہمہ بادے شمر

یعنی تو پیغمبروں کا پیرو ہے تو راستہ چل اور مخلوق کے طعنوں کو ایک ہوا گن۔ مطلب یہ کہ اپنے نفس کو

خطاب فرماتے ہیں کہ تو تو پیغمبروں کا پیرو ہے تو تجھے چاہئے کہ اپنا راستہ لے اور کام کرے اور ان طاغونکی نہ سنے اور اون کی وجہ سے اپنے کام میں حرج نہ کرے

آن خداوندان کہ رہ طے کردہ اند گوش با بانگ سگان کے کردہ اند

یعنی اون آقاؤن نے کہ راہ طے کی ہے کان کتون کی آواز پر کب کئے ہین مطلب یہ کہ جن لوگون نے کہ کام کئے ہین اونہون نے طاعنون کے کہنے پر کب کان دہرا ہے اونھون نے ہمیشہ اپنا کام کیا ہے اگر وہ اسطرف توجہ کرتے تو اونکا کام رہ جاتا اسی طرح اگر تم ان طاعنونکی طرف توجہ کروگے تو پھر کام نہ کر سکوگے لہذا اوس طرف توجہ نہ کرو اور کام کئے جاؤ۔

باز گو کان پاک باز و شیر مرد اندر آن مسجد چہ بیہودہ چہ کرد

یعنی پھر بیان کرو کہ اوس پاک باز شیر مرد نے اوس مسجد مین کیا نا پا اور کیا کیا مطلب یہ کہ اب ان طاعنونکی باتین تو سنو مت اور اوس شخص کا قصہ بیان کرو۔

شرح حبیبی

خفتہ در مسجد خود اورا خواب کو مرد غرقہ گشتہ چون خسپد بجو

خواب مرغ و ماہیان باشد ہمی عاشقان را زیر غرقاب غمی

نیم شب آواز با ہولے رسید کایم آیم بر سرت ای مستفید

پنج کرت این چنین آواز سخت می رسید و دل ہمی شد لخت لخت

غرضکہ وہ مسجد میں سورہا مگر اسے نیند کہاں کیونکہ وہ تو بحر الم میں ڈوبا ہوا تھا اور ڈوبنے والا شخص نہر کے اندر کیسے سو سکتا ہے عاشق تو بحر علم میں ڈوب کر یوں ہی خواب نہیں چاہتا جس طرح مرغ ہوا میں یا مچھلی پانی میں سونا نہیں چاہتی (ہذا ما قیل واللہ اعلم) آدہی رات کے وقت ایک خوفناک آواز آئی کہ میں آتا ہوں تیری خبر لونگا پانچ مرتبہ ایسی ہی سخت آواز آئی اور خوف طبعی سے اوس کا دل پارہ پارہ ہوا جاتا تھا اس سے مولانا ایک مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ۔ توچو عزم دین کنی با اجتہاد الخ

شرح شبیری

مہمان کش مسجد کے مہمان کے قصہ کا بقیہ

خفتہ در مسجد خود اور ا خواب کو　　مرد غرقہ گشتہ چون خسپد بجو

یعنی وہ مسجد مین سویا ہوا تھا (مگر) اس کو خود نیند کہان - ڈوبا ہوا آدمی ندی مین کس طرح سوئے مطلب یہ کہ وہ مسجد مین جا تو بیٹھا مگر اوس کو نیند کہان اوس کی ایسی مثال تھی جیسے کہ ڈوبا ہوا آدمی تو ڈوبے ہوئے آدمی کو نیند کب آیا کرتی ہے تو وہ جب اسقدر خوف وہراس مین مبتلا تھا اوسکو نیند کب آسکتی تھی -

خواب مرغ و ماہیان باشد ہمی　　عاشقان را زیر غرقاب غمی

یعنی پرند جانورون اور مچھلیون جیسی نیند عاشقون کو غم کے غرقاب کے نیچے ہوتی ہے - مطلب یہ کہ جسطرح کہ اڑتا جانور اور مچھلی کو نیند نہین آتی بس یہی حال اوس عاشق کا ہوتا ہے جو کہ کسی غم کے اندر ڈوبا ہوا ہو کہ اوس کو بھی نیند نہیں آیا کرتی - غرضیکہ وہ لیٹ تو گیا مگر اوس کی آنکھ تک نہ جھپکی -

نیم شب آواز با ہولے شنید　　کایم آیم بر سرت اے مستفید

یعنی آدہی رات کو ایک ہولناک آواز سُنی کہ اے فائدہ اُٹھانے والے مین سر پر آتا ہوں - مطلب یہ کہ آدہی رات کو ایک ہولناک آواز یہ سُنائی دی کہ آتا ہون آتا ہون -

پنج کرت این چنین آواز سخت　　می رسید و دل ہمی شد لخت لخت

یعنی پانچ مرتبہ ایسی ہی سخت آواز پہونچی اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا آگے مولانا ایک دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوتے ہین کہ جس طرح یہ آواز آرہی تہی کہ آتا ہون حالانکہ کوئی بھی نہ آتا تھا صرف ڈرانا ہی ڈرانا تھا جیسا آگے معلوم ہوگا اسی طرح جب انسان کوئی نیک کام کرنا چاہتا ہے تو اوس کو شیاطین اسی طرح ڈرایا کرتے ہین اور اوس کو کہتے ہین کہ اس کام کو مت کر لیکن وہ صرف ڈرانا ہی ڈرانا ہوتا ہے واقعیت کچھ نہین ہوتی - یہ تو اجمال تھا اب اس کی تفصیل سنو اس کو مولانا ایک آیت کی تفسیر کے پیرایہ مین بیان فرماتے ہین -

شرح حبیبی

تو چو عزم دین کنے با اجتہاد	دیو بانگت بر زند اندر نہاد
کہ مرو زان سو بیندیش ای غوی	کہ اسیر رنج درویشے شوی
بینوا گردی ز یاران وا بری	خوار گردی و پشیمانی خوری
تو ز بیم بانگ آن دیو لعین	وا گریزی در ضلالت از یقین
کہ ہلا فردا و پس فردا مراست	راہ دین پویم کہ مہلت پیش ماست

مرگ را بینی که آواز چپ و راست / می کشد همسایه را تا بانگ خاست

باز عزم دین کنی از بیم جان / مرده سازی خویشتن را یک زمان

پس سلاح از علم سازی و حکم / که من از خوفی نیارم پائے کم

باز بانگے بر زند بر تو ز مکر / که بترس و باز گرد از تیغ فقر

باز بگریزی ز راه روشنی / آن سلاح علم و فن را افگنی

سالها او را ببانگے بندهٔ / در چنین ظلمت نمد افگندهٔ

هیبت بانگ شیاطین خلق را / بند کرد ست و گرفته حلق را

تا چنان نومید شد جانشان ز نور / که درون کافران از اهل قبور

این شکوه بانگ آن ملعون بود / هیبت بانگ خدائے چون بود

هیبت باز است بر کبک نجیب / مر مگس را نیست زان هیبت نصیب

زانکه نبود باز صیاد مگس / عنکبوتان می مگس گیرند و بس

عنکبوت دیو بر چون تو ذباب / کرو فر دارد نه بر کبک و عقاب

بانگ دیوان گله بان اشقیاست / بانگ سلطان پاسبان اولیاست

تا نیامیزد بهم بینا و کور / قطرهٔ از بحر خوش با بحر شور

جب تم دین کا مستعدی کے ساتھ پختہ ارادہ کرتے ہو تو یون ہی تمہاری باطن مین شیطان آواز دیتا ہے کہ خبردار اس طرف نہ جانا اور خوب سمجھ لینا کہ تو اس طرف چلکر رنج اور درویشی مین پھنس جاویگا (اشارۃ الی قولہ تعالے الشیطان یعدکم الفقر الخ) تو مفلس ہو جائیگا یار دوستون سے تعلقات منقطع ہو جائینگے ذلیل و پشیمان ہوگا تم شیطان کی اس آواز کو سن کر خوف کے سبب یقین کو چھوڑ کر گمراہی مین بھاگتے ہو اور کہتے ہو کہ کل اور پرسون تو ابھی ہی ہے ابھی تو بہت وقت پڑا ہے دین کے راستہ پر بھی چل لین گے اوس کے ساتھ تم دیکھتے ہو کہ دائین بائین موت پڑوسیون کو مار رہی ہے اور اون کے گھرون سے شور و شیون بلند ہو رہا ہے اسپر تم خائف ہو کر تہ دل سے پھر عزم دین کرتے ہو اور تھوڑی دیر کیلئے اپنے کو مردہ بنا لیتے ہو اس کے بعد تم علم و حکمت سے کام لیکر شیطان کا مقابلہ کرتے ہو اور ارادہ کرتے ہو کہ مین ڈر کر ہرگز کوشش نہ چھوڑونگا لیکن پھر وہ تم کو ڈانٹتا ہے اور کہتا ہے کہ ارے کمبخت ڈر اور تیغ فقر کے سامنے سے ہٹ جا اب تم اس سے پھر متاثر ہوتے ہو اور روشنی کے راستہ سے بھاگتے ہو اور علم و فن کے ہتھیار ڈالدیتے ہو غرضکہ برسون سے یون ہی تم شیطان کی آواز کے غلام ہو اور ظلمت ضلالت مین اقامت پذیر ہو بات یہ ہے کہ شیاطین کی آواز کی ہیبت نے خلق کو بالمستہ

کر رکھا ہے اور اونکا حلق بند کر رکھا ہے کہ نہ وہ راہ دین پر چل سکتے ہین اور نہ غذائے روحانی کھا سکتے ہین جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ نور ہدایت سے اونکی جان یون ناامید ہو گئی کہ جیسے مردہ کفار کی بھلا تم سوچو تو سہی کہ جب شیطان کی آواز مین یہ شوکت ہے تو خدا کی آواز مین کس قدر ہیبت ہو گی تم یہ شبہ نہ کرنا کہ اگر خدا کی آواز مین شیطان کی آواز سے زیادہ ہیبت ہوتی تو اوس کو اوسپر غالب آنا چاہئے تھا اور اوس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ہم شیطان کی آواز سے متاثر نہ ہوتے۔ حالانکہ اوس کے خلاف مشاہد ہے کیونکہ تم مین ہنوز اس سے متاثر ہونے کی قابلیت ہی نہین یہ وجہ ہے کہ تم اوس سے متاثر نہین ہوتے اور شیطان کی آواز سے متاثر ہوتے ہو۔ یہ نہین کہ اس مین ہیبت نہین دیکھو بداہتہ باز کی ہیبت مکڑی کی ہیبت سے زیادہ ہے مگر کبک یعنی چکور پر تو اوس کی ہیبت ہے لیکن مکھی پر اوس کا کچھ اثر نہین اور راز اسکا یہ ہے کہ باز مکھی کا شکار ہی نہین کرتا اور مکڑی چونکہ اس کا شکار کرتی ہے اسلئے اسکی ہیبت اس پر ہے یون ہی شیطان جو ایک مکڑی کی مانند ہے تجھ پر جو کہ ایک مکھی کی مانند ہے اگر زون کرتا ہے اور تو اوس کی ہیبت سے متاثر ہوتا ہے مگر اہل اللہ جو کہ چکور اور عقاب کی مثل ہین ان پر اس کا کچھ بس نہین چلتا۔ کما قال اللہ تعالےٰ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان بس یہ راز ہے کہ شیطان کی آواز اشقیا کو ہانکتی ہے اور پادشاہ حقیقی کی آواز اولیا ء اللہ کو اور مقصود یہ ہے کہ انہے اور دیکھنے والے مخلوط نہ ہو جاوین اور بحر شیرین کا قطرہ بحر شور مین نہ مل جائے یعنی اہل اللہ اور غیر اہل اللہ مین امتیاز رہے اور جو جس مرتبہ کے قابل ہے وہ اوسی مرتبہ پر رہے اپنی حد سے تجاوز نہ کر سکے۔

شرح شبیری

آیت واجلب علیہم بخیلک ورجلک کی تفسیر

تو چو عزم دین کنی با اجتہاد ‌ ‌ ‌ ‌ دیو بانگت بر زند اندر نہاد

یعنی تو جب دین کا قصد کوشش کے ساتھ کرتا ہے تو شیطان تیرے بدن مین آواز دیتا ہے کہ

کہ مرو زان سو بیندیش ای غوی ‌ ‌ ‌ ‌ کہ اسیر رنج و درویشی شوی

یعنی کہ اے گمراہ اوس طرف مت جا کیونکہ رنج اور درویشی مین قید ہو جاویگا۔

بے نوا گردی ز یاران وا بری ‌ ‌ ‌ ‌ خوار گردی و پشیمانی خوری

یعنی فقیر ہو جاویگا اور دوستون سے الگ ہو جاویگا اور ذلیل ہو جاویگا اور پشیمانی کھاویگا مطلب یہ کہ جب تو کوئی دین کا کام کرنا چاہتا ہے تو شیطان تجھے ڈراتا ہے اور کہتا ہے کہ اسے مولوی ہو گا اور عسرتی

پڑھے ہے گا تو مسجد کا مینڈھا ہو جاویگا نئی روشنی والون مین تیری قدر نہ رہے گی ذلیل و خوار پھریگا اور پھر پشیمان ہوگا لہذا تو مولوی مت بن اور دین کا کام مت کر جب وہ یون ڈراتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ

تو ز بیم بانگ آن دیو لعین　　وا گریزی در ضلالت از یقین

یعنی تو اوس شیطان لعین کی آواز کے خوف سے یقین سے گمراہی مین بھاگتا ہے یعنی دین کو چھوڑ کر دنیا مین اور گمراہی مین پھنس جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ

که هلا فردا و پس فردا مراست　　راه دین پویم که مهلت پیش ماست

یعنی ارے کل پرسون (سب) میرے لئے ہے تو دین کی راہ مین دوڑونگا کہ مہلت ہمارے سامنے ہے مطلب یہ کہ تیری یہ حالت ہو جاتی ہے کہ ؎ ہر شبے گویم کہ فردا ترک این سودا کنم ٭ باز چون فردا شود امروز را فردا کنم ٭ غرضکہ یہ سمجھکر کہ ابھی تو جوان ہین عمر پڑی ہے دین کے کام بھی کر لین گے دین سے غافل ہو جاتے ہو۔ اوس کے بعد ایسا ہوتا ہے کہ۔

مرگ را بینی که از چپ و راست　　می کشد همسایه را تا بانگ خاست

یعنی تو موت کو دیکھتا ہے کہ داہنے بائین سے ہمسایون کو کھینچ رہی ہے یہان تک کہ آواز اوٹھی مطلب یہ کہ اول تو دین سے غافل ہو جاتے ہو پھر جب دیکھتے ہو کہ لوگ مر رہے ہین اور جا رہے ہین اوس وقت ذرا ہوش ہوتا ہے۔

باز عزم دین کنی از بیم جان　　مرده سازی خویشتن را یک زمان

یعنی پھر جان کے خوف سے دین کا قصد کرتے ہو اور اپنے آپ کو ایک زمانہ کیلئے مردہ بنا لیتے ہو یعنی کچھ دنون کیلئے مردہ کی طرح ہو جاتے ہو اور بہت ہی خشوع و خضوع سے کام لیتے ہو۔

پس سلاح از علم سازی و حکم　　که من از خوفے نیارم پائے کم

یعنی پھر علم اور حکمت کے ہتھیار بناتے ہو (اور کہتے ہو) کہ مین خوف کی وجہ سے پاؤن کم نہ لاؤنگا یعنی کچھ دنون کے لئے ڈر پیدا ہو جاتا ہے اور اوس وقت کہتے ہو کہ اب کبھی دین مین قدم سست نہ کرونگا۔

باز بانگے بر زند بر تو ز مکر　　که بترس و باز گرد از تیغ فقر

یعنی شیطان پھر مکر سے آواز لگاتا ہے کہ ارے تیغ فقر سے ڈر اور واپس ہو جا۔ مطلب یہ کہ جب تم ذرا دین کی طرف توجہ کرتے ہو وہ شیطان پھر تم کو فقر سے ڈراتا ہے حق تعالےٰ خود فرماتے ہین کہ ان الشیطان یعدکم الفقر جب وہ پھر فقر سے ڈراتا ہے دین پر چلنے سے دنیا کا نقصان دکھاتا ہے تو پھر یہ ہوتا ہے کہ۔

باز بگریزی ز راه روشنی　　آن سلاح علم و فن را بفگنی

یعنی پھر تو روشنی کی راہ سے بھاگتا ہے اور اوس علم و فن کے ہتھیار کو پھینک دیتا ہے مطلب یہ کہ وہ جو ہتھیار

علم و حکمت کے تیار کئے تھے اب اوس کے ڈرانے سے اون کو الگ پھینک پھانک اور پھر دین کو چھوڑ دیتے ہو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

سالہا او را ببانگے بندۂ　　　　در چنین ظلمت نمد افگندۂ

یعنی سالہا سال تک اوس کی آواز کے تم غلام ہو اور ایسی ظلمت میں تم نے نمدہ پھینک دیا ہے مطلب یہ کہ سالہا سال تک شیاطین کے تابع فرمان رہے ہو اور ظلمت دنیا اور کفر میں اپنے دین کو برباد کیا ہے۔

ہیبت بانگ شیاطین خلق را　　　　بند کردست و گرفتہ حلق را

یعنی شیاطین کی آواز کی ہیبت نے مخلوق کو بند کر دیا ہے اور حلق کو پکڑ رکھا ہے۔

تا چنان نومید شد جانشان ز نور　　　　کہ روان کافران ز اہل قبور

یعنی یہان تک کہ اونکی جان تو ایسی ناامید ہوگئی جیسے کہ قبر والے کافرونکی جان مطلب یہ کہ جو کفار مر چکے ہیں انکو چونکہ حقیقت منکشف ہوگئی ہے تو اون کو معلوم ہوگیا ہے کہ ہم کو اب نور حاصل نہیں ہو سکتا اور اب بالکل مایوسی ہوگئی ہے پس اسی طرح جو لوگ کہ شیاطین کی آواز کو سُنتے ہین اور اوس پر عامل ہوتے ہیں وہ بھی نور سے اسی طرح ناامید ہو چکے ہیں کہ اونکو کسی درجہ مین امید رہی ہی نہین آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

این شکوہ بانگ آن ملعون بود　　　　ہیبت بانگ خدائی چون بود

یعنی یہ دبدبہ اوس ملعون کی آواز کا ہوتا ہے تو آواز خداوندی کی ہیبت کیسی ہوگی۔ یعنی اب دیکھو لو کہ اوس کی آواز کی اس قدر ہیبت ہے کہ سب اوس کے پیچھے پیچھے ہو لیے تو پھر جو آواز خداوندی ہے اوس کا دبدبہ تو کیا کچھ ہوگا اب یہان یہ شبہ ہوا کہ جس طرح کہ اوس ملعون کی آواز کے دبدبہ نے ہم پر اثر کیا اگر آواز خداوندی میں زیادہ دبدبہ ہے تو وہ ہم پر کیوں اثر نہیں کرتی۔ اور ہم کو دین پر کیوں نہیں لگائے رہتی۔ مولانا اس شبہ کو آگے دفع فرماتے ہیں کہ۔

ہیبت بازست بر کبک نجیب　　　　مر مگس را نیست زان ہیبت نصیب

یعنی نجیب چکور پر باز کی ہیبت ہوتی ہے اور مکھی کو اوس ہیبت مین سے کچھ بھی حصہ نہیں ہے۔

زانکہ نبود باز صیاد مگس　　　　عنکبوتان می مگس گیرند و بس

یعنی اس لئے کہ باز مکھی کا شکار کرنے والا نہیں ہوتا مکڑیاں مکھیون کو پکڑتی ہین اور بس مطلب یہ کہ دیکھو باز کا خوف کبک وغیرہ کے دل میں تو ہوتا ہے مگر مکھیوں کے دل میں بالکل بھی باز کا خوف نہیں ہوتا بلکہ مکھی کو مکڑی کا خوف ہوتا ہے تو اسی طرح تم چونکہ گناہونکی وجہ سے ذلیل و حقیر ہو گئے ہو لہذا تم پر خوف حق طاری نہیں ہوتا بلکہ اوس شیطان کا ہو کر اسی مکڑی کی طرح حقیر ہے تم جیسے مکھیوں پر خوف طاری ہوتا ہے۔

عنکبوت دیو بر چون تو ذباب　　　　کرّ و فر دارد نہ بر کبک و عقاب

صہ ۱۲۶ جلد ۱۲۶

یعنی شیطان کی مکر دی تجھ جیسی مکھی پر کرّ و فر رکھتی ہے نہ کہ کبک و عقاب پر یعنی شیاطین کی ہیبت تم جیسے ذلیل اور حقیر لوگون پر پڑ جاتی ہے اور فرمان بردار اور دیندار لوگون پر اوس ملعون کی ہیبت ہرگز بھی نہین پڑتی۔

بانگ دیوان گلہ بان اشقیاست — بانگ سلطان پاسبان اولیاست

یعنی شیاطین کی آواز شقی لوگون کی گلہ بان ہے اور سلطانی آواز اولیاء کرام کی پاسبان ہے یعنی شیاطین کی آواز پر چلنے والے تو اشقیا ہین اور آواز سلطانی پر چلنے والے اولیاء اللہ اور دیندار لوگ ہین اور یہ اسلئے کہ۔

تا نیامیزد بہم بینا و کور — قطرۂ از بحر خوش با بحر شور

یعنی تاکہ آپس مین اندھا اور سمکھا اور ایک قطرہ دریائے شیرین دریائے شور کے ساتھ نہ ملجاوے مطلب یہ کہ اگر سب لوگ ہر آواز پر چلا کرتے اور ہر آواز کا اثر ہر شخص پر ہوا کرتا تو پھر فرق ہی کیا رہتا یہ فرق اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ شقی اور سعید مین فرق رہے اور آپس مین مل نہ سکین آگے پھر اوسی وہان مسجد کا قصہ بیان فرماتے ہین۔

شرح حبیبی

بشنوا کنون قصۂ آن بانگ سخت — کہ نرفت از جا بدان آن نیکبخت
گفت چون ترسم کہ ہست این طبل عید — تا دہل ترسد کہ زخم اورا رسید
اے دہلہائے تہی بے قلوب — قسمتان از عید جان شد زخم چوب
شد قیامت عید و بیدینان دہل — ما چو اہل عید خندان ہمچو گل
بشنوا کنون این دہل چون بانگ زد — زیگ دولت ما چگونہ می پزد
چونکہ بشنود آن دہل آن مرد وید — گفت چون ترسد دلم از طبل عید
گفت باخود ہین ملرزان دل کزین — مرد جان بد دلان بے یقین
وقت آن آمد کہ حیدر وار من — ملک گیرم یا بپردازم بدن
بر جہید و بانگ برزد کای کیا — حاضرم اینک اگر مردی بیا
در زمان بشکست ز آواز آن طلسم — زر ہمی ریزید ہر سو قسم قسم
ریخت زر چندان کہ ترسید آن پسر — تا نگیرد زر ز پری راہ در
پر شد آن مسجد ز زر ہر جایگاہ — مرد حیران شد ز نقد بے آلہ
بعد ازان برخاست آن شیر عتید — تا سحرگہ زر بہ بیرون می کشید
دفن میکرد و ہمی آید بزر — با جوال و تو برہ بار دگر

گنجہا بنہاد آں جانباز ازاں / کوری و ترسانئے واپس خزاں

ایں زر ظاہر بخاطر آمدست / در دل ہر کور دوں زر پرست

کودکاں اسپہا لہا را بشکنند / نام زر بنہند و در دامن کنند

اندراں بازی چو گوئی نام زر / آں کنند در خاطر کودک گذر

بل زر مضروب ضرب ایزدی / کو نگردد کاسد آمد سرمدی

آں زرے کیں زر ازاں زر تاب یافت / گوہر و تابندگی و آب یافت

آں درے کہ دل ازو گردد غنی / غالب آید بر قمر در روشنی

شمع بود آں مسجد و پروانہ او / خویشتن در باخت آں پروانہ خو

سوخت پرش را ولیکن ساختش / بس مبارک آمد آں انداختش

ہمچو موسیٰ بود آں مسعود بخت / کاتشے دید او بسوئے آں درخت

چوں عنایتہا بر موسیٰ بود / نار می پنداشت خود آں نور بود

مرد حق را چوں نہ بینی اے پسر / تو گماں داری برو نار بشر

تو ز خود می آئی و آں در تو است / نار و خار و ظن و باطل ایں سو است

او درخت موسیٰ است و پر ضیا / نور خواں نارش مخواں باری بیا

نے قطام ایں جہاں نارے نمود / سالکاں رفتند آں خود نور بود

بس بدانکہ شمع دیں بر می شود / ایں نہ ہمچوں دیگر آتشہا بود

ایں نماید نور و سوزد یار را / و آں بصورت نار گل زوار را

ایں چو ساجدہ دلے سوزندہ / واں گہ وصلت دل افروزندہ

شکل شعلہ نور پاک سازدار / حاضراں را نور و دوراں را چو نار

ایں سخن را نیست پایانے پدید / گو حدیث عاشق و مسجد حمید

اچھا تو اب اوس سخت آدا کا قصہ سننا چاہیئے وہ یہ ہے کہ اس کوس کر مہمان گو طبعاً خائف ہوا مگر ہوش وحواس قائم رہے اور اپنے دل میں کہا کہ یہ تو عید کا نقارہ ہے پھر میں کیوں ڈروں مجھے تو خوش ہونا چاہیئے۔ ہاں ڈھول کو ڈرنا چاہیئے کہ اوس پر چوب پڑتی ہے یعنی اس سے اہل دنیا کو ڈرنا چاہیئے جو ڈھول کی طرح اندر سے خالی ہیں اور صفات کمال نہیں رکھتے کیونکہ یہ انہیں کو ضرر پہونچا سکتی ہے نہ کہ مجھے آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے ڈھول کی طرح خالی اور قلب صافی نہ رکھنے والے لوگو یاد رکھو کہ جس طرح جسم

کے لئے عید ہے یون ہی روح کیلئے بھی عید ہے اور روح کی عید سے تمہارے حصہ مین بجز ڈنکے کی چوٹ کے
اور کچھ نہین یاد رکھو کہ عید روح قیامت ہے اور ہیدین لوگ ڈہول اور ہم اہل اللہ عید والے اور گل
کی طرح خوش ہین خیر یہ استطرادی مضمون تو ختم ہو گیا اب سنو کہ جب اس ڈہل طلسم نے آواز دی تو وہ
باندی جس کا شور بادولت ہے کیسے بجتی ہے اور اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے سو بات یہ ہے کہ جب اس عارف نے
اوس ڈہول کی آواز سُنی تو اپنے دل مین کہا کہ یہ تو میرے لئے عید کا نقارہ ہے اور عید کے نقارہ سے میرا دل
کیونکر ڈر سکتا ہے اور یہ بھی کہا کہ کس سے تمہارا دل نہ کانپنا چاہیئے کیونکہ یہ تو بد باطن اور بے یقین لوگوں کی
موت روحانی کا سبب ہے نہ کہ تمہاری موت کا بس اب وقت آگیا ہے کہ یا تو مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کی طرح ملک سے یون یا جسم کو روح سے خالی کر دون اور مر جاؤن یہ سوچکر وہ اوٹھا اور للکارا کہ او آواز دینے
والے مین موجود ہون اگر تو مرد ہے تو آجا یہ کہنا تھا کہ وہ طلسم ٹوٹ گیا۔ اور ہر طرف طرح طرح کا سونا برسنا شروع
ہو گیا اور اس قدر برسا کہ اسے اندیشہ ہوا کہ سونے کی کثرت سے نکلنے کا دروازہ نہ بند ہو جاوے غرضکہ وہ مسجد
اوس سونے سے ہر جگہ سے بھر گئی اور وہ شخص اس قضائے الہی کو دیکھکر متحیر ہو گیا اسکے بعد وہ بہادر اوٹھا اور
صبح تک سونا ڈہوتا رہا ایک دفعہ لیجا کر دفن کر آتا تھا اور پھر دوبارہ توبرہ خرجین لیکر آتا تھا غرضکہ اس
جانباز نے برخلاف پیچھے ہٹنے والوں کی کہری اور خوف کے اس طرح خزانہ قائم کر لئے معلوم ہوتا ہے کہ اندھے
اور پست ہمت زر پرست لوگون نے اس سے ظاہری سونا سمجھا اور یہ ان سے کچھ بعید نہین کیونکر بچے ٹھیکرے
توڑتے ہین اور اس کا نام اشرفیان رکھکر دامن مین بھرتے ہین پس کھیل کے اندر جب اشرفی کا نام آتا
ہے تو بچے کے ذہن مین وہی ٹھیکرے آتے ہین پس یہی حالت ان زر پرستون کی ہے کہ جب یہ سونے کا نام سنتے
ہین تو اونکا ذہن زر ظاہر کیطرف منتقل ہوتا ہے ہماری مراد یہ سونا نہین بلکہ وہ اشرفیان مراد ہین جن کا سکہ
خدائی ہے اور جن کے کھرے ہونیکی خدا تصدیق کرتا ہے اور جو اوس کے یہان کارآمد ہین اور جو کہ کبھی کھوٹی
نہین ہو سکتین بلکہ ابد تک رائج ہین اور وہ اشرفیان مراد ہین جن سے اس سونے کو چمک حاصل ہوتی ہے
(غالباً تجلیات ربانی مراد ہین) اور جیسے کہ اون کو جوہر اور چمک۔ اور رونق حاصل ہوئی ہے اور وہ
اشرفیان مراد ہین جن سے کہ غنائے قلب حاصل ہوتی ہے اور جن کی روشنی چاند کی روشنی پر غالب آتی
ہے (اور مسجد سے مراد دین ہے اور ناصحین سے تقاضا ہائے نفسانی اور آواز سے آواز شیطانی
اور حاصل یہ کہ جب اوس نے تقاضائے نفسانی کی اطاعت نہ کی اور راہ دین پر استوار رہا تو شیطان
نے دہمکی دی اور اوس نے اوس کی مزاحمت کی تو دولت باطنی سے مالا مال ہو گیا واللہ اعلم) یا دوسرے
عنوان سے یون سمجھو کہ مسجد بمنزلہ شمع کے تھی اور یہ اوس کا پروانہ تھا یہ پروانہ خصلت شخص اوس کیلئے

اپنی جان پر کھیل گیا جس سے اوس کے پر جل گئے اور خواہشات نفسانی کا قلع قمع ہوگیا مگر اس سے اوسکو نقصان نہ پہونچا بلکہ اوس نے اوس کو بنا دیا اور اس کا اپنے کو اس خطرہ میں ڈالنا نہایت مبارک ہوا یا یوں کہو کہ وہ خوش قسمت موسے علیہ السلام کی مانند تھا کہ اونھوں نے درخت کی جانب آگ دیکھی تھی لیکن چونکہ حق سبحانہ کی عنایتیں اون پر بہت تھیں اس لئے وہ تو آگ سمجھتے تھے مگر وہ اونکے لئے نور تھی علی ہذا یہ تو اس کو بظاہر مضر دیکھتا تھا مگر حقیقت میں وہ اس کے لئے مفید ثابت ہوئی اس مقام پر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ جب تم کسی اہل اللہ کو دیکھتے ہو تو اس کو آگ یعنی بشر محض مثل دیگر عوام سمجھتے ہو پس یہ تمہارا خیال اپنی اصل پر جانا اور اوس کو اپنے اوپر قیاس کرنا ہے کیونکہ یہ بات خود تجھ میں موجود ہے نہ کہ اوس میں ناریت اور بشاریت اور ظن و باطل سب تیرے اندر موجود ہیں لہذا تو اس میں بھی سمجھتا ہے اس کو تم ایسا سمجھو جیسے شجر موسے جو کہ دیکھنے والے کو آگ معلوم ہوا اور واقع میں نور ہو لہذا اس کو تم نور کہو نہ کہ نار اور اس سے اتصال پیدا کر دتا کہ اس کی نورانیت تم پر منکشف ہو جاوے ایسا ہوتا ہے کہ ایک شے بظاہر نار اور مضر معلوم ہوتی ہے گر حقیقت میں وہ نور اور سراسر مفید ہوتی ہے دیکھو ترک عالم ناسوت اک آگ اور ناموافق معلوم ہوتی تھی مگر سالکین اس روش پر چلے تو اُن کو معلوم ہو گیا کہ یہ نار نہیں بلکہ نور ہے جب یہ واقعہ معلوم ہو گیا تو ثابت ہو گیا کہ ہم نے جو کہا تھا کہ ۵ لیک شمع عشق چوں آں شمع نیست الخ بالکل صحیح ہے اور شمع دین (یعنی عشق) روشن ہوتی ہے تو یہ اور آگوں کی طرح نہیں ہوتی کیونکہ اور آگیں تو نور دکھلائی دیتی ہیں مگر قریب آتے سے جلا دیتی ہیں اور یہ دور سے آگ معلوم ہوتی ہے اور واقع میں تماشائی کیلئے پھول ہوتی ہے یہ آگیں بظاہر موافق طبع ہیں مگر حقیقت میں جلانے والی اور برخلاف انکے شمع عشق اتصال کے وقت دلکو روشن کرنے والی ہے وہ بظاہر شعلہ کی مانند ہے اور حقیقت میں نور پاک اور موافق طبع ہے وہ پاس والوں کے لئے نور ہے اور دور والوں کے لئے آگ کی مثل خیر اس گفتگو کی تو کہیں انتہا ہی نہیں اچھا اب اس عاشق اور صدر جہاں کا قصہ بیان کرو۔

شرح شبیری

مسجد کے مہمان کو آدہی رات کو طلسم کی آواز آنا

بشنو اکنوں قصہ آں بانگ سخت   کہ نرفت از جا بداں آں نیک بخت

یعنی اب اس سخت آواز کا قصہ سنو کہ وہ نیک بخت اس کی وجہ سے جگہ سے گیا نہیں یعنی جب وہ طلسم کی سخت

آواز آئی تو اوس کی وجہ سے وہ شخص اپنی جگہ سے ٹلا نہین بلکہ وہین جما رہا۔

گفت چون ترسم چو ہست آن طبل عید تا دہل ترسد کہ زخم او را رسید

یعنی وہ بولا کہ مین کیون ڈرون جبکہ وہ طبل عید ہے ڈہول ہی ڈرتا ہے کہ اوس کو زخم پہونچا یعنی اوس نے سوچا کہ مین تو مرنے کو پہرتا ہی ہون پھر مین ڈرون یہ تو میرے لئے طبل عید ہے آگے مولانا فرماتے ہین کہ۔

اے دہلہائے تہی و بے قلوب قسم تان از عید جان شد زخم چوب

یعنی اے خالی اور بے قلوب ڈہولو تمہارا حصہ جان کی عید مین سے زخم چوب ہے مطلب یہ کہ اے وہ لوگو جو کہ باطن سے خالی ہو اور تمہارے قلوب ناپاک ہین تو عید کے روز کے ڈہول تو تم بھی ہو مگر تمہاری قسمت مین لکڑیان لکہی ہین کہ لکڑیان پڑتی ہین اور پٹتے ہو آگے اوس عید کو اور اونکے دہل تہی ہونیکو بتلاتے ہین کہ وہ کیا کیا ہین فرماتے ہین کہ۔

شد قیامت عید و بیدینان دُہل ما چو اہل عید خندان ہمچو گل

یعنی قیامت تو عید ہے اور بے دین لوگ ڈہول ہین اور ہم اہل عید کیطرح گل کیطرح خوش ہین مطلب یہ کہ قیامت کے روز عید ہوگی لیکن دین دارون کے لئے تو خوشی ہوگی لہذا وہ تو گل کیطرح خوش ہونگے اور بیدین کیلئے رنج ہوگا اور وہ جس طرح کہ ڈہول عید مین پٹا کرتا ہے اسی طرح پٹیگا تو مطلب یہ کہ جو ڈہول کہ وہ باطن مین سے خالی ہو اوس کی تو گت بنتی ہے اور جو ڈہول کہ ٹھوس ہوتا ہے اوس کو کوئی بھی نہ مارے نہ اوسے بجاوے آگے فرماتے ہین کہ

بشنو اکنون این دہل چون بانگ زد دیگ دولت ما چگونہ می پزد

یعنی اب سنو کہ اس ڈہول نے جب آواز لگائی تو ہماری دولت کی آواز کس طرح پکتی ہے۔ یعنی وہ ڈہول خالی تو پٹنے ہی مین رہا مگر اب جو ہمارا دہل بولا تو اوس سے کیسے دولت حاصل ہوئی ہے لو سنو

چونکہ بشنود آن دہل آن مرد دید گفت چون ترسد دلم از طبل عید

یعنی جبکہ اوس دہل کو اوس آنکھ والے مرد نے سنا تو بولا کہ میرا دل عید کے طبل سے کیون ڈرے۔

گفت با خود ہین ملرزان دل کزین مُرد جان بددلان بے یقین

یعنی اپنے سے بولا کہ ارے دل کو لرزا مت کہ اس سے تو بددل اور بے یقین لوگونکی جان مری ہے مطلب یہ کہ اوسنے کہا کہ جو بددل ہون اور بے یقین ہون اون کو اوس سے گزند پہونچ سکتا ہے اور مین ایسا ہون نہین لہذا مجھے گزند بھی نہین پہونچ سکتا۔ تو مین کیون ڈرون اور بولا کہ

وقت آن آمد کہ حیدر وار من ملک گیرم یا بپردازم بدن

یعنی وہ وقت آیا ہے کہ حیدر رضؓ کیطرح ملک لون یا بدن خالی کردون یعنی وہ بولا کہ اب تو اس کا وقت آگیا یا تو یہ نہیں یا ہم نہین جب یہ ٹھان لی تو پھر ڈر کس کا۔

برجہید و بانگ برزد کائے کیا   حاضرم اینک اگر مردی بیا

یعنی کود ااور آواز دی کہ اے زیرک مین یہ موجود ہون اگر تو مرد ہے تو آجا۔ یعنی اوس کے جواب مین اوسنے کہا کہ تو اٹھا ہے تو مین بھی حاضر ہون لے آجا اس کے کہتے ہی یہ ہوا کہ

در زمان بشکست ز آواز آن طلسم   زر ہمی ریزید ہر سو قسم قسم

یعنی اوسی وقت آواز سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور سونا ہر طرف قسم قسم گرنے لگا۔ مطلب یہ کہ اوس شخص نے جو کہا کہ ہان ہان مین حاضر ہون تو آجا اور اس طلسم کے ٹوٹنے کی یہی تدبیر تھی کہ کوئی دلیر ہو کر اوس کا مقابلہ کرے اور اوس وقت تک جو کوئی وہان آیا تھا وہ اُس کی ڈر کے مارے پہلے ہی مر جاتا تھا تو بس جب اوس نے دلیر ہو کر جواب دیا تو فوراً وہ طلسم ٹوٹ گیا اور اوس کے اندر جو سیم وزر تھا وہ گرنا شروع ہو گیا۔

ریخت چندان زر کہ ترسید آن پسر   تا بگیرد زر زبہری راہ در

یعنی اسقدر سونا گرا کہ وہ لڑکا ڈرا کہ کہین سونا زیادتی کی وجہ سے دروازہ کی راہ نہ روک لے مطلب یہ کہ روپیہ پیسہ کی اس قدر زیادتی ہوئی کہ یہ شخص ڈرا کہین ساری مسجد اس روپیہ سے بھر جاوے تو مجھے دروازہ مین سے نکلنے کی بھی جگہ نہ رہے گی۔

پر شد آن مسجد ز زر ہر جایگاہ   مرد حیران شد ز تقدیر آلہ

یعنی وہ مسجد سونے سے پوری بھر گئی اور یہ مرد خدا کی تقدیر سے حیران تھا یعنی یہ خدا کی قدرت کے تماشے دیکھ رہا تھا کہ اللہ تو نے یہ دولت مجھے عطا فرمائی جو کہ مرنکو تیار تھا۔

بعد از ان برخاست آن شیر عتید   تا سحر گہ زر بہ بیرون می کشید

یعنی اوس کے بعد وہ شیر تیار اٹھا اور صبح تک روپیہ باہر کھینچتا تھا یعنی مسجد کے اندر سے صبح تک اوس کے صحن مین وہ روپیہ ڈھو ڈھو کر لایا۔

دفن میکرد و ہمی آمد بہ زر   با جوال و تو برہ بار دگر

یعنی دفن کرتا تھا اور روپیہ کے پاس آتا تھا معہ گون اور توبرہ کے دوسری مرتبہ مطلب یہ کہ روپیہ کو صحن مسجد مین دفن کر کے پھر گون اور توبرہ لے کر آتا تھا کہ پھر بھر کر لیجاوے۔

گنجہا بنہاد آن جانباز ازان   کوری ترسائی واپس خزان

یعنی اوس جان باز نے اوس مین سے بہت سے خزانے اوٹھائے واپس ہٹنے والونکی ناکامی اور خوف پر مطلب یہ کہ جو لوگ کہ اوس خوف کیوجہ سے ہمت نہ کرتے تھے اور اوس مسجد مین نہ جاتے تھے اونکی خلاف اور ناکامی کے باوجود اوس نے بہت سے خزانے جمع کر لئے اور خوب روپیہ بھر لیا اور وہ خائف لوگ محروم ہی رہے۔

آگے مولانا اس حکایت سے [illegible] اس کا اصلی مقصود بیان فرماتے ہین کہ اس قصہ سے مراد کیا ہے فرماتے ہین کہ

این زر ظاہر بجا خود آمد است   در دل ہر کور دون زر پرست

یعنی یہ ظاہری روپیہ دل مین ایا ہے ہر اندھے کمینے زر پرست کے مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہین کہ اس قصہ سے لوگ یہی سمجھے ہونگے کہ یہ ظاہری روپیہ پیسہ اوس کو مل گیا۔ اور خوب ہی دولت مل گئی لیکن یہ بات نہین تھی اس لئے کہ یہ ظاہری روپیہ پیسہ تو اصل سونا چاندی ہے ہی نہین اس کی تو ایسی مثال ہے کہ

کودکان اسفالہا را بشکنند   نام زر بنہند و در دامن کنند

یعنی بچے ٹھیکرون کو توڑتے ہین اور نام روپیہ رکھتے ہین اور دامن مین بھر لیتے ہین۔

اندران بازی چو گوئی نام زر   آن کند در خاطر کودک گذر

یعنی اوس کھیل مین جب تم روپیہ کا نام لو تو بچہ کے دل مین وہی گذر جاویگا۔ تو بس جس طرح کہ وہ بچے روپیہ کے نام سے اون ٹھیکرون کو سمجھین گے اسی طرح دنیا دار لوگ روپیہ کے نام سے اس ظاہری روپیہ پیسہ ہی کو مراد لیتے ہین اور سمجھتے ہین کہ یہی روپیہ ملا ہوگا۔ مولانا فرماتے ہین کہ یہ روپیہ نہین ملا بلکہ

بل زر مضروب ضرب ایزدی   کو نگردد کاسد آمد سرمدی

یعنی بلکہ روپیہ سکہ خداوندی کا سکہ زدہ کہ وہ کم نہین ہوتا سرمدی آیا ہے مطلب یہ کہ اوس کو وہ روپیہ ملا تھا کہ جس پر ضرب خداوندی لگی ہوئی تھی یعنی اوس کو دولت باطنی نصیب ہوئی تھی اور وہ اوس کو ملی تھی۔

آن زرے کایں زر ازان زر تاب یافت   گوہر و تابندگی و آب یافت

یعنی وہ زر کہ اس زر نے اوس سے تاب پائی گوہری اور چمک اور آب پائی یعنی اوس کو وہ زر ملا تھا کہ جس کی یہ شان تھی کہ اس دنیاوی سیم و زر نے بھی اوسی سے رونق پائی تھی۔ اور اوس کے اندر بھی تاب اوسی کی وجہ آئی تھی

آن زرے کہ دل ازو گردد غنی   غالب آید بر قمر در روشنی

یعنی وہ زر کہ اوس سے دل غنی ہو اور روشنی مین قمر پر بھی غالب آجاوے اور یہ نشانی دولت باطنی ہی کی ہے تو معلوم ہوا کہ اوس کو دولت باطنی حاصل ہوئی تھی۔

شمع بود آن مسجد و پروانہ او   خویشتن در باخت آن پروانہ خو

یعنی وہ مسجد شمع تھی اور وہ شخص پروانہ تھا تو اپنے کو اوس پروانہ کی خصلت والے نے وار دیا مطلب یہ کہ چونکہ اول مین بھی وہ مسجد اوس کی مطلوب تھی اور آخر مین بھی اس لئے کہ اول جب اوس مین گیا تھا تو معلوم ہوا تھا کہ اس مین جو آتا ہے مرجاتا ہے تو اوس کا اوس وقت بھی مطلوب تھا اور وہ مرنے کو حاضر تھا اب آخر مین اوس کو دولت بے انتہا مل گئی اس بنا پر وہ مسجد اس کی مطلوب بن گئی۔

سوخت پرش را ولیکن ساختش   بس مبارک آمد آن انداختش

یعنی اوس کے پر کو جلا دیا لیکن اوس کو بنا دیا اور اوس کا وہ ڈالدینا بہت مبارک آیا۔ مطلب یہ کہ بظاہر تو وہ مسجد مین ہلاک ہونے گیا تھا اور مسجد اوس کے لئے ظاہرا ہلاک تہی مگر اصل مین مسجد نے اوس کو بنا دیا اور اوسکا کام چلا دیا اور وہ جو مسجد مین جاکر پڑ رہا تھا تو اوس کا یہ پڑ رہنا بیحد مبارک تھا کہ بس اسی نے اوس کا کام بنا دیا اور اوس کو بے انتہا دولت دلوادی۔

ہمچو موسی بود آن مسعود بخت   کاتشے دید او بسوی آن درخت

یعنی وہ نیک بخت موسے کی طرح تھا کہ اونھون نے اوس درخت کیطرف ایک آگ دیکھی تہی۔

چون عنایتہا برو موفور بود   نار می پنداشت آنخود نور بود

یعنی جب عنایتین اون پر بیحد تھین تو وہ آگ سمجھتے تھے اور وہ خود نور تھا مطلب یہ ہے کہ دیکھو جس طرح کہ موسے علیہ السلام نے آگ جلانے والی سمجھی اور وہ حالانکہ نور تھا اسی طرح اوس شخص نے بھی ہلاکت سمجھی حالانکہ وہی اوس کے لئے حیات ابدی اور سرمدی تہی۔

مرد حق را چون بہ بینی اے پسر   تو گمان داری برو نار بشر

یعنی اے لڑکے مرد حق کو جب تو دیکھتا ہے تو اوس پر تو نار بشر کا گمان کرتا ہے (نار بشر مین اضافت بیانیہ ہے) مطلب یہ کہ جب مرد حق کو دیکھتے ہو تو سمجھتے ہو کہ جس طرح اور بشر ہین ویسا ہی یہ ہے حالانکہ وہ سراسر نور ہو چکتا ہے اور اوس کے اندر سے اوصاف بشریت کے مغلوب ہو چکتے ہین وہ صرف بشر نہین رہتا بلکہ بشر مع اوصاف ملک ہو جاتا ہے۔

تو ز خود می آئی و آن در تو است   نار و خار و ظن باطل این سو است

یعنی تو اپنے ہی مین سے آتا ہے اور وہ تیرے ہی اندر ہے نار اور خار اور ظن باطل اسی طرف ہے یعنی فرماتے ہین کہ یہ حضرات جو تم کو صرف بشر ہی نظر آتے ہین اور اونکی اصل حالت جو تم کو معلوم نہین ہوتی اوس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام اوصاف بشری تمہاری ہی اندر ہین تو وہ صفات بشری جو تمہارے اندر ہین تمہین اونکے اندر بھی معلوم ہوتے ہین۔

او درخت موسی است و پر ضیا   نور خوان نارش مخوان باری بیا

یعنی وہ درخت موسوی ہین اور پر ضیا ہین نور کہہ اونکو نار مت کہہ بارے آ۔ مطلب یہ کہ اونکی مثال درخت موسے علیہ السلام جیسی ہے کہ جس طرح وہ دور سے نار معلوم ہوتا تھا لیکن اصل مین نور تھا اسی طرح یہ حضرات تمہین نار معلوم ہوتے ہین اور اُن سے تم گھبراتے ہو مگر آؤ تو سہی ایک دفعہ اونکے پاس ہو تو جاؤ اوسکے بعد ہی کوئی رائے قائم کرنا۔

نے قطام این جہان نارے نمود سالکان رفتند آں خود نور بود

یعنی کیا اس جہاں کا چھوڑنا آگ نہیں دکھائی دیا سالک لوگ چلے گئے تو وہ خود نور تھا مطلب یہ کہ دیکھو اس عالم سے جدائی شاق معلوم ہوتی تھی اور آگ کی طرح ناگوار معلوم ہوتی تھی مگر جب سالک لوگ چلے گئے تو اب وہاں پہونچکر معلوم ہوا کہ جس کو نار سمجھا تھا وہ تو سراسر نور ہی نور تھا تو اسی طرح انکو دور سے نار اور ناگوار سمجھ رکھا ہے جب قریب جاؤگے تو اوس وقت معلوم ہوگا کہ سراسر نور ہی نور ہیں آگے اسیر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس بدانکہ شمع دیں برمی شود این نہ ہمچوں دیگر آتشہا بود

یعنی پس جان لو کہ شمع دین کی بڑھتی ہے اور یہ دوسری آگوں کی طرح نہیں ہوتی مطلب یہ کہ جب معلوم ہوا کہ دیں اور دیندار لوگ دور ہی سے بُرے اور ناگوار معلوم ہوتے ہیں اور قریب سے اور در اصل نور ہوتے ہیں تو پس شمع دین کی لو زیادہ ہوتی ہے تو اوس میں سوزش نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ محض نور ہی نور ہوتی ہے اور آتشوں کی طرح جلانے والی اور ناگوار نہیں ہوتی۔

ایں نماید نور و سوز دیار را واں بصورت نار و گل زوار را

یعنی یہ (دنیا) نور دکھائی دیتی ہے اور یار کو جلا دیتی ہے اور وہ (دین) صورت میں نار ہے اور زیارت کرنے والے کیلئے پھول ہے مطلب یہ ہے کہ دین بظاہر تو بہت مشکل شے ہے کہ اوس کے مجاہدات و ریاضات بہت مشکل ہیں مگر اصل میں جب اوس کو دیکھو تو وہ بہت خوشگوار ہے اور یہ دنیا ظاہر میں تو نور ہے کہ خوب ٹیپ ٹاپ معلوم ہوتی ہے لیکن اصل میں نار ہے کہ ہلاک اور برباد کرنے والی ہے

ایں چو ساز ندہ ولے سوزندہ واں گہ وصلت دل افروزندہ

یعنی یہ سنوارنے والے کی طرح ایک جلانے والا ہے اور وہ وصل کے وقت دل کو روشن کرنے والا ہے یعنی دنیا ظاہر میں تو عیش کی جگہ ہے مگر اصل میں برباد کرنے والی ہے اور دیں جب اس سے وصل ہو تو دلکو روشن کر دینے والی شے ہے۔

شکل شعلہ نور پاک و ساز وار حاضراں را نور و دوراں را چو نار

یعنی شکل تو شعلہ کی اور ہے پاک اور سنوارنے والا حاضروں کے لئے تو نور ہے اور دوروں کے لیئے نار کی طرح ہے

حاضراں از غائباں خوشحال تر غائباں را نیست توفیق خبر

یعنی حاضر لوگ غائبین سے زیادہ خوش حال ہیں اور غائبین کو خبر کی (بھی) توفیق نہیں ہے مطلب یہ کہ جو لوگ کُملان حضرات کے پاس رہنے والے ہیں وہ اُن لوگوں سے جو غائب ہیں زیادہ اچھے ہیں اگرچہ ظاہر میں مشقت میں ہوتے ہیں مگر اصل میں آرام میں ہوتے ہیں تو غرضکہ یہ جو اس جہان کیلئے مشقتیں اور موت کیلئے تیار ہونے کو کہا ہے

اس سے مراد مجاہدات وریاضات ہین اور اوس کو جو روپیہ پیسہ ملنے کو کہا ہے اس سے مراد دولت باطنی کا حصول ہے کہ وہ مجاہدات وریاضات بظاہر تو مہلک تھے مگر اصل مین وہ اوس کے لئے نور اور حصول دولت کا باعث تھے اب آگے فرماتے ہین کہ۔

این سخن رانیست پایانی پدید — گو حدیث عاشق صدر حمید

یعنی اس گفتگو کی تو ظاہرا کہین انتہا نہین ہے تو عاشق اور صدر حمید کی بات کہو مطلب یہ کہ ان اسرار وحقائق کی تو بظاہر کہین انتہا معلوم نہین ہوتی یہ تو بے انتہا ہین لہذا ان کے بیان کو چھوڑو اور اوس عاشق اور اوسکے معشوق اوس بادشاہ کا قصہ بیان کرو آگے اوسی کو فرماتے ہین کہ۔

شرح حبیبی

آن بخاری نیز خود بر شمع زد — گشته بود از عشق آسان آن کبد

آه سوزانش سوی گردون شده — در دل صدر جهان مهر آمده

گفت با خود در سحرگه کای احد — حال آن آوارهٔ ما چون بود

او گناهی کرد ما دیدیم لیک — رحمت ما را ازو دانست نیک

خاطر مجرم ز ما ترسان شود — لیک صد امید در ترسش بود

من بترسانم وقیح و یاوه را — آنکه ترسد من چه ترسانم ورا

بهر دیگ سرد آذر می رود — نی بدان که جوششش از سر رود

ایمنان را من بترسانم بحلم — خائفان را ترس بردارم ز حلم

پاره دوزم پاره در موقع نهم — هر کسی را شربت اندر خور دهم

هست سر مرد چون بیخ درخت — زان بروید برگهاش از چوب سخت

در خور آن برگ رسته برگها — در درخت و در نفوس و در نُها

بر فلک برهاست ز اشجار وفا — اصلها ثابت و فرعه فی السما

چون بهست از عشق به بر آسمان — چون نروید در دل صدر جهان

موج می زد در دلش عفو گنه — زانکه از دل تا دل آمد روزنه

که ز دل تا دل یقین روزن بود — نی جدا و دور چون دو تن بود

متصل نبود سفال دو چراغ — نور شان ممزوج باشد در مساغ

هیچ عاشق خود نباشد وصل جو
که نه معشوقش بود جویای او

لیک عشق عاشقان تن زه کند
عشق معشوقان خوش و فربه کند

چون درین دل برق مهر دوست جست
اندر آن دل دوستی میدان که هست

در دل تو مهر حق چون شد دوتو
هست حق را بیگمان مهری بتو

هیچ بانگ کف زدن آید بدر
از یکی دست تو بی دست دگر

تشنه مینالد که ای آب گوار
آب مینالد که کو آن آبخوار

جذب آبست این عطش در جان ما
ما از آن او و او هم زان ما

حق بحکمت در قضا و در قدر
کرده ما را عاشقان همدگر

جمله اجزای جهان زان حکم پیش
جفت جفت و عاشقان جفت خویش

هست هر جزوی بعالم جفت خواه
راست همچون کهربا و برگ کاه

آسمان گوید زمین را مرحبا
با توام چون آهن و آهن ربا

آسمان مرد و زمین زن در خرد
هرچه آن انداخت این می پرورد

چون نماند گرمیش بفرستد او
چون نماند تری و نم بدهد او

برج خاکی خاک ارضی را مدد
برج آبی تریش اندر دمد

برج بادی ابر سوی او برد
تا بخارات وخم را بر کشد

برج آتش گرمی خورشید ازو
همچو تابه سرخ ز آتش پشت و رو

هست سرگردان فلک اندر زمن
همچو مردان گرد مکسب بهر زن

وین زمین کدبانوییها می کند
بر ولادات و رضاعش می تند

پس زمین و چرخ را دان هوشمند
چونکه کار هوشمندان می کنند

گر نه از هم هر دو دلبر می مزند
پس چرا چون جفت در هم میخزند

بی زمین کی گل بروید و ارغوان
پس چه زاید ز آب و تاب آسمان

بهر آن میل است در ماده و نر
تا بود تکمیل کار همدگر

میل اندر مرد و زن حق زان نهاد
تا بقا یابد جهان زین اتحاد

میل هر جزوی بجزوی هم نهد
ز اتحاد هر دو تولیدی جهد

شب چنین تا روز اندر اعتناق
مختلف در صورت اما اتفاق

روز و شب ظاہر دو ضد و دشمن اند — لیک ہر دو یک حقیقت می تنند
ہر یکے خواہان دگر را ہمچو خویش — از پئے تکمیل فعل و کار خویش
زانکہ بے شب دخل نبود طبع را — پس چہ اندر خرج آرد روزہا
خاک گوید خاک تن را بازگرد — ترک جان گو سوے ما آ ہمچو گرد
جنس مائی پیش ما اولے تری — بہ کہ زان تن وارہی زین سو پری
گوید آرے لیک من پابستہ ام — گرچہ ہمچون تو ز ہجران خستہ ام
تری تن را بجویند آبہا — کاے تری باز آ ز غربت سوئے ما
گرمئ تن را ہمی خواند اثیر — کہ ز نارے راہ اصل خویش گیر
ہست ہفتاد و دو علت در بدن — از کششہاے عناصر بے رسن
علت آید تا بدن را بگسلد — تا عناصر ہمدگر را وا ہلد
چار مرغ اند این عناصر بستہ پا — مرگ و رنجوری و علت پاگشا
پائے شان از ہمدگر چون باز کرد — مرغ ہر عنصر یقین پرواز کرد
جذبۂ این اصلہا و فرعہا — ہر دمے رنجے نہد در جسم ما
تا کہ این ترکیبہا را بر درد — مرغ ہر جزوے باصل خود پرد
حکمت حق مانع آید زین عجل — جمع شان دارد بصحت تا اجل
گوید اے اجزا اجل مشہود نیست — پر زدن پیش از اجل تان سود نیست
چونکہ ہر جزوے بجوید ارتفاق — چون بود جان غریب اندر فراق
گوید اے اجزائے پست فرشیم — غربت من تلخ تر من عرشیم
میل تن در سبزہ و آب روان — زان بود کہ اصل او آمد از ان
میل جان اندر حیات و در حی ست — زانکہ جان لامکان اصل ویست
میل جان در حکمت ست و در علوم — میل تن در باغ و راغ ست و کروم
میل جان اندر ترقی و شرف — میل تن در کسب اسباب علف
میل و عشق آن شرف ہم سوئے جان — زین یحب را و یحبون را بدان
گر بگویم شرح این بیحد شود — مثنوی ہشتاد من کاغذ شود
حاصل آنکہ ہر کہ او طالب بود — جان مطلوبش برو راغب بود

آدمی حیوان نباتی و جماد
هر مرادی عاشق هر بی مراد

بی مرادان بر مرادی می تنند
وان مرادان جذب ایشان می کنند

لیک میل عاشقان لاغر کند
میل معشوقان خوش و بافر کند

عشق معشوقان دو رخ افروخته
عشق عاشق جان او را سوخته

کهربا عاشق بشکل بی نیاز
کاه می کوشد دران راه دراز

این رها کن عشق آن تشنه دهان
تافت اندر سینهٔ صدر جهان

دود آن عشق و غم آتش کده
رفته در مخدوم او مشفق شده

لیک از ناموس و پوشش و آبرو
شرم می آید که وا جوید ازو

رحمتش مشتاق آن مسکین شده
سلطنت زین لطف مانع آمده

عقل حیران کین عجب او را کشید
یا کشش زان سو بدین جانب رسید

ترک جلدی کن کزین نا واقفی
لب ببند الله اعلم بالخفی

لب ببندم هر دمی زینسان سخن
توبه آرم هر زمان صد بار من

کاین سخن را بعد ازین مدفون کنم
وان کشنده می کشد من چون کنم

کیست آن کت می کشد ای معتنی
آنکه می نگذاردت که دم زنی

صد عزیمت می کنی بهر سفر
می کشاند مر ترا جای دگر

زان بگرداند بهر سو آن لگام
تا خبر یابد ز فارس اسپ خام

اسپ زیرک سار زان نیکو پیست
کو همی داند که فارس بر ویست

او دلت را بر دو صد سودا ببست
بی مرادت کرد پس دل را شکست

چون شکست او بال آن رای نخست
چون نشد هستی بال اشکن درست

چون قضایت حبل تدبیرت شکست
چون نشد بر تو قضای او درست

عزمها و قصدها در ماجرا
گاه گاهی راست می آید ترا

تا بطمع آن دلت نیت کند
بار دیگر نیتت را بشکند

ور بکلی بی مرادت داشتی
دل شدی نومید امل کی کاشتی

ورنه کاریدی عمل از عوریش
کی شدی پیدا بر او مقهوریش

عاقلان از بی مرادیهای خویش
با خبر گشتند از مولای خویش

بے مرادی شد قلاوز بہشت | حفت الجنہ شنوائے خوش سرشت
چون مرادات ہمہ اشکستہ پاست | پس کسے باشد کہ کام او رواست
پس شدند اشکستہ پاش این صادقان | لیک کو خود آن شکست عاشقان
عاقلان اشکستہ اش از اضطرار | عاشقان اشکستہ با صد اختیار
عاقلانش بندگان بندی اند | عاشقانش شکری و قندی اند
ائتیا کرہا مہار عاقلان | ائتیا طوعا بہار بے دلان

ہان تو اوس بخاری نے بھی اپنے کو اوس جہان کی طرح شمع سے ٹکرایا تھا اور عشق کی بدولت اوس کی بھی تمام تکلیفین آسان ہوگئی تھین اوس کی آہ سوزان آسمان پر جاتی تھی بالآخر صدر جہان کے دل مین محبت پیدا ہوگئی اور اوسنے اپنے دل مین ایک مسیح کو کہا کہ اے اللہ ہمارے اوس آوارہ کا حال نہین معلوم کیا ہے اوس نے قصور کیا تھا اور ہمنے دیکھ لیا تھا جس سے وہ خوف زدہ ہوکر بھاگ گیا مگر وہ ہمارے رحم کو اچھی طرح نہ جانتا تھا گو مجرم کا دل ہم سے ڈرتا ہی مگر واقع مین اوس کے ذمہ مین سیکڑون امیدین مخفی ہوتی ہین گو اوس کو ان کا احساس نہ ہو مین اوس کو ڈراتا ہون جو دیدہ دلیر اور لغو آوف ہو۔ اور جو خود ڈرے مین اوسے کیا ڈراتا آگ سرد ہانڈی کے لئے ہوتی ہے اور اوس کے لئے نہین ہوتی جس کا ابال سرسے تجاوز کر رہا ہے جو نڈر ہون مین اون کو غضب سے ڈراتا ہون اور جو ڈرتے ہون اون کے خوف کو حلم سے دور کرتا ہون مین تو پیوند لگانے والا ہون لہذا جہان جیسے پیوند کی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی لگاتا ہون۔ اور جہان ہمت نہین ہوتی وہان نہین لگاتا۔ اور مین ایک طبیب ہون کہ ہر ایک کو اوس کے مرض کے موافق شربت دیتا ہون آدمی کا باطن درخت کی جڑ سے مشابہ ہے اور اس جڑ سے مختلف قسم کے پتے نکلتے ہین اور پتے جڑ کے موافق ہوتے ہین۔ خواہ بیخ درخت ہو یا بیخ نفس یا بیخ عقل سو وفا ایک ایسا درخت ہے جس کے پھل آسمان پر ہین لہذا اوس کو یون کہنا چاہئے کہ اوس کی جڑ تو زمین مین ہے اور شاخ آسمان مین یعنی درخت وفا ایک عظیم الشان درخت ہے جس کے پھل و نتائج نہایت اعلیٰ ہین اور جبکہ عشق کا پھل آسمان مین پیدا ہوتا ہے تو صدر جہان کے دل مین کیون نہ پیدا ہوگا لہذا اوس کے دل مین عفو گناہ موجزن تھا کیونکہ دل کو دل سے راہ ہے اور ان مین آپس مین اتصال ہے اور وہ دو جسمونکی طرح ایک دوسرے سے دور اور جدا نہین ہوتے پس جبکہ وہ اوس کا جان نثار تھا تو یہ اوس کا دشمن جان کیونکر ہوسکتا تھا اتصال قلوب اور انفصال اجسام کو یون سمجھو جیسے دو چراغ آپس مین نہین ملتے مگر اون کا نور ممزوج ہوتا ہے۔ یہان تک ہمنے یہ بیان کیا تھا کہ صدر جہان کی محبت کا منشا غلام کی محبت تھی مگر یہ گفتگو بنا بر ظاہر تھی۔ اب ہم نظر کو اور دقیق کر کے کہتے ہین کہ اس عاشق کی محبت خود صدر جہان کی محبت کا نتیجہ تھی کیونکہ کوئی عاشق اوس وقت تک طالب وصال نہین ہوسکتا جب تک کہ

اوس کا معشوق اوس کا طالب نہ ہو مگر دونون کے آثار مین فرق ہوتا ہے عشق عاشق تو جسم کو کمان بنا دیتا ہے اور
عشق محبوبان اون کے جسم کو موٹا تازہ کرتا ہے اس تفاوت اثر سے شبہ ہو جاتا ہے کہ معشوق کو محبت نہین ہوتی
پس جب کسی کے دل مین کسی کی محبت پیدا ہو تو یقین کر لینا چاہیئے کہ اوس کے دل مین بھی اوس کی محبت ہے
جب یہ اصول معلوم ہو گیا تو اس سے تم کو سلوک کا ایک نفیس مسئلہ بھی معلوم ہو گیا وہ یہ کہ جب تمہارے دل مین خدا
کی محبت بڑھے تو تم کو یقین ہونا چاہیئے کہ خدا کو بھی تم سے محبت ہے موٹی بات ہے کہ ایک ہاتھ سے تالی نہین بجتی
پس جبکہ اوس کو محبت ہے تو لازم ہے کہ اوس کو بھی ہو پس اگر پیاسا پانی کیلیئے روتا ہے تو پانی بھی روتا ہے اور
کہتا ہے کہ پانی پینے والا کہان ہے یہ جو ہمارے اندر پیاس ہے یہ پانی ہی کا جذب ہے پس ہم پانی کے ہین اور
پانی ہمارا۔ اللہ جل جلالہ نے اپنی حکمت سے جو کہ قضا و قدر مین ہے ہم کو ایک دوسرے کا عاشق کر دیا ہے اور
تمام اجزاء عالم اوس حکم ازلی کی بنا پر جوڑا جوڑا اور اپنے جوڑے کے عاشق ہو گئے ہین عالم مین ہر جز یقینا
اپنے ہی جوڑے کا طالب ہے۔ جیسے کہربا اور برگ کاہ اسی بنا پر آسمان زمین کی آؤ بھگت کرتا ہے اور کہتا ہے
کہ میری اور تیری ایسی ہی مثال ہے جیسے مقناطیس اور لوہا ان مین بحکم عقل آسمان مرد ہے اور زمین عورت
کیونکہ جو وہ ڈالتا ہے یہ اوس کی پرورش کرتی ہے اور جب یہ گرمی نہین رہتی تو وہ بھیجتا ہے اور جب تری نمی نہین
رہتی تو وہ تری عطا کرتا ہے برج خاکی خاک کی مدد کرتا ہے برج آبی اوس کو تری عطا کرتا ہے برج بادی اوس کے
پاس ابر کو کھینچکر لاتا ہے اور پانی برساتا ہے تاکہ بخارات ردیہ نکل جاوین برج آتشی سو آفتاب کی گرمی اوسی کے
سبب ہے اور آفتاب کی رو و پشت اوس کی گرمی سے توے کی طرح سرخ رہتی ہے تو آفتاب سے جو حرارت زمین
کو حاصل ہوتی ہے وہ برج آتشی ہی کی ہے اسلیئے برج آتشی سے اوس کو حرارت پہونچتی ہے خلاصہ یہ کہ فلک
زمین کیلیئے یون ہی سرگردان ہے جیسے مرد عورت کیلیئے کماتا ہے اور یہ زمین اوس کے لیئے بیگم کا کام دیتی ہے کہ
اوس کیلیئے بچے جنتی اور اوس کے بچون کو دودھ پلاتی ہے اسی سے تم سمجھ لو کہ آسمان و زمین بھی حس رکھتے ہین
کیونکہ ذوی العقول کے سے کام ان سے صادر ہوتے ہین جو کہ دلیل ہین اون کے حساس ہونیکی اگر یہ دونون دلبر
ایک دوسرے سے مستفیض نہین ہوتے تو میان بیوی کی طرح ایک دوسرے مین کیون گھسے ہوئے ہین اور خاوند
بیوی کے سے تعلقات ان مین کیون ہین دیکھو بلا زمین کے گل و ارغوان پیدا نہین ہوتے اور صرف آسمان کی
آب و تاب سے بدون زمین کے کوئی نتیجہ نہین پیدا ہوتا تو معلوم ہوا کہ آسمان زمین سے یون ہی مستفیض ہے جیسے
کہ زمین آسمان سے اور ان مین تعلقات زن و شوئی ہین آسمان خاوند ہے اور زمین بیوی اور ان نر و مادہ مین ایک
کو دوسری کی طرف اسلیئے رغبت ہے کہ ہر ایک کے کام کی دوسرے سے تکمیل ہو۔ اسی لیئے حق سبحانہ نے عورت
و مرد کے اندر بھی ایک دوسرے کی طرف رغبت رکھی ہے تاکہ اون کے اتحاد سے عالم وقت معلوم تک باقی رہے

پس اسی لئے اور اجزاء عالم میں بھی دوسرے اجزاء کیطرف میلان رکھا ہے کہ انکے اتحاد سے نتائج پیدا ہون یون ہی رات بھی دن کے گلے لپٹی ہوئی ہے گو صورت میں مختلف ہیں کہ ایک آتی ہے تو دوسرا جاتا ہے اور وہ آتا ہے تو یہ جاتی ہے مگر معنےً ان مین اتحاد و اتفاق ہے اور گو ہر دو بظاہر ایک دوسرے کے دشمن ہین۔ مگر حقیقت مین ایک کو دوسرے سے تعلق ہے اور اپنے کام کی تکمیل کے لئے ہر ایک دوسرے کو یون ہی چاہتا ہے جیسے اپنے کو چاہتے ہین کیونکہ دن کا کام ہے صرف کرنا اور صرف بدون آمدنی کے نہین ہوسکتا۔ اسلئے آمدنی کیلئے رات کی ضرورت ہے زمین و آسمان عورت و مرد لیل و نہار کا ازدواج تو معلوم ہوگیا جس سے اشیاء متخالف مین ازدواج ثابت ہوا اب اشیاء متجانسہ کا ارتباط سنو۔ مٹی خاک جسم کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور کہتی ہے کہ میرے پاس چلی آ اور جان کو چھوڑ دے کیونکہ تو اوس کی ہمجنس نہیں ہے بلکہ ہماری جنس ہے اسلئے ہمارے ہی پاس رہنا تیرے لئے بہتر ہے اسلئے بہتر ہے کہ تو جسم سے الگ ہوکر ہمارے پاس آجا وہ جواب دیتی ہے کہ یہ آپ بجا فرماتی ہین مگر مین مقید ہون گو مین بھی صدمہ فراق سے نڈھال ہون مگر مجبور ہوں کچھ بن نہیں پڑتی پانی جسم کی تری کے طالب ہین اور کہتے ہیں کہ اے تری تو اپنے اصلی وطن مین چلی آ اور مسافرت کو چھوڑ دے کرۂ نار جسم کی گرمی کو اپنی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ تو از جنس نار ہے اپنی اصل کی طرف آ۔ پس یہ جو کثرت امراض جسم میں واقع ہوتے ہین اوس کی وجہ وہی عناصر کی معنوی کشش ہے۔ جس میں اس کو دخل نہیں اور مرض اسی لئے آتا ہے تاکہ بدن کے اجزاء کو متفرق کر دے اور عناصر کو اپنی اپنی اصل کی طرف چلتا کر دے۔ پس یہ عناصر ایسے ہیں جیسے چار جانور جن کے پاؤن باندھ دئیے گئے ہون اور امراض اون کے پاؤن کھولنے والے۔ جبکہ کوئی مرض اون کے پاؤن کھولدیتا ہے تو مرغ ہر عنصر اپنے آشیانہ و حیز کی طرف اُڑ جاتا ہے پس ان اصول و فروع مین جو باہم تجاذب فطری ہے یہی تجاذب ہر وقت ہمارے اندر ایک نیا مرض پیدا کرتا ہے اور مقصد اوسکا یہ ہوتا ہے کہ ان ترکیبون کو جدا کر دے اور مرغ ہر جزو عنصری اپنی اصل کی طرف اُڑ جاوے لیکن حکمت خداوندی اون کو جلدی سے روکدیتی ہے اور اونکو ایک وقت معین تک صحت کے ذریعہ سے مجتمع رکھتی ہے وہ کہتا ہے کہ اے اجزاء ابھی وقت نہین آیا۔ اور وقت سے پہلے پھڑ پھڑانا اور چھوٹنے کی کوشش کرنا بیکار ہے۔ جبکہ تم کو یہ معلوم ہوگیا کہ ہر جزو عنصری اپنی اصل کی مرافقت چاہتا ہے تو اس سے معلوم ہوگیا کہ اشیاء متناسبہ و متجانسہ میں بھی ارتباط ہے اور اوس سے تم یہ بھی اندازہ کرسکتے ہو کہ جب اجزاء غیر حساسہ بظاہر کی فراق میں یہ حالت ہے تو جان جو ظاہراً و حقیقت ہر دو طرح حساس ہے مفارقت مین اوس کی کیا حالت ہوگی اور وہ اپنی اصل کی طرف لوٹنے کی کس قدر شائق ہوگی وہ کہتی ہے اے میرے اجزاء ناسوتیہ سفلیہ ہین عرشی ہون اور مجھے یہ غربت نہایت ناگوار ہے دیکھو جسم سبزہ و آب روان کی طرف اسلئے مائل ہے کہ وہ اس کی اصل ہے تو

چونکہ لامکان و عالم غیب روح کی اصل ہے لہذا اوس کو اوس کی طرف میل ہوگا جو کہ عالم حیات بلکہ خود حی ہے نیز چونکہ جان خود حی ہے اسلئے اوس کو صفات احیا یعنی حکمت و علوم کیطرف میل ہے اور جسم چونکہ خود بیجان ہے اسلئے اوسکو اشیا مردہ مثل باغ جنگل انگور وغیرہ کیطرف میلان ہے نیز چونکہ روح علوی الاصل ہے اسلئے اس کا میلان ترقی و شرف کیطرف ہے اور تن چونکہ سفلی الاصل ہے اسلئے اس کا میلان کھانے پینے کی طرف ہے اور جس طرح روح کو شرف کی طرف میلان ہے یونہی شرف کو روح کی طرف اسی سے تم یحبہم و یحبونہ کی حقیقت سمجھ سکتے ہو اگر مین اس مضمون تجاذب و ازدواج کی تفصیل کرون تو کلام بہت دراز ہو جائے گا اور مثنوی کا وزن اسی من کاغذ ہو جاویگا۔ خلاصہ یہ کہ جو طالب ہوتا ہے تو اُس کے مطلوب کا دل بھی اوس کا خواہان ہوتا ہے خواہ آدمی ہو خواہ جانور۔ نبات ہو یا جماد غرض کہ ہر مطلوب اپنے طالب کا عاشق ہے عاشق اپنے معشوقون سے تعلق رکھتے ہین اور معشوق ان کو اپنی طرف کھینچتے ہین مگر فرق یہ ہے کہ عاشقون کا میلان تو اون کو دُبلا کرتا ہے اور معشوقون کا میلان اون کو شاندار بناتا ہے معشوقون کا عشق اون کے گالون کو فروغ حسن سے چمکاتا ہے اور عاشق کا عشق اوس کی جان کو جلاتا ہے۔ کہربا بھی عاشق ہے مگر صورت بے نیاز ہے اور گھاس بھی عاشق ہے مگر وہ راہ دراز کو قطع کر کے اپنے معشوق تک پہونچنا چاہتا ہے اچھا اس بحث کو چھوڑ و اصل مطلب یہ ہے کہ اوس طالب صادق کا عشق صدر جہان کے سینہ مین چمکا اور اس عشق کے دہوئین اور اس آتش کدہ کے عم نے آقا کے دل مین سرایت کی اور وہ بھی مہربان ہوگیا مگر عروشان و آبرو کے سبب سے اوس کو شرم آتی تھی کہ اوس کو ڈھونڈے اوس کا رحم تو اوس مسکین کا مشتاق تھا مگر حکومت اس عنایت سے مانع ہوئی۔ عقل حیران اور متعجب ہے کہ اس عاشق نے اس کو کھینچا یا ادھر سے کشش ہوئی اور اوس نے اوسے کھینچا (اور محشین نے اس کی تشریح یون کی ہے کہ عقل حیران ہے کہ صدر جہان نے خود بخود اوس کو کھینچا ہے یا عاشق کی کشش صدر جہان تک پہونچی اوس کے دل مین اوس کی محبت پیدا ہوئی اور اس کشش کے ذریعہ سے اوس نے اوس عاشق کو کھینچا واللہ اعلم) اب مولانا فرماتے ہین کہ اے عقل اس راز کے معلوم کرنے مین جلدی نہ کر کیونکہ تو ابھی اس قابل نہین ہے اور خاموش رہ اور اوس کے علم کو خدا کے حوالہ کردے اور کہدے کہ خدا ہی مخفیات اسرار کو خوب جانتا ہے مین ہر وقت ایسی باریک باتون کے اظہار سے خاموش رہنا چاہتا ہون اور ہر وقت سو مرتبہ توبہ کرتا ہون کہ اب ایسی باتون کو دفن کر دونگا۔ مگر کھینچنے والا کھینچتا ہے مین کیا کرون تم جانتے ہو کہ وہ کھینچنے والا کون ہے وہ وہی ہے جو تم کو کھینچتا ہے اور دم نہین مارنے دیتا۔ اچھا اب سمجھو کہ تم سفر دینی یا دنیوی کیلئے سو بار پختہ ارادہ کرتے ہو مگر وہ تم کو دوسری طرف کھینچ لیجاتا ہے اس مین کیا راز ہے اس ہر طرف باگ موڑنے مین راز یہ ہے کہ ناواقف گھوڑا اپنے سوار سے واقف ہو جاوے جو عقلمند گھوڑے ہین وہ ٹھیک اس لئے چلتے ہین کہ وہ جانتے ہین کہ شہسوار

ہماری پیٹھ پر سوار ہے پس ایسا کرنے سے تم بھی ہوشیار ہو جاؤ گے۔ لہذا او لا اوس نے تمہارے دل کو سیکڑوں خیالات مین اٹکا دیا۔ پھر تم کو ناکام کر کے تمہارا دل توڑتا تاکہ اس سے اوس حاکم کا وجود اور متصرف فی الامور ہونا ثابت ہو جاوے چنانچہ ایسا ہی ہوا کیونکہ جبکہ اوس نے تمہارے ارادہ کا بازو توڑ دیا تو اس سے اس بازو شکن کا وجود کیون نہ ثابت ہوا ضرور ثابت ہوا اور جبکہ قضا نے تمہاری تدبیر کی رسی کو منقطع کر دیا تو تم پر اوس کی قضا کا تسلط کیون نہ ثابت ہوا ضرور ہوا پس یہ راز تھا تمہارے فسخ عزائم کا کہ تم کو معلوم ہو جاوے کہ ہم خود مختار نہیں بلکہ محکوم ہین کسی حاکم بالا دست کے اور اس ذریعہ سے تم نیک کردار بنجاؤ جب فسخ عزائم کی حکمت معلوم ہو گئی تو اونکی تنفیذ کا راز سمجھو کبھی کبھی تمہارے عزم اسلئے ٹھیک ہوتے ہین تاکہ اس سے تمہارے دل مین لالچ پیدا ہوا اور تم اپنے کو فی الجملہ مختار سمجھکر نیت اعمال کر و اور پھر وہ تمہاری نیت کو توڑ دیتا ہے تاکہ تم کو اپنے ارادون کے پورے ہوتے رہنے سے اس پہلے علم سے ذہول نہ ہو جاوے اور تم اپنے کو خود مختار نہ سمجھ بیٹھو۔ اگر تم کو بالکل ناکام رکھتا تو تمہارا دل بالکل ناامید ہو جاتا اور کوئی آرزو بھی نہ پیدا ہوتی اور اگر وہ اجل کے خلوعن الفائدہ کے سبب تخم امل کو بوتا ہی نہیں تو پھر اس کی مغلوبیت کیسے ثابت ہوتی کیونکہ مغلوبیت تو فرع اوس کی ہے کہ موجود ہو اور کام نہ کر سکے اگر اس کا وجود ہی نہ ہوتا تو مغلوبیت کیونکر ہوتی پس عقلاء اپنی بے مرادیون اور پیہم ناکامیون کے سبب خدا سے واقف ہو گئے اور اون کے لئے ناکامی رہبر ہوئے جنت ہو گئی چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ حفت الجنۃ بالمکروہات۔ اور ناکامی بھی منجملہ مکروہات ہے لہذا وہ بھی فی الجملہ جنت مین پہونچانے والی ہے۔ ناکامی سے خدا کی واقفیت کا راز یہ ہے کہ جب سب کی مرادین شکستہ پا ہین تو اس سے اون کو معلوم ہوا کہ کوئی ایسا بھی ضرور ہے جس کے حسب منشا ہر کام ہوتا ہے اور وہ خدائے عز وجل ہے۔ لہذا وہ خدا کے قائل ہوئے اور جبکہ خدا کے قائل ہوئے تو بفتوائے عقل اون کو اسکی اطاعت لازم ہوئی اور اس بنا پر اونھون نے اوس کی اطاعت کی لہذا جنت مین پہونچے یہ سب کچھ ہے مگر یہ شکست عاشقون کی شکست سے جداگانہ ہے عقلاء نے اضطرارا شکست مانی ہے اور عاشقون نے باختیار یعنی بخوشی شکست کھائی ہے اور اپنے کو اوس کا مطیع کر لیا ہے لہذا عقلاء تو اوس کے قید کئے ہوئے غلام ہین اور عشاق شکر و قند کھلائے ہوئے عقلاء کو تو اتقیا کرہاً طاعت پر مجبور کرتا ہے اور عشاق کو اتقیا طوعاً اس طرف کھینچتا ہے۔

شرح شبیری

اوس عاشق کی ملاقات صدر جہان کی ساتھ

آن بخاری نیز خود بر شمع زد　　گشته بود از عشق آسان آن کبد

یعنی اوس بخاری نے بھی اپنے کو شمع پر مارا اور عشق کیوجہ سے اوس کو وہ مصائب آسان ہو گئے تھے مطلب یہ کہ اوس بخاری نے بھی اپنے کو بظاہر مصائب مین پھنسا رکھا تھا مگر وہ مصائب اوس کے لئے عشق کیوجہ سے سب آسان ہو گئی تھین۔

آہ سوزانش سوئے گردون شدہ　　در دل صدر جہان مہر آمدہ

یعنی اوس عاشق کی آہ سوزان آسمان کیطرف گئی ہوئی اور صدر جہان کے دل میں محبت آئی ہوئی۔

گفت با خود در سحرگہ کاے احد　　حال آن آوارۂ ما چون بود

یعنی اپنے سے صبح کے وقت مین کہتا تھا کہ اے اللہ ہمارے اوس آوارہ کا کیا حال ہوگا۔

او گناہے کرد و ما دیدیم لیک　　رحمت ما را نمی دانست نیک

یعنی اوس نے ایک گناہ کیا اور ہم نے دیکھ (بھی) لیا لیکن اوس نے ہماری رحمت کو اچھی طرح نہ جانا یعنے اوس نے اگر گناہ کیا تھا تو معاف کراتا اور سمجھتا کہ بڑے رحیم ہین معاف کردین گے یہان سے چلا کیون گیا آگے ملانا انتقال فرماتے ہین کہ حق تعالے بھی یہی فرماتے ہین کہ۔

خاطر مجرم ز ما ترسان شود　　لیک صد امید در ترسش بود

یعنی مجرم کا دل ہم سے ترسان ہوتا ہے لیکن اوس کے خوف مین سو امیدین ہوتی ہین مطلب یہ کہ مجرم ہم سے ڈرتا ہے مگر اوس خوف کی حالت مین بھی اوس کو بہت سی امیدین عفو کی ہم سے ہوتی ہین۔

من بترسانم وقیح دیادہ را　　آنکہ ترسد من چہ ترسانم ورا

یعنی مین تو بے حیا اور گمراہ کو ڈراتا ہون اور جو کہ خود ڈر سے مین اوس کو کیا ڈراؤن مطلب یہ کہ حق تعالی نے کہا کہ میں خود تو اوس کو ڈراؤن جو کہ خود نہ ڈرتا ہو اور جو خود ہی ڈرتا ہو اوس کو ڈرانے کی تو کوئی وجہ نہیں ہے آگے ایک مثال دیتے ہین کہ

بہر دیگ سرد آذر مے رود　　نے بدان کہ جوشش از سر میرود

یعنی ٹھنڈی ہنڈیا کیلئے آگ جاتی ہے۔ نہ کہ اوس کے لئے جس کا جوش کہ سر سے گزر گیا ہو مطلب یہ کہ جو ہنڈیا کہ خود ہی ابل رہی ہو اوس کو آگ کی کیا ضرورت ہے آگ کی ضرورت تو جب ہوگی جب ہنڈیا ابل نہ رہی ہوگی تو اسی طرح خود ڈرانے کی تو جب ضرورت ہو جبکہ وہ پہلے سے خائف نہ ہو اور جب وہ پہلے سے خود خائف ہے پھر ڈرانے کے کیا معنی۔

ایمنانرا من بترسانم بعلم　　خائفان را ترس بردارم بحلم

یعنی نڈر لوگون کو مین علم سے ڈراتا ہون اور ڈرنے والونکا حلم سے خوف اٹھا دیتا ہون۔ یعنی جو لوگ کہ بے خوف ہین

اونکو تو اس طرح خوف دلاتا ہون کہ دیکھو مین علیم بھی ہون مجھے سب باتون کا علم ہے اور جو خود ہی ڈر رہے ہین اونکو کہتا ہون کہ مین حلیم ہون تاکہ اونکا خوف کم ہو۔

پارہ دوزم پارہ در موضع نہم ہر کسے را شربت اندر خور دہم

یعنی مین پیوند سیتا ہون اور پیوند کو جگہ سے رکھتا ہون اور ہر شخص کو شربت اوس کے لائق دیتا ہون۔

ہست سِترِ مرد چون بیخ درخت زان بروید برگہاش از چوب سخت

یعنی انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے کہ اوسی سے اوس کے پتے چوب سخت سے اُگتے ہین مطلب یہ کہ جس طرح کہ شاخ مین سے کہ وہ چوب سخت ہوتی ہے پتے نکلتے ہین اسی طرح انسان کا باطن بھی ایک جڑ ہے کہ اسپر بہت سے پتے وغیرہ نکل رہے ہین اور وہ پتے اوس کے احوال ہین۔ جوکہ اوسپر وقتاً فوقتاً طاری ہوتے ہین۔

در خور آن بیخ رستہ برگ ہا در درخت و در نفوس و در نُہا

یعنی اوسی جڑ کے لائق پتے اوگے ہوئے ہوتے ہین درخت مین اور نفوس مین اور عقول مین مطلب یہ کہ جس جیسا آدمی ہوتا ہے اوس کے ساتھ ویسا ہی عمل کیا جاتا ہے۔

بر فلک برہاست ز اشجار وفا اصلہا ثابت و فرعہ فی السما

یعنی فلک پر بہت سے پہل اشجار وفا کے ہین کہ اونکی جڑ تو قائم ہے اور اونکی شاخین آسمان مین ہین مطلب یہ کہ بہت سے افعال ایسے ہین کہ اونکے پہل پھول یعنی اونکا اثر تو آسمان پر ہوتا ہے اور وہ خود زمین مین قائم ہوتے ہین۔

چون برست از عشق بر بر آسمان چون نروید در دل صدر جہان

یعنی جبکہ عشق کیوجہ سے پہل آسمان پر اُگ آیا تو صدر جہان کے دل مین کیون نہ اوگے گا۔ مطلب یہ کہ جب عشق کا اثر آسمان پر ہوتا ہے تو بھلا صدر جہان کے دل مین کیون نہ ہوتا ضرور ہوا۔

موج می زد در دلش عفو گنہ زانکہ از دل تا دل آمد روزنہ

یعنی اوس صدر جہان کے دل مین عفو گناہ موج مار رہا تھا اسلئے کہ دل سے دل تک روزن ہوتا ہے مطلب یہ کہ صدر جہان کے دل مین یہ امر موج زن تھا کہ اوس کے گناہ کو معاف کر دیا جاوے کیونکہ مثل مشہور ہے کہ دل را بدل رہیست درین گنبد سپہر الخ تو اسی کے موافق اس عاشق کے قلب کا اثر صدر جہان کے قلب پر پڑا اور وہ بھی نرم ہوگیا۔

کہ ز دل تا دل یقین روزن بود نے جدا و دور چون دو تن بود

یعنی کہ دل سے دل تک یقیناً راہ ہوتی ہے دو جسمونکی طرح دور اور جدا ہوتے ہین مطلب یہ کہ قلوب مین آپس مین جو تعلق ہوتا ہے اوسکی وجہ سے ایک کے رنج اور تکلیف اور راحت اور خوشی کا اثر دوسرے پر بھی پڑجاتا ہے اور جسمونکی طرح نہین ہوتے کہ اون مین کوئی تعلق ہی نہین ہوتا آگے اوس کی ایک مثال دیتے ہین۔

متصل نبود سفال دو چراغ　　نورشان ممزوج باشد در مساغ

یعنی دو چراغون کے ٹھیکرے متصل نہین ہوتے (مگر) اونکا نور گذرگاہ مین ملا ہوا ہوتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو دو چراغونکی اجسام تو علیحدہ ہوتے ہین اور اونکا نور ایک دوسرے مین ملا ہوا ہوتا ہے کہ ہر ایک کے نور کو ممتاز نہیں کرسکتے اسی طرح اجسام علیحدہ ہوتے ہیں اور آپس میں اجسام میں بعد ہوتا ہے لیکن دل کو دل سے برابر راہ ہوتی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو آگے قاعدہ کلیہ بیان کرتے ہین۔

ہیچ عاشق خود نباشد وصل جو　　کہ نہ معشوقش بود جویای او

یعنی کوئی عاشق خود وصل کا طالب نہین ہوتا جب تک کہ اوس کا معشوق اوس کا طالب نہ ہو (مگر فرق یہ ہوتا ہے)

لیک عشق عاشقان تن زہ کند　　عشق معشوقان خوش و فربہ کند

یعنی لیکن عاشقون کا عشق تو بدن کو ضعیف کر دیتا ہے اور معشوق کا عشق خوش و فربہ کرتا ہے مطلب یہ کہ عاشقون کے عشق مین تو چونکہ طلب زیادہ غالب ہوتی ہے اسلئے اونکا عشق اون کو ضعیف اور کمزور کر دیتا ہے اور معشوقون کے عشق میں بھی طلب ہوتی ہے مگر ایک محبوبیت کی شان کو لئے ہوئے لہذا اون کے عشق کا اثر ظاہر نہین ہوتا۔

چون درین دل برق مہر دوست جست　　اندر آن دل دوستی میدان کہ ہست

یعنی جب اس دل (عاشق) مین دوست کی محبت کی بجلی چمکی تو جان لو کہ اوس دل (معشوق) مین محبت ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی کسی پر عاشق ہو تو سمجھ لو کہ محبوب کو بھی اس کا خیال اور اوس کی محبت ہے۔

در دل تو مہر حق چون شد دوتو　　ہست حق را بیگمان مہرے بتو

یعنی جب تیرے دل مین حق تعالے کی محبت زیادہ ہو تو یقیناً حق تعالے کو تجھ سے ایک محبت ہے مطلب یہ کہ اوپر بیان کیا ہے کہ بے معشوق کے جذب کے عاشق کو طلب نہین ہو سکتی تو فرماتے ہین کہ اسی طرح اگر کسی کے قلب مین حق تعالے کی محبت اور طلب پیدا ہو تو اوس کو اپنا کمال نہ سمجھے کیونکہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ اوسی طرف کی کشش ہے اگر اوس طرف سے جذب نہ ہو تو نہ اوس مین طلب رہے اور نہ یہ محبت رہے یہ سب اوسی طرف کی کشش کا اثر ہے آگے صرف ایک قلب سے بغیر دوسرے کے متوجہ ہوئے عشق نہ ہو سکنے کی ایک مثال دیتے ہین۔

ہیچ بانگ کف زدن آید بدر　　از یکے دستے تو بے دستے دگر

یعنی کیا تالی بجانے کی آواز تمہارے ایک ہاتھ سے بے دوسرے ہاتھ کے نکلتی ہے مطلب یہ کہ دیکھو تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجا کرتی بلکہ دونون ہاتھون کے ملنے سے آواز نکلتی ہے، اسی طرح عشق بھی ایک طرف سے نہین ہوا کرتا بلکہ دونون طرف سے ہوتا ہے آگے اوسی کی چند مثالین دیتے ہین۔

تشنہ می نالد کہ اے آب گوار　　آب ہم نالد کہ کو آن آب خوار

یعنی پیاسا روتا ہے کہ اے پانی خوشگوار (تو کہان ہے) تو پانی بھی (بزبان حال) روتا ہے کہ وہ پانی پینے والا کہان ہے

جذب آبست این عطش در جان ما — ما از آن او و او ہم زان ما

یعنی ہماری جان مین جو پیاس ہے یہ پانی کا جذب ہے ہم اوس کے ہین اور وہ بھی ہمارا ہے مطلب یہ کہ جس طرح ہم اوس کے طالب ہین وہ بھی ہمارا طالب ہے ورنہ سچ یہ ہے کہ اگر پیاسے نہ ہون تو پانی کو کون پوچھے تو اوس کی طرف سے بھی طلب اپنے اظہار کمال کیلئے ضروری ہوئی کہ اگر پیاسے ہونگے تو اوس کا یہ کمال کہ وہ سیراب کرنے والا ہے ظاہر ہوگا ورنہ کسی کو خبر بھی نہ ہوتی۔ آگے کلیۃً فرماتے ہین۔

حق بحکمت در قضا و در قدر — کردہ ما را عاشقان ہمدگر

یعنی حق تعالے نے حکمت سے قضا و قدر مین ہمین ایک دوسرے کا عاشق کر دیا ہے۔

جملہ اجزائے جہان زان حکم پیش — جفت جفت و عاشقان جفت خویش

یعنی تمام اجزاء جہان کے اوس حکم ازلی کیوجہ سے جوڑا جوڑا ہین اور اپنے جوڑے کے عاشق ہین مطلب یہ کہ دنیا مین ہر چیز کو دیکھو کہ وہ یقیناً کسی دوسری چیز کی طالب اور محتاج ہوگی آگے بھی اسی کو فرماتے ہین۔

ہست ہر جزوے بعالم جفت خواہ — راست ہمچون کہربا و برگ کاہ

یعنی ہر ایک جزو عالم مین جوڑے کا طالب ہے ٹھیک جیسے کہ کہربا اور گھاس کا پتہ مطلب یہ کہ دنیا مین ہر چیز دوسرے کی طالب ہے اور اوس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کہربا گھاس کو کھینچتا ہے اور جذب کرتا ہے بس اسی طرح دنیا کی ہر چیز ایک دوسرے کو جذب کر رہی ہے آگے زمین اور آسمان کے ایک دوسرے کے طلب کرنیکو بیان کرتے ہین۔

آسمان گوید زمین را مرحبا — با تو ام چون آہن و آہن رُبا

یعنی آسمان زمین سے کہتا ہے کہ مرحبا مین تیرے ساتھ مثل لوہے اور لوہے کے اوچک لینے والے کے ہون مطلب یہ ہے کہ آسمان زمین سے بزبان حال کہتا ہے کہ میری اور تیری مثال لوہے اور مقناطیس جیسی ہے کہ اون مین بھی ہر ایک دوسرے کا طالب ہوتا ہے تو اسی طرح یہان بھی مین تیرا طالب اور محتاج ہون اور تو میری آگے۔ اون کے ایک دوسرے کے محتاج ہونے کی صورت بتلاتے ہین۔

آسمان مرد و زمین زن در خرد — ہر چہ او انداخت این می پرورد

یعنی آسمان تو مرد ہے اور زمین سمجھنے مین عورت ہے جو کچھ وہ (آسمان) ڈالتا ہے یہ (زمین) پالتی ہے مطلب یہ کہ جس طرح مرد عورت کے رحم مین نطفہ ڈالدیتا ہے اور وہان پرورش پاکر جاندار بچہ ہوجاتا ہے اسی طرح آسمان پانی برساتا ہے دہوپ دیتا ہے سردی اور گرمی پہونچاتا ہے جس سے کہ زمین کے پھل پھول پرورش پاکر دیکھنے والونکی آنکھونکی ٹھنڈک ہوجاتے ہین تو دیکھئے کہ اگر آسمان نہ ہو تو زمین بیکار اور اگر زمین نہ ہو تو آسمان کی یہ داد و

وہش بیکار پس معلوم ہوگیا کہ جذب اور کشش اور طلب دونوں طرف سے موجود ہے آگے اسی کو بیان فرماتے ہین۔

برج خاکی خاک ارضی را مدد برج آبی تریش اندر دہد

یعنی برج خاکی زمین کی خاک کیلئے مدد ہے اور برج آبی اوس کو تری دیتا ہے۔

برج بادی ابر سوئے او برد تا بخارات وخم رابر کشد

یعنی برج ہوائی اوسی (زمین) کیطرف ابر لیجاتا ہے تاکہ خراب بخارات کو کھینچ لے۔

برج آتش گرمئ خورشید ازو ہمچو تابہ سرخ ز آتش پشت رو

یعنی برج آتشی خورشید کی گرمی اوسی سے ہے اور توے کی طرح آگ کیوجہ سے پشت و روے سرخ ہے مطلب یہ ہے کہ برج خاکی اور آبی اور بادی اور آتشی یہ سب آسمان مین ہی ہین تو اگر زمین کو تری کی ضرورت ہوتی ہے تو آسمان برج آبی کے ذریعہ سے تری پہونچاتا ہے اور اگر گرمی کی ضرورت ہوتی ہے تو برج آتشی سے بذریعہ آفتاب کے گرمی پہونچاتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ زمین کو اپنے پھلنے پھولنے میں آسمان کی سخت احتیاج ہے اور یہان پر بھی سمجھ لینا چاہئے کہ مولانا نے جو برج کے عمل بتلائے ہین اس سے مولانا یہ عقیدہ ہونا لازم نہیں آتا بلکہ مولانا نے علی المشہور منجمین کی اصطلاح سے اپنے مدعا کو ثابت کردیا ہے جس مین کوئی خرابی نہین کہ ایک تائید کے درجہ میں اونکی اصطلاحات کو بھی بیان کردیا گیا اگرچہ وہ محض ظنی ہین آگے آسمان کا طالب زمین ہونا بیان فرماتے ہین۔

ہست سرگردان فلک اندر زمن ہمچو مردان گرد مکسب بہر زن

یعنی آسمان زمانہ مین مثل اون مردونکے جو عورت کیلئے کمائی کے گرد پھرتے ہین سرگردان ہے۔

وین زمین کدبانوی ہا می کند بر ولادات و رضاعش می تند

یعنی اور یہ زمین بیگم بنا کرتی ہے او پر ولادتوں اور دودھ پلانے اوس (مولود) کے تیار رہتی ہے مطلب یہ کہ آسمان تو مردونکی طرح کمائی کرتا پھرتا ہے اور بچہ کی پرورش کیلئے جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے اوس کو مہیا کردیتا ہے جیسا اوپر معلوم ہوا اور زمین بیوی کی طرح اوس مولود پھل پھول گھاس وغیرہ کو اپنے اندر رکھکر پرورش کرتی ہے آگے اس پر ایک تفریع فرماتے ہین۔

پس زمین و چرخ را دان ہوشمند چونکہ کار ہوشمندان می کنند

یعنی پس زمین و آسمان کو باشعور سمجھو جبکہ وہ شعور والون جیسا کام کرتے ہین مطلب یہ ہے کہ صوفیہ کہتے ہیں کہ ہر شئے مین ایک قسم کا شعور ہے جس سے کہ اوس کو اپنے مرتبہ کے موافق معرفت حق حاصل ہوتی ہے تو مولانا فرماتے ہین کہ ہمارے اس تمام بیان سے صوفیہ کا یہ مسئلہ ثابت ہوگیا کہ زمین و آسمان مین بھی شعور ہے۔

گر نہ از ہم این دو دلبر می مزند پس چرا چون جفت در ہم می خزند

یعنی اگر یہ دونون دلبر آپس مین نہین چوستے ہین تو کیون جوڑے کیطرح آپس مین گھستے ہین مطلب یہ کہ اگر یہ دونوں زمین و آسمان جو دو دلبر کی طرح ہیں ایک دوسرے سے محتاج بہ کو جذب نہین کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ میان بیوی کی طرح تعلقات رکھتے ہین۔

بے زمین کے گل بر دید ارغوان پس چہ زاید ز آب و تاب آسمان

یعنی بے زمین کے کب پھول اور ارغوان جمتے ہین اور آسمان کے پانی اور گرمی سے پھر کیا پیدا ہوگا۔ مطلب یہ کہ اگر زمین نہ ہو تو آسمان کا پانی اور اوس کی گرمی سب بیکار ہو جاوے کوئی پھول پھل جم ہی نہیں سکتا اور بے آسمان کے زمین بیکار رہے جیسا کہ ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں۔

بہر آن میلست در مادہ ز نر تا بود تکمیل کار ہمدگر

یعنی اسی واسطے مادہ مین نر کی طرف سے رغبت ہے تاکہ ایک دوسرے کے کام کی تکمیل ہو جاوے۔

میل اندر مرد و زن حق زان نہاد تا بقا یابد جہان زین اتحاد

یعنی حق تعالےٰ نے مرد و زن مین رغبت اسلیئے رکھدی تاکہ جہان اس اتحاد سے بقا پاوے۔

میل ہر جزو ے بجزو ے ہم نہد ز اتحاد ہر دو تولیدے جہد

رغبت ہر ایک جزو کی دوسرے جزو سے بھی رکھی ہے کہ دونون کے اتحاد سے ایک ولادت نکلتی ہے۔

شب چنین تا روز اندر اعتناق مختلف در صورت اما اتفاق

یعنی رات کو اسی طرح دن تک لپٹنے مین مختلف صورت مین لیکن (اصل مین) متفق۔

روز و شب ظاہر دو ضد و دشمن اند لیک ہر دو یک حقیقت می تنند

یعنی رات دن ظاہر اً دو ضد اور دشمن ہین لیکن دونون ایک حقیقت پر تنتے ہین مطلب یہ کہ رات دن ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر مین جو دو چیزیں ضد اور دشمن ہین اون کے ملنے سے حقیقت واحدہ پیدا ہوتی ہے اور دونون کی حالت یہ ہوتی ہے کہ۔

ہر یکے خواہان دگر را ہمچو خویش از پئے تکمیل فعل و کار خویش

یعنی ہر ایک دوسرے کا اپنون کی طرح اپنے فعل اور کام کی تکمیل کے واسطے خواہان ہے۔

زانکہ بے شب دخل نبود طبع را پس چہ اندر خرج آرد روزہا

یعنی اسلیئے کہ بے رات کے طبیعت کو آمدنی نہین ہوتی پھر دن خرچ مین کیا لاوین گے مطلب یہ کہ رات کو چونکہ سکون ہوتا ہے اسلیئے طبیعت علوم وغیرہ کو جمع کر لیتی ہے جن کو دن مین خرچ کر دیتی ہے سو اگر رات نہ ہو تو آمدنی

بھی نہ ہو پھرون مین خرچ کیا کرے پس معلوم ہوا کہ دن رات کا طالب ہے اور اگر دن نہ ہو رات کا خزانہ یون ہی جمع رہے لہذا رات بھی دن کی طالب ہے۔ آگے اس کو بیان فرماتے ہین کہ انسان کے اندر جو عناصر کا مجموعہ ہے وہ بھی ہر ایک اپنی اپنی جنس کا طالب ہے اور اوسی کو جذب کرتا ہے۔

ہر عنصر کا اپنی جنس کو جو کہ آدمی کی ترکیب مین مقید ہے جذب کرنا

خاک گوید خاک تن را باز گرد ترک جان گو سوے ما آ ہمچو گرد

یعنی (کرۂ) خاک بدن کی خاک سے کہتا ہے کہ لوٹ آ جان کو ترک کر اور ہماری طرف گرد کی طرح چلی آ مطلب یہ کہ انسان مین جو ایک عنصر خاک ہے اوسکو کرۂ خاک جذب کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ ہمارے اندر چلا آوے اور کہتا ہے کہ۔

جنس مائی پیش ما اولے تری به کزان تن وارہی وین سو پری

یعنی تو ہماری جنس ہے ہمارے ہی سامنے زیادہ بہتر ہے۔ بہتر ہے کہ اوس تن کو چھوڑے اور اس طرف اُڑے مطلب یہ کہ وہ کرہ بزبان حال کہہ رہا ہے کہ اے خاک تو تو مجھ مین سے ہے اون غیر جنسون مین کہان جا لگی اون کو چھوڑ کر میرے پاس چلی آ تو وہ کہتی ہے کہ۔

گوید آرے لیک من پا بستہ ام گرچہ ہمچون تو ز ہجران خستہ ام

یعنی وہ کہتی ہے کہ ہان لیکن مین پابند ہون اگرچہ تیری طرح جدائی سے زخمی ہو رہی ہون۔ مطلب یہ کہ یہ بدن انسانکی خاک بھی کہتی ہے کہ اے کرہ مین بھی تیری جدائی مین چین سے نہین ہون مگر کیا کرون ایسی مقید ہون کہ آ نہین سکتی تو دیکھئے کہ یہان بھی دونون ہی طرف سے طلب اور جذب ہے۔

تریٔ تن را بجویند آبہا کاے تری باز آ ز غربت سوے ما

یعنی تن کی تری کو پانی ڈھونڈھ رہے ہین (اور کہہ رہے ہین) کہ اے تری مسافرت سے ہماری طرف چلی آ مطلب یہ کہ بدن انسان مین جو ایک عنصر پانی کا ہے اوس کو کرۂ آب جذب کر رہا ہے۔

گرمیٔ تن را ہمی خواند اثیر که ز ناری راہ اصل خویش گیر

یعنی بدن کی گرمی کو کرۂ نار بلا رہا ہے کہ تو تو نار مین سے ہے اپنے اصل کی راہ اختیار کر۔

ہست ہفتاد و دو علت در بدن از کششہاے عناصر بے رسن

یعنی بدن مین بہتر بیماریان عناصر کی کششونکی وجہ سے جو کہ بے رسی کے ہین (بہتر سے مراد عدد نہین بلکہ صرف کثرت مراد ہے) مطلب یہ ہے کہ بیماریان جو آتی ہین وہ اس لئے آتی ہین کہ ہر عنصر اپنے اصل کی طرف جانا چاہتا ہے تو

اوس کشش کی وجہ سے بدن مریض ہو جاتا ہے۔

علت آید تا بدن را بگسلد تا عناصر ہمدگر را وا ہلد

یعنی بیماری آتی ہے تاکہ بدن کو توڑ دے تاکہ عناصر ایک دوسرے کو چھوڑ دین (لیکن)

چار مرغ اند این عناصر بستہ پائے مرگ و رنجوری و علت پاکشائے

یعنی یہ عناصر چار جانور پاؤن بندھے ہوئے ہین موت اور تکلیف بیماری پاؤن کے کھولنے والی ہے۔

پائے شان از ہمدگر چون باز کرد مرغ ہر عنصر یقین پرواز کرد

یعنی پاؤن اونکا ایک دوسرے سے جب (موت نے) کہولدیا تو ہر عنصر کا جانور یقیناً اڑ گیا مطلب یہ ہے کہ انسان کے بدن مین جو چار عناصر ہین اونکی ایسی مثال ہے کہ جیسے مختلف مقامات کے چار جانور ہون کہ ایک دوسرے کا پاؤن آپس مین بندھا ہوا ہو کہ کوئی علیحدہ ہو کر نہ اوڑ سکے لیکن اگر کوئی اونکے پاؤن کی رسی کو کاٹ دے تو ہر جانور اپنی اپنی جگہ مین چلا جاویگا بس اسی طرح یہ عناصر بھی بدن انسانی کی رسی مین اس طرح بندھے ہوئے ہین کہ کوئی ایک دوسرے سے الگ ہو کر نہین جا سکتا لیکن اگر انسان کی موت آجاتی ہے تو یہ موت اونکی پاؤن کی کھولنے والی ہوتی ہے اور ہر ہر عنصر اپنی اپنی اصل مین جا ملتا ہے اور اون مین جو آپس مین ہر ایک کی اصل کشش کرتی ہے اور بدن جو مثل رسی کے ہے اوس کو توڑنا چاہتے ہین یہ بیماریان ہین اور اس رسی کا ٹوٹ جانا موت ہے

جذبہ این اصلہا و فرعہا ہر دمے رنجے نہد در جسم ما

یعنی ان اصلون اور فرعون کی کشش ہر دم ایک تکلیف ہمارے جسم مین رکھ دیتی ہے۔

تا کہ این ترکیبہا را بر درد مرغ ہر جزوے باصل خود پرد

تاکہ ان ترکیبون کو توڑ ڈالے اور ہر جزو کا جانور اپنی اصل کی طرف اوڑ جاوے (مگر)

حکمت حق مانع آید زین عجل جمع شان دارد بصحت تا اجل

یعنی حکمت حق کی اس جلدی کرنے سے مانع آتی ہے اور اون کو تندرستی کے ساتھ موت تک جمع رکھتی ہے۔

گوید اے اجزا اجل مشہود نیست پر زدن پیش از اجل تان سود نیست

یعنی (وہ حکمت حق) کہتی ہے کہ اے اجزا موت حاضر نہین ہے اور موت سے پہلے پر مارنا تمہارے مفید نہین مطلب یہ کہ جب اصول اپنے فروع کو اپنی طرف کھینچتے ہین تو وہ فروع چاہتے ہین کہ جسم انسانی کی رسی کو توڑ کر ایک دفعہ اپنی اصل مین جا ملین اور اسی ارادہ ہی کا نام مرض ہے مگر چونکہ حکمت حق اون کو اس بدن کی قید مین کچھ روز اور رکھنا چاہتی ہے لہذا وہ اس رسی کو صحت کے ذریعہ سے پھر قوت دیتی ہے اور ان اجزا سے کہتی ہے کہ موت سے پہلے کوئی مرتا نہین تمہارے پاؤن کی کھولنے والی موت ہے اور اوس کا وقت مقرر ہے پھر

وقت سے پہلے ہاتھ پیر پیٹنا کیا فائدہ آگے مولانا دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوتے ہیں

چونکہ ہر جز وے بجوید ارتفاق چون بود جان غریب اندر فراق

یعنی جبکہ ہر چیز رفاقت کو ڈھونڈھتی ہے تو غریب جان فراق میں کس طرح ہوگی۔ مطلب یہ کہ عناصر جو کہ ناسوتی ہیں مگر اون کو اپنے اصول سے کچھ بعد ہوگیا ہے اپنی اصل کی طرف جانے کیلئے کس قدر کوشش کرتے ہیں تو روح جو کہ ملکوتی ہے اس ناسوت میں آکر کس درجہ پریشان ہوگی اور وہ اپنی اصل کی طرف کتنا جانا چاہتی ہوگی آگے اسی کو بیان کرتے ہیں

روح کا بھی عالم ارواح کی طرف منجذب ہونا

گوید اے اجزائے پست فرشیم غربت من تلخ تر من عرشیم

یعنی (جان) کہتی ہے کہ اے میرے پست اور فرشی اجزا میری غربت زیادہ تلخ ہے (کیونکہ) میں عرشی ہوں۔ مطلب یہ کہ جب اجزائے بدن اپنی اپنی اصلونکی طرف جانا چاہتے ہیں تو روح کہتی ہے کہ اے تم تو ناسوتی ہو تم کو اپنے اصول سے اتنا بعد نہیں ہوا ہے جتنا کہ مجھے اپنی اصل سے ہے کیونکہ میں ملکوتی ہوں اور یہاں ناسوت میں آکر پھنس گئی ہوں اور ملکوت اور ناسوت میں جو بعد ہے وہ ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں

میل تن در سبزہ و آب رواں زاں بود کہ اصل او آمد ازاں

یعنی بدن کی رغبت سبزہ اور آب رواں میں اس لئے ہوتی ہے کہ اوس کی اصل اوسی سے آئی ہے (سبزہ و آب رواں سے مطلق ناسوت مراد ہے)

میل جان اندر حیات و درحی است زانکہ جان لامکان اصل ویست

یعنی روح کی رغبت حیات اور حی میں ہے اسلئے کہ روح لامکانی اوس کی اصل ہے مطلب یہ ہے کہ صوفیہ اس روح کو جو بدن انسانی میں مقید ہے روح زجاجی کہتے ہیں اور اوس کی اصل ایک روح اعظم بتلاتے ہیں جس کا کہ یہ روح انسانی عکس اور پرتو ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس روح زجاجی کو ملکوت کی طرف اس لئے رغبت ہے کہ اوس کی اصل وہیں ہے اور روح اعظم کا اطلاق بعض اوقات صوفیہ ذات حق پر بھی کردیتے ہیں

میل جان در حکمت است و در علوم میل تن در باغ در اغ ست و کروم

یعنی روح کی رغبت تو حکمت و علوم میں ہے اور بدن کی رغبت باغ میں اور کھیتی میں اور انگوروں میں ہے (حکمت و علوم سے مراد مطلق ملکوت ہے اور باغ و راغ سے مطلق ناسوت)۔

میل جان اندر ترقی و شرف میل تن در کسب اسباب علف

یعنی روح کی رغبت تو ترقی اور شرف مین ہوتی ہے اور بدن کی رغبت روزی کمانیکے اسباب مین ہوتی ہے۔

میل و عشق آن شرف ہم سوئے جان
زین یحب را و یحبون را بدان

یعنی رغبت اور عشق اوس شرف کا بھی جان کی طرف ہے اس سے یحب اور یحبون کو جان لو مطلب یہ کہ قرآن شریف مین حق تعالےٰ مومنون کے بارہ مین فرماتے ہین یحبہم و یحبونہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محبت اور کشش اور جذب اور رغبت سبب دونون طرف سے ہوتے ہین آگے فرماتے ہین۔

گر بگویم شرح این بیحد شود
مثنوی ہشتاد من کاغذ شود

یعنی اگر اس کی شرح کہون تو بیحد ہو جاویگا اور مثنوی اسّی من کاغذ ہو جاوے (اسّی من سے صرف زیادتی مراد ہے)

حاصل آنکہ ہر کہ او طالب بود
جان مطلوبش برو راغب بود

یعنی حاصل یہ ہے کہ جو کوئی طالب ہوتا ہے اوس کے مطلوب کی جان اوس پر راغب ہوتی ہے۔

آدمی حیوان نباتے و جماد
ہر مرادے عاشقے ہر بے مراد

یعنی آدمی حیوان گھاس پھونس اور پتھر ہر ایک مطلوب ہر طالب کا عاشق ہے۔ (ہان فرق یہ ہے)

بے مرادان بر مرادے می تنند
وان مرادان جذب ایشان می کنند

یعنی عشاق تو مطلوبیت پر تنتے ہین اور وہ معشوق اون کو جذب کرتے ہین۔ مطلب یہ کہ عشاق تو اس کی کوشش کرتے ہین کہ مطلوب ملجاوے اور معشوق صرف کشش کرتے ہین تو عشاق مین شان طلب زیادہ ہوتی ہے اور معشوقون مین بے نیازی زیادہ ہوتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے۔

لیک میل عاشقان لاغر کند
میل معشوقان خوش و با فر کند

یعنی لیکن عاشقونکی رغبت تو (اونکو) لاغر کر دیتی ہے اور معشوقون کا میلان (اونکو) خوش اور بادبدبہ کر دیتا ہے

عشق معشوقان دو رخ افروختہ
عشق عاشق جان اورا سوختہ

یعنی معشوقونکا عشق تو (اون کے) دونون رخسارون کو چمکائے ہوئے ہوتا ہے اور عاشق کا عشق اوس کی جان کو جلائے ہوئے ہوتا ہے۔ (آگے اس کی ایک مثال دیتے ہین)

کہربا عاشق بشکل بے نیاز
کاہ مے کوشد در آن راہ دراز

یعنی کہربا عاشق ہے (مگر) بی نیازی کی شکل مین اور تنکا اوس راہ دراز مین کوشش کر رہا ہے مطلب یہ ہے کہ اصل مین جذب اور کشش تو دیکھو کہربا ہی کی طرف سے ہے اور وہی چاہتا ہے کہ مین تنکے کو اپنے کنارہ مین لے لون۔ لیکن خود دوڑ کر تنکے کے پاس نہین پہونچتا بلکہ اپنی کشش سے تنکے ہی کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے تو جو شخص تنکے کو کہربا کی طرف جاتے ہوئے دیکھتا ہے اور حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ تنکا

یہی کوشش کرکے کہربا کے پاس پہونچا اسی طرح سمجھو کہ اگر کہین کسی کے دل مین حق تعالی کی محبت ذرہ بھر بھی پیدا ہوتی ہے تو یہ کشش اصل مین اوسی طرف سے ہے اس شخص کو اپنا کمال نہ سمجھنا چاہیے آگے اوس عاشق صدر جہان کے قصہ کے طرف منتقل ہوتے ہین۔

این رہا کن عشق آن تشنہ دہان تافت اندر سینۂ صدر جہان

یعنی اس کو چھوڑو کہ اوس پیاسے کا عشق صدر جہان کے سینہ مین چمک اوٹھا ہے مطلب یہ کہ اس بیان کو چھوڑو کیونکہ صدر جہان کے سینہ مین بھی اپنے عاشق کی طلب پیدا ہو گئی ہے تو اب اوسی کا قصہ بیان کرنا چاہتے ہین

دود آن عشق وغم آتشکدہ رفتہ در مخدوم او مشفق شدہ

یعنی اوس عشق کا دہوان اور آتشکدہ کا غم اوس کے مخدوم مین گیا تو وہ مشفق ہو گیا مطلب یہ کہ اوس عاشق کے دل مین جو عشق کی آگ لگی ہوئی تہی جس سے کہ وہ آگ کا گھر ہو رہا تھا اوس کا اثر صدر جہان کے دل مین بھی گیا جس سے کہ اوس کو دوبارہ توجہ ہوئی۔

لیک از ناموس و پوشش وآبرو شرم می آید کہ واجوید ازو

یعنی شرم اور عزت اور آبرو کی وجہ سے اوس کو شرم آتی تہی کہ اوس (عاشق) کو تلاش کرے۔

رحمتش مشتاق آن مسکین شدہ سلطنت زین لطف مانع آمدہ

رحمت اوس کی تو اوس مسکین کی مشتاق ہو رہی تہی اور سلطنت اس لطف سے مانع آ رہی تہی مطلب یہ کہ صدر جہان اگر اپنے قلب کی حالت کی طرف نظر کرتا تھا جو کہ اب اوس عاشق کی محبت سے پُر تھا تو اوس کا مشتاق ہو جاتا تھا اور چاہتا تھا کہ اوس کو کہین نہ کہین سے ڈہونڈھ کر اپنے سامنے لا کھڑا کرے لیکن سلطنت کا دبدبہ اور رعب اوس کو مانع آتا تھا کہ لوگ کیا کہین گے کہ ایک غلام کی تلاش مین مارا مارا پھرتا ہے۔

عقل حیران کین عجب اورا کشید یا کشش زانسو بدین جانب رسید

یعنی عقل حیران تہی کہ یہ عجب ہے کہ یہ اوس کو کھینچ رہا ہے یا کشش اوس جانب سے اس طرف پہونچ رہی ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ کشش دونون طرف سے ہو رہی تہی اور دونون ایک دوسرے کو اپنی اپنی طرف کھینچ رہے تھے اور کشش دونون طرف سے کامل تہی تو اس کا پتہ نہ چلتا تھا کہ اصل کشش کس طرف سے ہے آگے مولانا عقل کو خطاب کرکے فرماتے ہین۔

ترک جلدی کن کزین ناواقفی لب ببند اللہ اعلم بالخفی

یعنی جلدی کو چھوڑ کیونکہ تو اس سے ناواقف ہے لب بند کر لے اللہ پوشیدہ بات کو زیادہ جاننے والا ہے مطلب یہ کہ عقل کو فرماتے ہین کہ تو اوس کے معلوم کرنے مین کہ کشش کس طرف سے ہے جلدی مت کر کیونکہ تو اس سے ناواقف

ہے تجھے اس کا پتہ چلنا مشکل ہے آگے مولانا فرماتے ہیں۔

لب ببندم ہر دمے زین سان سخن
توبہ آرم ہر زمان صد بار من

یعنی ہر دم ایسی باتوں سے لب کو بند کر لیتا ہوں اور ہر گھڑی سو دفعہ توبہ کرتا ہوں (اس بات کی کہ)

کاین سخن را بعد ازین مدفون کنم
آن کشندہ می کشد من چون کنم

یعنی کہ اس بات کو اس کے بعد دفن کر دونگا مگر، وہ کھینچنے والا کھینچتا ہے میں کیا کروں مطلب یہ کہ میں نے تو بار ہا قصد کیا کہ اس قسم کی باتیں جیسا کہ اوپر ذکر آیا ہے بیان نہ کیا کروں مگر قضا و قدر کی وجہ سے تقاضا ایسا ہوتا ہے کہ مجھے مجبور ہو کر بیان کرنا پڑتا ہے آگے فرماتے ہیں۔

کیست آن کت می کشد اے معتنی
آنکہ می نگذاردت کہ دم زنی

یعنی (کوئی پوچھتا ہے) کہ اے ذخیرہ کرنے والے وہ کون ہے کہ تجھے کھینچ رہا ہے (مولانا جواب دیتے ہیں) وہ شخص ہے جو کہ تجھے نہیں چھوڑتا کہ دم مارے مطلب یہ کہ کوئی پوچھتا ہے کہ وہ کون ہے کہ تمہیں بیان کرنے پر مجبور کرتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ وہ وہ ذات ہے کہ جو تمہیں بولنے نہیں دیتا اور اوس کی یہ شان ہے کہ

صد عزیمت می کنی بہر سفر
می کشاندمر ترا جائے دگر

یعنی تم سفر کیلئے سیکڑوں ارادے کرتے ہو (مگر) وہ تم کو دوسری جگہ کھینچ لیجاتا ہے آگے اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں۔

زان بگرداند بہر سو آن لگام
تا خبر یابد ز فارس اسپ خام

یعنی وہ ہر طرف کو لگام اس لئے پھراتا ہے تاکہ نوآموز گھوڑا سوار کی خبر پائے مطلب یہ کہ جب نوآموز گھوڑے پر کوئی شہسوار سواری کرتا ہے تو اوس کے لگام کو کبھی اس طرف کرتا ہے اور کبھی اوس طرف کرتا ہے تاکہ وہ شرارت نہ کرے اور جان لے کہ کوئی شہسوار اوپر بیٹھا ہوا ہے بس اسی واسطے حق تعالیٰ ہمارے ارادوں کو بدل اور توڑ دیتے ہیں تاکہ ہم سمجھ لیں کہ ہمارے اوپر کوئی زبردست اور قوی ہاتھ ہے کہ جو ہم سے بہت زیادہ با اختیار ہے

اسپ زیرک سار زان نیکو پیست
کو ہمی داند کہ فارس بر ویست

ہوشیار گھوڑا اس لئے نیک قدر ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اوس پر سوار ہے مطلب یہ کہ جن لوگوں کو معلوم ہے کہ انکے اوپر زبردست ہاتھ بھی ہے تو اگر انکے ارادے وغیرہ ٹوٹ بھی جاتے ہیں تب بھی اون کو رنج نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ارادوں کا توڑ دینا اوس با اختیار اور باحکمت ہاتھ کا کام ہے کہ جو علام الغیوب ہے۔

او دلت را برد و صد سودا ببست
بے مرادت کرد پس دل را شکست

یعنی اوس نے تمہارے دل کو سیکڑوں خیالوں پر باندھ دیا اور پھر تم کو بے مراد کر کے دل توڑ دیا۔

چون شکست او بال آن رائے نخست — چون نشد ہستی بال اشکن درست

یعنی جب اوس نے اوس پہلی رائے کے بازو کو توڑ دیا تو اوس بازو توڑنے والے کی ہستی کیون ثابت نہ ہوگی مطلب یہ کہ جب اوس نے تمہاری رائے کو بدل دیا اور تمہارے ارادہ کو توڑ دیا تو اسی سے اوس کی ہستی کا ثبوت ہوگیا۔

چون قضایش حبل تدبیرت شکست — چون نشد بر تو قضائے او درست

یعنی جب اوس کی قضا نے تمہاری تدبیر کی رسی کو توڑ دیا تو اوس کی قضا تم پر کیوں کر ثابت نہ ہوئی مطلب یہ کہ جب اوس نے اپنی قضا سے تمہاری تدبیر توڑ دی تو اسی سے معلوم ہوگیا کہ اوس کی قضا تم پر جاری ہے آگے اسی مضمون کو فرماتے ہین۔

قصدون اور ارادونکا توڑنا آدمی کو اسبات کی خبر کرنیکے واسطے ہے کہ مالک اور قاہر خدائے تعالیٰ ہی ہے اور کبھی کبھی انسان کے ارادہ کو فسخ نہ کرنا اس لئے ہے تاکہ اوسکی طبیعت ارادہ کرنیکی خوگر رہے اور پھر اُس کو تنبیہ ہوتی رہے

عزمہا و قصدہا در ماجرا — گاہ گاہے راست می آید تُرا

ارادے اور قصد عالم مین کبھی کبھی تمہارے لئے ٹھیک ہو جاتے ہین مطلب یہ کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تم جو قصد کرتے ہو وہی ہو جاتا ہے۔

تا بہ طمع آن دلت نیت کند — بار دیگر نیتت را بشکند

یعنی تاکہ اوس کے لالچ مین تمہارا دل ارادہ کرے تو دوسری مرتبہ حق تعالےٰ تمہارے ارادہ کو توڑ دے۔

ور بکلی بے مرادت داشتے — دل شدے نومید امل کے کاشتے

یعنی اور اگر بالکل تم کو بے مراد رکھتے تو دل ناامید ہو جاتا وہ امید کب بوتا۔

ور نہ کاریدے امل از عوریش — کے شدے پیدا بر او مقہوریش

یعنی اور اگر اپنی کم نگاہی کیوجہ سے (جو امید کیا کرتا تھا اوس) امید (کو) نہ کرتا تو اوسپر اپنی مقہوری کب ظاہر ہوتی مطلب یہ کہ جب انسان کوئی ارادہ کرتا ہے تو حق تعالےٰ اوس کو پورا فرما دیتے ہین جس سے دل اوس کا بڑھتا ہے اور وہ دوبارہ

پھر قصد کرتا ہے اور دوسری مرتبہ مین اوس کے قصد کو توڑ دیتے ہین تاکہ اوس کو حق تعالیٰ کی عظمت اور قوت کا مشاہدہ ہو جاوے اور یہ بھی ممکن تھا کہ کوئی قصد بھی پورا نہ ہوا کرتا جس سے کہ حق تعالیٰ کی قوت کا پوری طرح مشاہدہ ہو جاتا مگر اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ مایوس ہو کر قصد کرنا ہی چھوڑ دیتا تو اس عظمت اور جبروت کا اظہار نہ رہتا آگے فرماتے ہین۔

عاقلان از بے مرادیہائے خویش　　باخبر گشتند از مولائے خویش

یعنی عاقل لوگ اپنی بے مرادیونکی وجہ سے اپنے مولا سے باخبر ہو گئے مطلب یہ کہ جو لوگ عاقل تھے جب اونھون نے اپنی بے مرادیان دیکھین تو اس سے حق تعالیٰ کی عظمت کی معرفت اون کو حاصل ہوئی جیسا کہ حدیث مین ہے عرفت ربی بفسخ العزائم۔

بے مرادی شد قلاؤز بہشت　　حفت الجنۃ شنو ای خوش سرشت

یعنی ناکامی بہشت کی رہبر ہو گئی اے نیک ذات حفت الجنۃ کو سُن مطلب یہ ہے کہ دیکھو حدیث مین ہے کہ حفت الجنۃ بالمکارہ (گھیر دی گئی ہے جنت تکلیفون سے) تو قصد کرنے کے بعد ناکامی ہونے سے زیادہ اور کیا مکروہات ہونگی جو اوسپر راضی رہا وہ انشاء اللہ ضرور جنت مین جاویگا اس سے ناکامی کا رہبر جنت ہونا صاف ظاہر ہے۔

چون مرادات ہمہ اشکستہ پاست　　پس کسے باشد کہ کام او رواست

یعنی جبکہ سب کی مرادین شکستہ پا ہین پس کوئی تو ہوگا کہ جس کا کام جاری ہے مطلب یہ کہ جب سب لوگونکی امیدین اور ارادے تو ایسے ہین کہ اکثر ٹوٹ جاتے ہین تو کوئی ذات یقیناً ایسی بھی ہے کہ جو ان ارادون کو توڑنے والی ہے اور اوسکے کل ارادے پورے ہوتے ہین۔

پس شدند اشکستہ پاش این صادقان　　لیک کو خود آن شکست عاشقان

یعنی اسلیئے یہ صادق لوگ حق تعالیٰ کے شکستہ پا ہین لیکن وہ عاشقونکی شکست کہان ہے (اسلیئے کہ)

عاقلان اشکستہ اش از اضطرار　　عاشقان اشکستہ با صد اختیار

یعنی عاقل لوگ تو اوس کے شکستہ مجبوری سے ہین اور عاشق لوگ سو اختیار کے ساتھ شکستہ ہین مطلب یہ ہے کہ عقلاء تو اپنے ارادون مین بوجہ مجبوری کے ناکام اور شکستہ پا ہوتے ہین اور قصد کرتے ہین اور توڑ دیا جاتا ہے اور جو عشاق ہین اونھون نے جب دیکھا کہ ہمارے ارادے بالکل دوسرے کے ہاتھ مین ہین تو وہ اپنے اختیار سے بھی اوسی کے سپرد ہو گئے اور اپنے ارادون کو اوسی کے سپرد کر دیا تو عقلاء اور عشاق دونون شکستہ پا اور نامراد اور ناکام ہوئے مگر دونون مین جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔

عاقلانش بندگان بندی اند　　عاشقانش شکری و قندی اند

یعنی عاقل لوگ اوس کے قید کردہ غلام ہین اور عاشق اون کے (غلام) شکری اور قندی ہین۔

ائتیا کرہاً بہار عاقلان　　ائتیا طوعاً بہار بیدلان

ائتیا کرہا (یعنی آؤ تم مجبوراً) بہار عاقلونکی ہے اور ائتیا طوعاً (یعنی آؤ خوشی سے) بہار عاشقونکی مطلب یہ ہے کہ جو عقلا ہین اور کارخانہ حق مین اپنی عقل کو دخل دیتے ہین اونکی بھی عقل کچھ نہین چلتی اور وہی ہوتا ہے جو حق تعالے چاہتے ہین مگر وہ اوس کو مجبوراً مانتے ہین اور جو عشاق ہین وہ جب اپنے ارادہ کے خلاف ارادہ حق دیکھتے ہین تو وہ راضی برضا ہوجاتے ہین اور جیسا کہ پہلے اپنے ارادہ پر خوش تھے اسی طرح اب ارادہ حق پر راضی اور خوش ہوتے ہین آگے ایک قصہ بیان کرتے ہین کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کفار کو قید مین دیکھا جن کو مسلمان کشان کشان لارہے تھے اون مین بعض وہ تھے کہ جو مسلمان ہونے والے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اون لوگون پر تعجب ہے کہ جو جنت کی طرف زنجیرون اور طوقون مین باندھ کر لائے جاتے ہین تو دیکھئے کہ وہ جنت کی طرف آنے پر راضی نہ تھے۔

شرح حبیبی

دید پیغمبر یکے جوق اسیر　　کہ ہمی بردند و ایشان در نفیر
دیدشان در بند آن آگاہ شیر　　می نظر کردند در وے زیر زیر
تا ہمی خائید ہریک از غضب　　بر رسول صدق دندانہا و لب
زہرہ نے با آن غضب کہ دم زنند　　زانکہ در زنجیر قہر دہ من اند
می کشاندشان موکل سوئے شہر　　می برد از کافرستان شان بقہر
نے فدائے می ستاند نے زرے　　نے شفاعت میرسد از سرورے
رحمت عالم ہمی گویند و او　　عالمے را می برد حلق و گلو
باہزار انکار می رفتند راہ　　زیرلب طعنہ زنان بر کار شاہ
چارہا کردیم و این جا چارہ نیست　　خود دل این مرد کم از خارہ نیست
ماہزاران مرد کارالپ ارسلان　　بادوسہ عریان وسست و نیم جان
این چنین درماندہ ایم از کجروی است　　یا ز اختر ہاست یا خود جادویست
بخت ما را بردرید آن بخت او　　تخت ما شد سرنگون از تخت او
کار او از جادوئے گر گشت زفت　　جادوئے کردیم ما ہم چون نرفت

از بتان و از خدا در خواستیم
که بکن ما را اگر ناراستیم

دانکه حق و راست است از ما واد
نصرتش ده نصرت او را بجو

این دعا بسیار کردیم و صلات
پیش لات و پیش عزّی و منات

که اگر حق است او پیداش کن
گر نباشد حق زبون ماش کن

چونکه وا دیدیم او منصور بود
ما همه ظلمت بدیم او نور بود

این جواب ماست کانچه خواستید
گشت پیدا که شما ناراستید

باز این اندیشه را از فکر خویش
کور می کردند و دفع از ذکر خویش

این تفکر ما هم از ادبار رست
که صواب او شود در دل درست

خود چه شد گر غالب آمد چند بار
هر کسی را غالب آرد روزگار

ما هم از ایام بخت آور شدیم
بارها بر وی مظفر آمدیم

باز می گفتند اگر چه او شکست
چون شکست ما نبود آن زشت و پست

زانکه بخت نیک او را در شکست
داد صد شادی پنهان زیر دست

کو باشکسته نمی مانست هیچ
که نه غم بودش در آن نی پیچ پیچ

چون نشان مومنان مغلوبی است
لیک در اشکست مومن خوبی است

گر تو مشک و عنبری را بشکنی
عالمی از فیح و ریحان پر کنی

ور شکستی ناگهان سرگین خر
خانها پر گند گرد و سر بسر

که کند خود مشک با سرگین قیاس
آب را با بول و اطلس با پلاس

وقت برگشت حدیبیه رسولؐ
در تفکر بود و غمگین و ملول

ناگهان اندر حق ختم رُسُل
دولت انا فتحنا زد دُهل

آمدش پیغام از دولت که رو
تو ز منع این ظفر غمگین مشو

کاندرین خواری بنقدت فتحهاست
نک فلان قلعه فلان بقعه تراست

بنگر آخر چونکه وا گردید تفت
بر قریضه بر نضیر از وی چه رفت

قلعهاء هم گرد آن دو بقعها
شد مسلّم وز غنائم نفعها

ور نباشد آن تو بنگر کاین فریق
بر غم و رنجند مفتون و عشیق

زهر خواری را چو شکر میخورند
خار غم ها را چو اشتر میچرند

بهر عین غم نه از بهر فرج ‌‌ ‌‌ این تسافل پیش ایشان چون درج
آنچنان شادند اندر قعر چاه ‌‌ ‌‌ که همی ترسند از تخت و کلاه
در فقیری هر یکی صد شهریار ‌‌ ‌‌ در خزان فاقه صد همچون بهار
هر کجا دلبر بود خود هم‌نشین ‌‌ ‌‌ فوق گردونست نی زیر زمین
گفت پیغمبر که معراج مرا ‌‌ ‌‌ نیست بر معراج یونس اجتبا
آن من بر چرخ و آن او نشیب ‌‌ ‌‌ زانکه قرب حق برونست از حسیب
قرب نی بالا نه پستی رفتن است ‌‌ ‌‌ قرب حق از حبس هستی رستن است
نیست را چه جائے بالا ایست و زیر ‌‌ ‌‌ نیست را نی زود و نی دورست و دیر
کارگاه گنج حق در نیستی است ‌‌ ‌‌ غرهٔ هستی چه دانی نیست چیست
حاصل این اشکست ایشان ای کیا ‌‌ ‌‌ می نماند هیچ با اشکست ما
آنچنان شادند در ذل و تلف ‌‌ ‌‌ همچو ما در وقت اقبال و شرف
برگ بے برگی همه اقطاع اوست ‌‌ ‌‌ فقر و خواری افتخارست و علوست
آن یکی گفت ار چنانست آن فرید ‌‌ ‌‌ چون بخندید او چو ما را بسته دید
چونکه او مبدل شد است و شادیش ‌‌ ‌‌ نیست زین زندان و زین آزادیش
پس بقهر دشمنان چون شاد شد ‌‌ ‌‌ چون ازین فتح و ظفر پر باد شد
شاد شد جانش که بر شیران نر ‌‌ ‌‌ یافت آسان نصرت و دست و ظفر
پس بدانستیم کو آزاد نیست ‌‌ ‌‌ جز بدنیا دل خوش و دلشاد نیست
ورنه چون خندد که اهل آنجهان ‌‌ ‌‌ بر بد و نیک اند مشفق مهربان
این همی گفتند در زیر زبان ‌‌ ‌‌ آن اسیران با هم اندر بحث آن
تا موکل نشنود در ما جهد ‌‌ ‌‌ این سخن در گوش آن سلطان رسد
گرچه نشنید آن موکل این سخن ‌‌ ‌‌ رفت در گوشے که بد آن من لدن
بوے پیراهان یوسف را ندید ‌‌ ‌‌ آنکه حافظ بود یعقوبش شنید
آن شیاطین بر عنان آسمان ‌‌ ‌‌ نشنوند آن سر لوح غیب دان
آن محمد خفته و تکیه زده ‌‌ ‌‌ آمده سر گرد او گردان شده
آن خورد حلوا که روزیش است باز ‌‌ ‌‌ آن نه کانگشتان او باشد دراز

نجم ثاقب گشتہ حارث دیو ران | کہ بہل دز دی ز احمد سرستان
اے دویدہ سوئے دکان از پگاہ | ہین بمسجد رو بجو رزق آلہ

یہاں سے ایک قصہ شروع کرتے ہیں جس کو مناسبت ہے اتیاطوعاً او کرہاً کے جزو ثانی سے تفصیل اوس کی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو مقید دیکھا کہ وہ روتے پیٹتے لیجائے جارہے ہین اور آپ نے اون قیدیوں کو دیکھا تو وہ آپ کو ترچھی نظروں سے دیکھتے جاتے تھے اور نتیجہ اوس کا یہ ہوتا تھا کہ ہر ایک مارے غصہ کے آپ پر دانت پیستا اور ہونٹ کاٹتا تھا مگر کسی کی یہ تاب نہیں تھی کہ باوجود اس قدر غصہ کے دم مار سکے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ زنجیر گران مین مقید ہیں سپاہی اون کو کافرستان سے شہر اسلام کیطرف جبراً لئے جارہا ہے جو کہ نہ فدیہ لے سکتا ہے نہ رشوت اور نہ کسی سردار کی سفارش ہی ممکن ہے اس حالت میں وہ کہتے تھے کہ لوگ ان کو رحمۃ للعٰلمین کہتے ہین حالانکہ یہ لوگونکے گلے کاٹتے ہین غرضکہ نہایت ناگواری کے ساتھ وہ راستہ قطع کر رہے تھے اور چپکے چپکے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل پر طعنہ زنی کرتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے تدبیر کی مگر کچھ نہ بن پڑا علاوہ اسکے ایک نقص یہ بھی ہے کہ اس شخص کا دل بھی سنگ خارا سے کم سخت نہیں ہے ہم ہزار دل جنگجو اور بہادر شیر تھے لیکن ان چند ننگے اور کمزور اور ادھ موئے لوگوں کے مقابلہ مین یون عاجز ہو گئے اس کا سبب یا تو ہماری گمراہی ہے یا بد نصیبی یا ہم پر جادو کیا گیا ہے انکے طالع نے ہمارے طالع کو شکست دی اور ان کے تخت نے ہمارے تخت کو اولٹ دیا پھر کہتے تھے کہ اگر انکو جادو سے فتح ہوئی تھی تو ہم نے بھی تو جادو کیا تھا ہمارا جادو کیوں نہ چلا پھر کہتے تھے کہ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم نے خدا سے اور بتوں سے دعا کی تھی کہ اگر ہم باطل پر ہون تو ہمارے بیخ کنی کر دی جاوے اور ہم مین اور اس مدعی نبوت میں جو حق پر ہو اوس کو فتح دیجاوے اور مدد کیجاوے یہ دعا ہم نے بہت کی تھی اور لات وعزیٰ ومنات کے سامنے بہت سے چڑھاوے بھی چڑھائے کہ اگر وہ حق پر ہے تو اوس کو فتح دیجاوے اور اگر باطل پر ہو تو اوس کو ہم سے مغلوب کیا جاوے اب جبکہ ہم نے دیکھا تو اون کو فتح ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم باطل پر ہین اور وہ حق پر ہم سراسر ظلمت ضلالت ہین وہ سراپا نور ہدایت اور یہ جواب ہے اوس دعا کا جو ہم نے کی تھی اور اس سے ظاہر ہوگیا کہ ہم باطل پر ہین اوس کے بعد پھر اس خیال کو دل سے مٹاتے اور اوس کو اپنے حافظہ سے بھلاتے تھے اور کہتے تھے کہ نہین جی یہ بات نہین بلکہ یہ ہماری بد نصیبی ہے کہ ہم کو شکست ہوئی اور یہ خیال قائم ہوگیا کہ وہ حق پر ہے اگر وہ غالب آگیا تو کیا ہوا دو ایک مرتبہ تو زمانہ ہر کسی کو غالب کر دیتا ہے آخر ہم کو بھی تو زمانہ سے یہ خوش نصیبی حاصل ہوئی ہے کہ ہم بہت سی مرتبہ اس پر غالب آئے ہین پھر کہتے تھے کہ نہین جی یہ تو کچھ اور ہی بات ہے کیونکہ

اگرچہ اون کو بھی شکست ہوئی ہے مگر اون کی شکست ہماری شکست کیطرح بری اور پست نہین کیونکہ اون کی خوش قسمتی سے اون کو اس شکست مین بھی پوشیدہ خوشی حاصل ہوتی ہے اور اون کا عمدہ نصیب اون کو مٹھی مین چھپا کر سیکڑون خوشیان عطا کرتا ہے اور یہ یون معلوم ہوتا ہے کہ اونکی صورت سے شکست کھانا ظاہر نہین ہوتا اور شکست کھانے والوں کیصورت سے اُن کی صورت نہیں ملتی کیونکہ نہ اون کو غم ہوتا ہے نہ پیچ وتاب اب مولانا فرماتے ہین کہ چونکہ مومنین کی علامت ایک قسم کی مغلوبی ہے کہ وہ جھگڑالوؤں کے منہ نہیں لگتے اس لئے کبھی کبھی اون کو شکست ہوجاتی ہے لیکن ان کی اس شکست میں بھی ایک خوبی ہوتی ہے۔ اور اوس مین بھی منافع مضمر ہوتے ہیں برخلاف کفار کی شکست کے کہ اس میں سراسر بُرائی ہوتی ہے اس کو ایک مثال حسی سے یوں سمجھو کہ اگر تم مُشک کو توڑو تو اوس کے ٹوٹنے میں خوبی ہے کہ عالم مہک اور خوشبو سے معطر ہوجاویگا اور اگر گدھے کی لید کو توڑو تو اس مین خرابی ہے کہ تمام گھر دن مین اوس کی بدبو پھیل جائیگی پس مومن کی شکست مشک کی شکست کے مشابہ ہے اور کفار کی شکست گدھے کی لید کی مثل پھر مسلمانون کی شکست کو کفار کی شکست پر کون قیاس کرسکتا ہے کیونکہ ایسا قیاس کرنا شکست مشک کا شکست سرگین پر اور پانی کا پیشاب پر اور اطلس کا ٹاٹ پر قیاس کرنا ہے جو کہ کوئی عاقل نہیں کرسکتا۔ اب ہم ایک واقعہ سناتے ہین جس سے معلوم ہوگا کہ شکست مین مومنون کی مصلحت ہوتی ہے صلح حدیبیہ چونکہ بظاہر دب کر ہوئی تھی اس لئے جناب رسولؐ اللہ کو گونہ فکر و رنج و ملال تھا آپ راہ ہی مین تھے کہ آپ کے حق مین دولت اِنَّا فتحنا لک فتحاً مبینا الخ کا نقارہ بجا اور آپ کو حق سبحانہ کا پیغام پہونچا کہ آپ اس فتح کے روک لینے سے غمگین نہ ہوں (اس ظاہری ذلت میں بھی آپ کیلئے فتوح موجود ہیں لیجئے فلاں زمین آپکی ہے فلاں قلعہ آپ کا ہے اب دیکھ لیجئے کہ جب آپ لوٹے ہیں تو بنی قریظہ اور بنی نضیر پر کیا گذری اور اونھون نے کیسی شکست کھائی اور کیونکر ان کا ملک آپ کے قبضہ مین آیا (یہ تو مولانا کا بیان ہے مگر بنی نضیر اور قریظہ کا واقعہ سیر کے بیان پر صلح حدیبیہ سے مقدم ہوا ہے لہذا اس کو فتح خیبر و فتح مکہ وغیرہ پر محمول کیا جاویگا) ان دونوں ریاستوں کی گرد جو قلعے تھے وہ بھی آپ کو مل گئے اور مال غنیمت سے آپ کو بہت سے منافع حاصل ہوئے۔ اب ہم علی سبیل التنزل کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی نہ ہوتب بھی اس جماعت کا کوئی ضرر نہین بلکہ پھر بھی انکا نفع ہے کیونکہ اس وقت ان کو غم ہوگا اور غم پر یہ لوگ عاشق ہین یہ لوگ زہر ذلت کو شکر کی طرح مزہ لے لیکر کھاتے ہین اور خار غم کو اونٹ کی طرح بے تکلف چباتے ہین اور انکو کوئی صدمہ نہین پہونچتا اور یہ حالت اونکی نفس غم کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ اس لئے کہ وہ کسی خوشی کا ذریعہ ہے تاکہ اوس خوشی کے نہ ہونے سے غم بدمزہ ہوجاوے اور یہ پستی ہی اون کے لئے عروج ہوتی ہے۔ یہ لوگ کنوین کی تہ مین اس قدر خوش ہوتے ہین کہ تخت وتاج سے ڈرتے ہین ان مین کا ہر شخص فقیری مین بھی ایک

عظیم الشان بادشاہ ہوتا ہے اور خزان فاقہ ہی مین سیکڑون بہار کی مانند خندان ہوتا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ ان کا محبوب انکے ساتھ ہوتا ہے اور اس حالت میں ان کو اس سے زیادہ قرب ہوتا ہے اور جہان کہین کہ کسی کا محبوب اوس کے ساتھ ہم نشین ہوتا ہے وہ اس جگہ اوس کیلئے آسمان سے بھی اوپر ہوتی ہے نہ کہ زمین کے نیچے خواہ زمین کی تہ ہی کیون نہ ہو اس پر ایک حدیث یاد آگئی سنو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تفضلونی علی یونس بن متی یعنی میں معراج مین آسمان پر گیا تھا اور یونس قعر دریا مین شکم ماہی مین گئے تھے تو میری اس حالت کو ان کی اس حالت پر ترجیح نہ دو کیونکہ وہ اس سے زیادہ پسندیدہ نہین ہے کیونکہ قرب حق مدار فضیلت ہے اور وہ موقوف نہین ہے بلندی و پستی پر بلکہ وہ اس حساب سے باہر ہے وہ اوپر یا نیچے جانے سے حاصل نہین ہوتا بلکہ وہ قید ہستی سے چھوٹنے سے حاصل ہوتا ہے تو اس کا تفاوت تو بیشک مدار تفضیل ہوسکتا ہے مگر بلندی و پستی مدار نہین بن سکتی، کیونکہ فانی کیلئے تعلی و تسفل حسی دونون برابر ہین نہ اوس کے لحاظ سے جلدی کوئی شے ہے نہ دیر۔ نہ قرب حسی کوئی چیز ہے نہ بعد حسی۔ اب مولانا فرماتے ہین کہ خزانہ حق سبحانہ جہان بنتا ہے وہ فنا ہی ہے لہذا وہ فنا ہی سے حاصل ہوتا ہے تم چونکہ ہستی کے دہوکہ مین مبتلا ہو اس لئے تم نہیں سمجھ سکتے فنا کیا چیز ہے خیر تو اون قیدیون نے یہ کہا کہ ان لوگون کے شکست ہم لوگون کی شکست سے نہین ملتی کیونکہ یہ لوگ ذلت اور بربادی مین یون خوش ہوتے ہین جیسے ہم لوگ بعروج و اقبال کے زمانہ مین سامان بے سامانی انکی جاگیر ہے فقر و ذلت ان کے لئے موجب فخر اور مثل علو ہے دوسرے نے یہ گفتگو سن کر کہا کہ یہ تمہارا بیان غلط ہے اگر وہ ایسا ہوتا تو ہم کو مقید دیکھکر ہنستا کیونکہ یہ حالت تو اون لوگون کی ہوتی ہے جو دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لیتے ہین اور انکی کایا پلٹ ہوجاتی ہے اور دنیا کے قید خانے اور اوس کی آزادی سے اون کو مطلق خوشی نہین ہوتی پس اگر وہ ایسا ہوتا تو اس سے اس کو کیون خوشی ہوئی کہ اس نے اپنے دشمنوں کو مغلوب کرلیا اور اس فتح و ظفر سے وہ پھول کر کُپّا کیون ہوگیا۔ اور اس سے اوس کو کیون خوشی ہوئی کہ اوس نے ایسے بہادرون پر آسانی سے فتح پائی اس سے معلوم ہوا کہ وہ علائق دنیا سے آزاد نہین ہے اور دنیا ہی سے خوش ہوتا ہے ورنہ ہنستا کیون کیونکہ عالم علوی سے تعلق رکھنے والے اچھے بُرے سب لوگون پر شفق و مہربان ہوتے ہین اون کو کسی کی تکلیف سے خوشی نہیں ہوتی وہ قیدی آپس مین یہ بحث اور گفتگو چپکے چپکے کر رہے تھے تاکہ سپاہی نہ سُن لے اور ہم پر حملہ کرے اور جاکر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہدے خیر یہ مقصد تو اونکا حاصل ہوگیا کہ سپاہی نے یہ گفتگو نہ سُنی لیکن دوسرا مقصد کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ معلوم ہو یہ نہ حاصل ہوا اور اگرچہ اس سپاہی نے جو ان پر تعینات کیا گیا تھا یہ گفتگو نہ سُنی مگر جناب رسول اللہ کے گوش قلب مین جو کہ اون کو حق سبحانہ

کی طرف سے عطا ہوا تھا باعلام الٰہی یہ بات پہونچ گئی اور یہ امر کچھ بعید نہین دیکھو پیراہن یوسفی کا حامل اوس کی بو شبو نہ معلوم کر سکا مگر یعقوب علیہ السلام نے دور سے سونگھ لی شیاطین آسمان تک پہونچکر لوح محفوظ کی غیب کی باتین نہین سُن سکتے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے سوئے ہوتے ہیں اور اسرار غیبیہ آکر اونکے گرد گھومتے ہین - بات یہ ہے کہ حلوا اسی کو ملتا ہے جس کی روزی کشادہ ہوتی ہے - اوسے نہین ملتا جسکی اونگلیاں لمبی ہوں - لہذا شہاب ثاقب شیاطین کیلئے پہرہ دار ہوا کہ خبردار چوری مت کرو اگر اسرار کا شوق ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو اور اون سے حاصل کرو - اب مولانا نصیحت فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ ارے تم جو طلب رزق کے لئے صبح سے محض دوکان پر جاتے ہو یہ ایسی ہی بے قاعدہ کوشش ہے جیسے کہ تحصیل اسرار کیلئے شیاطین کی اسے چھوڑ دو اور صحیح طریقہ اختیار کرو - یعنی مسجد مین جاکر خدا سے روزی مانگو اور جو طریقہ وہ بتائے اُس طریقہ سے حاصل کرو -

شرح شبیری

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدیون کو دیکھکر مُسکرانا اور یہ فرمانا کہ مجھے اوس قوم پر تعجب ہے کہ جو جنت کی طرف زنجیرون کے ذریعہ سے کھینچے جاتے ہاین

دید پیغمبر یکے جوق اسیر   کہ ہمی بردند ایشان در نفیر

یعنی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک قیدیونکی جماعت کو دیکھا کہ (لوگ) اونکو لیجا رہے ہین اور وہ چلا رہے ہین -

دید شان در بند آن آگاہ شیر   می نظر کردند در وے زیر زیر

دیکھا اونکو قید مین اوس خبردار شیر نے کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مین نیچے ہی نیچے نظر کر رہے ہین -

تا ہمی خائید ہر یک از غضب   بر رسول صدق دندان ہا و لب

یہان تک کہ ہر ایک غصہ کی وجہ سے سچے رسول پر دانتوں اور ہونٹوں کو چبا رہا تھا -

زہرہ نے با آن غضب کہ دم زنند   زانکہ در زنجیر قہر دہ من اند

یعنی باوجود اوس غصہ کے یہ مجال نہین کہ دم مار سکین اسلئے کہ دس من کی زنجیر قہر مین تھے مطلب یہ کہ چونکہ بھاری

بھاری زنجیرون مین بندھے ہوئے تھے اسلیئے باوجود غصہ آنیکے کچھ نہین کرسکتے تھے۔

می کشانندشان موکل سوی شہر ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ ‌ ‌ می بردازکافرستان شان بقہر

یعنی سپاہی اونکو شہر کی طرف کھینچ رہا تھا اور زبردستی اونکو کفرستان سے لیجارہا تھا۔ (اور وہ کہہ رہے تھے)

نے فدائے می ستانندنے زرے ‌ ‌ نہ شفاعت میرسدازسرورے

یعنی نہ تو فدیہ لیتے ہین اور نہ روپیہ نہ کسی سردار کی شفاعت پہونچتی ہے۔

رحمت عالم ہمی گویند او ‌ ‌ عالمے رامی بردحلق وگلو

لوگ اون کو رحمت عالم کہتے ہین (حالانکہ) ایک عالم کا حلق اور گلا کاٹتے ہین۔

باہزار انکارمی رفتندراہ ‌ ‌ زیرلب طعنہ زنان برکار شاہ

یعنی ہزارون انکار کے ساتھ راستہ چل رہے تھے اور شاہ (عالم) کے کام پر منہ ہی منہ مین طعنہ مار رہے تھے (اور کہتے تھے)

چارہاکردیم وانیجاچارہ نیست ‌ ‌ خوددل این مردکم ازخارہ نیست

یعنی ہم (پہلے) بہت علاج کیا کرتے تھے اور اس جگہ علاج ہی نہین اس شخص (حضور صلے اللہ علیہ وسلم) کا دل پتھر سے کم نہین۔ مطلب یہ کہ اگر پہلے ہم کسی مصیبت مین پھنستے تھے تو کوئی نہ کوئی علاج کرلیا کرتے تھے مثلاً کسی سے سفارش کرائی یا روپیہ پیسہ دیدیا مگر یہاں کچھ بس چلتا ہی نہین اور کہتے تھے۔

ماہزاران مرد کار الپ ارسلان ‌ ‌ بادوسہ عریان وسست ونیم جان

یعنی ہم ہزارون کام کے آدمی شیران دلیر دو تین ننگوں اور سُست اور نیم جانون کے ساتھ۔

این چنین درماندہ ایم ازکجرویست ‌ ‌ یاز اختر ہاست یاخودجادویست

یعنی ایسے عاجز رہ گئے یہ کجروی کیوجہ سے ہے یا ستارونکی وجہ سے ہے یا کوئی جادو ہے مطلب یہ کہ وہ اپنے مغلوب ہونے پر تعجب کرتے ہین کہ ہم جیسے ہزارون بہادر اور مرد کاران تھوڑے بھوکون ننگون سے کس طرح مغلوب ہوگئے اب یہ مغلوب ہونا یا تو ہماری کجروی کی وجہ سے ہے یا ان کا ستارہ غالب ہے اور ہمارا مغلوب اور یا اونھون نے کوئی جادو کیا ہے جس سے کہ یہ ہوا۔

بخت مارابردرید آن بخت او ‌ ‌ تخت ماشدسرنگون ازتخت او

یعنی ہمارے بخت کو اوس کے بخت نے پھاڑ دیا اور ہمارا تخت اون کے تخت کی وجہ سے اوندھا ہوگیا (آگے پھر اس پر بھی تعجب کرتے ہین۔

کاراوازجادوے گرگشت زفت ‌ ‌ جادوئے کردیم ماہم چون نرفت

یعنی اونکا کام اگر جادو کیوجہ سے عظیم ہوگیا تو ہم نے بھی تو جادو کیا کیون نہین چلا۔

تفسیر اس آیت کی کہ اِن تَستَفتِحُوا فَقَد جَآءَکُمُ الفَتحُ یعنی کفار کہتے تھے کہ اے اللہ ہم مین اور محمد مین سے جو کوئی حق پر ہو اوسکی مدد فرما اور یہ بات اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ اپنے کو حق پر جانتے تھے اور اب جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتحمند ہوئے تو اون کو تعجب ہوا

از بتان و از خدا درخواستیم ۔ کہ بکن ما را اگر ناراستیم

یعنی (وہ کہتے تھے کہ) ہم نے بتون سے اور خدا سے درخواست کی تھی کہ ہم کو اوجاڑ اگر ہم ٹیڑھے ہین۔

وانکہ حق و راست است از ما و او ۔ نصرتش وہ نصرت او را بجو

یعنی جو ہم مین اور اون مین سے حق پر اور رسید ہا ہو اوس کو مدد دے اور اوس کی مدد ڈھونڈھ۔

این دعا بسیار کردیم و صلات ۔ پیش لات و پیش عزیٰ و منات

یہ دعا ہم نے بہت کی اور خیر خیرات سامنے لات کے اور عزیٰ کے اور منات کے

کہ اگر حق است او پیداش کن ۔ گر نباشد حق زبون ماشش کن

کہ اگر وہ حق پر ہے تو اوس کو غالب کردے اور اگر نہ ہو تو اوس کو ہمارا مغلوب کردے۔

چونکہ وا دیدیم او منصور بود ۔ ما ہمہ ظلمت بدیم او نور بود

جبکہ ہم نے دیکھا تو وہی فتحمند تھے۔ ہم بالکل اندھیرے تھے اور وہ نور تھے۔

این جواب ماست کانچہ خواستید ۔ گشت پیدا کہ شما ناراستید

یعنی یہ ہمارا جواب ہے کہ جو کچھ تم چاہتے تھے ہوگیا کہ تم ٹیڑھے ہو (مولانا فرماتے ہین)۔

باز این اندیشہ را از فکر خویش ۔ کور میکردند دفع از ذکر خویش

یعنی پھر اس سوچ کو اپنے فکر سے اندھا اور اپنے ذکر سے دفع کردیتے تھے مطلب یہ کہ جب اون کو یہ خیال ہوتا تھا کہ یہ اثر ہماری دعاؤن ہی کا ہے جس کا صریح مطلب یہ تھا کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی حق پر ہین تو وہ اس بات کو پھر اپنے اوہین تو ہمات اور خیالات مین پڑکر دفع کردیتے تھے کیونکہ اگر یہ

خیال غالب ہو جاتا تو مسلمان ہی نہ ہو جاتے اور یوں کہنے لگا کرتے تھے۔

کاین تفکر ما ہم از ادبار رست — کہ صواب او شود در دل درست

یعنی کہ یہ فکر بھی ہمارے ادبار ہی سے پیدا ہوا ہے کہ اونکا حق پر ہونا ہمارے دل میں ثابت ہوا۔

خود چہ شد گر غالب آمد چند بار — ہر کسے را غالب آرد روزگار

خود کیا ہو گیا اگر وہ چندبار غالب آگئے (کیونکہ) زمانہ ہر شخص کو غالب کر دیتا ہے۔ مطلب اون کا یہ تھا کہ اس سے مومنین کا حق پر ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

ما ہم از ایام بخت آور شدیم — بارہا بر روے مظفر آمدیم

یعنی ہم بھی ایام کی وجہ سے نصیبہ ور ہو چکے ہیں بارہا اوس پر فتحمند ہوئے ہیں مطلب یہ کہ وہ کہتے تھے کہ اگر یہ اس مرتبہ غالب ہی آگئے تو کیا ہوا ہم بھی تو اون پر بارہا غالب آچکے ہیں۔

باز می گفتند اگرچہ او شکست — چون شکست ما بنود آن زشت و پست

یعنی پھر کہتے تھے کہ اگرچہ اونھوں نے شکست پائی (لیکن) وہ ہماری شکست کی طرح بُری اور ذلیل نہیں تھی۔

ز انکہ بخت نیک او را در شکست — داد صد شادی پنہان زیر دست

یعنی کیونکہ نیک نصیبہ نے اونکو شکست میں سیکڑوں پوشیدہ خوشیاں نیچے ہی نیچے دیدیں۔

کو باشکستہ نمی مانست ہیچ — کہ نہ غم بود ش دران نے پیچ پیچ

یعنی کہ وہ شکست کھائے ہوے کے بالکل مشابہ نہیں تھے کیونکہ اوس شکست میں نہ اونکو غم تھا نہ پریشانی۔

چون نشان مومنان مغلوبی است — لیک در اشکست مومن خوبی است

یعنی جب نشان مومنوں کا مغلوبی ہے لیکن مومن کی شکست میں خوبی ہے مطلب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ مومن جھگڑالو آدمی سے ایسا بھاگتا ہے جیسے بکری بھیڑیے سے تو دیکھئے مومن ہونے کی نشانی یہ ہوئی کہ وہ جھگڑوں سے بھاگے اور ڈرے اور اس شکست کھانے ہی میں اوسکی خوبی ہے آگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں۔

گر تو مشک و عنبری را بشکنی — عالمے از فیح و ریحان پر کنی

یعنی اگر تم مشک و عنبر کو توڑ لو تو ایک عالم کو خوشبو کے پھیلنے سے پُر کردو

ور شکستی ناگہان سرگین خر — خانہا پر گند گردد سر بسر

یعنی اور اگر تونے ناگہان گدھے کی لید توڑ دی تو تمام گھر بالکل گندہ ہو جاوینگے۔

کہ کند خود مشک با سرگین قیاس — آب را با بول اطلس با پلاس

یعنی گوبر کو مشک کے ساتھ کون قیاس کرتا ہے پانی کو پیشاب کے ساتھ اور اطلس کو ٹاٹ کے ساتھ

مطلب یہ ہے کہ مومنین کا شکست کھانا تو ایسا ہے جیسے کہ عنبر اور مشک کا ٹوٹنا کیونکہ شکست میں بھی اونکے مراتب عالی ہوتے ہین ۔ اور کفار کا شکست کھانا ایسا ہے جیسا کہ پایخانہ کا کھل جانا کہ یہ لوگ شکست کی حالت مین خسر الدنیا و الآخرۃ کا مصداق ہو جاتے ہیں ۔

بھید اس کا کہ واپس آنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیبیہ سے بے مراد ہو کر اور حق تعالیٰ کا اوسکو فتح فرمانا کہ اِنَّا فتحنا لک فتحا مبینا صورۃ مین شکست تھی اور اصل مین فتح تھی جیسا کہ مشک کا ٹوٹنا کہ بظاہر ٹوٹنا ہے اور معناً اوسکے فوائد اور کمالات کی تکمیل ہے

وقت برگشت حدیبیہ رسول ۔ در تفکر بود غمگین و ملول

یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے لوٹنے کے وقت فکر مین تھے اور ملول تھے ۔

ناگہان اندر حق شمع رسل ۔ دولت اِنَّا فتحنا زد دُہل

یعنی ناگاہ شمع رسل (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کے حق مین دولت اِنَّا فتحنا نے دُہل بجایا مطلب یہ کہ وہان کی واپسی کے وقت سورۃ انا فتحنا نازل ہوئی ۔

آمدش پیغام از دولت کہ رو ۔ تو ز منع این ظفر غمگین مشو

آیا اونکے پاس پیغام دربار سے کہ جاؤ تم اس فتح کے نہ ہونے سے غمگین نہ ہو ۔

کاندرین خواری بقدرت فتحہاست ۔ نک فلان قلعہ فلان بقعہ تراست

یعنی کہ اس خواری مین قدرت مین بہت سی فتحین ہین وہ فلان قلعہ اور فلان زمین تمھارے لئے ہے مطلب یہ کہ ارشاد ہوا کہ اس ظاہری خواری سے رنجیدہ مت ہو اسلئے کہ تم کو دوسری جگہ فتح عظیم ہونے والی ہے

بنگر آخر چونکہ واگردید تفت ۔ بر قریظہ بر نضیر از وے چہ رفت

یعنی دیکھو آخر وہ جلدی سے جب واپس ہوئے قریظہ اور نضیر پر اونکی طرف سے کیا گذرا ۔

قلعہا ہم گرد آن دو بقعہا ۔ شد مسلم واز غنائم نفعہا

اون دونون زمینون کے گرد قلعے بھی فتح ہو گئے اور غنیمتون سے بہت سے نفعے مطلب یہ کہ حدیبیہ سے

لوٹنے کے بعد جو فتح کا وعدہ تھا وہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے مفتوح ہونے سے پورا ہوا آگے مولانا فرماتے ہیں

ورنہ باشد آن تو بنگر کاین فریق | بر غم و رنجند مفتون و عشیق

یعنی اور اگر نہ ہو وہ (فتح) تو دیکھو کہ یہ فریق ہے کہ غم اور رنج پر فریفتہ اور عاشق ہیں۔

زہر خواری را چو شکر میخورند | خار غمہا را چو اشتر میچرند

یعنی ذلت کے زہر کو شکر کی طرح کھاتے ہیں اور غموں کے کانٹوں کو اونٹ کی طرح چرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اگر وہ فتح وغیرہ نہ ہوتی تب بھی یہ حضرات خوش ہی تھے اسلئے کہ یہ ظاہری ذلت کو ذلت نہیں سمجھتے تھے اور غموں سے گھبراتے نہیں تھے تو پھر بھی شکست میں خوش ہی رہتے۔

بہر عین غم نہ از بہر فرج | این تسافل پیش الیشان چون درج

یعنی خاص غم ہی کیواسطے نہ کہ خوشی کے واسطے یہ پستی اونکے سامنے مثل مرتبوں کے ہے مطلب یہ ہے کہ حضرات جو اس خواری اور غمونکو برداشت کرتے تھے تو اس میں یہ نیت نہ ہوتی تھی کہ ان غموں کو اوٹھاوینگے تو خوشی حاصل ہوگی بلکہ وہ ان غموں کو غموں ہی کیسلئے اٹھاتے تھے۔

آنچنان شادند اندر قعر چاہ | کہ ہمین ترسند از تخت و کلاہ

یعنی وہ کنوین کے گڑھے میں اس طرح خوش ہیں کہ تخت و تاج سے ڈرتے ہیں۔

در فقیری ہر یکے صد شہریار | در خزان فاقہ صد ہیچون بہار

یعنی فقیری میں ہر ایک سو بادشاہ ہے اور سو فاقوں کے خزاں میں مثل بہار کے ہے مطلب یہ کہ فقر و فاقہ میں وہ اس قدر خوش ہیں جتنا کہ سو بادشاہ اپنی اپنی سلطنت پر خوش ہوتے ہیں اور یہ اسلئے ہے۔

ہر کجا دلبر بود خود ہمنشین | فوق گردونست نے زیر زمین

یعنی جس جگہ کہ دلبر اپنا ہمنشین ہو وہ آسمان کے اوپر ہے نہ کہ زمین کے نیچے مطلب یہ کہ اگر کسی کا محبوب و مطلوب کسی زمین کے گڑھے میں اوسکے پاس بیٹھا ہو تو وہ جگہ اوس کے لئے زیر زمین نہ ہوگی بلکہ وہ تو اوس کو آسمان سے بھی بلند پایہ اور عالی مرتبہ سمجھے گا پس اسی طرح چونکہ ان حضرات کو اس ظاہری ذلت و خواری میں بھی معیت حق حاصل تھی ابذا وہ اوس کو ذلت نہ سمجھتے تھے بلکہ اونکے نزدیک یہی سلطنت اور بادشاہی تھی آگے مولانا ایک حدیث کی تفسیر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے یونس ابن متا پر فضیلت مت دو کیونکہ اگرچہ اون سے ایک خطاء اجتہادی ہوئی لیکن چونکہ وہاں بھی معیت حق حاصل تھی تو یہ خطا بھی اون کے لئے موجب نقص نہیں ہوسکتی۔ تو دیکھئے اس حدیث سے بھی معلوم ہوگیا کہ اگر قرب حق حاصل ہے تو ظاہری ذلت و خواری کا کچھ اعتبار نہیں۔

تفسیر حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ لاتفضلونی علیٰ یونس ابن متا

گفت پیغمبر کہ معراج مرا   نیست بر معراج یونس اجتبا

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری معراج کو یونس علیہ السلام کی معراج پر کوئی بزرگی نہیں۔

آنِ من بر چرخ وآنِ او نشیب   زانکہ قرب حق برونست از حسیب

یعنی میرا معاملہ آسمان پر تھا اور اون کا معاملہ نشیب مین اسلئے کہ قرب حق کا حساب سے باہر ہے۔

قرب نے بالا و پستی رفتن است   قرب حق از حبس ہستی رستن است

قرب نہ تو اوپر جانا ہے نہ نیچے جانا ہے قرب حق کا ہستی کی قید سے چھوٹنا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کا قرب یہی نہین ہے کہ جو آسمان پر چڑھے وہ زیادہ مقرب۔ بلکہ اصل قرب درجۂ فنا کا حاصل ہونا ہے اس مین جو زیادہ بڑھا ہوا ہوگا وہی زیادہ مقرب ہوگا۔

نیست را چہ جائے بالا پست وزیر   نیست را نے زود نے دور است و دیر

یعنی نیست کیلئے کیا اونچی جگہ اور کیا نیچی جگہ اور نیست کیلئے نہ جلدی ہے نہ دوری ہے نہ دیر ہے۔

کارگاہ گنج حق در نیستی است   غرۂ ہستی چہ دانے نیست چیست

یعنی حق تعالیٰ کے کارخانہ کا خزانہ عدم مین ہے تو مغرور ہستی کا ہے تو کیا جانے کہ فنا کیا ہے مطلب یہ ہے کہ جب قرب کا مدار فنا پر ٹھیرا اور مرتبۂ فنا مین نہ اونچائی ہے نہ نچائی نہ دیر ہے نہ جلدی اسلئے کہ وہان تمام باتین فنا ہو رہین اس سے تو زیادہ قرب معلوم نہین ہوتا کہ کوئی زیادہ اوپر چلا گیا ہان اگر دوسرے دلائل سے افضلیت معلوم ہو اوس کو مانین گے یہان کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ اس سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مفضول ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضور کی افضلیت پر تو دلائل قطعیہ قائم ہین بلکہ مقصود مقام کا یہ ہے کہ حضور کو دوسرے انبیاء پر اس طرح فضیلت نہ دیجاوے کہ جس سے دوسرے انبیاء کا نقص معلوم ہو آگے پھر اونھین قیدیون کا مقولہ ہے۔

حاصل این اشکست ایشان ای کیا   می نماند ہیچ با اشکست ما

یعنی حاصل یہ کہ اے دانا ان لوگوں کی شکست ہماری شکست سے بالکل مشابہ نہین (کیونکہ)

آنچنان شاد اند در ذل و تلف   ہمچو ما در وقت اقبال و شرف

یعنی یہ لوگ ذلت اور تلف ہونے مین ایسے خوش ہین جیسے کہ ہم اقبال اور شرف کے وقت ہین۔

برگ بے برگی ہمہ اقطاع اوست　　فقر و خواری افتخارست و علواست

یعنی تمام بے سامانی کا سامان اونکی جاگیرین ہین اور فقر اور خواری فخر ہے اور بڑائی ہے۔

آن یکے گفت ار چنان است آن فرید　　چون بخندید او چو ما را بستہ دید

یعنی اوس ایک نے کہا کہ اگر وہ یکتا ایسے ہین تو کیون ہنسے جب اونھون نے ہمین بندہا ہوا دیکھا۔

چونکہ او مبدل شد است و شادیش　　نیست زین زندان و زین آزادیش

یعنی جبکہ وہ بدل چکے ہیں اور اونکی خوشی اس قیدخانۂ (دنیا) اور اوس کی آزادی سے نہین ہے۔

پس بقہر دشمنان چون شاد شد　　چون ازین فتح و ظفر پر باد شد

یعنی پھر دشمنون کی مقہور ہونے سے کیون خوش ہوئے اور اس فتح و ظفر سے کیون پھول گئے (بلکہ بات یہ ہے)

شاد شد جانش کہ بر شیران نر　　یافت آسان نصرت و فتح و ظفر

اونکی جان خوش ہوئی کہ شیران نر پر آسانی سے نصرت اور فتح اور ظفر پالی۔

پس بدانستیم کو آزاد نیست　　جز بدنیا دل خوش و دل شاد نیست

پس ہم نے جان لیا کہ وہ آزاد نہین سوائے دنیا کے دل خوش اور دل شاد نہین۔

ور نہ چون خندد کہ اہل آنجہان　　بر بد و نیک اند مشفق مہربان

یعنی ورنہ کیون ہنستے کہ اوس جہان والے تو برے اور اچھے سب پر مشفق اور مہربان ہین۔ مطلب یہ ہے کہ جب اون قیدیون مین سے ایک نے یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا کی ذلت و خواری راحت و آرام کی کچھ پرواہ نہین ہے اور آخرت کے عیش و آرام کی بنا پر اس ذلت و خواری ہی مین خوش ہین تو اون میں سے ایک اور بولا کہ اگر یہ ایسے ہوتے تو ہم کو قید مین اور مصیبت مین دیکھ کر خوش نہوتے کیونکہ اوس جہان والونکو تو کسی کچھ غرض نہین ہوتی تو اون کے خوش ہونے سے معلوم ہوا کہ یہ دنیا دار ہین اور دنیا کے حاصل ہوجانے پر کہ اون کو اتنا مال و دولت مل گیا اور بڑے بڑے دلیرون پر آسانی سے فتح حاصل ہوگئی خوش ہین۔

این ہمی گفتند در زیر زبان　　آن اسیران باہم اندر بحث آن

یعنی وہ قیدی آپس مین اوس بحث مین یہ باتیں منہ ہی منہ مین (اسلئے) کہہ رہے تھے۔

تا موکل نشنود بر ما جہد　　این سخن در گوش آن سلطان نہد

تاکہ سپاہی نہ سن لے اور ہم پر کود پڑے اور اس بات کو اوس سلطان کے کان مین رکھدے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا طعن کرنے والوں کی بات پر آگاہ ہو جانا

گرچہ نشنید آن موکل این سخن رفت در گوشے کہ بد آن من لدن

یعنی اگرچہ اوس سپاہی نے اس بات کو نہ سُنا (مگر) اوس کان میں جو (حق تعالیٰ) کے نزدیک تھا پہونچ گئی۔ آگے مولانا اس معلوم ہو جانے کی چند نظیریں لاتے ہیں۔

بوئے پیراہان یوسفؑ را ندید آنکہ حافظ بود یعقوبش شنید

یعنی یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو کو اوس شخص نے جو کہ محافظ تھا نہ دیکھا اور یعقوب علیہ السلام نے سونگھ لیا۔

آن شیاطین بر عنان آسمان نشنوند آن سر لوح غیب دان

یعنی وہ شیاطین آسمان کی بلندی پر غیب کے جاننے والے کی لوح کے بھید کو نہیں سن سکتے۔

آن محمدؐ خفتہ و تکیہ زدہ آمدہ سر گرد او گردان شدہ

یعنی وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے اور تکیہ لگائے ہوئے اور اسرار اون کے گرد قربان ہوتے ہوئے آئے۔

آن خورد حلوا کہ روزیش است باز آن نہ کانگشتان او باشد دراز

یعنی حلوا وہ کھاتا ہے کہ جس کی روزی کشادہ ہو اور وہ نہیں جس کی اونگلیں لمبی لمبی ہیں مطلب یہ کہ کسی بات کا معلوم کرنا اور حاصل کر لینا اس پر موقوف نہیں ہے کہ جو قریب ہو اوس کو ہی حاصل ہو جایا کرے بلکہ اکثر اوقات قریب والے کو پتا بھی نہیں چلتا اور دوسرے کو دور ہی بیٹھے بیٹھے سب خبر ہو جاتی ہے۔

نجم ثاقب گشتہ حارث دیوران کہ بہل دزدی ز احمد سر ستان

یعنی چمکدار ستارہ نگہبان اور شیاطین کا بھگانے والا ہے کہ چوری کو چھوڑ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے اسرار کو لے مطلب یہ کہ شیاطین باوجودیکہ آسمان تک پہونچ جاتے ہیں اون کو اسرار حق کی خبر نہیں ہوتی اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا ہی میں تمام اسرار کی اطلاع ہو جاتی ہے آگے مولانا فرماتے ہیں۔

اے دویدہ سوئے دکان از پگاہ ہین بمسجد رو بجو رزق آلہ

اے دوڑے ہوئے دوکان کی طرف صبح سے ہاں مسجد میں جا اور رزق خداوندی کو ڈھونڈ ھو۔ مطلب یہ کہ مولانا خطاب کرتے ہیں کہ اے لوگو یہ ضروری نہیں ہے کہ دوکان پر جا کر تم کو رزق مل ہی جاوے بلکہ رزق رضائے خداوندی سے ملتا ہے اور خود رضا ہی اصل رزق ہے تو اوس کو تلاش کر۔

شرح حبیبی

پس رسول آن گفت شان را فهم کرد
گفت آن خنده نبودم از نبرد

مرده اند ایشان و پوسیده فنا
مرده کشتن نیست مردی پیش ما

خود کیند ایشان که مه گردد شگاف
چونکه من پا بفشرم اندر مصاف

انگهے کازاد بودید و مکین
من شما را بسته می دیدم چنین

اے نبازیده بملک و خاندان
نزد عاقل اشتری بر نردبان

نقش تن را تا فتاد از بام طشت
پیش چشمم کل آت آت گشت

بنگرم در غوره می بینم عیان
بنگرم در نیست شے بینم عیان

بنگرم سر عالمے بینم نهان
آدم و حوا نرسته از جهان

من شما را وقت ذرات الست
دیده ام پابسته و منکوس و پست

از حدوث آسمان بے عمد
آنچه دانسته بدم افزون نشد

من شما را سرنگون می دیده ام
پیش از ان کز آب و گل بالیده ام

نو ندیدم تا کنم شادی بدان
این همی دیدم دران اقبال تان

بسته قهر خفی وانگه چه قهر
قند مینخورد دید در وے درج زهر

این چنین قندے پر از زهر از عدو
خوش نبوشد چیت خند آید برو

با نشاط آن زهری کردید نوش
مرگ تان خفیه گرفته هر دو گوش

من نمی کردم غزا از بهر آن
تا ظفر یابم فرو گیرم جهان

کاین جهان جیفه ست و مردار و رخیص
بر چنین مردار چون باشم حریص

سگ نیم تا پرچم مرده کنم
عیسیم آیم که تا زنده اش کنم

زان همی کردم صفوف جنگ چاک
تا رهانم من شما را از هلاک

زان نمی برم گلوهاے بشر
تا مرا باشد کر و فر و حشر

زان همی برم گلوے چند تا
زان گلوها عالمے یابد رها

گر شما پروانه وار از جهل خویش
پیش آتش می کنید این جمله کیش

من همی رانم شما را همچو مست
از در افتادن در آتش با دو دست

آنکه خود را فتحها پنداشتند   تخم منحوسی خودی کاشتند
یکدگر با جد جدی خواندید   سوی اژدرها فرس می راندید
قهر می کردید اندر عین قهر   خود شما مقهور قهر شیر دهر
دزد قهر خواجه کرد و زر کشید   او بدان مشغول خود والی رسید
گر ز خواجه آن زمان بگریختی   کی بر او والی حشر انگیختی
قاهری دزد مقهوریش بود   زانکه قهر او سر او را ربود
غالبی بر خواجه دام او شود   تا رسد والی و بستاند قود
ایکه تو بر خلق چیره گشته   در نبرد و غالبی آغشته
آن بقاصد منهزم کردستشان   تا ترا در حلقه می آرد کشان
هین عنان در کش پی این منهزم   در مران تا تو نگردی منخرم
چون کشانندت بدین شیوه بدام   حمله بینی بعد از آن اندر زحام
عقل ازین غالب شدن کی گشت شاد   چون درین غالب شدن دید او فساد
تیز چشم آمد خرد بینای پیش   که خدایش سرمه کرد از کحل خویش
گفت پیغمبر که هستند از فنون   اهل جنت در خصومتها زبون
از کمال حزم و سوء الظن خویش   نی ز نقص و بد دلی و ضعف کیش
در فره دادن شنیده در کمون   حکمت لولا رجال مؤمنون
دست کوتاهی ز کفار لعین   فرض شد بهر خلاص مؤمنین
قصهٔ عهد حدیبیه بخوان   کف ایدیکم تمامت زان بدان
نیز اندر غالبی هم خویش را   دید او مغلوب دام کبریا
ما رمیت اذ رمیت آمد خطاب   گم شد او والله اعلم بالصواب
زان نمی خندم من از زنجیرتان   کی بگردم ناگهان شبگیرتان
زان همی خندم که با زنجیر و غل   می کشمتان سوی سروستان و گل
ای عجب کز آتش بی زینهار   بسته می آریمتان تا سبزه زار
از سوی دوزخ بزنجیر گران   می کشمتان تا بهشت جاودان
هر مقلد را درین ره نیک و بد   هم چنان بسته بحضرت می کشد

جملہ در زنجیر و بیم و ابتلا ... میروند این رہ بغیر اولیا
می کشندش این رہ را بیگار وار ... جز کسانی واقف از اسرار کار
جہد کن تا نور تو رخشان شود ... تا سلوک و خدمتت آسان شود
کودکان را میبری مکتب بزور ... زانکہ ہستند از فوائد چشم کور
چون شود واقف بمکتب میدود ... جانش از رفتن شگفتہ می شود
میرود کودک بمکتب پیچ پیچ ... چون ندید از مزد کار خویش ہیچ
چون کند در کیسہ دانگی دستمزد ... آنگہی بیخواب گردد شب چو دزد
جہد کن تا مزد طاعت در رسد ... بر مطیعان آنگہت آید حسد
ائتیا کرہا مقلد گشتہ را ... ائتیا طوعا صفا بسرشتہ را
این محب حق ز بہر علتے ... وان دگر را بے غرض خود خلتی
این محب دایہ لیک از بہر شیر ... وان دگر دلدادہ بہر این ستیر
طفل را از حسن او آگاہ نے ... غیر شیر او را ازو دلخواہ نے
وان دگر خود عاشق دایہ بود ... بے غرض در عشق یکرایہ بود
پس محب حق بامید و بترس ... دفتر تقلید میخواند بدرس
وان محب حق ز بہر حق کجاست ... کہ ز اغراض و ز علتہا جداست
گر چنین و گر چنان چون طالب است ... جذب حق او را سوئے حق جاذب است
گر محب حق بود لغیرہ ... کے ینال دائماً حسن خیرہ
یا محب حق بود لعینہ ... لاسواہ خائفاً من بینہ
ہر دو را این جستجوہا زان سر است ... این گرفتاری دل زان دلبر است

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکی باتون کو بذریعہ وحی سمجھ لیا اور یہ جواب دیا کہ میرا ہنسنا جنگ کے سبب نہیں ہے کیونکہ کفار مردہ ہین اور فنائے روحانی نے اونکو گلا دیا ہے اور مرے کو مارنا ہمارے نزدیک کوئی بہادری نہیں ہے کہ ہم خوش ہوں یہ تو کیا بلا ہین میری تو یہ حالت ہے کہ اگر مین جنگ مین پاؤں جماؤن تو ماہتاب کا جگر شق ہو جاوے نیز جس وقت تم آزاد تھے اور اپنے مقام مین تم کو پوری قوت حاصل تھی میں اوسی وقت سے تم کو یوں ہی مقید دیکھتا تھا کیونکہ مین جانتا تھا کہ تم خدا کے مخالف ہو اور اوس سے جنگ کرنا چاہتے ہو اور خدا کے مقابلہ مین کوئی کامیاب نہین ہو سکتا لہذا ایک دن مقید ہونا

یا مارا جاتا یا اطاعت کرلینا ضرور ہے غرضکہ تمہاری مغلوبیت لازم ہے کسی عنوان سے ہو اے لوگو جو کہ اس حکومت اور خاندان پر مغرور ہو جو کہ یون ہی زائل ہونے والا ہے جیسے اونٹ کو سیڑھی پر قرار نہین ہوتا خوب سُن رکھو کہ جب سے کہ میرا نقش تن فنا ہوا ہے اوس وقت سے میرے نزدیک ہر وہ شے جو ہونے والی ہے اور جو تن کیوجہ سے محجوب تھی موجود اور پیش نظر ہوگئی (تنبیہ طشت ازبام افتادن کے معنی راز ظاہر ہونے اور مشہور ہونے کے لکھے ہین مگر یہ معنی بظاہر یہان درست نہین اسلئے ہمنے وہ معنی کئے ہین جو اوپر لکھے گئے خواہ ان معنی مین بھی یہ لفظ مستعمل ہو یا نہو عمی از استلزام معنی منقول اس معنی کو مستلزم ہون - واللہ اعلم) اب میرے علم کی وسعت کی یہ حالت ہے کہ خوشۂ انگور مین شراب کا مشاہدہ کرتا ہون اور عدم مین وجود کو دیکھتا ہون یہ تو میرے علم متعلق بمستقبلات کی حالت ہے اب سنو کہ جب مین عالم غیب پر نظر کرتا ہون تو اوس مین ایک عالم کو مخفی پاتا ہون اور دیکھتا ہون کہ ہنوز آدم وحوا کا بھی وجود نہین ہوا یعنی اس حالت کا نظارہ بھی میری پیش نظر ہے غرضکہ ماضی و مستقبل ہر دو کے متعلق میرا علم بہت وسیع ہے گو محدود ہے یہ تو میری موجودہ حالت ہے اب مین اس سے بھی ترقی کرکے دیکھتا ہون کہ جس وقت میثاق کے وقت انسان کو آدم علیہ السلام کی پشت سے چیونٹیون کی شکل مین نکالا گیا تھا مین نے اوسی وقت تم کو اجمالاً پابستہ اور اوندھے منہ اور پست دیکھ لیا تھا اور آسمانون کے وجود سے میرے اس علم مین کوئی ترقی نہین ہوئی جو مجھے پہلے تھا - ہان مگر اجمال و تفصیل کا فرق ہوسکتا ہے مثلاً مجھے یہ معلوم تھا کہ مجھکو نبی بنایا گیا ہے اور مجھکو دشمنون پر غلبہ دیا جاویگا پس اس واقعہ سے اس علم کا مصداق متعین ہوگیا اور اجمال کی تفصیل ہوگئی مگر کوئی معتد بہ جدید علم زائد نہین ہوا ہان تو مین کہتا ہون کہ مین قبل اس کے کہ آب وگل سے پرورش پاؤن اجمالاً تم کو مغلوب اور سرنگون دیکھ چکا تھا کوئی نئی بات نہین دیکھی کہ خوش ہون مین تو تم کو بیشتر ہی دیکھ چکا تھا کہ تم قہر مخفی مین مقید ہو اور قہر بھی کیسا کچھ کہ تم قند کھاتے تھے اور اوس مین زہر ملا ہوا تھا کیونکہ یہ حالت زیادہ خطرناک ہے کہ اس مین تنبیہ ہو ہی نہین سکتی کیونکہ اگر کسی بدمزہ شے مین ملا ہو یا تنہا ہو تو اوس سے آدمی بچ سکتا ہے اور جو زہر مرغوب شے مین ملا ہوا ہو اوس سے بچنا نہایت دشوار ہے اب تم سمجھو کہ جب قند ایسی ہو کہ اوس مین دشمن نے زہر ملادیا ہو اور کوئی اوس کو مزہ لیلے کر کھا رہا ہو تو کیا اوس پر تم کو حسد ہوسکتا ہے ہرگز نہین پس تم خوش خوش زہر کھا رہے تھے اور موت تمہارے کان پکڑے ہوئے تھی اور مین دیکھ رہا تھا تو مجھے تمہاری حالت پر کیا رشک ہوسکتا تھا - مین نے اسلئے جہاد نہین کیا ہے کہ مین فاتح ہوکر دنیا بھر پر قبضہ کرلون کیونکہ یہ جہان مردار اور بہت کم قیمت ہے ایسے مردار پر مین کیا حرص کرتا مین کتا نہین کہ مردہ پر تسلط حاصل

کرون بلکہ مین عیسیٰ ہون اور میرا کام مردون کو زندہ کرنا ہے لہذا مین صفہائے جنگ کو اسلئے چیر تا
پھاڑتا تھا کہ تمھین ہلاکت سے بچاؤن اور مین لوگونکے گلے اسلئے نہین کاٹتا کہ مجھے کوئی شان وشوکت
حاصل ہو اور لاؤلشکر میرے پاس ہو بلکہ مین اسلئے کاٹتا ہون کہ میرے ایسا کرنے سے مخلوق کے
گلے بچ جائین اگر تم پروانہ کی طرح اپنی نادانی سے آگ کے سامنے اپنے پر کرتے ہو تو مین تم کو نہایت
جرأت کے ساتھ دونون ہاتھون سے آگ مین گرنے سے بچاتا ہون اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ ہم کو
بھی فتحین حاصل ہوئی ہین سو جس کو تم اپنی فتح سمجھتے ہو یہ فی الحقیقت فتحین نہین ہین بلکہ تم اپنی نحوسی
کا بیج بو رہے ہو تم آپس مین ایک دوسرے کو پوری کوشش سے بلاتے ہو اور اژدہے کے منہ مین جارہے
ہو تم دوسرون کو مغلوب کرتے ہو مگر اس غلبہ مین خود تمہاری مغلوبی پنہان ہے اور شیر زمانہ تم کو مغلوب کر رہا
ہے یہ امر بدون مثال کے آسانی سے سمجھ مین نہ آویگا اسلئے ہم اس کو ایک مثال سے واضح کرتے ہین فرض
کرو کہ ایک چور نے ایک امیر کو مغلوب کیا اور اشرفیان لے لین وہ ایسا کرہی رہا تھا کہ اچانک سپرنٹنڈنٹ
پولیس آگیا اور گرفتار کر لیا اب تم سمجھو کہ اس کا اوس امیر کو مغلوب کرنا خود اوس کی مغلوبی تھی یا نہین دیکھو
اگر وہ پہلے ہی امیر سے بھاگتا اور اوسے نہ چھیڑتا تو یہ سپرنٹنڈنٹ پولیس اوس پر دوش کیون لاتا۔ پس
معلوم ہوا کہ چور کا غلبہ فی الحقیقت اوس کی مغلوبی تھا اس لئے کہ اوس کی غلبہ ہی نے اوس کی گردن
ماری ہے۔ جب تم کو یہ معلوم ہوگیا کہ چور کا غلبہ خود اوسکے لئے جال مین جاتا ہے اور اوس کا نتیجہ یہ ہوتا
ہے کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس باہر نکلکر اوس سے قصاص لیتا ہے تو اب سمجھو کہ تم جو مخلوق پر لڑائی مین غالب
ہوتے ہو اور تم کو غصہ سے اتصال ہوتا ہے تو یہ فعل حق سبحانہ قصداً کرتے ہین کہ اون کو تم سے شکست
دلاتے ہین تاکہ تم کو پابستہ زنجیر کرکے کھینچین دیکھو اپنے گھوڑے کو روکنا اور ان بھاگنے والون کا
تعاقب نہ کرنا تاکہ تم بے موت نہ مارے جاؤ کیونکہ اگر تم ایسا کروگے تو تم جال مین پھنس جاؤگے اور جب
اس تدبیر سے تم کو جال مین پھنسا لیا جاویگا تو پھر تم پر جماعت کثیرہ کا دفعتہً حملہ ہوگا اور تم مارے جاؤگے
اب تم سوچو کہ عقل ایسے غالب ہونے سے کیونکر خوش ہو سکتی ہے جبکہ وہ اس غلبہ مین اس قدر نقصان
دیکھ رہی ہے۔ عقل پیش بین نہایت تیز نظر ہے کیونکہ حق سبحانہ نے اوس کی آنکھ مین اپنے نور کا
سرمہ لگایا ہے اور اس سے وہ ابتدا ہر کار مین نتیجہ کو دیکھ لیتی ہے۔ اسی لئے جناب رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے المومن یھرب من الالد الخصام یعنی مومن جھگڑالو اور مجادل لوگون سے
بھاگتے ہین کیونکہ یہ مغلوبی اونکی کمال حزم اور سوء الظن بنفس خود پر مبنی ہوتی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کہین
نفس کی شرکت ہو جائے اور اپنی کمی اور کمزوری یا مذہب کی کمزوری کی بنا پر نہین ہوتے خیر یہ گفتگو تو

استطرادی تھی اب سنو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکست مین کیا راز تھا پس بعد از مغلوبیت جناب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خفیہ طور پر (بذریعہ وحی) غلبہ کفار کی حکمت یہ سنی لولا رجال مومنون الخ
جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے تم کو جنگ سے اس لئے روکا ہے کہ کفار مکہ مین کچھ لوگ خفیہ طور پر ایمان
رکھتے تھے اور اونکا تم کو علم نہ تھا پس بہت قریب ہے کہ لڑائی کی صورت مین تم اون کو نقصان پہونچا
بیٹھتے اور اس سے ضرر دینوی یا دینی لاحق ہوتا اس سے بچنے کیلئے ہم نے لڑائی نہ ہونے دی۔ خلاصہ یہ کہ
مومنین کو بچانے کیلئے کفار پر دست درازی نہ کرنا فرض ہوا تھا اس کی تصدیق کے لئے قصہ حدیبیہ قرآن
مین پڑھ جس کا تتمہ کف ایدیھم الخ ہے۔ پس اس مغلوبی مین بھی مسلمانون ہی کی فتح تھی کیونکہ مسلمان ضرر
سے بچگئے کفار کا اس مین کوئی فائدہ نہ تھا کہ وہ تو بالآخر مغلوب ہوئے ہی زیادہ سے زیادہ یہ مغلوبی کچھ دلون
کے لئے ملتوی ہوگئی جو ان کے لئے محض بے سود تھی سو اس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ مغلوب حق تھے نہ کہ مغلوب
کفار۔ اور یہ بات اون کو غلبہ کی صورت مین بھی حاصل تھی چنانچہ فرمایا گیا ہے مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ
اللّٰهَ رَمٰى جس سے ثابت ہوا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم محض جارحہ حق سبحانہ تھے اور کرنے والا
حق سبحانہ تھا پس ان کے لئے فتح و شکست دونون برابر ہیں نہ فتح ان کی شجاعت سے ہوئی نہ شکست
انکی بزدلی سے پھر ان کو نہ فتح کی خوشی ہوسکتی ہے نہ شکست کا رنج وہ ہر حال مین راضی برضائے حق ہین
جب حالت یہ تھی تو آپ نے فرمایا کہ مین فتح پر خوش نہین ہوتا اور اس لئے نہین ہنستا کہ میں نے دفعۃً تم پر
حملہ کر کے گرفتار کر لیا بلکہ اسلئے ہنستا ہون کہ تم کو پابہ زنجیر باغ جنت کیطرف لیجایا جا رہا ہے اور میرے
ہنسنے کا باعث یہ تعجب ہے کہ زبردستی تم کو آتش دوزخ سے بچا کر ابدی بہشت میں لیجا رہا ہون کہ تم مغلوب
ہو کر ہی ایمان لے آؤ اور بہشت کے مستحق بن جاؤ اب مولانا فرماتے ہین کہ راہ امید بہشت و خوف
دوزخ مین ہر مقلد کی یہی حالت ہے کہ اوس کو باندھ کر حق سبحانہ کیطرف لایا جاتا ہے یہ لوگ خوف
و تکالیف دوزخ کی زنجیر دن میں بندھے ہوئے خدا کی طرف جاتے ہین بجز اولیا کے کہ وہ بخوشی جاتے
ہین مقلدین اس راستہ کو نہایت ناگواری کے ساتھ طے کرتے ہین اور اہل اللہ جو کہ واقف راز ہین خوش خوش
جاتے ہین جب یہ فرق معلوم ہوگیا تو اب تم کو چاہیئے کہ تم بھی مجاہدہ کر کے نور باطن حاصل کرو تاکہ یہ راہ روی
اور اطاعت حق تمیر آسان ہوجاوے اور ناگوار نہ رہے۔ دیکھو تم بچون کو زبردستی مکتب مین لیجاتے ہو
کیونکہ وہ اوس کے فوائد سے ناواقف ہوتے ہین لیکن جبکہ وہ واقف ہوجاتے ہین تو خود دوڑ دوڑ کر جاتے
ہین اور مکتب مین جانے سے اون کو نہایت خوشی ہوتی ہے نیز جبتکہ بچہ اپنی محنت کا صلہ نہین دیکھتا اسلئے
نہایت پیچ و تاب کے ساتھ مکتب مین جاتا ہے اور جبکہ وہ اپنی محنت کے صلہ مین بٹوہ مین پیسے ڈالتا ہے تو

چوروں کی طرح رات بھر جاگتا ہے اور کہتا ہے کہ کب صبح ہو کہ میں مکتب میں جاؤں اور پیسہ کماؤں پس تم بھی کوشش کرو تاکہ تم کو بھی تمہاری اطاعت کا صلہ ملے اور اُس وقت تم کو اپنے سے زیادہ طاعت کرنے والوں پر رشک آئے یعنی بجائے کراہت کے نہایت رغبت پیدا ہو جاوے جب یہ معلوم ہو گیا کہ طائعین دو قسم کے ہیں۔ کچھ قسراً طاعت کرتے ہیں۔ خواہ وہ قاسر معاوضہ ہو یا کچھ اور اور کچھ طبعاً کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہو گیا کہ ائیتا طوعاً او کرہاً۔ مین او تنویع و تقسیم کیلئے ہے نہ کہ شک و تشکیک کیلئے اور ائیتا کرہاً مقلدین کو خطاب ہے۔
اور ائیتا طوعاً صافی درون اور پاک باطن لوگوں کو اہل اللہ خدا سے بدون غرض جر منفعت کے اور محض اسلئے کہ وہ اوس کا مستحق ہے محبت کرتے ہیں اور مقلدین اوس سے غرض سے محبت کرتے ہیں اوس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ بچہ بھی دایہ سے محبت کرتا ہے اور اوس کا عاشق بھی مگر بچہ دودھ کیلئے اوس سے محبت کرتا ہے۔ مگر عاشق خود اوس کے کمال پر مفتون ہے بچہ کو اوس کے حسن سے واقفیت بھی نہیں ہوتی اور اوس سے اوس کو بجز دودھ کے اور کچھ مطلوب نہیں ہوتا۔ اور دوسرا خود اوسی پر عاشق ہوتا ہے اور اوس کی اور کوئی غرض ہی نہیں ہوتے پس جو لوگ خدا سے بطمع انعام ویا بخوف آلام محبت کرتے ہیں یہ کتاب تقلید کا سبق پڑھتے ہیں اور مقلدین ان کو اوس سے کیا نسبت جو خدا سے خدا ہونے کے سبب محبت کرتے ہین اور اغراض سے بالکل یکسو ہیں یہ ان مین باہمی فرق ہے لیکن واقع مین ولاحت حق خود ایک کمال ہے خواہ بطمع ہو یا بلا طمع گو ثانی اول سے اعلیٰ ہے پس خواہ ایسا ہو یا ویسا جبکہ وہ طالب ہے تو وہ مطلوب حق ہے اور حق سبحانہ نے اوس کو اپنی طرف کھینچا ہے اور اگر کوئی حق سبحانہ سے لغیرہ محبت کرے اور مقصد یہ ہو کہ اوس کا نفع اوس کو ہمیشہ کھینچے یا اوس سے لذاتہ لا لغیرہ محبت کرے اور اوس کی مفارقت سے ڈرنے کوئی صورت ہو دونوں کی طلب محمود ہے اور حق سبحانہ ہی کی طرف سے ہے اور اون کے دلکو اسی دلبر نے پھنسایا ہے لہذا دونوں محمود العاقبت اور سعید الجنت ہیں (اللہم اجعلنا منہم)

شرح شبیری

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا اون قیدیونکے دل کی بات کو معلوم کر لینا

پس رسول آن گفت شان را فہم کرد   گفت آن خندہ بنودم از نبرد

یعنی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکے اوس کہنے کو سمجھ لیا۔ اور فرمایا کہ میری وہ ہنسی لڑائی کے وجہ سے نہ تھی یعنی مین اس لئے نہین ہنسا تھا کہ مجھے اس لڑائی مین فتح ہو گئی اس لئے کہ یہ کچھ خوش ہونیکی بات ہی نہین کیونکہ

مردہ اندایشان وپوسیدہ فنا — مردہ کشتن نیست مردی پیش ما

یعنی وہ لوگ تو مردہ ہین اور بوسیدہ اور فنا ہونے والے مردہ کو مار ڈالنا ہمارے نزدیک مردانگی نہین ہے۔

خود کیند ایشان کہ مہ گردد شگاف — چونکہ من پا بفشرم اندر مصاف

یعنی خود وہ تو کیا ہین چاند پھٹ جاوے جبکہ مین لڑائی کے اندر پاؤن جماؤن مطلب یہ کہ بھلا مین تمہارے مغلوب ہونے سے تو کیا ہی خوش ہوتا کیونکہ میری تو وہ شان ہے کہ اگر مین لڑائی مین ایک قدم مارون تو چاند جیسا عظیم الجثہ بانور بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوے۔

اے کہ کازاد بود یدو مکین — من شما را بستہ می دیدم چنین

یعنی جس وقت کہ تم آزاد اور اپنے اپنے ٹھیکانون مین تھے مین تم کو اسی طرح بندھا ہوا دیکھ رہا تھا مطلب یہ کہ خوش اوس شئے پر ہوتے ہین کہ توقع کے خلاف خوشی کی بات ہو جاوے اور تمہارا قید ہونا اور یہ کہ تم میرے سامنے اس طرح بندھے ہوئے آؤ گے مجھے پہلے سے معلوم تھا تو پھر خوشی کی کیا بات تھی۔

اے بنازیدہ بملک و خاندان — نزد عاقل اشترے بر نردبان

اے ملک اور خاندان پر اترائے ہوئے (یہ) عاقل کے نزدیک (مثل) ایک اونٹ کے ہے سیڑھی پر۔ مطلب یہ کہ دنیا کے ملک اور خاندان پر اترانا ایسا بے جوڑ ہے جیسے کہ اونٹ کا سیڑھی پر ہونا بے جوڑ ہے۔

نقش تن را تا فتاد از بام طشت — پیش چشمم کل آتٍ آت گشت

یعنی نقش تن کا طشت جب بام سے گرا تو میری آنکھ کے سامنے ہر آنے والی چیز آ گئی تھی۔ مطلب یہ کہ جب اس تن کا ظہور ہوا ہے اور یہ تمام عالم پیدا ہوا ہے مجھکو درجۂ روحانیت مین تمام ضروری باتون کا علم ہو گیا تھا۔

بنگرم در غورہ می بینم عیان — بنگرم در نیست شئے بینم عیان

یعنی مین کچا انگور دیکھتا ہون تو شراب کو ظاہر طور پر دیکھ لیتا ہون اور نیست مین نظر کرتا ہون تو شئے دیکھ لیتا ہون ظاہر طور پر مطلب یہ کہ جو چیز ہونے والی ہوتی ہے تو قبل از وجود وہ مجھے مکشوف ہو جاتی ہے

بنگرم سر عالمے بینم نہان — آدم و حوا نرستہ از جہان

یعنی مین پوشیدہ دیکھتا ہون تو ایک مخفی عالم کو دیکھتا ہون (اوس حال مین) کہ آدم و حوا علیہما السلام جہان سے پیدا نہ ہوئے تھے۔

من شما را وقت ذرات الست — دیدہ ام پا بستہ ومنکوس و پست

یعنی تم کو ذرات الست کے وقت سے پاؤن بندھے ہوئے اور اوندھے ذلیل دیکھ رہا تھا۔

از حدوث آسمان بے عمد　　انچہ دانستہ بدم افزون نشد

یعنی آسمان بے ستون کے پیدا ہونے سے پہلے مین جو کچھ جانچ چکا تھا وہ زیادہ نہین ہوا مطلب یہ کہ عالم کی پیدائیش سے پہلے ہی مجھے ضروری امور کا علم اجمالی ہو چکا تھا۔

من شما را سرنگون می دیدہ ام　　پیش از ان کز آب وگل بالیدہ ام

یعنی مین تم کو اس سے پہلے کہ مین آب وگل سے پرورش پاؤن اوندہا دیکھ رہا تھا۔

نو ندیدم تا کنم شادی بدان　　این ہمی دیدم دران اقبال تان

یعنی مین نے کوئی نیا نہین دیکھا ہے جو مین اوس کی وجہ سے خوشی کرون اس کو مین تمھارے نصیبہ مین دیکھ رہا تھا

بستۂ قہر خفی وانگہ چہ قہر　　قند می خوردید در وے درج زہر

یعنی اس حال مین کہ قہر خفی کے بستہ تھے اور کیسا کچھ قہر تم قند کھا رہے تھے اور اوس مین زہر داخل تھا مطلب یہ کہ تم مقہور حق تھے اور اوس مین عیش وعشرت کر رہے تھے حالانکہ وہ عیش وعشرت ہی تمہارے لئے سم قاتل تھا آگے ایک اس کی مثال دیتے ہین۔

این چنین قندے پر از زہر از عدو　　خوش بنوشد چیت حسد آید برو

یعنی اگر ایسے زہر کی بھری ہوئی قند دشمن کھاوے تو تمھین کیا اوس پر حسد آوے مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا وہ عیش وآرام اصل مین زہر تھا اور تم اوس مین منہمک تھے تو اوس کی تو ایسی مثال ہے کہ ہمارا دشمن زہر ملی ہوئی قند کھانے لگے تو کیا ہمین اوس پر حسد آویگا کہ یہ قند اس کو نہ ملے اور ہمین مل جاوے اور کیا اوس قند کے ملجانے پر ہمین کوئی خوشی ہو سکتی ہے۔

با نشاط آن زہر می کردی بنوش　　مرگ تان خفیہ گرفتہ ہر دو گوش

یعنی عیش کے ساتھ تم وہ زہر پی رہے تھے اور موت خفیہ طور پر تمھارے دونون کان پکڑے ہوئی تھی (اور فرماتے ہین)۔

من نمی کردم غزا از بہر آن　　تا ظفر یابم فرو گیرم جہان

یعنی مین لڑائی اس واسطے نہین کرتا تھا کہ فتح پالون اور ملک لیلون (کیونکہ)

کاین جہان جیفہ است ومردار وخسیس　　بر چنین مردار چون باشم حریص

یعنی کہ یہ جہان مردار اور ناپاک اور بے قیمت ہے تو ایسے مردار پر مین کیونکر حریص ہون (اسلئے کہ)

سگ نیم تا پرچم مردہ کنم　　عیسیم آیم کہ تا زندہ اشش کنم

یعنی مین کتا تو نہین کہ مردہ کی کھال اوکھاڑ دن جیسی ہون مین آتا ہون تاکہ زندہ اوس کو کردون مطلب یہ کہ مجھے اس مردار دنیا کی کیا ضرورت تھی کہ جو مین اس کے لئے قتل وقتال کرتا بلکہ

زان ہمی کردم صفوف جنگ چاک تا رہانم مر شما را از ہلاک

یعنی مین لڑائی کی صفون کو اس لئے چاک کر رہا تھا تاکہ تم کو ہلاکت سے چھڑاؤن۔

زان نمی بُرّم گلوہائے بشر تا مرا باشد کرّ و فر حشر

یعنی مین لوگون کے گلے اس لئے نہین کاٹتا تھا کہ میرے لئے کروفر اور انجام ہوجاوے (بلکہ)

زان ہمی بُرّم گلوئے چند تا زان گلوہا عالمے یابد رہا

یعنی مین چند گلے اس واسطے کاٹ رہا تھا تاکہ اون گلون سے ایک عالم رہائی پاوے۔

گر شما پروانہ وار از جہل خویش پیش آتش می کنید این جملہ کیش

یعنی اگرچہ تم پروانہ کی طرح اپنے جہل کی وجہ سے آگ کے سامنے یہ تمام مذہب کر رہے تھے۔

من ہمی رانم شما را ہمچو مست از در افتادن در آتش با دو دست

یعنی مین تم کو آگ مین گرنے سے دونون ہاتھون سے مست کی طرح ہٹا رہا ہون مطلب یہ کہ جس طرح مست کو بچایا کرتے ہین کہ اوسے خود کچھ خبر نہین ہوتی اسی طرح فرماتے ہین کہ مین تم کو بچا رہا ہون۔ امام بخاری نے ایک روایت نقل کی ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثلی کمثل رجل استوقد نارا فلما اضاءت ما حولھا جعل الفراش وھذہ الدواب التی تقع فی النار یقعن فیھا وجعلھا یحجزھن ویغلبنہ فیقتحمن فیھا فانا آخذ بحجزکم عن النار وانتم تقتحمون۔ اسی روایت کے مضمون کو مولانا اس جگہ فرماتے ہین کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین جو تم سے لڑتا تھا وہ ملک گیری کے لئے نہین بلکہ تم اپنے مذہب کی باتین کرتے آگ مین گھُسے جاتے ہو اور مین تم کو اوس سے ہٹانا چاہتا ہون۔

آنکہ خود را فتح ہا پنداشتید تخم منحوسے خودی کاشتید

یعنی جس کو کہ تم اپنے لئے فتح سمجھتے تھے وہ تم اپنی منحوسی کا بیج بو رہے تھے۔

یکدگر را جد و جد می خواندید سوئے اژدرہا فرس می راندید

یعنی ایک دوسرے کو کوشش اور کوشش سے بلا رہے تھے اور اژدہا کی طرف گھوڑا چلا رہے تھے۔

قہر می کردید اندر عین قہر خود شما مقہور قہر شیر دہر

یعنی تم عین قہر مین ظلم کر رہے تھے خود تم شیر زمانہ کے قہر کے مقہور تھے مطلب یہ کہ تم خود قہر حق مین مبتلا تھے

اور اوسپر ظلم کر رہے تھے آگے اس مضمون کو ایک مثال مین بیان فرماتے ہین۔

بیان اُس کا کہ ظالم عین ظلم کرنے کے وقت مقہور ہے

دُزد قہر خواجہ کرد و زر کشید   او بدان مشغول خود والی رسید

یعنی چور نے خواجہ پر ظلم کیا اور روپیہ لے لیا وہ اسی مین مشغول تھا کہ حاکم خود پہونچ گیا۔

گر ز خواجہ آن زمان بگریختی   کے بدو والی حشر انگیختی

یعنی اگر خواجہ سے اوس وقت بھاگ جاتا تو اوسپر حاکم کب مجمع کو ڈالتا۔

قاہری دُزد مقہوریش بود   زانکہ قہر او سر او در ربود

چور کا ظلم اوسی کی مغلوبیت ہوگئی اسلئے کہ اوسی کا قہر اوسکے سر کو لے گیا۔

غالبی بر خواجہ دام او شود   تا رسد والی و بستاند قود

خواجہ پر غالب ہو جانا اوسی (چور) کے لئے جال ہو جاتا ہے یہان تک کہ حاکم پہونچتا ہے اور بدلہ لیتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہین۔

ایکہ تو بر خلق چیرہ گشتۂ   در نبرد و در غالبی آغشتۂ

یعنی کہ شخص جو ایک مخلوق پر غالب ہو رہا ہے اور مقابلہ اور غالب ہونے میں ملا ہوا ہے تو

آن بقاصد منہزم کردست شان   تا ترا در حلقہ می آرد کشان

یعنی اوس (حق تعالیٰ) نے قصداً اون (لوگون) کو پست کر دیا تاکہ تجھکو حلقہ مین کھینچتا ہوا لاوے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے جو تجھے غالب اور اونکو مغلوب بنایا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ تو خوب ظلم کرے تاکہ پھر تجھے ایکدم سے گرفتار کر لین لہٰذا تجھے چاہیئے۔

ہین عنان در کش پے این منہزم   در مران تا تو نگردی منخرم

یعنی ہان اِس پست ہونے والے کے پیچھے سے باگ کھینچ لے (سواری کو) چلا مت تاکہ تو مقطوع نہ ہو جاوے مطلب یہ کہ ان مظلومون پر ظلم کرنا چھوڑ دے اسلئے کہ کہیں ان پر ظلم کرنے سے تجھ پر وبال نہ آجائے۔

چون کشانندت بدین شیوہ مدام   حملہ بینی بعد از ان اندر زحام

یعنی جب تجھکو قضا و قدر اس طریقہ سے جال میں کھینچ لین گے تو اوس کے بعد تو ازدحام کے اندر حملہ دیکھے گا۔

عقل ازین غالب شدن کے گشت شاد   چون درین غالب شدن دیداد فساد

یعنی عقل اس غالب ہونے سے کب خوش ہوئی جبکہ اس غالب ہونے مین اوس نے فساد دیکھا۔

تیز چشم آمد خرد بینائی پیش　　که خدایش سرمہ کرد از کحل خویش

یعنی عقل انجام بین تیز چشم ہوتی ہے جبکہ خدائے تعالیٰ نے اوسکا سرمہ اپنے سرمہ سے کیا۔ مطلب یہ کہ جو عقل انجام بین ہے اور حق تعالیٰ نے اوسے بصیرت عطا فرمائی ہے وہ پہلے ہی دیکھ لیتی ہے کہ اس غالب ہونے میں بجز فساد کے کچھ نفع نہین لہذا اس سے وہ کبھی خوش نہین ہوتی۔

گفت پیغمبر کہ ہستند از فنون　　اہل جنت در خصومتہا زبون

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فنون کی وجہ سے اہل جنت جھگڑون مین عاجز ہوتے ہین

از کمال حزم و سوء الظن خویش　　نے ز نقص و بد دلی و ضعف کیش

اپنے کمال احتیاط اور برائی کے اندیشہ کیوجہ سے نہ کہ کمی اور بد دلی اور مذہب کے ضعیف ہونیکی وجہ سے مطلب یہ کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو نیک لوگ ہین وہ جھگڑوں مین ہمیشہ خود ہی مغلوب ہوجاتے ہین اور یہ مغلوب ہونا کسی نقصان اور بد دلی کی وجہ سے نہین ہوتا۔

در فرہ دادن شنیدہ در کمون　　حکمت لولا رجال مومنون

یعنی غلبہ دینے مین وہ پردہ ہی مین لولا رجال مومنون کی حکمت کو سُنے ہوئے تھے۔

دست کوتاہی ز کفار لعین　　فرض شد بہر خلاص مومنین

کفار لعین سے ہاتھ روکنا مومنین کے چھٹکارہ کے واسطے فرض ہوا۔

قصۂ عہد حدیبیہ بخوان　　کف ایدیکم تمامت زان بدان

حدیبیہ کے زمانہ کے قصہ کو پڑھ لے کف ایدیکم پورے کو اسی وجہ سے جان۔ مطلب یہ کہ اوپر کہا ہے کہ نیک لوگ جھگڑون مین ہمیشہ خود ہی مغلوب ہوجاتے ہین۔ اور یہ مغلوب ہونا کسی احتیاط کی وجہ سے ہوتا ہے اب یہان اوس کی ایک نظیر بیان کرتے ہین کہ دیکھو حدیبیہ مین جو بظاہر مسلمان مغلوب ہوگئے اوسکی حکمت وہ تھی جو کہ آیت لولا رجال مومنون الایہ مین بیان کی گئی ہے کہ اگر مومنین مغلوب نہ ہوتے تو مکہ مین جو پوشیدہ ایمان والے مسلمان موجود تھے وہ بھی اس لڑائی مین مارے جاتے اور پھر مسلمانون پر اسکا وبال پڑتا۔ لہذا حق تعالیٰ نے دونون طرف سے ہاتھ رکوائے اور قتال نہ ہونے دیا تو دیکھئے کہ انکی مغلوبیت مین کس قدر عظیم الشان مصلحت تھی آگے فرماتے ہین۔

نیز اندر غالبی ہم خویش را　　دید او مغلوب دام کبریا

یعنی غلبہ کی حالت مین بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو حق تعالیٰ کے جال کا مغلوب دیکھا (اسلئے کہ)

ما رمیت اذ رمیت آمد خطاب　　گم شدہ او واللہ اعلم بالصواب

یعنی مارمیت اذ رمیت کا خطاب آیا تو آپ فنا ہو گئے واللہ اعلم بالصواب مطلب یہ کہ جھگڑون مین تو اپنے کو مصلحت کی وجہ سے مغلوب کر ہی لیتے تھے مگر غلبہ کی حالت مین بھی وہ اپنے کو مغلوب ہی سمجھتے تھے جیسا کہ مارمیت اذ رمیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی رمی کو حق تعالےٰ نے اپنی ہی رمی فرمایا جس سے کہ درجہ کمال فنا اور اتحاد اصطلاحی معلوم ہوتا ہے تو یہان بھی باوجودیکہ غلبہ تھا لیکن دست قدرت حق سے مغلوب ہی ہے آگے پھر حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدیون سے ارشاد ہے۔

زان نمی خندم من از زنجیرتان — کے بگردم ناگہان شبگیرتان

یعنی مین تمھاری زنجیر پر اس وجہ سے نہین ہنستا کہ مین تمہارا ناگہان رات کا پکڑنے والا ہو گیا (بلکہ)

زان ہمی خندم کہ با زنجیر و غل — می کشم تان سوے سروستان و گل

مین اسلئے ہنستا ہون کہ قید و زنجیر کے ساتھ تم کو باغ اور پھول کی طرف کھینچ رہا ہون

اے عجب کز آتش بے زینہار — بستہ می آریم تان تا سبزہ زار

تعجب ہے کہ بے پناہ آگ سے مین تم کو سبزہ زار کی طرف کھینچتا ہوا لا رہا ہون۔

از سوئے دوزخ بزنجیر گران — می کشم تان تا بہشت جاودان

یعنی دوزخ کی طرف سے بھاری زنجیر کے ساتھ مین تم کو بہشت جاودانی کی طرف لا رہا ہون آگے مولانا فرماتے ہین۔

ہر مقلد را درین رہ نیک و بد — ہم چنان بستہ بحضرت می کشد

یعنی ہر مقلد کو اس نیک (بہشت) اور بد (دوزخ) راستہ مین اسی طرح باندھے ہوئے بارگاہ باری تک کھینچ رہے ہین (مقلد سے مراد عوام ہین)۔

جملہ در زنجیر بیم و ابتلار — می روند این رہ بغیر اولیار

یعنی سب خوف اور امتحان کی زنجیر مین یہ راہ چل رہے ہین سوائے اولیار اللہ کے (کہ وہ اپنی رضا سے چل رہے ہین)۔

می کشند این راہ را بیگار وار — جز کسانے واقف از اسرار کار

یعنی اس راستے کو (عوام) بیگار کی طرح کھینچ رہے ہین سوائے اون لوگون کے جو کام کے اسرار سے واقف ہین

جہد کن تا نور تو رخشان شود — تا سلوک و خدمتت آسان شود

یعنی کوشش کر تا کہ تیرا نور روشن ہو جاوے اور تا کہ تجھکو سلوک اور خدمت آسان ہو جاوے آگے اس کی ایک مثال دیتے ہین۔

کودکان را می بری مکتب بزور
زانکہ ہستند از فوائد چشم کور

یعنی بچون کو زبردستی مکتب لیجاتے ہو اسلیئے کہ وہ فوائد (مکتب) سے اندھے ہین۔

چون شود واقف بمکتب می رود
جانش از رفتن شگفتہ می شود

یعنی جب (فوائد مکتب سے) واقف ہو جاتا ہے تو مکتب کی طرف دوڑتا ہے جان اوسکی (مکتب) جانے سے شگفتہ ہوتی ہے۔

میرود کودک بمکتب پیچ پیچ
چون ندید از مزد کار خویش ہیچ

یعنی بچہ مکتب مین گھبراتا ہوا جاتا ہے جبکہ وہ اپنے کام کی مزدوری ہی نہ دیکھے۔

چون کند در کیسہ دانگے دستمزد
انگہے بے خواب گردد ہمچو دزد

یعنی جب بٹوہ مین ایک پیسہ مزدوری کا رکھ لیتا ہے تو اُس وقت چور کی طرح رات کو بیخواب ہو جاتا ہے یعنی پھر تو شوق مکتب مین رات کو نیند بھی نہین آتی آگے مولانا فرماتے ہین۔

جہد کن تا مزد طاعت در رسد
بر مطیعان انگہان آید حسد

یعنی کوشش کر تا کہ طاعت کی مزدوری پہونچے اوس وقت تجھکو طاعت کرنے والون پر غبطہ ہو یعنی کوشش کر کے کچھ حاصل کر اوس وقت تجھے اپنے سے زیادہ لوگون پر غبطہ ہوگا اور چاہے گا کہ مین بھی ایسا ہی ہو جاون

ائیتا کرہاً مقلد گشتہ را
ائیتا طوعاً صفا بسرشتہ را

یعنی مقلد کیلیئے تو ائیتا کرھاً ہے اور صفا سے ملے ہوئے کے لئے ائیتا طوعاً ہے۔

این محب حق زبہر علتے
وان دگر را بے غرض خود خلتے

یہ (عوام) تو حق تعالیٰ کے محب کسی علت کیوجہ سے ہین اور اوس دوسرے (یعنی اولیاء) کو خود ایک دوستی ہے آگے اس کی ایک مثال دیتے ہین۔

این محب دایہ لیک از بہر شیر
وان دگر دلدادہ بہر این ستیر

یعنی یہ (بچہ) دایہ کا عاشق ہے لیکن دودھ کے واسطے اور وہ (زوج دایہ) اوس عورت کا دلدادہ ہے کیونکہ

طفل را از حسن او آگاہ نے
غیر شیر او را از و دلخواہ نے

یعنی بچہ کو اوس کے حسن کی خبر نہین ہے اور سوائے دودھ کے اوس کو اوس سے کچھ مطلوب نہین ہے۔

وان دگر خود عاشق دایہ بود
بے غرض در عشق یک رایہ بود

اور وہ دوسرا (زوج دایہ) خود دایہ کا عاشق ہوتا ہے بغیر کسی غرض کے عشق مین ایک رائے والا ہوتا ہے آگے اسپر تفریع فرماتے ہین۔

پس محب حق بامید وبترس دفتر تقلید میخواند بدرس

پس جو خدا کا محب امید اور خوف کی وجہ سے ہے وہ سبق مین دفتر تقلید کو پڑھ رہا ہے۔

وان محب حق زبہر حق کجاست کہ زاغراض وز علتہا جداست

یعنی وہ محب حق جو حق ہی کے واسطے ہو کہان ہے جو کہ غرضون اور علتون سے جُدا ہے۔

گر چنین وگر چنان چون طالب ست جذب حق او را سوئے حق جاذب ست

اگر اس طرح خواہ اوس طرح جب طالب ہے جذب حق اوسکے لئے حق کی طرف جاذب ہے۔ مطلب یہ کہ اوپر عوام کی محب حق کو باغرض بتلایا تھا اور بظاہر اوس کی کچھ مذمت کی تھی تو عوام کو اوس سے کچھ یاس ہوسئے اوسکو دفع فرماتے ہین کہ غرض کے ساتھ بے غرضی کے ساتھ جس طرح بھی ہو جب طلب ہوگی تو اوس طرف سے کشش بھی ہوگی اور وہ کشش ایک دن مقصود تک پہونچا بھی دیگی لہذا اصل چیز طلب ہے۔ اوس کو پیدا کرنا چاہیئے۔

گر محب حق بود لغیرہ کے ینال دائما من خیرہ

یعنی اگر محب حق غیر حق کی وجہ سے ہوگا تو اوس کی خیر سے ہمیشہ کب پہونچتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی بہشت وغیرہ ہی کی وجہ سے محب حق ہے تو اوس کو اس وقت تو بہشت مل ہی نہین رہی ہے اور محب اس وقت ہے تو یہ محب لغیرہ بھی ایک درجہ مین محب لعینہ ہوا۔

یا محب حق بود لعینہ لاسواہ خائفا من بینہ

یا محب حق خاص حق کے واسطے ہو اور حق کے سوائے کسی سے ڈرنے والا نہ ہو۔

ہر دورا این جستجو ہا زان سرست این گرفتاری دل زان دلبرست

دونون کی جستجو مین اوسی طرف سے ہین اور یہ دلکی گرفتاری اوس دلبری کی وجہ سے ہے۔

شرح حبیبی

آمدیم اینجا کہ در صدر جہان	گر نبودے جذب آن عاشق نہان
ناشکیبا کے بُدے او از فراق	کے دوان باز آمدی سوئے وثاق
میل معشوقان نہانست وستیر	میل عاشق با دو صد طبل ونفیر
یک حکایت ہست اینجا ز اعتبار	لیک عاجز شد بخاری زانتظار
ترک آن کردیم کو در جستجو ست	تا کہ پیش از مرگ بیند روئے دوست

تا رہد از مرگ یا بد او نجات　　زانکہ دید دوست ستت آب حیات
ہر کہ دید او نباشد دفع مرگ　　دوست نبود کہ نہ میوہ ستش نہ برگ
کار آن کارست ای مشتاق مست　　کاندران کار ار رسد مرگت خوشست
صد نشان صدق ایمان اے جوان　　آنکہ آید خوش ترا مرگ اندران
گر نشد ایمان تو اے جان چنین　　نیست کامل رو بجو اکمال دین
ہر کہ اندر کار تو شد مرگ دوست　　بر دل تو بے کراہت دوست اوست
چون کراہت رفت آن خود مرگ نیست　　صورت مرگ ست و نقلان کردنیست
چون کراہت رفت مردن نفع شد　　پس درست آمد کہ مردن دفع شد
دوست حق ست او کسے کش گفت او　　کہ توئی آنِ من و من آنِ تو
گوش دار اکنون کہ عاشق می رسد　　بستہ عشق او را بحبل من مسد

جب سلسلہ گفتگو جذب محبوب تک پہونچا تو پھر ہم کو عاشق صدر جہان کا قصہ یاد آگیا اور ہم اس گفتگو سے اس مضمون تک پہونچگئے کہ اگر صدر جہان مین اس عاشق کا جذب مخفی نہ ہوتا تو وہ فراق سے بے صبر نہ ہوتا اور دوڑا ہوا گھر واپس نہ آتا معشوقون مین بھی محبت ہوتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہین مگر وہ مخفی ہوتے ہے اور عاشقون کی محبت بہ ہزار شور و شیون اور ڈہلکے کی چوٹ ہوتی ہے اس مقام پر قیاس کے لیے ایک حکایت یاد آگئی لیکن ہم اوس کو اسلئے بیان نہین کرتے کہ بخاری انتظار کرتے کرتے مجبور ہوگیا ہے اور ہم نے اوسے اسلئے چھوڑ دیا کہ وہ صدر جہان سے ملنا چاہتا ہے اچھا ہے کہ مرنے سے پہلے وہ اپنے دوست سے مل لے اور اس طریقہ سے موت سے بچ جائے کیونکہ دیدار یار مین آب حیات کی طرح خاصیت احیا ہے اب مولانا یہان سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر دیدار یار مین موت کو دفع کرنیکی قدرت نہ ہو تو وہ دوست ہی نہین کیونکہ وہان آثار دوستی مفقود ہین اور یہ بات صرف حق سبحانہ ہی مین ہے کسی فانی مین نہین لہذا محبوب وہی ہے اور کوئی نہین دوست اور محبوب کے تو یہ شان ہے اور کرنے کے قابل وہ کام ہے کہ اگر اس حالت مین موت بھی آجاوے تو وہ بھی اچھی ہو اور یہ کام طلب حق سبحانہ ہے اسی لیے حق سبحانہ نے صدق ایمان کی علامت یہ قرار دی ہے کہ تم کو موت محبوب ہو کیونکہ اگر ایمان ایسا نہین تو ہنوز ناقص اور محتاج اکمال ہے اوس کو کامل کرنے کی ضرورت ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ محب صادق وہی سمجھا جاتا ہے جو دوست کیلئے جان سے بھی دریغ نہ کرے۔ چنانچہ جو لوگ تمھارے کام مین مرجانا پسند کرتے ہین تمھارے نزدیک سچے دوست وہی ہین اور وہ نہین سے تم کو خالص محبت ہے

اب یہ سمجھو کہ جب موت سے نفرت نہ رہی تو وہ موت ہی نہین بلکہ صورت موت ہے اور واقع مین ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ اور جبکہ نفرت نہ رہی تو موت سراسر نفع ہو جاتی ہے لہذا یہ کہنا صحیح ہے کہ موت دفع ہو گئی۔ پس دوست دو ہین اولا اور حقیقۃً تو حق سبحانہ اور دنیا مین وہ شخص جو یون کہے کہ تو میرا اور مین تیرا اچھا اب سنو کہ عاشق عشق کے سبب موج کی رسی مین بندھا ہوا آتا ہے۔

شرح شبیری

معشوق کا عاشق کو اس طرح جذب کرنا کہ نہ عاشق کو اوس کا علم ہے اور نہ امید و وہم اور اس جذب سے سوائے خوف کے جو کہ ناامیدی کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے مع ہمیشہ رہنے طلب کے کوئی اثر ظاہر نہین ہوتا

آمدیم اینجا کہ در صدر جہان ۔ گر نبودے جذب آن عاشق نہان

یعنی اس جگہ آگئے ہم کہ اگر صدر جہان مین اوس عاشق کا جذب پوشیدہ نہ ہوتا۔

ناشکیبا کے بُدے او از فراق ۔ کے دوان باز آمدے سوی وثاق

یعنی وہ فراق کیوجہ سے بے صبر کب ہوتا اور گھر کی طرف دوڑتا ہوا پس کیون آتا مطلب یہ کہ صدر جہان ہی کا جذب تھا کہ اوس کا عاشق دوڑتا ہوا اوسکے پاس چلا آیا ہان فرق اتنا تھا۔

میل معشوقان نہانست و ستیر ۔ میل عاشق با دو صد طبل و نفیر

یعنی معشوقون کا میلان تو پوشیدہ اور مستور ہے اور عاشقون کا عشق سیکڑون طبل اور غل و شور کے ساتھ ہے۔

یک حکایت ہست اینجا ز اعتبار ۔ لیک عاجز شد بخاری ز انتظار

یعنی ایک حکایت اس جگہ عبرت کے واسطے ہے لیکن بخاری انتظار کی وجہ سے عاجز ہو رہا ہے مطلب یہ کہ ہم اوس حکایت کو بیان کرتے مگر چونکہ اوس کو اپنے محبوب تک پہونچنے کا سخت انتظار ہے

صد ۱۱۲ ص ۲۰۸

اس لئے اومی کے قصہ کو بیان کرتے ہین۔

ترک آن کردیم کو در جستجوست تاکہ پیش از مرگ بیند روئے دوست

یعنی اوس حکایت کو ہم نے ترک کردیا کیونکہ وہ (عاشق) جستجوئے (محبوب) مین ہے تاکہ مرنے سے پہلے وہ دوست کے چہرہ کو دیکھ لے۔

تا رہد از مرگ ویابد نجات زانکہ دید دوست است آب حیات

یعنی تاکہ وہ مرنے سے چھوٹ جاوے اور نجات پالے کیونکہ دیدار دوست آب حیات ہے۔

ہر کہ دیداو نباشد دفع مرگ دوست نبود کہ نہ میوہ است ونہ برگ

یعنی جو شخص کہ اوس کا دیدار موت کا دفعیہ نہ ہو وہ دوست نہین ہے کہ اوس کے اندر نہ میوہ ہے نہ پتا ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص کہ ایسا ہو کہ اوس کے دیدار سے موت نہ جاوے تو وہ اصل مین دوست ہی نہین کیونکہ حقیقت مین دوست حق تعالے ہین اور ظاہر ہے کہ جب اون کا دیدار ہو گیا تو فنا کا کہین نام نہین رہ سکتا پھر تو بقا ہی بقا ہے۔

کار آن کار ست ای مشتاق مست کاندران کار ار رسد مرگت خوش است

یعنی اے مشتاق مست کام تو وہ کام ہے کہ اوس کام مین تم کو موت آجاوے تو اچھا ہے یعنی اصلی کام تو وہ ہے کہ اگر اوس کو کرتے وقت انسان مرجاوے تو کوئی خوف اور ہراس نہ ہو۔

شد نشان صدق ایمان ای جوان آنکہ آید خوش ترا مرگ اندران

یعنی اے جوان صدق ایمان کی نشانی وہ ہے کہ تجھے اوس کے اندر موت بھلی معلوم دے

گر نشد ایمان تو اے جان چنین نیست کامل رو بجو اکمال دین

یعنی اور اگر نہین ہے اے جان ایمان تیرا ایسا تو کامل نہین ہے جا ایمان کا کامل ہونا ڈھونڈھ آگے اس کی ایک مثال ہے۔

ہر کہ اندر کار تو شد مرگ دوست بر دل تو بے کراہت دوست اوست

یعنی جو شخص کہ تیرے کام مین موت کا دوست رکھنے والا ہو جاوے تو تمھارے دل پر بے کراہت کے دوست وہی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی تمھارے کام مین مرنے تک کی پرواہ نہ کرے تو دیکھو تمھارا اصلی دوست وہی ہوگا تو اسی طرح اگر کوئی شخص راہ حق مین مرنے سے نہ گھبراوے تو وہ بھی یقیناً حق تعالے کا دوست اور محبوب ہو جاوے گا۔

چون کراہت رفت آن خود مرگ نیست صورت مرگ است نقلان کردنیست

یعنی جب کراہت جاتی رہی وہ خود موت ہی نہ رہی صورت موت کی ہے اور ایک منتقل ہونا ہے۔

چون کراہت رفت مردن نقع شد　　پس درست آمد کہ مردن دفع شد

یعنی جب کراہت جاتی رہی تو مرنا نافع ہو گیا پس درست آیا کہ مرنا دفع ہو گیا یعنی جب مرنے سے کراہت ہی نہ رہی بلکہ مرنے پر رضا ہو گئی تو وہ مرنا مرنا ہی نہ رہا۔

دوست حق است آن کسے کش گفت او　　کہ توئی آن من و من آن تو

یعنی دوست حق کا ہے وہی کہ اوسکو حق نے کہدیا کہ تو میرا اور مین تیرا (اس سے مراد اتحاد اصطلاحی ہے)

گوش دار اکنون کہ عاشق میرسد　　بستہ عشق او را حبل من مسد

یعنی سنو کہ اب عاشق پہونچتا ہے عشق نے اوس کو کھجور کی رسی مین باندھ رکھا ہے مطلب یہ کہ عشق اوسکو کشان کشان محبوب تک لئے جا رہا ہے۔

شرح حبیبی

چون بدید او چہرۂ صدر جہان　　گوئیا پرید ش از تن مرغ جان
ہمچو چوب خشک او فتاد آن تنش　　سرد شد از فرق تا سر ناخنش
ہر چہ کردند از بخور و از گلاب　　نے بجنبید و نیامد در خطاب
کار ناید در بخارا ہر بخور　　جز کہ بوئے آن شہ با فر و نور
شاہ چون دید آن مزعفر روئے او　　پس فرود آمد ز مرکب سوئے او
گفت عاشق دوست جوید تیز تفت　　چونکہ معشوق آمد آن عاشق برفت
عاشق حقی و حق آنست کو　　چون بیاید از تو نبود تار مو
صد چو تو فانی ست پیش آن نظر　　عاشقی بر نفی خود خواجہ مگر
سایۂ و عاشقی بر آفتاب　　شمس آید سایہ لا گردد شتاب
چونکہ سر بر زد ز مشرق قرص خور　　نے ستارہ ماند و نے شب اثر
از در دل چونکہ عشق آید درون　　عقل رخت خویش انداز د برون
ہمچو شیر خورد با آہو دو چار　　گشت آہو بے خبر افتاد زار
ہمچو زور پشہ پیش تند باد　　فہم کن و اللہ اعلم بالرشاد

جب اوس نے صدر جہان کا چہرہ دیکھا تو ایسی حالت ہو گئی جیسا کہ اوس کی روح پرواز کر گئی ہو اور

خشک لکڑی کی طرح اوس کا جسم بے حس و حرکت ہوکر گر پڑا سر سے لیکر ناخن پا تک سرد ہوگیا بہت کچھ دہونیاں
دی گئین بہت گلاب چھڑکا گیا لیکن نہ اوس نے حرکت کی اور نہ بولا بات یہ ہے کہ بخارا بن اوس کے لئے کوئی
بخور کار آمد نہین بجز صدر جہان کی بو کے یہی ہے جو اوس کو ہوش مین لاسکتی ہے جب بادشاہ نے اوسکا
زرد چہرہ دیکھا تو سواری سے اوتر کے اوس کے پاس آیا اور نہایت افسوس سے کہا کہ عجیب حالت ہے
عاشق اپنے محبوب کو بہت جانکاہی کے ساتھ ڈھونڈھتا ہے مگر جب وہ ملتا ہے تو یہ چل دیتا ہے اب
تم کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے دیکھو تم عاشق ہو لہذا تمھاری شان یہ ہونی چاہیئے کہ اوسکے
سامنے تمھاری ہستی بال برابر بھی نہ باقی رہنی چاہیئے تو جو اوس محبوب حقیقی کا عاشق ہوتا ہے
اس سے معلوم ہونا چاہیئے کہ تو اپنی فنا پر عاشق ہے اور تو اپنے کو مٹانا چاہتا ہے کیونکہ جب وہ جلوہ
نما ہوگا تو بال برابر بھی تیرا وجود باقی نہ رہیگا اسلیئے کہ اوس نظر کے سامنے تیری کوئی حقیقت نہین
تم سے سیکڑون مٹ چکے ہین پس اگر یہ مقصود ہو تب تو اس راہ مین قدم رکھنا اور اگر خودی مطلوب ہو تو
اس راہ مین تیرا کام نہین عاشق حق ہونیکی صورت مین تو ایک سایہ ہوگا جو کہ آفتاب کے عشق کا دم بھرتا
ہے پس جب آفتاب آئے گا سایہ فوراً فنا ہوجائے گا ایک سایہ کیا جبکہ آفتاب نکلتا ہے تو نہ ستارے
رہتے ہین نہ رات کا نشان باقی رہتا ہے ؎

چو سلطان عزت علم درکشد جہان سر بجیب عدم درکشد

اسی طرح سمجھو کہ جب دروازۂ دل سے عشق آتا ہے تو عقل اپنا اسباب نکال کر دل کو اوس کے لئے خالی
کردیتی ہے عقل کی عشق کے سامنے ایسی مثال ہے جیسے ہرن کی شیر کے سامنے جب شیر ہرن کے سامنے
آتا ہے تو ہرن بیہوش ہوکر گر جاتا ہے نیز عقل کی قوت کی عشق کے سامنے ایسی ہی مثال ہے جیسے مچھر
کی قوت کی آندھی کے سامنے خوب سمجھ لو اور ٹھیک بات خدا کو معلوم ہے۔

شرح شبیری

بخاری عاشق کا صدر جہان کی خدمت مین پہونچنا

چون بدید او چہرۂ صدر جہان گوئیا پرید ش از تن مرغ جان

یعنی جب اوس نے صدر جہان کا چہرہ دیکھا تو گویا کہ بدن سے اوس کا مرغ جان اوڑ گیا۔

ہمچو چوب خشک افتاد آن تنش سرد شد از فرق تا سر ناخنش

یعنی ایک سوکھی لکڑی کی طرح اوس کا وہ تن گر گیا اور سر سے ناخن کے سرے تک سرد ہو گیا۔

ہر چہ کردند از بخور و از گلاب		نے بجنبید و نیامد در خطاب

جتنا کہ دہونی اور گلاب پاشی کی نہ ہلا نہ خطاب مین آیا (آگے مولانا فرماتے ہین)۔

کار ناید در بحارا ہر بخور		جز کہ بوئے آن شہ با فر و نور

یعنی بخارا مین سرد ہونے کام نہیں دیتی سوائے اوس نور اور دبدبہ والے بادشاہ کی خوشبو کے۔

شاہ چون دید آن مزعفر روئے او		پس فرود آمد ز مرکب سوئے او

یعنی بادشاہ نے جب اوس کا وہ زعفرانی چہرہ دیکھا تو سواری سے اوس کے پاس اُتر آیا۔

گفت عاشق دوست جوید تیز تفت		چونکہ معشوق آمد آن عاشق برفت

یعنی کہنے لگا کہ عاشق محبوب کو جلدی جلدی ڈہونڈہتا ہے اور جبکہ محبوب آگیا تو عاشق چلدیا۔ مولانا فرماتے ہین

عاشق حقی و حق آنست کو		چون بیاید از تو بنود تار مو

یعنی تو حق کا عاشق ہے اور حق وہ ہے کہ اگر وہ آوے تو تجھ مین سے ایک بال بھی باقی نہ رہے (بلکہ

صد چو تو فانی ست پیش آن نظر		عاشقی بر نفی خود خواجہ مگر

یعنی تجھ جیسے تو سیکڑون اوس نظر کے سامنے فانی ہین تو ارے میان تو اپنی فنا پر عاشق ہے یعنی تو نے جو اوس سے محبت کی ہے اور اوس کی محبت مین سیکڑون تجھ جیسے فنا ہو چکے ہین تو شاید تو اپنے فنا ہونے پر عاشق ہے اور اپنی فنا کو چاہتا ہے۔

سایۂ و عاشقی بر آفتاب		شمس آید سایہ لا گردد شتاب

یعنی تو سایہ ہے اور آفتاب پر عاشق ہے تو آفتاب آویگا تو سایہ معدوم ہو جاویگا جلدی سے (تو اسی طرح جب تم حق تعالےٰ پر عاشق ہو تو اوس کی تجلی کے ظہور کے وقت تم بھی اسی طرح فنا ہو جاؤگے)

چونکہ سر برزد ز مشرق قرص خور		نز ستارہ ماند نے از شب اثر

یعنی جبکہ خورشید کی ٹکیہ نے مشرق سے سر نکالا تو نہ ستارہ رہتا ہے اور نہ رات کا کچھ اثر رہتا ہے (اسی طرح

از در دل چونکہ عشق آید درون		عقل رخت خویش اندازد برون

یعنی جبکہ عشق دل کے دروازہ سے اندر آجاتا ہے تو عقل اپنا اسباب باہر ڈالدیتی ہے یعنی عقل رخصت ہو جاتی ہے آگے اس کی ایک مثال ہے۔

ہمچو شیر خورد با آہو دوچار		گشت آہو بے خبر افتاد زار

مثل اوس شیر کے جو کسی ہرن سے دوچار ہوا اور ہرن بے خبر ہو گیا اور کمزور ہو کر گر گیا مطلب یہ کہ اسی طرح

عشق کے آنے کے وقت عقل بھی کمزور ہو جاتی ہے آگے اسی کی ایک دوسری مثال ہے۔

ہمچو زور پشہ پیش تند باد　　فہم کن واللہ اعلم بالرشاد

یعنی جیسے کہ تیز ہوا کے سامنے مچھر کا زور ہوتا ہے سمجھو اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والے ہیں ٹھیک بات کو مطلب یہ کہ جس طرح کہ تیز ہوا کے سامنے مچھر کی کچھ نہیں چلتی بس اسی طرح حضرت عشق کے سامنے بیچاری عقل کی کچھ نہیں چلتی۔ آگے مچھر کی ہوا کے سامنے نہ چلنے پر ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

پشہ آمد از حدیقہ وز گیاہ　　در سلیمان گشت پشہ داد خواہ

کای سلیمان معدلت می گستری　　بر شیاطین آدمی زاد و پری

مرغ و ماہی در پناہ عدل تست　　کیست آن گم گشتہ کش فضلت نجست

داد دہ ما را کہ بس زاریم ما　　بے نصیب از باغ و گلزاریم ما

مشکلات ہر ضعیفے از تو حل　　پشہ باشد در ضعیفی خود مثل

شہرہ ما در ضعف و اشکستہ پری　　شہرہ تو در لطف و مسکین پروری

اے تو در اطباق قدرت منتہی　　منتہی ما در کمی و گمرہی

داد دہ ما را ازین غم کن جدا　　دست گیر اے دست تو دست خدا

پس سلیمان گفت ای انصاف جو　　داد و انصاف از کہ می خواہی بگو

کیست آن ظالم کہ از باد بروت　　ظلم کرد ست و خراشیدہ است روت

ای عجب در عہد ما ظالم کجاست　　کو نہ اندر حبس و در زنجیر ماست

چونکہ ما زادیم ظلم آن روز مرد　　پس بعہد ما کہ ظلمے پیش برد

چون بر آمد نور ظلمت نیست شد　　ظلم را ظلمت بود اصل و عضد

نک شیاطین کسب و خدمت می کنند　　دیگران بستہ باصفاد ند و بند

اصل ظلم ظالمان از دیو بود　　دیو در بند است استم چون نمود

ملک زان داد است ما را کن فکان　　تا ننالد خلق سوئے آسمان

تا بہ بالا بر نیاید دودہا　　تا نگردد مضطرب چرخ و سہا

تا نہ لرزد عرش از نالہ یتیم　　تا نگردد از ستم جانے سقیم

زاں تہادیم از ممالک مذہبے | تا نیاید بر فلک ہا یا ربے
منگرائے مظلوم سوئے آسمان | کآسمانے شاہ داری در زمان
گفت پشہ داد من از دست باد | کو دو دست ظلم بر ما بر کشاد
ما ز ظلم او بہ تنگے اندریم | با لب بستہ از و خوں می خوریم
ظلم او بر ما صریح ست و عیاں | نیست مارا چارہ کردن جز بیان
داد ما دہ انصاف ما بستان از و | اے کریم عادل اکرام خو

جس قصہ کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ باغ اور گھاس وغیرہ میں سے مچھر آیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے اجلاس میں دعویٰ دائر کیا جس کی تفصیل یہ ہے اے سلیمان آپ شیاطین پر اور آدمیوں پر اور جن و پری پر سب پر انصاف پھیلاتے ہیں پرندے اور مچھلیاں بھی آپ کے پناہ عدل میں ہیں غرضکہ آپ کے انصاف کی وسعت کہاں تک بیان کروں اتنا کہنا کافی ہے کہ کوئی ایسا گمراہ نہیں جو آپ کے فضل کا طالب نہ ہو آپ ہمارا انصاف کریں ہم بہت تباہ حال ہیں ہم باغات سے متمتع نہیں ہو سکتے ہم کمزوری میں ضرب المثل ہیں اسلئے ہم خود کچھ نہیں کر سکتے ہماری مشکلات تو آپ ہی سے حل ہونگی کیونکہ ہر کمزور کی مشکل آپ ہی سے حل ہوتی ہے جس قدر ہم ضعف اور عجز میں مشہور ہیں اسی قدر آپ عنایت اور مسکین پروری میں مشہور ہیں آپ قدرت کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں اور ہم عجز کی انتہائی تہ میں آپ ہمارا انصاف فرمائیں اور ہمیں اس رنج سے چھڑائیں آپ کا ہاتھ گویا کہ خدا کا ہاتھ ہے آپ ہماری دستگیری فرمائیں پس سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے طالب انصاف مچھر تو کس سے انصاف چاہتا ہے بیان کر وہ کون ظالم ہے جس نے غرہ میں آکر تجھے ستایا ہے اور تیرا منہ نوچا ہے بڑے تعجب کی بات ہے کہ تجھ پر ظلم ہو کیونکہ ہمارے زمانہ میں کون ظالم ہے جو ظلم کرے جس قدر ظالم ہیں سب جیل خانہ میں محبوس ہیں جب ہم پیدا ہوئے تھے ظلم تو اسی روز مر چکا تھا اب کون ایسا پیدا ہو گیا کہ ہمارے ہوتے اس نے تجھ پر ظلم کیا ہو قاعدہ ہے کہ جب روشنی آتی ہے تو تاریکی زائل ہو جاتی ہے پس ہمارے نور عدل کے سامنے تاریکی کہاں اور جب تاریکی نہیں تو ظلم کیسا۔ کیونکہ ظلم کا منشا تو اندھیری ہے دیکھ لو کچھ شیاطین تو بیگار میں پکڑے ہوتی ہیں اور کام کر رہے ہیں اور جو باقی ہیں وہ بیڑیوں اور جیل خانوں میں مقید ہیں اور سنو جس قدر ظلم ہوتے تھے سب کا منشا ابلیس تھا سو وہ محبوس ہے پھر ظلم کیسے ہوا ہم کو تو خدائے قادر مطلق نے ملک اسی لئے دیا ہے کہ مخلوق ظلم سے رو کر حق سبحانہ سے فریاد نہ کرے اور ان کی آہوں کا دھواں آسمان پر نہ جائے تاکہ آسمان اور ستارے اس سے پریشان نہ ہوں اور یتیم کے رونے سے عرش نہ تھرائے اور

ستم سے کوئی جاندار دکھیا نہ ہو اسی لئے ہم نے ملک میں ایک امن دینے والا قانون مقرر کیا ہے تاکہ کوئی فریاد آسمان پر نہ جائے اور کہدیا گیا ہے کہ کوئی مظلوم آسمان کی طرف نہ دیکھے اس لئے کہ خدا کا خلیفہ زمین مین موجود ہے جو ہر قسم کے امن کا ذمہ دار ہے مچھر نے جواب دیا کہ مین ہوا کے ہاتھون فریاد کرتا ہون کیونکہ وہی ہاتھ دہوکر ہمارے پیچھے پڑی ہے ہم اوس کے ظلم سے بہت تنگ ہین اور ہونٹ سیئے ہوئے اپنا لہو پیتے ہین اوس کا ظلم ہم پر کھلا ہوا اور مشاہد ہے اور ہم اوس کا کوئی علاج نہین کر سکتے بجز اس کے کہ حضور کی خدمت مین رونا روئین آپ ہمارا اور اوس کا انصاف کیجئے اور اوس سے ہمارا بدلا لیجئے آپ کریم ہین عادل ہین اکرام آپ کی خصلت ہے۔

پس سلیمان گفت ای زیبادوی ‌‌ ‌ امر حق باید کہ از جان بشنوی

حق بمن گفتہ است ہان ای دادور ‌ ‌ مشنو از خصمی تو بی خصم دگر

تا نیاید ہر دو خصم اندر حضور ‌ ‌ حق نیاید پیش حاکم در ظہور

خصم تنہا گر برآرد صد نفیر ‌ ‌ ہان وہان بی خصم قول او مگیر

من نیارم روز فرمان تافتن ‌ ‌ خصم خود را رو بیاور سوی من

گفت قول تست برہان درست ‌ ‌ خصم من بادست او در حکم تست

بانگ زد آن شہ کہ ای باد صبا ‌ ‌ پشہ افغان کرد از ظلمت بیا

ہین مقابل شو بخصمت روبرو ‌ ‌ پاسخش گو و بکن دفع عدو

باد چون بشنید آمد تیز تیز ‌ ‌ پشہ بگرفت آن زمان راہ گریز

پس سلیمان گفت ای پشہ کجا ‌ ‌ باش تا بر ہر دو رانم من قضا

گفت ای شہ مرگ من از بود اوست ‌ ‌ خود سیاہ این روز من از دود اوست

او چو آمد من کجا یابم قرار ‌ ‌ کو برآرد از نہاد من دمار

ہم چنین جویای درگاہ خدا ‌ ‌ چون خدا آید شود جوئندہ لا

گرچہ آن وصلت بقا اندر بقاست ‌ ‌ لیک ز اول آن بقا اندر فناست

سایہ ہای کہ بود جویای نور ‌ ‌ نیست گردد چون کند نورش ظہور

عقل کی ماند چو باشد سردہ او ‌ ‌ کل شیئ ہالک الا وجہہ

ہالک آمد پیش وجہش ہست و نیست ‌ ‌ ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست

اندرین محضر خردہا شد ز دست ‌ ‌ چون قلم اینجا رسیدہ شد شکست

اس پر سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے خوش کلام حق سبحانہ کے حکم کو دل سے سُننا چاہیئے مجھ سے حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ تم کو ایک فریق کی بات بغیر دوسرے فریق کے نہ سُننی چاہیئے کیونکہ جب تک مدعی اور مدعا علیہ سامنے نہ ہون حاکم پر حق ظاہر نہین ہو سکتا پس ایک فریق تنہا کتنا ہی چلاّئے دوسرے فریق کے بغیر اوس کی بات ہرگز نہ سُننا چونکہ مین حکم حق سے روگردانی نہین کر سکتا اسلئے تم اپنے مدعا علیہ کو میرے پاس لاؤ اوس نے کہا کہ آپ کا ارشاد نہایت درست ہے میرا مدعا علیہ ہوا ہے اور وہ آپکے حکم مین ہے آپ اوس کو بلا سکتے ہین اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے آواز دی کہ اے باد صبا مچھر نے تیرے ظلم سے فریاد کی ہے تو جواب دہی کے لئے حاضر ہو۔ اور اپنے مدعی کے سامنے آ اوس کی بات کا جواب دے اور اوس کے دعوے کی تردید کر جب ہوا نے یہ حکم سُنا تو فوراً زناٹے کے ساتھ حاضر ہوئی اوس کے آتے ہی مچھر رفو چکر ہو گیا اوس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے مچھر کہان چلا ذرا ٹھیر تو مین تمھارا دونون کا فیصلہ کرون اوس نے کہا جناب یہ تو میری موت ہے۔ اور اسی کے دم مین سے میرا دن تاریک ہے جب وہ آئی تو مین کہان ٹھیر سکتا ہون کیونکہ وہ تو مجھے تباہ کر دیگی جب یہ معلوم ہو چکا تو جس طرح اس سے یہ سمجھ مین آتا ہے کہ عشق کے سامنے عقل نہین ٹہیر سکتی یون ہی اس سے یہ بھی سمجھ مین آتا ہے کہ طالب خدا اور خدائے تعالےٰ کی بھی یہی شان ہے کہ جب حق سبحانہ تجلی فرماتے ہین تو طالب نیست ہو جاتا ہے اگرچہ یہ وصل سراسر بقا ہے لیکن اس سے پہلے فنا ہونا ضروری ہے اور بقا اس فنا ہی مین ہے تجلی حق سبحانہ کے سامنے بندہ کا فنا ہو جانا ایسا ہی ہے جیسے کہ یہ طالب نور ہوا ور جب نور ظاہر ہووے تو وہ نیست ہو جاوے عقل اوس کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے پس اوس کی تجلی کے سامنے وہ کیا ٹہیر سکتی ہے بات یہ ہے کہ بجز اوس کی ذات کے اور تمام اشیا مضمحل اور فانی ہین اور حقیقۃً ہست یا نیست ہین اوس کی ذات کے سامنے سب ہالک ہین پس یہ عجیب طرفہ ماجرا ہے کہ ہستی نیستی جمع ہین اس معاملہ مین عقلین ہاتھ سے جاتی رہین اور کچھ سمجھ مین نہین آتا جب قلم یہان تک پہونچا تو ٹوٹ گیا اجتماع وجود و عدم کی صورت یہ ہے کہ وجود انکا عطائی ہے اور عدم اصلی پس ہر ممکن اپنے وجود عرضی کی حالت مین بھی بالنظر الی الذات معدوم ہے جیسے چاند کہ فی نفسہٖ تاریک ہے مگر آفتاب کی روشنی سے روشن۔ تو وہ ایک ہی حالت مین تاریک بھی ہے اور روشن بھی مگر چونکہ جہات مختلف ہین اس لئے اجتماع وجود و عدم اور نور و ظلمت جائز ہے)۔

شرح شبیری

مچھر کا ہوا کے ہاتھ سے سلیمان علیہ السلام کے دربار میں انصاف چاہنا

پشہ آمد از حدیقہ و از گیاہ — وز سلیمان گشت پشہ داد خواہ

یعنی ایک مچھر باغ اور گھاس میں سے آیا اور سلیمان علیہ السلام سے مچھر انصاف کا طالب ہوا۔

کائے سلیمان معدلت می گستری — بر شیاطین و آدمی زاد و پری

کہ اے سلیمان ع تم انصاف کو شیاطین اور آدمی زاد اور جنات پر بچھاتے ہو۔

مرغ و ماہی در پناہ عدل تست — کیست آن گم گشتہ کش فضلت نجست

یعنی پرندہ اور مچھلیں تمہارے عدل کی پناہ میں ہیں وہ کون گم گشتہ ہے جس کو آپ کے فضل نے نہیں تلاش کیا۔

داد دہ ما را کہ بس زاریم ما — بے نصیب از باغ و گلزاریم ما

یعنی ہمارا انصاف کیجیے کہ ہم بہت ہی عاجز ہو چکے ہیں اور باغ اور گلزار سے بے نصیب ہوگئے ہیں

مشکلات ہر ضعیفے از تو حل — پشہ باشد در ضعیفے خود مثل

یعنی ہر ضعیف کی مشکلیں آپ سے حل ہیں اور مچھر ضعف میں خود ضرب المثل ہوتا ہے۔

شہرہ ما در ضعف و اشکستہ پری — شہرہ تو در لطف و مسکین پروری

یعنی ہم ضعف اور شکستہ پر ہونے میں مشہور ہیں اور آپ مہربانی اور مسکین کی پرورش کرنے میں مشہور ہیں۔

ائے تو در اطباق قدرت منتہی — منتہی ما در کمے و گمرہی

یعنی اے وہ ذات کہ آپ قدرت کے مراتب میں پورے ہیں اور ہم کمی اور گمراہی میں پورے ہیں۔

داد دہ ما را ازین غم کن جدا — دست گیر اے دست تو دست خدا

یعنی ہمارا انصاف کیجیے اور اس غم سے ہم کو جدا کیجیے اور دستگیری کیجیے اے وہ ذات کہ آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔

پس سلیمان گفت اے انصاف جو — داد و انصاف از کہ می خواہی بگو

یعنی سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے انصاف کے طالب تو داد و انصاف کس سے چاہتا ہے بتا۔

کیست آن ظالم کہ از باد بروت ظلم کرد ست وخراشید است روت

یعنی وہ ظالم کون ہے جس نے کہ تکبر کی وجہ سے ظلم کیا ہے اور تیرے چہرہ کو چھیل ڈالا ہے۔

اے عجب در عہد ما ظالم کجاست کو نہ اندر حبس و در زنجیر ماست

یعنی تعجب ہے کہ ہمارے زمانہ میں ایسا ظالم کہاں ہے جو کہ ہماری قید اور ہماری زنجیر میں نہیں۔

چونکہ با زادیم ظلم آن روز مرد پس بعہد ماکہ ظلمے پیش برد

یعنی جس دن ہم پیدا ہوئے تھے اوس دن ظلم مرگیا تھا پھر ہمارے زمانہ مین کون ظلم کو آگے لایا۔

چون برآمد نور ظلمت نیست شد ظلم را ظلمت بود اصل وعضد

یعنی جب نور آگیا تو ظلمت فنا ہو گئی اور ظلم ظلمت کیلئے جڑ اور بازو ہوتی ہے (تو جب ظلمت نہ رہی تو ظلم کیسا)

تک شیاطین کسب وخدمت می کنند دیگران بستہ باصفاد ند وبند

یعنی کچھ جنات تو کمائی اور خدمت کرتے ہیں اور باقی زنجیروں اور قید مین بندھے ہوئے مین۔

اصل ظلم ظالمان از دیو بود دیو در بند است استم چون نمود

یعنی ظالمون کے جڑ تو شیاطین سے تھی اور شیاطین قید مین ہین تو ظلم کس طرح کیا۔

ملک زان داد است مارا کن فکان تا ننالد خلق سوئے آسمان

یعنی حق تعالے نے ہم کو اسلئے ملک دیا ہے تا کہ خلق آسمان کی طرف نہ رووے یعنی سب کی فریاد رسی ہمین سے ہوجاوے۔

تا ببالا برنیاید دودہا تا نگردد مضطرب چرخ وسہا

یعنی تاکہ اوپر کو دھوین (فریاد کے) نہ آدین اور تاکہ آسمان اور سہا (نام ہے ایک ستارہ کا) مضطرب (فریاد کی وجہ سے) نہ ہوں۔

تا نہ لرزد عرش از نالۂ یتیم تا نگردد از ستم جانے سقیم

یعنی تاکہ یتیم کے نالہ سے عرش نہ ہلے اور تاکہ ستم سے کوئی جان بیمار نہ ہو۔

زان نہادیم از ممالک مذہبے تا نیاید بر فلک ہا یاربے

یعنی اسی واسطے ہم نے ملک رانی کے طریقے بتائے ہین تاکہ آسمانون پر کوئی فریاد نہ آوے۔

منگر اے مظلوم سوئے آسمان کآسمانے شاہ داری در زمان

یعنی اے مظلوم آسمان کی طرف مت دیکھ کیونکہ ایک آسمانی بادشاہ زمانہ مین تو رکھتا ہے۔

گفت پشہ داد من از دست باد کو دو دست ظلم بر ما بر گشاد

یعنی مچھر نے کہا کہ میری فریاد ہوا کے ہاتھ سے ہے کہ اوس نے ظلم کے دونوں ہاتھ مجھ پر کھولے ہین۔

ما ز ظلم او بہ تنگی اندریم ۔ با لب بستہ از و خون می خوریم

یعنی ہم اوس کے ظلم سے تنگی کے اندر ہین اور چپ چاپ اوس کی وجہ سے خون کھا رہے ہین۔

ظلم او بر ما صریحست و عیان ۔ نیست ما را چارہ کردن جز بیان

یعنی اوس کا ظلم ہم پر صریح اور ظاہر ہے اور ہمارے پاس سوائے بیان کر دینے کے کوئی علاج نہین ہے۔

داد ما انصاف ما بستان از و ۔ اے کریمے عادلے اکرام خو

یعنی ہماری فریاد اور انصاف اوس سے لے اے کریم منصف اکرام کی خصلت والے۔

سلیمان علیہ السلام کا مظلوم مچھر کو مدعا علیہ کے حاضر کرنے کیلئے حکم فرمانا

پس سلیمان گفت اے زیبا دمی ۔ امر حق باید کہ از جان بشنوی

پس سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اچھے بھن بھناہٹ والے تجھے چاہئے کہ خدا کے حکم جان سے سُنے۔

حق بمن گفت است ہان ائی دادور ۔ مشنو از خصمے تو بے خصم دگر

یعنی حق تعالے نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ انصاف کے کرنے والے ایک فریق سے بغیر دوسرے فریق کے مت سُننا

تا نیاید ہر دو خصم اندر حضور ۔ حق نیاید پیش حاکم در ظہور

یعنی جب تک کہ دونون فریق سامنے نہ آوین حاکم کے سامنے حق ظاہر نہین ہوتا۔

خصم تنہا گر بر آرد صد نفیر ۔ ہان و ہان بے خصم قول او مگیر

یعنی تنہا ایک فریق اگرچہ سیکڑون شور و غل نکالے خبردار بے دوسرے فریق کے اوس کا قول مت قبول کرو۔

من نیارم رو ز فرمان تافتن ۔ خصم خود را رو بیا ور سوئے من

یعنی مین حکم (حق) سے منہ نہین پھیر سکتا۔ تو جا اور میری طرف اپنے مقابل کو لا۔

گفت قول تست برہان درست ۔ خصم من باد ست او در حکم تست

یعنی مچھر بولا کہ آپ کا فرمان ٹھیک دلیل ہے (مگر) میرے مقابل ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم مین ہے۔

بانگ زد آن شہ کہ اے باد صبا ۔ پشہ افغان کرد از ظلمت بیا

یعنی اوس بادشاہ نے آواز دی کہ اے باد صبا مچھر نے تیرے ظلم کی وجہ سے فریاد کی ہے آ۔

ہین مقابل شو بخصمت روبرو پا بخش گو و بکن دفع عدو

یعنی ہان اپنے دشمن کے آمنے سامنے ہوکر مقابل ہو اور اوس کا جواب دے کر دشمن کو دفع کر۔

باد چون بشنید آمد تیز تیز پشہ بگرفت آن زمان راہ گریز

یعنی ہوا نے جو سُنا تو وہ تیز تیز آئی تو مچھر نے اوس وقت بھاگنے کا راستہ لیا۔

پس سلیمان گفت اے پشہ کجا باش تا بر ہر دو رانم من قضا

یعنی پس حضرت سلیمان ؑ نے فرمایا کہ اے مچھر کہان۔ ٹھہر تا کہ مین دونون پر حکم چلا دون۔

گفت اے شہ مرگ من از بود اوست خود سیہ این روز من از دود اوست

مچھر نے کہا کہ اے بادشاہ میری موت اوسی کے ہونے سے تو ہے اور میرا یہ دن اوسی کے دہوین سے تو سیاہ ہے۔

او چو آمد من کجا یابم قرار کو بر آرد از نہاد من دمار

یعنی جب وہ آگئی تو مین کہان قرار پا سکتا ہون کیونکہ وہی تو میرے جسم مین سے ہلاکی کو نکالتی ہے۔ (آگے مولانا فرماتے ہین)۔

ہم چنین جویائے درگاہ خدا چون خدا آید شود جوینده لا

یعنی اسی طرح درگاہ خداوندی کا طالب ہے کہ جب حق تعالےٰ ظہور فرماتے ہین تو طالب فنا ہو جاتا ہے۔

گرچہ آن وصلت بقا اندر بقاست لیک ز اول آن بقا اندر فناست

اگرچہ وہ وصل (جس مین کہ یہ طالب فنا ہو گیا ہے) بقا اندر بقا ہے لیکن اول سے وہ بقا ہی فنا مین ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ اس وصل حق کے بعد جس مین کہ یہ فنا ہو گیا ہے بقا ہی بقا ہے مگر یہ بقا بھی تو فنا ہی ہو کر حاصل ہوتی ہے لہذا فنا ہونا ضروری ہوا۔ آگے اوسی کی ایک مثال دیتے ہین۔

سایہ ہائے کہ بود جویائے نور نیست گردد چون کند نورش ظہور

یعنی جو سائے کہ نور کے طالب ہوتے ہین جب اوس نور کا جوش ظہور کرتا ہے تو وہ فنا ہو جاتے ہین۔

عقل کے ماند چو باشد سرده او کل شیئٍ ہالکٌ الا وجہہٗ

یعنی عقل کب رہے جب ظہور کرنے والا وہ ہو تمام چیزین ہلاک ہونے والی ہین مگر اوس کی ذات۔

ہالک آمد پیش وجہش ہست و نیست ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست

یعنی اوس کی ذات کے سامنے تمام ہست و نیست ہلاک ہونے والے ہین اور نیستی مین ہستی ہونا خود ایک عجیب بات ہے مطلب یہ کہ جب اوس کے سامنے سب نیست ہین تو ان کو ہست کہنا ایک تعجب خیز امر ہے۔

اندرین محضر خردہا شد ز دست — چون قلم اینجا رسیدہ شد شکست

یعنی اس جگہ عقلیں ہاتھ سے جاتی رہیں اور جب قلم اس جگہ پہونچا تو ٹوٹ گیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہاں عظمت وجلال حق کا بیان تھا لہٰذا اس جگہ پہونچکر قلم ٹوٹ گیا یعنی اس کی بابت کچھ نہ لکھ سکا لہٰذا اس مضمون کو یہیں تک چھوڑ کر صدر جہان کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

شرح حبیبی

بازگردم جانب صدر جہان — در نوازش عاشق خود را نہان
برگرفتش سر نہاد اندر کنار — بر رخش می کرد اشک تر نثار
می کشید از بیہشے اش در بیان — اندک اندک از کرم صدر جہان
بانگ زد در گوش او شہ کای گدا — زر نثار آوردمت دامن کشا
جان تو کاندر فراقم می طپید — چونکہ زنہارش رسیدم چون رمید
اے بدیدہ در فراقم گرم و سرد — با خود آ از بیخودی و باز گرد
مرغ خانہ اشترے را بے خرد — رسم مہمانش بخانہ می برد
چون بخانہ مرغ اشتر پا نہاد — خانہ ویران گشت و سقف اندر فتاد
خانۂ مرغ ست عقل و ہوش ما — ہوش صالح طالب ناقہ خدا
ناقہ چون سر کرد در آب و گلش — نے گل آنجا ماند نے جان و دلش
کرد فضل عشق انسان را فضول — زین فزون جوئے ظلوم ست و جہول
جاہل ست او اندرین مشکل شکار — می کشد خرگوش شیرے در کنار
کے کنار اندر کشیدے شیر را — گر بدانستے و دیدے شیر را
ظالم ست او بر خود و بر جان خود — ظلم بین کز عدلہا گوے ببرد
جہل او مر علمہا را اوستاد — ظلم او مر عدلہا را شد رشاد
دست او بگرفت کاین رفتہ دمش — آنگہے آید کہ من دم بخشمش
چون بمن زندہ شود آن مردہ تن — جان من باشد کہ رو آرد بمن
من کنم او را ازین جان محتشم — جان کہ من بخشم ببیند بخششم
جان نامحرم نہ بیند روے دوست — جز ہمان جان کاصل او از کوے اوست

در دمم قصاب وار این دوست را ۔ تا ہلد آن مغز نغز این پوست را
گفت اے جان رمیدہ از بلا ۔ وصل را ما در گشادیم الصلا
اے خود ما بیخودی و مستیت ۔ اے ز ہست ما ہمارہ ہستیت
با تو بے لب این زمان من نو بنو ۔ رازہائے کہنہ می گویم شنو
زانکہ آن لبہا ازین دم می رمد ۔ بر لب جوئے نہان بر می دمد
گوش بے گوشی درین دم بر گشا ۔ بہر راز یفعل اللہ ما یشار
چون صلائے وصل بشنیدن گرفت ۔ اندک اندک مردہ جنبیدن گرفت
نے کم از خاکست کز عشوہ صبا ۔ سبزہ پوشد سر بر آرد از فنا
کم ز آب نطفہ بنود کز خطاب ۔ یوسفان زایند رخ چون آفتاب
کم ز بادے نے کہ شد از امر کن ۔ در رحم طاؤس و مرغ خوش سخن
کم ز نارے نیست کز امر سلام ۔ گلستان شد بہر خلیل خوش کلام
کم ز چوبے نیست در دفع عدو ۔ گشت اژدرہائے منکر زامر ہو
کم ز سنگ کوہ بنود کز ولاد ۔ ناقۂ کان ناقہ ناقہ زاو زاد
زین ہمی بگذر نہ آن مایہ عدم ۔ عالمے زاد و بزاید دم بدم
بر جہید و بر طپید و شاد شاد ۔ یکدو چرخے زد سجود اندر فتاد
بشگفید از امر او و شاد شد ۔ در وصال از بند ہجر آزاد شد

اچھا اب ہم صدر جہان کی طرف لوٹتے ہین جو اپنے عاشق پر خفیہ طور پر عنایت کرنے مین مصروف تھا سو اوسنے اوس کو لیا اور اوسکا سر اپنی آغوش مین رکھ لیا ۔ اور ساوس کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگا سو وہ اوس کو اپنی عنایت سے رفتہ رفتہ بیہوشی سے ہوش مین لاکر گویائی مین لا رہا تھا ۔ آخر کار اوس نے اوس کے کان مین کہا کہ دیکھ مین اشرفیان تیرے دینے کو لایا ہون تو دامن کھول یعنی تجھ پر وہ عنایات کرنے کو تیار ہون جن کا تو طالب ہے۔ تو ہوش مین آ کہان سے متمتع ہونے کے قابل بن تیری جان جو کہ میرے فراق مین بے قرار تھی اب جبکہ مین اوسکی مدد کیلئے پہونچ گیا کیون بھاگ گئی اے شخص جس نے میرے فراق مین ہر قسم کی تکلیفین اٹھائی ہین تو ہوش مین آ اور حواس درست کر ۔ اب مولانا فرماتے ہین کہ یہ تو صورت افسانہ تھی اب حقیقت افسانہ سنو اور اوسکے لئے اولاً بطور تمہید کے یہ سمجھو کہ مرغ خانہ حماقت سے ایک اونٹ کو مہمان کے طور پر اپنے گھر لاتا ہے پس جبکہ اونٹ اوس کے گھر مین پاؤن رکھتا ہے تو اوس کا گھر تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور چھت بیٹھ جاتی ہے پس یہی حالت

اوس شخص کی ہے جو طالب خدا ہو اوس کی عقل ایک ڈربہ ہے مرغ کا اور حق سبحانہ اوس کے لحاظ سے ایسے ہین جیسے خانہ مرغ کے لحاظ سے اونٹ (یہ تمثیل محض تقریب فہم کیلئے ہے ورنہ ہر دو نسبتوں مین کوئی نسبت ہی نہین -) پس جب حق سبحانہ اوس کے وجود پر تجلی فرماتے ہین تو پھر نہ جسم باقی رہتا ہے نہ جان نہ دل ع

سے چو سلطان عزت علم در کشد جہان سر بجیب عدم در کشد

جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سمجھو کہ عظمت عشق نے انسان کو بوالفضول بنا دیا کیونکہ یہ اس کا متحمل نہ تھا اور خواہ مخواہ اوسکے بار کو اپنے سر لے لیا اسی زیادہ طلبی کے سبب اوس نے ظلوم وجہول کا خطاب پایا - چنانچہ فرمایا گیا ہے - انا عرضنا الامانة علی السموات والارض فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا واقعی وہ اس کٹھن شکار مین جاہل ہے اور ایسا ہے جیسا کہ ایک خرگوش شیر کو بغل مین لے اور خرگوش کا ایسا کرنا اوس کی جہالت ہے کیونکہ اگر وہ شیر کو جانتا اور دیکھتا ہوتا تو ہرگز اوسے بغل مین نہ لیتا اور جبکہ وہ کرتا ہے تو خود اپنے اوپر اور اپنی جان پر صریح ظلم کرتا ہے لیکن یہ ظلم ہزار عدلون پر سبقت رکھتا ہے اور یہ جہل ہزارون علمون کا اوستاد اور یہ ظلم ہزارون عدلون کا راہ نما ہے خیر یہ استطرادی مضمون تو ختم ہوا اب قصہ سنو اوس نے اوس کا ہاتھ پکڑا اور یہ خیال کہ اس مردہ مین اوس وقت جان آسے گی جبکہ مین اسے زندہ کرونگا اور جبکہ یہ مردہ میرے ذریعہ سے زندہ ہوگا تو گویا کہ میری جان میری طرف رُخ کرے گی - یعنی اوسکی زندگی میری زندگی ہوگی - مین اسے اس نئی جان سے جو مین دینے والا ہون معزز وممتاز کرون گا اور وہ جان جو کہ مین اسے دونگا وہ میری بخشش کو دیکھے گی یہ جان جو اب تک تھی یہ نہین دیکھ سکتی کیونکہ یہ نامحرم ہے اور جان لامحرم دیدار یار کے قابل نہین - اوس کے قابل وہی ہے جو کوئے دوست سے ملی ہو - مین قصائی کی طرح اوس کے اندر پھونک بھر دون گا تاکہ اوس کا مغز پوست کو چھوڑ دے

اور پوست جاکر مغز ہی مغز رہ جاوے اوس کے بعد کہا کہ اے شخص جس کی جان بلا سے پروا نہ کر گئی ہے اب بلا کا وقت جاتا رہا اور ہم اعلان کرتے ہین کہ ہم نے وصل کا دروازہ تیرے لئے کھول دیا ہے تو آ اور اس سے متمتع ہو اور اے وہ شخص جس کی بیخودی اور مستی کا سبب ہمارا وجود ہے اور جس کی ہستی ہمیشہ ہماری ہستی سے وابستہ ہے مین اس وقت تجھ سے بدون تکلم راز کہنا چاہتا ہون تو سُن کیونکہ وہ لب اور وہ زبان جس سے مین راز کہتا ہون اس تکلم ظاہری سے آبی ہین وہ تو باطنی نہر یعنی دل پر معنا مین کا القا کرتی ہے اچھا اب تو بھی وہ کان کھول جو حقیقت مین کان ہین اور وہ راز سُن جلسے قدرت خدا ظاہر ہو جبکہ عاشق نے اعلان وصل سُننا شروع کیا تو آہستہ آہستہ حرکت شروع کی وہ

کیونکر نہ زندہ ہوجاوے آخر عاشق خاک سے توکم نہین پس جبکہ خاک عشوۂ صبا سے زندہ اور سبز پوش ہوجاتی ہے تو اگر عاشق الطاف محبوب سے زندہ ہوجاوے تو کون سی تعجب کی بات ہے نیز وہ آب نطفہ سے توکم نہین پھر جبکہ حکم کن سے اوس سے یوسف اور آفتاب رو پیدا ہوتے ہین تو عاشق کی زندگی کیا حیرت انگیز ہے نیز وہ ہوا سے توکم نہین کہ امر کن سے رحم مین مور اور خوش گفتار جانور بن جاتے تھے۔ (چونکہ پرندون مین عنصر ہوائی غالب ہوتا ہے اسلئے مولانا نے مور کا مادہ ہوا قرار دیا واللہ اعلم) تو عاشق کیون نہ زندہ ہوجاوے نیز وہ آگ سے توکم نہین کہ وہ یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم سن کر خلیل کے لئے باغ بن جاتی ہے نیز وہ لکڑی سے توکم نہین کہ وہ مدافعت فرعون کیلئے بحکم خداوندی اژدہائے مکروہ بن جاتی ہے نیز وہ پہاڑ کے پتھر سے توکم نہین جس نے ایک اونٹنی جن دی جس سے ایک اور اونٹنی پیدا ہوئی اچھا سب کو چھوڑو آخر وہ عدم سے توکم نہین جس سے ایک عالم پیدا ہوا اور برابر پیدا ہوتا رہتا ہے جبکہ یہ صورت ہے تو پھر عاشق کا زندہ ہوجانا کیا تعجب ہے۔ بالخصوص عاشق حق سبحانہ کا۔ خیر تو اوسنے حرکت کی اور اوٹھا اور تڑپا اور خوش ایک دو مرتبہ وجد مین گھوما اور پاؤن مین گر پڑا اوس کا چہرہ دیکھکر بہت خوش ہوا اور پھول کی طرح کھل گیا اور وصال مین پہونچکر قید فراق سے چھوٹ گیا۔

شرح شبیری

معشوق کا اپنے بیہوش عاشق کو نوازنا تا کہ وہ ہوش مین آجاوے

باز گردم جانب صدر جہان　　　در نوازش عاشق خود را نہان

یعنی مین پھر صدر جہان کی طرف لوٹتا ہون کہ اوس نے اپنے عاشق بیہوش کو نوازا۔

برگرفتش سر نہاد اندر کنار　　　بر رخش می کرد اشک تر نثار

یعنی اوس کا سر لیکر گود مین رکھا اور اوس کے چہرہ پر تر آنسو نثار کئے۔

می کشید از بیہشی اش در بیان　　　اندک اندک از کرم صدر جہان

یعنی صدر جہان اوس کو تھوڑا تھوڑا کرم کی وجہ سے بیہوشی سے بیان مین لا رہا تھا۔ یعنی چاہتا تھا کہ وہ بولے

بانگ زد در گوش او شہ کائے گدا　　　زر نثار آوردمت دامن کشا

یعنی اوس بادشاہ نے اوس کے کان مین آواز دی کہ اے گدا مین تیرے پاس سونا نثار کرنے کیلئے لایا ہون دامن کھول (زر سے مراد صدر جہان کے الطاف وکرم ہین)۔

جان تو کاندر فراقم می طپید چونکه زہارش رسیدم چون رمید
یعنی تیری جان میرے فراق مین تڑپ رہی تھی تو جبکہ مین اوس کے پاس جلدی سے پہونچا کیون بھاگ گئی۔
اے بدیدہ در فراقم گرم و سرد باخود آ از بیخودی و باز گرد
یعنی اے میرے فراق مین گرم و سرد کو دیکھے ہوئے بیخودی سے خودی مین لوٹ آ۔ آگے ایک مثال دیتے ہین۔
مرغ خانہ اشترے را بیخرد رسم مہمانش بخانہ می برد
یعنی ایک خانگی مرغ ایک اونٹ کو بے عقلی کی وجہ سے اوس کی رسم مہمانی کی وجہ سے گھر لیجاتا ہے۔
چون بخانہ مرغ اشتر پا نہاد خانہ ویران گشت و سقف اندر فتاد
یعنی جب مرغ کے گھر مین اونٹ نے پاؤن رکھا تو گھر ویران ہوگیا اور چھت گر پڑی۔
خانہ مرغ ست عقل و ہوش ما ہوش صالح طالب ناقہ خدا
یعنی ہمارا عقل و ہوش مرغ کا گھر ہے اور نیک ہوش ناقۂ خدا کے طالب ہین۔ (ناقہ سے مراد عشق ہے)
ناقہ چون سر کرد در آب و گلش نے گل آنجا ماند و نے جان و دلش
یعنی ناقہ نے جب ظہور کیا اوس (ہوش) کے آب و گل مین تو نہ اوس جگہ اوس کی مٹی رہی اور نہ اوس کا جان و دل رہا
جاہل ست او اندرین مشکل شکار می کشد خرگوش شیرے در کنار
یعنی اس مشکل شکار مین وہ جاہل ہے کہ خرگوش ایک شیر کو گود میں لیتا ہے۔
کے کنار اندر کشیدے شیر را گر بدانستے و دیدے شیر را
یعنی شیر کو کب گود مین لے سکتا تھا اگر شیر کو جانتا اور دیکھ لیتا۔
ظالم است او بر خود و بر جان خود ظلم بین کز عدلہا گو می برد
یعنی وہ اپنے اوپر اور اپنی جان پر ظالم ہے ظلم دیکھو کہ انصافون سے سبقت لے جا رہا ہے۔
جہل او مر علمہا را اوستاد ظلم او مر عدلہا را شد رشاد
یعنی اوس کا جہل علمون کا اوستاد ہے اور اوس کا ظلم انصافون کے لئے رہبر ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص عشق حق کو اپنے اوپر لیتا ہے وہ بظاہر گویا کہ اپنے اوپر ظلم کر رہا ہے کیونکہ جب عشق آویگا تو وہ اوس کو فنا اور نیست و نابود کر دیگا۔ اور اوس نے جاتی بڑی چیز کو اپنے اوپر لے لیا ہے اوس کی وجہ یہ ہے کہ اوسکو عظمت و جلال حق کی پوری طرح خبر نہین لیکن اوس کا یہ ظاہری ظلم لاکھون انصافون سے بہتر ہے اور اوس کا یہ جہل لاکھون علمون سے برتر ہے آگے صدر جہان کا مقولہ ہے۔
دست او بگرفت کاین رفتہ دمش آنکہے آید کہ من دم بخشمش

یعنی صدر جہاں نے اوس کا ہاتھ پکڑا کہ اوس کا یہ سانس گیا ہوا اوس وقت آوے گا کہ میں اوس کو سانس بخشوں گا

چون بمن زندہ شود آں مردہ تن　　جان من باشد کہ رو آرد بمن

یعنی جب وہ مردہ تن میری وجہ سے زندہ ہوگا تو گویا کہ وہ میری جان ہوگی جو کہ میری طرف متوجہ ہوگی۔

من کنم اورا ازین جان محتشم　　جان کہ من بخشم بہ بیند بخششم

یعنی میں اوس کو اس جان سے باشوکت کروں گا اور جو جان کہ میں بخشوں گا وہ میری بخشش کو دیکھے گی مطلب یہ کہ اوس کے پہلے ہوش وحواس تو جاتے رہے اب جو ہوش میری وجہ سے آوینگے اوس سے یہ میری بخشش اور الطاف وکرم کو دیکھے گا بس اسی طرح جب حق تعالیٰ بندہ کو خود بصیرۃ عطا فرماتے ہیں تو بندہ اوسی بصیرۃ سے عظمت وجلال حق کا مشاہدہ کرتا ہے ورنہ اوس کے تو کوئی اس قابل کہاں۔

جان نامحرم نہ بیند روی دوست　　جز ہمان جان کاصل او از کوی اوست

یعنی نامحرم جان محبوب کے چہرہ کو نہیں دیکھ سکتی سوائے اوس جان کے کہ اوس کی اصل اوسی کوچہ سے ہو۔

در دمم قصاب وار این دوست را　　تا ہلد آن مغز نغزش پوست را

یعنی میں قصاب کی طرح اس دوست کے اندر پھونکونگا تاکہ اوس کا وہ مغز عمدہ کھال کو چھوڑ دے مطلب یہ کہ قصاب کھال کے اندر پھونکا کرتے ہیں تاکہ جو جان باقی رہی ہے وہ بھی نکل جاوے تو اسی طرح وہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اوسکے اندر روح پھونکتے ہیں تاکہ اوس کی یہ نفیس جان اس ناسوت کو چھوڑ کر ہماری طرف متوجہ ہو

گفت ای جان رمیدہ از بلا　　وصل را ما در کشادیم الصلا

یعنی فرماتے ہیں کہ اے جان جو کہ بلا کی وجہ سے بھاگی ہوئی ہے ہم نے وصل کے لئے دروازہ کھولدیا ہے آؤ مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ اے وہ جان جو کہ ہمارے عشق میں مبتلا ہو کر اپنے کو کھو چکی ہے اب ہم نے وصل کیلئے دروازہ کھولدیا ہے آؤ وصل حاصل کرو۔

اے خود ما بیخودی و مستیت　　اے زہست ما ہمارہ ہستیت

اے وہ شخص کہ ہمارا وجود تیری بیخودی اور مستی ہے اور ہماری ہستی کی وجہ سے ہمیشہ تیری ہستی ہے۔

با تو بے لب این زمان من نو بنو　　رازہائے کہنہ می گویم شنو

یعنی تیرے ساتھ میں اس وقت بے لب کے نو بنو پرانے رازوں کو کہتا ہوں سن۔

زانکہ آن لبہا ازین دم می رمد　　بر لب جوئے نہان بر می دمد

یعنی اس لئے کہ وہ لب اسی دم سے پیدا ہوتے ہیں اور پوشیدہ ندی کے کنارہ پر ظاہر ہوتے ہیں مطلب یہ کہ ہم تم سے اسی زبان ظاہری سے کچھ باتیں بیان کرتے ہیں اسکے ذریعہ سے تمہارے قلب پر علوم اور فنون ظاہر کریں

گوش بیگوشی دریں دم برگشا بہر راز یفعل اللہ ما یشاء

یعنی بے سُننے کے کان یفعل اللہ ما یشاء کے راز کے واسطے کھولو مطلب یہ کہ ان رازوں کے لئے یہ ظاہری کان بھی کافی نہیں ہیں ان کے لئے بھی گوش قلب کی ضرورت ہے۔

چوں صلائے وصل بشنیدن گرفت اندک اندک مردہ جنبیدن گرفت

یعنی جب وصل کی آواز سُننا شروع کی تو مردہ نے تھوڑا تھوڑا ہلنا شروع کیا یعنی جب اوس عاشق نے سُنا کہ وصل محبوب کا وقت قریب ہے تو اوسکے ہوش وحواس کچھ درست ہوئے اور اوسنے ہلنا شروع کیا مولانا فرماتے ہیں

نے کم از خاکست کز عشوہ صبا سبزہ پوشد سر برآرد از فنا

یعنی وہ (عاشق) خاک سے تو کم نہیں ہے کہ (خاک نے) صبا کے عشوہ کیوجہ سے سبزہ پہن لیا۔

کم ز آبِ نطفہ نبود کز خطاب یوسفان زایند رخ چوں آفتاب

یعنی وہ نطفہ کے پانی سے کم نہیں کہ خطاب (حق) کی وجہ سے یوسف پیدا ہوتے ہیں (جن کے) چہرے آفتاب کی طرح ہوتے ہیں۔

کم ز بادے نے کہ شد از امر کن در رحم طاؤس و مرغ خوش سخن

یعنی وہ ہوا سے کم نہیں ہے کہ جو امر کن کی وجہ سے رحم کے اندر مور اور خوش آواز جانور ہو گئے۔

کم ز نارے نیست کز امر سلام گلستان شد بر خلیل خوش کلام

یعنی وہ آگ سے تو کم نہیں ہے جو کہ امر حق کی وجہ سے خلیل خوش کلام پر گلستان ہو گئی تھی۔

کم ز چوبے نیست در دفع عدو گشت اژدرہائے منکر زامر ہو

یعنی لکڑی سے تو کم نہیں کہ وہ دشمن کے دفع کرنے میں ایک اژدہائے ہیبت ناک ہو گئی تھی۔

کم ز سنگ کوہ نبود کز ولاد ناقہ کان ناقہ ناقہ زاد و زاد

یعنی پہاڑ کے پتھر سے تو کم نہیں ہے کہ ولادت کی وجہ سے اوسنے ایک ایسی اونٹنی جنی کہ جس اونٹنی نے ایک اور بچہ جنا مطلب یہ کہ جب محبوب کی آواز سے اور اوس کے حکم سے بیجان چیزوں میں جان پڑ جاتی ہے اور وہ جانداروں جیسا کام کرنے لگتی ہیں تو اگر اوس شخص کو محبوب کی آواز سے ہوش آگیا تو کیا تعجب ہے آگے مولانا فرماتے ہیں۔

زیں ہمہ بگذر نہ آن مایہ عدم عالمے زاد و بزاید دم بدم

یعنی ان سب کو چھوڑ دکیا اوس مایہ عدم نے ایک عالم کو نہیں جنا ہے اور ہر گھڑی جن رہا ہے۔ مطلب یہ کہ ان چیزوں کے جاندار ہو جانے سے کیوں تعجب کرتے ہو جبکہ سارا عالم ہی عدم سے موجود ہوا ہے تو یہ بھی اسی عدم کی حالت میں موجود ہو گئے۔

بر جہید و بر طپید و شاد شاد　　یکدو چرخے زد سجود اندر فتاد

یعنی کودا اور تڑپا خوش خوش۔ ایک چکر لگا کر سجدہ میں گر پڑا۔

بشکفید از روے او و شاد شد　　در وصال از بند ہجر آزاد شد

یعنی اوس (صدر جہاں) کے چہرہ کی وجہ سے کھل گیا اور خوش ہو گیا اور وصال (کی حالت) میں جدائی کی قید سے آزاد ہو گیا۔

شرح حبیبی

گفت اے عنقائے حق جان را مطاف　　شکر کہ باز آمدی زان کوہ قاف

اے سرافیل قیامت گاہ عشق　　اے تو عشق عشق وے دلخواہ عشق

اولین خلعت کہ خواہی داد نم　　گوش خواہی کہ نہی بر روزنم

گرچہ میدانی بصفوت حال من　　بندہ پرور گوش کن اقوال من

صد ہزاران بار اے صدر فرید　　ز آرزوے گوش تو ہوشم پرید

آن سمیعی تو و آن اصغائے تو　　وان تبسمہائے جان افزائے تو

آن نیوشیدن کم و بیش مرا　　عشوۂ جان بد اندیش مرا

قلبہائے من کہ آن معلوم تست　　پس پذیرفتی تو چون نقد درست

بہر گستاخے و شوخ غرۂ　　حلمہا در پیش حلمت ذرۂ

اولاً بشنو کہ چون ماندم ز شست　　اول و آخر ز پیش من بجست

ثانیاً بشنو تو اے صدر ودود　　کہ بسے جستم ترا ثانی نبود

ثالثاً تا از تو بیرون رفتہ ام　　گوئیا ثالث ثلثہ گفتہ ام

رابعاً چون سوخت مارا مزرعہ　　می ندانم خامسہ از رابعہ

خامساً از ہجرت اے صدر جہان　　از حواس خمسہ بودم در زیان

سادساً از شش جہت بلوائے تو　　گوئیا بارید بر من غم دو تو

سابع از تا من ندانم صنا له ام　　خون همی گرید فلک از ناله ام
هر کجا یابی تو خون بر خاکها　　پی بری باشد یقین از چشم ما
گفت من رعدست و این بانگ حنین　　زابر خواهد تا ببارد بر زمین
من میان گفت و گریه می تنم　　یا بگریم یا بگویم چون کنم
گر بگویم فوت میگردد بکا　　ور بگریم چون کنم شکر و ثنا
می فتد از دیده خون دل شها　　بین چه افتاده است از دیده مرا
این بگفت و دیده در شد آن نحیف　　که برو بگریست هم دون هم شریف
از دلش چندان برآمد هائے و هو　　حلقه کرد اهل بخارا گرد او
خیره گویان خیره گریان خیره خند　　مرد و زن خورد و کلاں حیران شدند
شهر هم همرنگ او شد اشک ریز　　مرد و زن درهم شده چون رستخیز
آسمان می گفت آندم با زمین　　گر قیامت را ندیدستی به بین
عقل حیران کہ چه عشق ست و چه حال　　کہ فراق او عجب تر یا وصال
چرخ برخوانده قیامت نامه را　　تا مجره بر دریده جامه را

عاشق نے پاؤں سے اوٹھ کر کہا کہ اے نایاب زمانہ اور اے کعبۂ جان خدا کا شکر ہے کہ تو کوہ قاف فراق سے واپس آیا اور اے محشر عشق کے اسرافیل اور عشاق کو زندہ کرنے والے اور اے وہ شخص کہ جس پر عشق بھی عاشق ہے اور اے عشق کے مطلوب پہلا خلعت جو آپ مجھے عطا فرمائیں وہ یہ ہونا چاہیے کہ آپ میرے منہ سے کان لگائیں تاکہ میں الم فراق کو بیان کر کے دل کی بھڑاس نکالوں۔ گو آپ صفائی باطن سے میری حالت جانتے ہیں مگر میری زبان سے سن لیجئے۔ سنئے لاکھوں مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ اس آرزو میں کہ آپ میری بات سنیں میرے حواس باختہ ہو گئے ہیں آپ کا سننا اور کان لگا کر متوجہ ہونا اور آپ کا جان افزا تبسم اور آپ کا میری معمولی سی معمولی بات کو سننا جو محض میری جان بد اندیش کا دہوکھا تھا جس کے ذریعہ سے وہ آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی تھی اور یہ کہ آپ نے میرے ان نقائص کو جو آپ کو معلوم ہیں بسا اوقات خوبیوں کی طرح قبول فرمایا ہے اور یہ کہ ایک گستاخ اور مغرور شوخ کیلئے۔ اور ون کے حلم آپ کے حلم کے مقابلہ میں ایک ذرہ ہیں یہ تمام باتیں مجھے اس درخواست پر جرأت دلاتی ہیں اچھا سنئے اول تو یہ بات ہے کہ جب سے میں آپ کے جال سے نکلا ہوں مجھے آگے پیچھے کی کچھ خبر نہ رہی۔ دوم یہ کہ میں نے بہت کچھ ڈھونڈھا اور سر مارا مگر آپ کا ثانی نہ ملا۔ سوم یہ کہ

جب سے میں آپ کے پاس سے گیا ہوں میں ایسا ہوگیا تھا جیسا کہ کافر نصرانی کہ مطلوبیت میں آپ کا شریک ٹھیرایا۔ چہارم یہ کہ جب سے میری خرمن جان پر بجلی گری ہے اور آپ سے جدا ہوا ہوں مجھے کچھ خبر نہ رہی حتیٰ کہ چہ تھے اور پانچویں میں امتیاز نہ رہا۔ پنجم یہ کہ آپ کے ہجر میں میرے حواس خمسہ معطل ہو گئے۔ ششم یہ کہ بدون آپ کے دیدار کے شش جہت سے مجھ پر غم کی موسلا دھار بارش ہوتی تھی میں بالکل بے خبر تھا۔ اور مجھے ساتویں اور آٹھویں میں تمیز نہ تھی۔ میرے نالوں پر آسمان خون روتا تھا۔ جہاں کہیں آپ کو زمین پر خون ملے گا تو جبکہ آپ کھوج لگائیں گے تو یقیناً وہ میری آنکھ کا خون ثابت ہوگا۔ میری یہ گفتگو اور یہ آواز گریہ ناک رعد ہے جو ابر کو چاہتی ہے کہ زمین پر برسے یعنی مجھے اس بیان سے رونا آتا ہے اب میں گفتگو اور رونے کے درمیان پھنسا ہوا ہوں۔ گفتگو کروں یا روؤں کیا کروں اگر میں گفتگو کرتا ہوں تو روتا جاتا ہے اور اگر روؤں تو آپ کا شکر اور آپ کی تعریف کیونکر کروں میری آنکھوں سے خون دل بہتا ہے لیجئے دیکھئے یہ کہا گرا یہ کہہ کر زار زار رونا شروع کیا اور یوں رویا کہ اوس کے رونے پر ادنیٰ و اعلیٰ سب روتے تھے اور اوس کے دل سے اس قدر نالہ و فغاں نکلے کہ تمام اہل بخارا اوس کے گرد جمع ہو گئے زبان سے بے تکی باتیں کرتا تھا آنکھوں سے بے حد روتا تھا اور کبھی بے انتہا ہنستا تھا غرضیکہ عجیب حالت تھی جس کو دیکھ کر سب لوگ حیران تھے شہر کے لوگ بھی اوس کی طرح روتے تھے اور عورتیں اور مرد سب گڈمڈ ہو گئے تھے اور قیامت کی سی حالت ہوگئی تھی آسمان بزبان حال زمین سے کہہ رہا تھا کہ اگر تو نے قیامت نہیں دیکھی تو لے یہ دیکھ لے۔ عقل حیران تھی کہ اس کا عشق اور اس کی حالت کس قدر عجیب ہے۔ اور سوچتی تھی کہ اس کا فراق عجیب تر ہے یا وصال۔ آسمان قیامت نامہ پڑھ رہا تھا اور اوس کے ایک ایک واقعہ کو اس پر منطبق کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ کہکشاں نے کپڑے پھاڑ ڈالے تھے۔

شرح شبیری

بیہوش عاشق کا ہوش میں آنا اور محبوب کی ثنا اور شکر کرنا

گفت اے عنقائے حق جاں را مطاف　　شکر کہ باز آمدی زاں کوہ قاف

یعنی عاشق نے کہا کہ اے حق کے عنقا اور جان کے طواف کی جگہ شکر ہے کہ آپ اوس (استغنا کے) کوہ قاف سے واپس آ گئے۔ مطلب یہ کہ عاشق کہتا ہے کہ اے محبوب خدا کا شکر ہے تمہاری وہ حالت بے اعتنائی اور استغ

کی گئی اور مجھ پر مہربان ہوئے۔

اے سرافیل قیامت گاہ عشق　　اے تو عشق عشق ولے دلخواہ عشق

یعنی اے عشق کے قیامت گاہ کے اسرافیل اے وہ شخص کہ تم عشق کے معشوق ہو اور اے محبوب عشق۔

اول این خلعت کہ خواہی دادنم　　گوش خواہم کہ نہی بر روزنم

یعنی اول خلعت جو آپ مجھے دیں گے وہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ میری بات پر کان رکھیں مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب کو خطاب کر کے کہہ رہا ہے کہ اے وہ شخص جو کہ عشق کی قیامت کے وقت مردوں کو زندہ کرنے والا ہے میں چاہتا ہوں کہ سب سے اول انعام جو مجھ پر ہو وہ یہ ہو کہ آپ میری باتیں سُن لیں۔

گرچہ میدانی بصفوت حال من　　بندہ پرور گوش کن اقوال من

یعنی اگرچہ آپ برگزیدگی کی وجہ سے میری حالت کو جانتے ہیں (مگر) اے بندہ پرور میری باتوں کو سُن ہی لیجئے

صد ہزاران بار اے صدر فرید　　ز آرزوئے گوش تو ہوشم پرید

یعنی اے صدر یکتا لاکھوں دفعہ تیرے کان کی آرزو میں میرے ہوش اُڑ گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ مجھے جدائی میں جب تیرا میری باتوں کو سُننا یاد آیا ہے تو میرے ہوش اُڑ گئے ہیں۔

آن سمیعے تو و آن اصغائے تو　　وان تبسمہائے جان افزائی تو

یعنی تیرا وہ سُننا اور تیرا وہ کان لگانا اور وہ تیرے جان کے بڑھانے والے تبسم۔

آن نیوشیدن کم و بیش مرا　　عشوۂ جان بداندیش مرا

یعنی وہ میرے کم و بیش کو سُننا اور میری جان بداندیش کے مکروں کو سُننا۔

قلب ہائے من کہ آن معلوم تست　　بس پذیرفتی تو چون نقد درست

یعنی میرے ان کھوٹوں کو جو تجھے معلوم ہیں تو نے بہت مرتبہ مثل عمدہ کھرے کے قبول کیا ہے۔

بہر گستاخی و شوخ غرۂ　　حلمہا در پیش حلمت ذرۂ

یعنی گستاخی اور عاشق کی شوخی کے واسطے تمام حلم تیرے حلم کے سامنے ایک ذرہ ہیں۔ مطلب یہ کہ عاشق کی شوخی اور گستاخی کے برداشت کرنے کیلئے تمام حلم کافی نہیں ہیں مگر تیرے حلم نے اونکو بھی برداشت کیا ہے تو اور سب حلم تیرے حلم سے گھٹے ہوئے ہیں۔

اولاً بشنو کہ چون ماندم ز شست　　اول و آخر ز پیش من جہست

یعنی اول تو سُن کہ جب میں کمند (خدمت) سے جدا ہوا تو اول و آخر میرے آگے سے جاتا رہا۔ مطلب یہ کہ جب میں آپ کی خدمت سے جدا ہوا ہوں مجھے اول و آخر کی کچھ خبر نہیں رہی۔

ثانیاً بشنو تو اے صدر ودود کہ بسے جستم ترا ثانی نبود

یعنی اے صدر محبوب دوسری بات یہ سن کہ میں نے بہت ڈھونڈھا مگر تیرا کوئی ثانی نہیں تھا۔

ثالثاً تا از تو بیرون رفتہ ام گوئیا ثالث ثلثہ گفتہ ام

یعنی تیسرے یہ کہ جب سے تیرے پاس سے گیا ہوں گویا ثالث ثلثہ کہا ہے میں نے۔ مطلب یہ کہ چونکہ آپ میرے اصلی محبوب ہیں اور میں آپ سے جدا ہو کر دوسری جگہ گیا تو ایسا ہو گیا جیسا کہ نصاریٰ محبوب حقیقی کو چھوڑ کر محبوبان مجازی کی طرف التفات کرتے ہیں۔

رابعاً چون سوخت مارا مزرعہ می ندانم خامسہ از رابعہ

چوتھے یہ کہ جب ہماری (قرب) کی کھیتی جل گئی تو میں پانچویں کو چوتھے سے نہیں جانتا۔ مطلب یہ کہ جب آپ کا قرب جاتا رہا تو پھر مجھے اس قدر بیخودی نے گھیرا کہ مجھے چار و پانچ میں بھی امتیاز نہ رہا۔

خامساً در ہجرت اے صدر جہان از حواس خمسہ بودم در زیان

اور پانچویں اے صدر جہان تیری جدائی میں حواس خمسہ سے نقصان میں تھا۔

سادساً از شش جہت بے روئے تو گوئیا بارید بر من غم دو تو

یعنی چھٹے شش جہت سے بے چہرہ تیرے کے گویا کہ مجھ پر دوہرا غم برسا۔

سابع از ثامن ندانم ضالہ ام خون ہمی گرید فلک از نالہ ام

یعنی ساتویں کو آٹھویں سے نہیں جانتا گمراہ ہوں اور فلک میرے نالہ کی وجہ سے خون روتا ہے مطلب یہ کہ میرے نالہ کا اثر آسمان تک پہونچا۔

ہر کجا یابی تو خون بر خاکہا پے بری باشد یقین از چشم ما

یعنی جس جگہ کہ تو خاک پر خون پاویگا یقیناً ہماری آنکھ سے نشان لے جاوے گا۔ یعنی جہاں کہیں خون پڑا ہوا دیکھوگے تم کو معلوم ہو جاویگا کہ ہم ادہر ہی کو روتے ہوئے گئے ہیں۔

گفت من رعدست این بانگ وحنیں ز ابر خواہد تا ببارد بر زمین

یعنی میری باتیں اور یہ آوازیں رعد ہیں اور ابر سے چاہتی ہیں کہ زمین پر برسے مطلب یہ کہ جب میں باتیں کرتا ہوں تو مجھے رونا آتا ہے اور ان باتوں کا تقاضا ہوتا ہے کہ میں خوب روؤں۔

من میان گفت وگریہ می تنم یا بگریم یا بگویم چون کنم

یعنی میں رونے اور گفتگو کرنے کے درمیان میں کھنچ رہا ہوں کہ روؤں یا باتیں کروں کیا کروں۔

گر بگویم فوت می گردد بکا ور بگریم چون کنم شکر و ثنا

یعنی اگر باتیں کرتا ہوں تو رونا فوت ہوا جاتا ہے اور اگر روتا ہوں تو تعریف اور شکر کس طرح کروں۔

می فتد از دیدہ خون دل شہا بین چرا افتادہ ست از دیدہ مرا

یعنی اے بادشاہ آنکھوں سے خون گر رہا ہے دیکھو میری آنکھوں سے کیا گرا ہے۔

این بگفت و گریہ در شد آن نحیف کہ برو بگریست ہم دون ہم شریف

یعنی یہ کہا اور وہ نحیف رونے میں ہوا (اس طرح) کہ اوس پر کمینہ بھی روئے اور شریف بھی۔

از دلش چندان برآمد ہائے وہو حلقہ کرد اہل بخارا گرد او

یعنی اوسکے دل سے اس قدر ہائے وہو نکلی کہ اہل بخارا نے اوسکے گرد حلقہ لگا لیا۔

خیرہ گویان خیرہ گریاں خیرہ خند مرد و زن خورد و کلاں حیران شدند

یعنی بے ڈھنگا کہنے والا اور بے ڈھنگا رونے والا اور بے ڈھنگا ہنسنے والا عورت و مرد چھوٹے اور بڑے سب حیران ہوئے

شہر ہم ہمرنگ او شد اشک ریز مرد و زن درہم شدہ چون رستخیز

یعنی تمام شہر بھی اوسی کی طرح رونے والا ہو گیا عورت اور مرد آپس میں قیامت کی طرح ملے ہوئے۔ مطلب یہ کہ جس طرح قیامت میں کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ ہو گی اسی طرح سب کے سب اوس کے دیکھنے میں لگے ہوئے تھے کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ تھی۔

آسمان می گفت آندم با زمین گر قیامت را ندیدستی بہ بین

یعنی آسمان اسوقت زمین سے کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے قیامت کو نہ دیکھا ہو تو دیکھ لو۔

عقل حیران کہ چہ عشق ست وچہ حال کہ فراق او عجب تر یا وصال

یعنی عقل حیران تھی کیسا عشق ہے اور کیا حال ہے کہ فراق اوس کا زیادہ عجب ہے یا وصال مطلب یہ کہ عقل کہتی تھی کہ یہ فراق میں بھی روتا ہی پھرتا تھا اور وصل میں بھی رو رہا ہے تو کونسی حالت زیادہ عجب ہے

چرخ برخواندہ قیامت نامہ را تا مجرہ بر دریدہ جامہ را

یعنی آسمان قیامت نامہ کو پڑھ رہا تھا اور کہکشاں تک کپڑے پھاڑے ہوئے تھا (آگے مولانا فرماتے ہیں)۔

شرح حبیبی

با دو عالم عشق را بیگانگی ست واندران ہفتاد و دو دیوانگی ست

سخت پنہانست و پیدا حیرتش جان سلطانان جان در حسرتش

غیر ہفتاد و دو ملت کیش او تخت شاہان تختہ بندی پیش او

مطرب عشق این زند وقت سماع | بندگی بند و خداوندی صداع

پس چہ باشد عشق دریائے عدم | در شکستہ عقل را آنجا قدم

بندگی و سلطنت معلوم شد | زین دو پردہ عاشقی مکتوم شد

کاشکے ہستی زبانے داشتے | تا ز مستان پردہا بر داشتے

ہر چہ گوئی اے دم ہستی ازان | پردۂ دیگر برو بستی بدان

آفت ادراک آن حالست وقال | خون بخون شستن محالست و محال

من چو با سودائیانش محرمم | روز و شب اندر قفس در می دمم

سخت مست و بیخود و آشفتۂ | دوش اے جان بر چہ پہلو خفتۂ

ہان و ہان ہشدار بر ناری دمی | اولا بر جہ طلب کن محرمی

عاشق و مستی و بکشادہ زبان | اللہ اللہ اشترے بر نردبان

چون ز راز و ناز او گوید زبان | یا جمیل الستر خواند آسمان

ستر چہ در پنبہ و آتش درست | تو ہمی پوشیش او رسوا ترست

چون بکوشم تا سرش پنہان کنم | سر بر آرد چون علم کاینک منم

رغم انفم گیردم او ہر دو گوش | کائے مدمغ چونش می پوشی بپوش

گویمش رو گرچہ بر جوشیدۂ | ہمچو جان پیدائی و پوشیدۂ

گوید او محبوس خنب است این تنم | چون مے اندر بزم خنبک می زنم

گویمش زان پیش کہ گردی گرو | تا نیاید آفت مستی برو

گوید از جام لطیف آشام من | یار روزم تا نماز شام من

چون بیاید شام و دزدد جام من | گویمش دادہ کہ تا مد شام من

زان عرب بنہاد نام می مدام | زانکہ سیری نیست میخور را مدام

(تنبیہ) ان اشعار کی تشریح میں حضرت مجدد الملۃ والدین کی ایک تحریر ہے جو کہ شرح شبیری میں درج ہے۔ مگر میں نے انکی شرح دوسرے عنوان سے کی ہے تا کہ اس عنوان سے بھی واقفیت ہو جاوے اور فائدہ تام ہو۔ پس سنو کہ۔ یہاں سے مولانا صفات عشق بیان کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں عشق بھی عجیب چیز ہے کہ تمام دنیا سے نرالا ہے کہ اس کے آثار دیگر موجودات کے آثار سے نہیں ملتے۔ عالم میں اگر کسی میں ایک قسم کی دیوانگی ہو گی تو اس میں بہتر طرح کے جنون ہیں۔ ایک صفت اس کی یہ ہے کہ ذاتاً نہایت مخفی ہے مگر حیرت اس کی ظاہر ہے اور ایک وصف اس کا یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کو بھی باوجودیکہ وہ سلطانان جہان ہیں اوس کی تمنا ہے اور وہ اس سے مستغنی نہیں ایک بات اس میں یہ ہے کہ اوس کا

مسلک تمام مذاہب و مسالک سے جداگانہ ہے مثلاً تخت شاہی اوس کے نزدیک ایک قید ہے اور اور کسی مسلک میں نہیں اگر ہو تو ضرور اس میں اس کی آمیزش ہوگی اور یہ اوس کا مقتضی ہوگا چونکہ اسکی شان سب سے نرالی ہے اس لئے مطرب عشق (یعنی خود عشق) قوالی میں یہ راگ گاتا ہے یعنی بزبان حال یہ کہتا ہے کہ تابعیت ایک قید ہے اور متبوعیت دردسری جب مطلق عشق کی یہ حالت ہے جس میں عشق مجازی بھی داخل ہے تو خاص بحر عالم غیب یعنی حق سبحانہ کا عشق کیا ہوگا اور اوس کی صفات مختصر کس قدر عجیب ہوں گی سچ تو یہ ہے کہ اس کی حالت تک عقل کی رسائی ناممکن ہے اب مولانا اس کی خفا کی وجہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصل وجہ خفا کی یہ ہے کہ لوگوں کو بندگی و سلطنت کا حال معلوم ہوا لہذا کسی نے بندگی اختیار کی اور کسی نے سلطنت اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ عشق کو ان دونوں سے نفرت ہے ایک کو وہ قید کہتا ہے دوسرے کو دردسری تو وہ ان کے ساتھ جمع نہ ہو سکا لہذا مخفی رہا اور یہ ہر دو اس کا حجاب بن گئیں کسی ہست اور با خود کی تو کیا مجال ہے کہ وہ اوس کی حالت بیان کر سکے کاش خود بیخودی کے زبان ہوتی ۔ اور وہ خود اپنی حالت بیان کرتی جس کے سبب بیخودوں اور بیخودی و عشق کی حالت معلوم ہوتی ۔ رہا کلام جس کا منشا ہستی ہے اوس سے تو اوس کی حالت پورے طور پر منکشف نہ ہوتی بلکہ اس سے اوس کی حالت پر ایک اور پردہ پڑ جاتا ہے اور قال اوس حال کے منافی ہے اس لئے کہ ان کا تعلق ہستی سے ہے پس اوس چیز سے جو کہ ہستی سے تعلق رکھتی ہے اوس حجاب کو دور کرنا جو کہ خود بھی ہستی سے تعلق رکھتا ہے یوں ہی ناممکن ہے جیسے خون کو خون سے دھونا ۔ ہاں میں چونکہ اوس کے سودائیوں کا محرم راز ہوں اس لئے اوس کی حالت سے واقف ہوں اور رات دن اوس کی حقیقت کی سمجھانے کی لاطائل کوشش کرتا ہوں ۔ مولانا جوش میں کہہ تو گئے کہ میں راز عشق سے واقف ہوں مگر پھر اُن کو تنبیہ ہوا اسلئے فرماتے ہیں کہ تو نہایت مست اور بیخود اور آشفتہ ہے بتا تو سہی تو رات کس کروٹ سویا تھا دیکھ خبردار ایک لفظ مُنہ سے مت نکالنا ایسی ہی اگر ضرورت ہے تو اولاً کوئی محرم راز تلاش کر پھر جو جی مین آئے کہہ کچھ مضائقہ نہیں تو عاشق اور مست ہے اور تیری زبان کھلی ہو کس قدر عجیب اور بے جوڑ بات ہے بھائی ہم کو تو اس سے یوں ہی حیرت ہوتی ہے جیسے اونٹ کے سیڑھی پر چڑھنے سے بھلا اس کے راز و نیاز زبان کیونکر بیان کر سکتی ہے حالانکہ اس کی تستر کی آسمان تعریف کرتا ہے اور پکارتا ہے تو یا جمیل الستر اور اے خوب پوشیدہ کہہ کر پکارتا ہے یہاں تک تو اخفائے راز عشق کی ضرورت بیان کی تھی اب یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اگر بلا اختیار و بالاضطرار اس کے آثار ظاہر ہو جاویں تو

مضائقہ نہیں کیونکہ اس کا چھپنا قدرت سے باہر ہے کہ عشق و مشک را نتوان نہفتن اس کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ راز جی کیسا اخفا بھلا کہیں ممکن ہے کیونکہ اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے آگ کو روئی یا اون سے چھپاؤ تو جس طرح کہ وہ اس سے نہ چھپے گی بلکہ اور ظاہر ہو گی یوں ہی تم چاہتے ہو کہ ہم اسے بالکلیہ چھپائیں مگر وہ اس سے اور ظاہر ہوتا ہے اب خطاب سے تکلم کی طرف التفات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب میں اس کو مخفی کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ جھنڈے کی طرح سر بلند کرتا ہے اور کہتا ہے لو گو دیکھ لو میں ہوں غرضیکہ وہ میرے منشا کے خلاف میرے کان پکڑ کر بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ بیہودہ تو مجھے چھپانا چاہتا ہے اچھا لے چھپا دیکھوں تو کیسا چھپانے والا ہے جب میں اس کا غصہ دیکھتا ہوں تو بمنت التجا کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ گو آپ غصہ میں ہیں اور جان کی طرح مخفی ہو کر بھی آپ ظاہر ہیں میں اس کا انکار نہیں کرتا اور نہ آپ کے ظہور کو میں روک سکتا ہوں مگر آپ تشریف لے جائیے اور خود اپنے کو مخفی کیجئے اس پر کہتا ہے کہ یہ میرے اختیار میں نہیں میں اگرچہ ارواح میں محبوس ہوں مگر نہ یہ حبس میرے ظہور کیلئے مانع ہے اور نہ عدم ظہور میرا اختیاری ہے پس میری مثال ایسی ہے جیسے شراب مٹکے میں محبوس ہو اور سر محفل تالیاں بجا رہی ہو اگر میں اس کو اس عنوان سے منع کرتا ہوں تو اس کا یہ جواب ملتا ہے جو تم سن چکے ہو اور اگر یوں کہتا ہوں کہ دیکھو یہ شیوہ اچھا نہیں ہے اس میں مصیبت میں پھنس جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ جوش مستی میں میرے منہ سے نامناسب باتیں نکلیں گی اور لوگ دشمن ہو جائیں گے اور میرا ضرر خود آپ کا ضرر ہے اور میری دشمنی آپ کی دشمنی پس قبل اس کے کہ تم میری مستی کے سبب کسی مصیبت میں پھنسو بہتر یہ ہے کہ جا کر چھپ رہو تو جواب یہ ملتا ہے کہ تم ایک لطیف آشام شخص ہو۔ تنگ ظرف اور کم ظرف نہیں ہو لہذا میں کسی تنگ ظرف اور کم حوصلہ شخص کے پیالہ کی شراب نہیں بلکہ ایک نہایت نفیس پینے والے کی جام کی شراب ہوں۔ اس لئے مجھے اندیشہ نہیں کہ تم اول فول بکو گے لہذا میں نہ مخفی ہو سکتا ہوں اور نہ تم سے جدا ہو سکتا ہوں۔ میں تو صبح سے شام تک تمہارے ساتھ رہونگا یعنی میرا اور تمہارا تو زندگی بھر کا ساتھ ہے اور موت سے پہلے تمہیں نہیں چھوڑ سکتا غرضکہ میں قوت سے بھی کام لیتا ہوں اور منتیں بھی کرتا ہوں۔ دھمکیاں بھی دیتا ہوں مگر عشق ہے کہ بدون ظاہر ہوئے نہیں رہتا ایسی حالت میں اگر افشائے راز ہو جاوے تو مجبوری ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ عشق کہتا ہے کہ میں شام تک تمہارے ساتھ رہونگا اور مرتے دم تک تمہارا ساتھ نہ چھوڑونگا میں کہتا ہوں کہ تیرا کبھی پیچھا نہ چھوڑونگا جب شام موت میرا پیالہ چرانے اور مجھے عشق سے جدا کرنے آئے گی تو میں کہونگا لا میرا پیالہ بھی شام

نہیں ہوئی اور میرے مرنے کا وقت نہیں آیا کیونکہ عشاق کیلئے موت نہیں ہے

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق الخ

واقعی یہ شراب ایسی چیز ہے کہ اس سے کبھی جی نہیں بھرتا۔ یہ تو بڑی چیز ہے شراب محسوس سے بھی بادہ گسار سیر نہیں ہوتے اس لئے عرب نے شراب کو مدام کہا ہے کہ مے خوار اس سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ اب مولانا پھر اوصاف عشق کی طرف انتقال کرتے ہیں اور کہتے ہیں ؎

عشق جوشد بادۂ تحقیق را الخ

شرح شبیری

باد و عالم عشق را بیگانگی　　اندرو ہفتاد و دو دیوانگی

یعنی عشق کو دونوں عالم سے بیگانگی ہے اوس کے اندر بہتر جنون ہیں بہتر سے مراد کثرت ہے یعنی بہت سے جنون ہیں۔ مطلب یہ کہ عشق کے خواص سب موجودات عالم سے نرالے ہیں اوس میں بے شمار جنون ہیں یہ بیان ہے اوس کے بعض خواص کا کہ دونوں عالم کے مصالح کا تو ہوش ہی اور یہاں بیہوشی ہے اور بیہوشی متعارف سے بھی یہ بیہوشی دوسری نوع کی ہے۔

سخت پنہانست و پیدا حیرتش　　جان سلطانان جان در حسرتش

یعنی وہ بہت پوشیدہ ہے اور اوس کی حیرت ظاہر ہے اور جان کی بادشاہوں کی جان اوس کی تمنا میں ہے مطلب یہ کہ عشق میں جو حیرت ہوتی ہے وہ باعتبار اپنی کنہ کے عوام سے نہاں ہے کیونکہ وہ ذوقی ہے اور عوام اوس ذوق سے خالی ہیں اور باعتبار بعض آثار کے ظاہر ہے چنانچہ ظاہر ہے اور شاہان جان یعنی انبیاء اور اولیاء اوس کے شوق میں ہیں پس حسرت مجازاً بمعنی تمنا کے ہے۔

غیر ہفتاد و دو ملت کیش او　　تخت شاہان تختہ بندی پیش او

یعنی بہتر دینوں سے اوس کا مذہب جدا ہے اور بادشاہوں کا تخت اوس کے سامنے قید خانہ ہے مطلب یہ کہ تمام مذاہب سے الگ اس عشق کا مذہب ہے۔ مذاہب باطلہ سے الگ ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ عشق امر حق ہے اور ممکن ہے کہ ہفتاد و دو سے مراد صرف مذاہب باطلہ ہی لئے جاویں اور اگر قطع نظر عدد سے تمام مذاہب لئے جاویں تو مذہب حق سے جدا ہونا اس طرح ہے کہ مذہب تو مکتسب اور عقلی ہے اور یہ موہوب اور حالی ہے اور تغایر دونوں کا ظاہر ہے اور عشق ایسی چیز ہے کہ بادشاہوں کا تخت و تاج اوس کے سامنے بجائے حبس کے یعنی کلفت دہ ہے۔

مطرب عشق این زند وقت سماع　　بندگی بند و خداوندی صداع

یعنی سماع کے وقت عشق کا مطرب یہ بجا رہا ہے کہ بندگی ایک قید ہے اور خداوندی درد سر ہے۔ مطلب یہ کہ سماع کے وقت مطرب حق بزبان حال عشق کی صفت میں یہ کہتا تھا کہ تابعیت تو ایک قید ہے اور متبوعیت درد سر ہے چنانچہ ظاہر ہے یعنی عشق دونوں سے ارفع ہے اور اوس میں دونوں سے آزادی ہے کیونکہ یہ دونوں فرع ہیں صحو و ہستی کے اور عشق میں فنا اور نیستی ہے۔

پس چہ باشد عشق دریائے عدم　　درشکستہ عقل را آنجا قدم

یعنی پس عشق کیا ہے ایک دریائے عدم ہے کہ اوس جگہ عقل کے قدم ٹوٹے ہوئے ہیں مطلب یہ کہ اس سے ثابت ہوا کہ عشق کیا چیز ہے وہ ایک دریائے فنا ہے دریا سے تشبیہ باعتبار محل غرق ہونے کے ہے اور جس طرح دریا میں کوئی عاقل قدم نہیں رکھ سکتا اس میں بھی عقل شکستہ قدم ہے اور اوس کی اوس میں رسائی نہیں چنانچہ فنا کا فوق العقل ہونا ظاہر ہے۔

بندگی و سلطنت معلوم شد　　زین دو پردہ عاشقی مکتوم شد

یعنی بندگی و سلطنت معلوم ہو گئی اور عاشقی ان دونوں پردوں سے پوشیدہ ہے مطلب یہ کہ اس تقریر بالا سے بندگی و تابعیت اور سلطنت و متبوعیت کا حال معلوم ہو چکا ان دونوں حجابوں سے عشق مکتوم ہے کہ وہاں دونوں کا گذر نہیں۔ اسی لئے ان دونوں کو حجاب کہدیا اور انھیں دونوں کی کیا تخصیص ہے جو علت ان دونوں کی رسائی نہ ہونے کی ہے یعنی ان دونوں کا فرع ہونا ہستی کیلئے اسی علت سے جتنی اشیاء وجودیہ ہیں سب کا عدم دخل معلوم ہو گیا اسی کو فرماتے ہیں۔

کاشکے ہستی زبانے داشتے　　تا ز ہستان پردہا برداشتے

یعنی کاش ہستی ایک زبان رکھتی تاکہ تمام موجودات سے پردوں کو اٹھا دیتی۔ مطلب یہ کہ بجائے اسکے کہ ہم بعض اشیاء وجودیہ کا بیان کر رہے ہیں کاش خود ہستی کے زبان ہوتی تو وہ اپنی حقیقت بیان کر کے تمام اشیاء کی حقیقت خاص اس امر میں بیان کر دیتی کہ عشق تک کسی کی رسائی نہیں آگے فرماتے ہیں۔

ہر چہ گوئی اے دم ہستی ازاں　　پردۂ دیگر برو بستی بداں

یعنی اے ہستی کے کلام تو اوس عشق سے جو کچھ بیان کرے تو اوس پر ایک دوسرا پردہ باندھ دیتا ہے جان لے۔ مطلب یہ ہے کہ اس ہستی کے زبان ہونے سے بھی حقیقت عشق کی منکشف نہ ہوتی پس بعنوان خطاب فرماتے ہیں کہ اے ہستی کے تکلم یعنی اے ہستی متکلم تو فرضاً عشق کے اون خواص کو

کر وہاں کسی ہستی کا گذر نہیں جتنا بھی بیان کرے اس سے یہ ہوتا کہ تو اوس پر ایک اور حجاب ڈالدیتی یعنی یہ بیان خود ایک حجاب ہو جاتا اور حجاب میں عدم انکشاف ظاہر ہے اور یہ حجاب اس لئے ہو جاتا کہ۔

آفت ادراک آن قال است و حال خون بخون شستن محال است و محال

یعنی ادراک کا مانع وہ قال اور حال ہے اور خون کا خون سے دہونا محال ہے مطلب یہ کہ ادراک عشق کی آفت یعنی مانع یہی دو چیزیں ہیں قال اور حال اور یہ بیان ہستی قال ہوتا اس لئے حجاب ہوتا چنانچہ قال کا مانع ہونا تو ظاہر ہے کہ عشق ایک حال ہے اور قال اوس کا مضاد اور حال سے مراد غیر حال عشق ہے جو عشق سے ادون ہے اور ظاہر ہے کہ ادنیٰ کا حصول ادراک اعلیٰ کیلئے کافی نہیں اور عکس کافی ہے اس لئے ایسا حال بھی مانع ہوگا۔ آگے ایک مثال ہے تکلم ہستی کے رافع حجاب ہو سکنے کی یعنی جس طرح خون کو خون سے نہیں زائل کر سکتے اسی طرح دوسرے حجب اس حجاب یعنی تکلم ہستی سے زائل ہوتے آگے اسی قال کا کشف عشق کے لئے کافی نہ ہونا بیان کرتے ہیں کہ۔

من چو با سودائیانش محرمم روز و شب اندر قفس در می دمم

یعنی میں جب عشق کے سودائیوں کا محرم ہوں تو رات دن پنجرہ میں پھونک رہا ہوں۔ مطلب یہ کہ میں بوجہ اتصاف عشق کے صرف اوس کے سودائیوں یعنی عشاق کا محرم ہوں اور مخاطبین سودائی عشق نہیں ہیں اس لئے اون کے سامنے قال سے اوس کی تحقیق کرنا ایسا ہے جیسا کہ قفس میں پھونک مارنا یعنی عبث ولاطائل آگے اس قال میں اپنا کسی قدر مغلوب ہونا اور باوجود اس مغلوبیت کے اس قال کے ترک کا مناسب ہونا بیان کرتے ہیں۔

سخت و مست و بیخود و آشفتۂ دوش اے جان بر چہ پہلو خفتۂ

یعنی تیز اور مست اور بیخود اور پریشان ہو رہا ہے تو اے جان تو کل کس پہلو پر سویا ہے۔

ہان و ہان ہشدار بر ناری دمے اولاً بر جہ طلب کن محرمے

یعنی ہاں ہاں سنبھل کہ تو کوئی آواز نہ نکالے اولاً اوٹھ اور کوئی محرم تلاش کر۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کو خطاب فرما رہے ہیں کہ تو بہت ہی تیز اور مست اور نہ بیخود و آشفتہ ہو رہا ہے اے جان یعنی اے نفس تو کس پہلو پر سویا تھا کہ تیرے ہوش درست نہیں ہوئے ہاں ہوش کو سنبھال اور اس قسم کی ایک بات بھی مُنہ سے مت نکال بلکہ اولاً اس بیہوشی سے نکل اور کسی محرم کو ڈہونڈھ پھر اوس سے کہنے کا مضائقہ نہیں اور علاوہ محرم نہ ہونے کے ایک اور مانع بھی اس قال کا پایا جاتا ہے۔ آگے اوس کا بیان ہے کہ۔

عاشق و مستی و بگشادہ زبان اللہ اللہ اشترے بر نردبان

یعنی عاشق اور مستی اور زبان کھلی ہوئی اللہ اللہ ایک اونٹ ہے سیڑھی پر مطلب یہ ہے کہ عاشق ہو کر اور مستی عشق لئے ہوئے اور پھر زبان کھولے ہوئے یہ اجتماع المنافیین ہے جیسا کہ شتر کا نردبان پر ہونا عادۃً اجتماع المنافیین ہے آگے اوسی قال کا نامناسب ہونا دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں کہ۔

چون ز راز و ناز او گوید زبان   یا جمیل الستر خواند آسمان

یعنی جبکہ عشق کے راز و ناز کو زبان بیان کرتی ہے تو آسمان یا جمیل الستر پڑھتا ہے مطلب یہ کہ جب عشق کے اسرار و اطوار زبان قال ظاہر کرتی ہے تو آسمان بھی جبکہ صعود عمل کے وقت اوس پر مطلع ہوتا ہے اس اظہار قال سے توحش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے یا جمیل الستر استرہ یعنی اے ستار حسن الستر اس راز کو پوشیدہ کر دیجئے اور اس قائل کے قلب میں سکوت کا القا کر دیجئے یہاں تک مولانا نے حکیمانہ رائے دی ہے کہ اس کا اخفا کرنا چاہئے آگے آثار عشق کا آثار حکمت پر غلبہ ہو گیا ہے اوس غلبہ اور جوش میں کہتے ہیں کہ۔

ستر چہ در پشم و پنبہ آذر است   تا ہمی پوشیش او پیدا تر است

یعنی چھپانا کیسا کہ اون اور روئی میں آگ ہے جتنا کہ تو اوس کو چھپاتا ہے وہ زیادہ ظاہر ہے۔

چون بکوشم تا سرش پنہان کنم   سر بر آرد چون علم کاینک منم

جب میں کوشش کرتا ہوں کہ اوس کے بھید کو پوشیدہ کروں تو وہ علم کی طرح سر نکالتا ہے کہ یہ میں ہوں مطلب یہ کہ کیسا اخفا اس راز کی تو ایسی مثال ہے جیسے اون اور روئی میں آگ کہ اوس کے اندر مخفی کرنے سے زیادہ ظاہر ہو گی کہ پہلے تو اپنی ہی جگہ میں تھی روئی کے اندر رکھنے سے روئی کی چیز کو بھی گھیر لیا بلکہ اوس کے نواح کو بھی تو بہت ہی پھیل گئی اسی طرح جب میں کوشش کرتا ہوں کہ اوس کے راز کو مخفی کروں تو وہ پرچم بلند کی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ دیکھو میں یہ ہوں مراد اس ظہور سے وہ ظہور نہیں جس کے اصدار سے اوپر منع کیا گیا ہے کہ وہ تو اثر ہے اظہار مکتسب کا بلکہ یہ دوسرا ظہور ہے جس کا اصدار حضرت حق سے ہوا ہے یعنی خود وجود واجب کا ظہور تکوینی مظاہر کونیہ میں اور اوس میں ایک قسم کا انتقال ہے یعنی گو میں عشق کا اخفا کرتا ہوں مگر خود ہی اوس کا اس طرح ظہور ہو رہا ہے کہ وجود حق ظاہر ہے اور چونکہ یہی ظہور وجود عشاق حق کی نظر میں ظہور اسرار عشق ہے اسلئے اس کا نام ظہور عشق رکھا مگر عوام سے وہ اس حیثیت سے مستور ہے کہ عشاق کی نظر میں بھی وجود کا ظہور عین عشق ہے اس بنا پر اس مضمون کو بعنوان استدراک لایا گیا کہ کیا اخفا الخ اور جب میں کوشش کرتا ہوں الخ اور اسی مضمون کی آگے تاکید ہے کہ۔

رغم انفم گیردم ناگاہ گوش   کای مدمغ چونش می پوشی بپوش

یعنی کہ باوجود میری ناگواری کے وہ عشق ناگہاں میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ اے پاگل تو اس کو کیوں کر چھپا ویگا چھپا۔ یہ مطلب ہے کہ وہ عشق علی رغم انفی میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ مختل الدماغ تو راز عشق کو کیونکر مخفی کرتا ہے لے مخفی کر دہ مخفی ہو ہی نہیں سکتا جبکہ وجود واجب کا خود ظہور ہو چکا اور وہی راز عشق کا ظہور ہے اور اوس کو ظہور راز عشق کہنا ایسا ہے جیسا بعض اہل حال نے لکھا ہے کہ وحدۃ الوجود کا اخفا کیوں کیا جاوے جبکہ لاالہ الا اللہ کا وہ مدلول ہے اور لاالہ الا اللہ کا اعلان منائر اور منابر اور محاریب میں کیا جاتا ہے آگے ایک مکالمہ ہے جو اسی معنی پر مبنی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا بطون سر عشق کو راجح کہہ رہے ہیں وقوعاً بھی کہ باوجود ظہور کے پھر وہ باطن ہی ہے اور استدعاءً بھی کہ محبوب حقیقی سے اوسی کی درخواست کرتے ہیں اور محبوب حقیقی اوس کے ظہور کو راجح کر رہا ہے اور درحقیقت یہ ظہور اور بطون دونوں مجتمع ہیں پس یہ محض عنواناً مکالمہ ہے معنوں میں مزاحمت نہیں اور مجموعہ کلامین سے یہ بتلانا ہے کہ اگر بصیرت ہو تو حق تعالیٰ کا ظہور وجود عشاق کی نظر میں عین مشہود ہے اور اگر بصیرت نہ ہو تو ہر شئے حجاب مقصود ہے وہ مکالمہ یہ ہے۔

گوئیمش رو گرچہ بر جوشیدۂ ہمچو جاں پیدائی و پوشیدۂ

یعنی میں اوس کو کہتا ہوں کہ جا اگرچہ تو ابل رہا ہے لیکن جان کی طرح ظاہر اور پوشیدہ ہے تو مطلب یہ کہ میں اوس عشق سے کہتا ہوں کہ تو مجھ پر اصرار کرتا ہے کہ تو مخفی نہیں کر سکتا تو میں یہ کہتا ہوں کہ تو ظاہر ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ تو اگرچہ ظہور میں جوش کر رہا ہے لیکن روح کی طرح من وجہ ظاہر ہے اور من وجہ باطن تو ظہور تام تو تیرا نہ ہوا چنانچہ ظاہر ہے کہ وجود حق آثار سے ظاہر ہے مگر کنہ اوس کی نامعلوم پس پورا ظاہر نہ ہوا بلکہ غلبہ بطون ہی کو رہا۔

گوید او محبوس خم ست این تنم چون مے اندر بزم خنبک میزنم

یعنی وہ کہتا ہے کہ میرا یہ بدن خم کے اندر قید ہو رہا ہے میں شراب کی طرح بزم کے اندر تالیاں بجا رہا ہوں مطلب یہ کہ وہ جواب میں کہتا ہے کہ میرے ظہور کو ترجیح ہے اس لئے کہ میں مشابہ مئے انگور کے ہوں جو مرتبہ بطون فی العنب سے نزول کر کے متلبس بالدن یعنی موضوع در خم ہو جاوے اور پھر بزم میں آکر مستی اور تالیاں بجانے کا سبب بن جاوے جو صاف ظہور ہے اسی طرح بطون سے میرا تن بمعنی وجود یعنی ذات مجازاً مظاہر میں ظاہر ہو گیا اور محسن اس مجاز کا اعتبار ہے جانب مشبہ بہ کا کہ اوس کا تعیین مصداق تن کا ظاہر ہے۔

گوئیمش زان پیش کہ گزدی گرو تا نیاید آفت مستی برو

یعنی میں اوس سے کہتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ تو گروی ہو (مستور ہو جا) تاکہ مستی کی آفت اوس پر نہ آوے۔ مطلب یہ کہ پھر میں اوس سے بطور استدعا کہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ تو ادراک خلائق کا مرہون یعنی مدرک ہو جاوے اپنے کو بااخفائے ممکن مخفی کر لے پس عامل زان ہیش کا مقدر ہے اور مخفی اسلئے کرے تاکہ اوس مدرک پر مستی کی آفت نہ آجاوے یعنی اندیشہ ہے کہ یہ ظہور وجود ظہور شہود تک کسی شخص کے اعتبار سے پہونچ جاوے اور وہ مغلوب السکر ہو کر آفت شطح میں مبتلا نہ ہو جاوے اس لئے اس ظہور کو مستور کر لے۔

گوید از جام لطیف آشام من یار روزم تا نماز شام من

یعنی کہتا ہے کہ ایک لطیف جام پینے کی وجہ سے میں دن کا یار ہوں اپنے نماز شام تک مطلب یہ کہ وہ جواب میں کہتا ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو قیامت خاصہ یا عامہ تک تو یہ ظہور ضرور رہیگا۔ الاول باعتبار کل واحد والثانی باعتبار المجموع اس کو اس عنوان سے فرماتے ہیں کہ مظاہر کے واسطہ سے حبس کو جام لطیف آشام سے اس لئے تعبیر کیا کہ مئے کا ظہور بواسطہ جام کے ہوتا ہے کہ اوس میں وہ مے لطیف بھر بھر کر پیتے ہیں مجازاً آلہ آشامیدن کو آشامندہ کہدیا۔ پس وہ جام مظہر ہوتا ہے مئے کا اسی طرح ان مظاہر کے واسطے سے تجلی وجود موجب سیرابئے طالبان تجلی ہوتی ہے غرض یہ کہ ان مظاہر کے واسطے سے نماز شام یعنی اختتام آجال تک تو میں نہار کا قرین یعنی متجلی اور ظاہر ضرور ہی رہوں گا پھر نفخ صور پر باطن محض ہو جاؤں گا اور تیری درخواست بھی پوری کر دوں گا گو پھر ظہور ثانیاً ہو جاوے مگر خیر ایک بار تو بطون محض ہو جاویگا یہاں مکالمہ ختم ہو گیا ہے اور محبوب ہی کی بات درخواست کنندہ کی ایک تسلی منظوری بہ میعاد معین پر غالب رہی۔ اب مولانا جوش عشق میں اس وعدۂ مذکورہ منظوری بطون کے متعلق کہتے ہیں کہ۔

چون بیاید شام و دزد د جام من گویمش وادہ کہ نامد شام من

یعنی جب شام آوے گی اور میرے جام کو چرا دیگی تو میں اس سے کہونگا کہ واپس دیدے کیونکہ میری شام نہیں آئی ہے۔ مطلب یہ کہ جب وہ شام موعود آوے گی اور میرے جام یعنی میری ہستی کو کہ ایک مظہر خاص ہے وہ شام نہان خانۂ عدم میں مخفی کرنا چاہیگی تو میں اوس شام سے کہوں گا کہ مہربانی کر کے میرا جام واپس دے کہاں لے چلی کیونکہ میری شام نہیں آئی یعنی تو ہر چند کہ شام ہے مگر تو میری شام نہیں ہے پس تیرا آنا میری شام کا آنا نہیں ہے میرا جام تو نہیں لے سکتی۔ مطلب یہ کہ میری قیامت فنا کے مرتبہ میں آچکی ہے اور اس فنا کے بعد بقائے سرمدی نصیب ہو چکی ہے اب میں استثنا الامن شاء اللہ

میں داخل ہوں حاصل یہ ہوا کہ یہ جو وعدہ بطون محض کا ہے یہ عام کے اعتبار سے ہے مجھ سے محبوب حقیقی مخفی نہ ہوگا کیونکہ میری درخواست بھی اونھیں کے اعتبار سے تھی جن کے لئے ظہور محمل ابتلا باآفت شطح تھا ولست منہم آگے ایک حسن تعلیل ہے کہ۔

زان عرب بنہاد نام مے مدام ٭ زانکہ سیری نیست میخوار را مدام

یعنی عرب نے شراب کا نام اسلئے مدام رکھا ہے کیونکہ شراب پینے والے کو کبھی سیری نہیں ہوتی مطلب یہ کہ میں اسلئے اوس سے اپنا جام واپس لے لونگا کہ اوس میں شراب تجلی دائمی ہوں کیونکہ شراب کو عربی میں مدام کہتے ہیں اسلئے کہ وہ چھوٹتی نہیں دائمًا پی جاتی ہے پس اس کا مقتضٰی بھی یہی ہے کہ میرا شرب کبھی منقطع نہ ہو۔ اور عدم واپسی میں انقطاع لازم آتا ہے اسلئے بھی مجھکو واپس ملنا ضرور ہے یہاں مضمون مقصود مقام ختم ہوگیا آگے ان مضامین کے حسن پر نظر کرکے ایک تفریع فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

عشق جوشد بادۂ تحقیق را ٭ او بود ساقیٔ نہاں صدیق را
چون بجوئے تو بتوفیق حسن ٭ بادہ آب جان بود ابریق تن
چون بیفزاید مئے توفیق را ٭ قوت مے بشکند ابریق را
آب گردد ساقی و ہم مست آب ٭ خود بگو واللہ اعلم بالصواب
پرتو ساقیست کاندر شیرہ رفت ٭ شیرہ بر جوشید ورقصاں گشت زفت
اندرین معنی بپرس آن خیرہ را ٭ کہ چنان کے دیدہ بودی شیرہ را
بے تفکر پیش ہر داننده ہست ٭ آنکہ با گردنده گرداننده ہست

منجملہ خصوصیات عشق کے ایک یہ خصوصیت ہے کہ وہ رحیق تحقیق کو جوش دیتا اور صدیقین یعنی اولیاء اللہ کاملین کو وہ شراب تحقیق خفیہ طور پر پلاکر اونکو محقق بناتا ہے اگر حق سبحانہ کی امداد اور توفیق خیر تمہارے شامل حال ہو اور تم اس شراب کو طلب کرو تو یہ شراب تمھاری روح کے لئے آب حیات کا کام دے اور جسم اوس کے لئے شیشہ بن جاوے۔ یعنی تم بحیات روحانی زندہ ہو جاؤ اور یہ شراب تمہارے رگ وپے میں سرایت کرجاوے اور جبکہ حق سبحانہ مئے توفیق اضافہ فرمائیں اور مزید توفیق عطا فرماویں تو یہ شراب اپنی تیزی سے شیشہ جسم کو بالکل توڑدے اور علائق جسمانیہ سے تمہارا تعلق بالکل منقطع ہوجاوے اوس وقت تمہاری یہ شان ہو کہ شراب اور ساقی اور مست سب ایک ہوجائیں یعنی ماسوے

اللہ نظر سے تمام غائب و فنا ہو جائیں اور تم فانی فی الحق ہو جاؤ بس اب کہدو کہ خدا خوب حقیقت حال سے واقف ہے اور اس مضمون کو ختم کرو اب ہم تمہیں ایک مفید بات بتلاتے ہیں وہ یہ کہ شراب میں یہ اثر ذاتی نہیں بلکہ پرتو ساقی و تصرف حق سبحانہ ہے کہ یوں جوشان ورقصاں ہوگئی ہے جو لوگ تصرف حق سبحانہ کے منکر ہیں اون سے پوچھو کہ شراب کی حقیقت شیرہ ہی تو ہے پھر بتاؤ شیرہ میں تم نے کبھی یہ صفت دیکھی ہے جبکہ نہیں دیکھی تو ضرور یہ جدید پیدا ہوئی ہے لہذا یہ ایک اثر حادث ہے اور ہر جاننے والے کے نزدیک یہ امر بدیہی ہے کہ متصرف (بالفتح) کے لئے ایک متصرف (بالکسر) ہے اور ہر اثر کے لئے ایک موثر ضروری ہے پس وہ کون ہے وہ حق سبحانہ ہے کیونکہ اوسکے سوا جتنی چیزیں ہیں سب ان آثار کی طرح محتاج موثر ہیں اور اون کو خود ضرورت موثر ہے لہذا وہ کیا بالذات موثر ہو نگے پس ثابت ہوا کہ موثر بالذات حق سبحانہ ہی ہیں اب ایک واقعہ سنو جس سے اس کی تصدیق ہو کہ فاعل و موثر حقیقی صرف حق سبحانہ ہیں یک جوانے بر زنے عاشق شدہ است الخ (ف - قصۂ آئندہ کے اس مدعا پر دلالت کی یہ وجہ ہے کہ عاشق اسباب متعارفہ للوصول الی المطلوب سے کامیاب نہ ہو سکا اور اسباب مضادہ سے کامیاب ہوا اس سے معلوم ہوا کہ کوئی اور ذات ہے جس کے قبضہ میں اسباب ہیں اور جو کہ اسباب و مسببات میں موثر ہے نیز دفتر چہارم میں معشوقہ نے حق سبحانہ کے تصرف کی بحث چھیڑی ہے۔

شرح شبیری

عشق جوشد بادۂ تحقیق را او بود ساقی نہان صدیق را

یعنی عشق شراب تحقیق کو جوش دیتا ہے اور وہ صدیق کے لئے پوشیدہ ساقی ہوتا ہے مطلب یہ کہ ان مضامین حسنہ کا منشا عشق ہے اور وہ ایسی ہی چیز ہے کہ بادۂ تحقیق کو جوش میں لاتی ہے اور وہ عشق صدیقین یعنی اولیا، عارفین کیلئے ساقی اس شراب روحانی کا بن جاتا ہے۔

چون بجوئی تو بتوفیق حسن بادہ آب جان بود ابریق تن

یعنی جب تو توفیق حسن کے ساتھ ڈھونڈھے گا تو شراب جان کیلئے پانی ہو جاوے گی اور بدن لوٹا ہو جاویگا مطلب یہ کہ جب تو توفیق خیر و خلوص کے ساتھ اوس کا طالب بن جائے تو یہ شراب مذکور روح کے لئے آب حیات بخش بن جاتی ہے اور جسم اوس کا ابریق ہو جاتا ہے جس کے اندر شراب رہتی ہے اور جسم کا مُس آثار عشق ہونا ظاہر ہے۔

چون بیفزاید مئے توفیق را　　قوت مئے بشکند ابریق را

یعنی جب توفیق کی شراب کو بڑھاتا ہے تو شراب کی قوت لوٹے کو توڑ ڈالتی ہے مطلب یہ کہ پھر جب وہ عشق شراب توفیق کو زائد کر دیتا ہے یعنی آثار عشق کے زیادہ غلبہ کرتے ہیں تو شراب کا زور اس ابریق تن کو توڑ ڈالتا ہے یعنی آثار کثرت کے کہ مناسب تن کے ہیں مغلوب ہو جاتے ہیں اور آثار توحید کے غالب ہوتے ہیں۔

آب گردد ساقی وہم مست آب　　خود بگو واللہ اعلم بالصواب

یعنی پانی ہی ساقی بھی ہو جاتا ہے اور مست بھی ہو جاتا ہے خود کہدو واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ بس وہی پانی جیسا مشروب تھا وہ ساقی بھی ہو جاتا ہے اور مست آب یعنی شارب بھی ہو جاتا ہے یعنی تمائز مرتبہ التفات سے رخصت ہو جاتا ہے اور اگر حقیقت اوس کی سمجھ میں نہ آوے تو تم اللہ اعلم بالصواب کہدو انکار مت کرو۔

پرتو ساقی ست اندر شیرہ رفت　　شیرہ بر جوشید رقصاں گشت تفت

یعنی ساقی ہی کا سایہ ہے جو کہ شراب میں گیا شراب نے جوش کیا اور خوب ناچنے لگی مطلب یہ کہ یہ جو اس شیرہ یعنی شراب میں مستی آگئی یہ پرتو ساقی یعنی محبوب حقیقی کا ہے کہ اوس نے اوس میں یہ اثر دیا جس سے شیرہ جوشاں اور رقصاں ہو گیا۔

اندرین معنی بپرس آن خیرہ را　　کہ چنین کے دیدہ بودی شیرہ را

یعنی اس معنی میں کوئی اوس بیہودہ سے پوچھے کہ اوس نے شیرہ کو ایسا کبھی دیکھا تھا مطلب یہ کہ جو لوگ اس عشق موہوب کے منکر ہیں عبد ہی کو خالق افعال کہتے ہیں کالفلاسفۃ والمعتزلۃ ایسے خیرہ وبیباک سے اس مضمون کے بارہ میں ذرا پوچھو تو کہ تو نے شیرہ کو ایسا مست کنندہ کب دیکھا تھا چنانچہ نفس محبت مکتسب مع الحق کے مدعی وہ بھی ہیں جو بوجہ ضعیف ہونے کے مشابہ شیرہ کے ہے مگر وہ دیکھیں کہ کیا اون کی اس محبت میں بھی یہ جوش اہل اللہ کی سی محبت کا ہے پھر اگر یہ موہوب من اللہ نہیں ہے بلکہ مکتسب ہے تو دوسرے مکتسب اوس کے برابر کیون نہیں آگے اس مضمون کی تعلیم کرتے ہیں کہ اسی تصرف پر کیا منحصر ہے سب تصرفات اوس خالق حقیقی ہی کی طرف سے ہیں بس فرماتے ہیں کہ۔

بے تفکر پیش ہر داننده است　　آنکہ با گردندہ گرداننده است

یعنی بلا کسی سوچ کے ہر جاننے والے کے سامنے یہ بات ہے کہ ہر متحرک کے ساتھ محرک ہے مطلب یہ کہ بلا تفکر یعنی بداہۃً ہر ذی علم کے سامنے یہ بات ثابت ہے کہ ہر متحرک کے ساتھ کوئی نہ کوئی محرک ہوتا ہے اور

انتہا اوس کا عقلاً حضرت حق تک ہے پس وہی متصرف حقیقی ہوا آگے اس پر مولانا ایک حکایت لاتے
ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص ایک عورت پر عاشق تھا اور اوس کو جدائی میں ایک مدت گذر گئی
تھی اتفاق سے ایک مرتبہ باغ میں اوس کی معشوقہ مل گئی تو وہ عاشق طالب وصل ہوا لیکن چونکہ وہ
معشوقہ عفیفہ تھی اس لئے اوس نے بچنا چاہا تو عاشق نے کہا کہ یہاں کون ہے سوائے ہوا کے اور تو کوئی
نظر نہیں آتا معشوقہ نے کہا کہ ارے باؤلے ہوا کو تو چلتے ہوئے دیکھا مگر یہ نہ دیکھا کہ اوس کا چلانے
والا بھی ہے اور ہماری ساری حرکتوں کو وہ بھی دیکھ رہا ہے تو دیکھئے معلوم ہوا ہر متحرک کا محرک ضرور ہے
چونکہ اس مقام کی تقریر حضرت قبلہ حکیم الامتہ دام ظلہم نے خود بھی تحریر فرمائی تھی لہذا اُس کو بعینہٖ
ذیل میں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوا۔ **وھو ھذا** - **قولہ** " بادو عالم عشق را بیگانگی " - الی قولہ
" بے تفکر پیش ہر دانشندہ ہست " حاصل اشعار کا یہ ہے کہ عشق کو دونوں عالم سے اجنبیت ہے
یعنی اُس کے خواص سب موجودات دو عالم سے نرالے ہیں اُس میں بے شمار جنون ہیں یہ بیان ہے
اُسکے بعض خواص کا کہ دونوں عالم کے مصالح کا مبنی ہوش ہے اور یہاں بیہوشی ہے اور بیہوشی متعارف
سے بھی یہ بیہوشی دوسری نوع کی ہے اور اُس میں جو حیرت ہوتی ہے وہ باعتبار اپنے کُنہ کے عام سے
پنہاں ہے کیونکہ وہ ذوقی ہے عام اُس ذوق سے خالی ہیں اور باعتبار بعض آثار کے ظاہر ہے
چنانچہ ظاہر ہے اور شاہان جان یعنی انبیاؑ و اولیاءؒ اس کی تمنا اور شوق میں ہیں پس حسرت مجازاً
بمعنی تمنا کے ہے اور تمام مذاہب سے الگ اُس عشق کا مذہب ہے مذاہب باطلہ سے الگ ہونا
تو ظاہر ہے کہ عشق امر حق ہے اور ممکن ہے کہ ہفتاد و دو سے مراد صرف مذاہب باطلہ ہی لئے جاویں
اور اگر قطع نظر عدد سے عام مذاہب لئے جاویں تو مذہب حق سے جدا ہونا اس طرح ہے کہ مذہب تو
مکتسب اور عقلی ہے اور یہ موہوب اور حالی ہے اور تغائر دونوں کا ظاہر ہے اور عشق ایسی چیز ہے
کہ بادشاہوں کا تخت و تاج اس کے سامنے بجائے حبس کے یعنی تکلیف دہ ہے - سماع کے وقت
مطرب حق بزبانِ حال عشق کی صفت میں یہ کہتا تھا کہ تابعیت تو ایک قید ہے اور متبوعیت درد سر ہے
چنانچہ ظاہر ہے - یعنی عشق دونوں سے ارفع ہے اور اُس میں دونوں سے آزادی ہے کیونکہ یہ دونوں
فرع ہیں صحو و ہستی کے اور عشق میں فنا و نیستی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ عشق کیا چیز ہے ایک
دریائے فنا ہے دریا سے تشبیہ باعتبار محل غرق ہونے کے ہے اور جس طرح دریا میں کوئی عاقل قدم
نہیں رکھ سکتا اس میں بھی عقل شکستہ قدم ہے اور اوس کی اُس میں رسائی نہیں چنانچہ فنا کا
فوق العقل ہونا ظاہر ہے اور اس تقریر سے بندگی و تابعیت اور سلطنت و متبوعیت کا حال معلوم ہو چکا

ان دونوں حجابوں سے عشق مکتوم ہے کہ وہاں دونوں کا گذر نہیں اسی لئے ان دونوں کو حجاب کہدیا اور ان ہی دو کی کیا تخصیص ہے جو علت ان دونوں کی رسائی نہ ہونے کی ہے یعنی ان دونوں کا فرع ہونا ہستی کے لئے اسی علت سے جتنی اشیار وجود یہ ہیں سب کا عدم دخل معلوم ہو گیا اسی کو فرماتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ ہم بعض اشیار وجودیہ کا بیان کر رہے ہیں کاش خود ہستی کی زبان ہوتی تو وہ اپنی حقیقت بیان کر کے تمام اشیار کی حقیقت خاص اس امر میں بیان کر دیتی کہ عشق تک کسی کی رسائی نہیں آگے فرماتے ہیں کہ اس سے بھی حقیقت عشق کی منکشف نہ ہوتی پس بعنوان خطاب فرماتے ہیں کہ اے ہستی کے تکلم یعنی اے ہستی متکلم تو فرضاً عشق کے اُن خواص کو کہ وہاں کسی ہستی کا گذر نہیں جتنا بھی بیان کرے اس سے یہ ہوتا کہ تو اس پر ایک حجاب اور ڈالدیتی۔ یعنی یہ بیان خود ایک حجاب ہو جاتا۔ اور حجاب میں عدم انکشاف ظاہر ہے اور یہ حجاب اس لئے ہو جاتا کہ ادراک عشق کی آفت یعنی مانع یہی دو چیزیں ہیں قال اور حال اور یہ بیان ہستی قال ہوتا اس لئے حجاب ہوتا چنانچہ قال کا مانع ہونا تو ظاہر ہے کہ عشق ایک حال ہے اور قال اُس کا مضاد اور حال سے مراد غیر حال عشق ہے جو عشق سے ادون ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ادنیٰ کا حصول ادراک اعلیٰ کے لئے کافی نہیں اور عکس کافی ہے اسلئے ایسا حال بھی مانع ہو گا آگے ایک مثال ہے تکلم ہستی کے رافع حجاب نہ ہو سکنے کی یعنی جس طرح خون کو خون سے نہیں زائل کر سکتے۔ اسی طرح دوسرے حجب اس حجاب یعنی تکلم ہستی سے زائل نہ ہوتے۔ آگے اسی قال کا کشف عشق کے لئے کافی نہ ہوتا بیان کرتے ہیں کہ میں بوجہ اتصاف بہ عشق کے صرف اُس کے سودائیوں یعنی عشاق کا محرم ہوں اور مخاطبین سودائی عشق ہیں نہیں اس لئے اُن کے سامنے قال سے اس کی تحقیق کرنا ایسا ہے جیسا قفس میں پھونک مارنا یعنی عبث ولاطائل۔ آگے اس قال میں اپنا کسی قدر مغلوب ہونا اور باوجود اس مغلوبیت کے اس قال کے ترک کا مناسب ہونا بیان کرتے ہیں پس اپنے نفس کو خطاب فرماتے ہیں کہ تو بہت ہی تیز دست دیکھو وآشفتہ ہو رہا ہے اے جان یعنی اے نفس تو کس پہلو پر سویا تھا کہ تیرے ہوش درست نہیں ہوتے ہاں ہوش کو سنبھال اور اس قسم کی ایک بات بھی منہ سے مت نکال بلکہ اولاً اس بیہوشی سے نکل اور کسی محرم کو ڈھونڈھ پھر اُس سے کہنے کا مضائقہ نہیں اور علاوہ محرم کے نہ ہونے کے ایک اور مانع بھی اس قال کا پایا جاتا ہے آگے اس کا بیان ہے کہ عاشق ہو کر اور مستی عشق لئے ہوئے اور پھر زبان کھولے ہوئے یہ اجتماع المتنافیین ہے جیسا شتر کا نردبان پر ہونا عادۃً اجتماع المتنافیین ہے۔ آگے اسی قال کا نامناسب ہونا اور دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں کہ جب عشق کے اسرار واطوار کو زبان قال ظاہر کرتی ہے تو آسمان بھی جبکہ صعود عمل کے وقت اس پر مطلع ہوتا ہے اس اظہار قال سے توحش کرتا ہے اور دعا کرتا

ہے ...... کریا جمیل الستر استرہ یعنی اے ستار حسن الستر اس راز کو پوشیدہ کر دیجئے اور اس قائل کے قلب میں سکوت کا القاء کر دیجئے یہاں تک مولانا نے حکیمانہ رائے دی ہے کہ اس کا اخفار کرنا چاہتے۔ آگے آثار عشق کا آثار حکمت پر غلبہ ہو گیا اس غلبہ وجوش میں کہتے ہیں کہ کیسا اخفار اس راز کی تو ایسی مثال ہے جیسے اون اور روئی میں آگ کہ اس کے اندر مخفی کرنے سے زیادہ ظاہر ہو گی کہ پہلے تو اپنی ہی جگہ میں تھی روئی کے اندر رکھنے سے روئی کے جیز کو بھی گھیر لیا بلکہ اس کے نواح کو بھی تو بہت ہی پھیل گئی اسی طرح جب میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کے راز کو مخفی کروں تو وہ پرچم بلند کی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ دیکھو میں یہ ہوں مراد اس ظہور سے وہ ظہور نہیں جس کے اصدار سے اوپر منع کیا گیا ہے کہ وہ تو اثر ہے اظہار مکتسب کا بلکہ یہ دوسرا ظہور ہے جس کا اصدار حضرت حق سے ہوا ہے یعنی خود وجود واجب کا ظہور تکوینی مظاہر کونیہ میں اور اس میں ایک قسم کا استقال ہے یعنی گو میں عشق کا اخفار کروں مگر خود ہی اُس کا اس طرح ظہور ہو رہا ہے کہ وجود حق ظاہر ہے۔ اور چونکہ یہی ظہور وجود عشاق حق کی نظر میں ظہور اسرار عشق ہے اس لئے اس کا نام ظہور عشق رکھا گو عوام سے وہ اس حیثیت سے مستور ہے مگر عشاق کی نظر میں یہی وجود کا ظہور عین عشق کا ظہور ہے اس بنا پر اس مضمون کو بعنوان استدراک لایا گیا کہ کیسا اخفا الخ اور جب میں کوشش کرتا ہوں الخ اور اسی مضمون کی آگے تاکید ہے کہ وہ عشق علی رغم انفی میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ مختل الدماغ تو راز عشق کو کیونکر مخفی کرتا ہے لے مخفی کر وہ مخفی ہو ہی نہیں سکتا جبکہ وجود واجب کا خود ظہور ہو چکا اور وہی راز عشق کا ظہور ہے۔ اور اس کو ظہور عشق کہنا ایسا ہے جیسا بعض اہل حال نے لکھا ہے کہ وحدۃ الوجود کا اخفار کیوں کیا جاوے جبکہ لاالہ الا اللہ کا وہ مدلول ہے اور لاالہ الا اللہ کا اعلان منائر اور منابر اور محاریب میں کیا جاتا ہے آگے ایک مکالمہ ہے جو اسی معنی پر مبنی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا بطون سر عشق کو راجح کہہ رہے ہیں وقوعاً بھی کہ باوجود ظہور کے پھر وہ باطن ہی ہے اور استدعاءً بھی کہ محبوب حقیقی سے اسی کی درخواست کرتے ہیں اور محبوب حقیقی اس کے ظہور کو راجح کر رہا ہے اور درحقیقت یہ ظہور و بطون دونوں مجتمع ہیں پس یہ محض عنواناً مکالمت ہے معنوں میں مزاحمت نہیں اور مجموعہ کلامین سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ اگر بصیرت ہو تو حق تعالیٰ کا ظہور وجود عشاق کی نظر میں عین شہود ہے اور اگر بصیرت نہ ہو تو ہر شئے حجاب مقصود ہے وہ مکالمہ یہ ہے کہ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ تو جو مجھ پر انکار کرتا ہے کہ تو مخفی نہیں کر سکتا تو میں یہ کہتا ہوں کہ تو ظاہر بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تو اگرچہ ظہور میں جوش کر رہا ہے لیکن روح کی طرح من وجہٍ ظاہر ہے اور من وجہٍ باطن تو ظہور تام تو میسر نہ ہوا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ وجود حق

آثار سے ظاہر ہے مگر کنہ اس کی نامعلوم پس پورا ظاہر نہ ہوا۔ بلکہ غلبۂ بطون ہی کو رہا وہ جواب میں کہتا ہے کہ میرے ظہور کو ترجیح ہے اس لئے کہ میں مشابہ مئے انگور کے ہوں جو مرتبہ بطون فی العنب سے نزول کر کے متلبس بالدن یعنی موضوع در خم ہو جاوے اور پھر بزم میں آ کر مستی اور تالیاں بجانیکا سبب بن جاوے جو صاف ظہور ہے اسی طرح بطون سے میرا تن معنی وجود یعنی ذات مجازاً مظاہر میں ظاہر ہو گیا۔ اور محسن اس مجاز کا اعتبار ہے جانب مشبہ بہ کا کہ اُس کا تعین مصداق تن کا ظاہر ہے پھر میں اُس سے بطور استدعا کہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ تو ادراک خلائق کا مرہون یعنی مدرک ہو جاوے اپنے کو باخفائے ممکن مخفی کر لے۔ پس عامل زان پیش کا مقدر ہے اور مخفی اس لئے کر لے تاکہ اُس مدرک پر مستی کی آفت نہ آ جاوے یعنی اندیشہ ہے کہ کبھی یہ ظہور وجود ظہور شہود تک کسی شخص کے اعتبار سے پہونچ جاوے اور وہ مغلوب السکر ہو کر آفت شطح میں مبتلا نہ ہو جاوے اس لئے اس ظہور کو مستور کر لے وہ جواب میں کہتا ہے کہ خواہ کچھ ہی ہو قیامت خاصہ یا عامہ تک تو یہ ظہور ضروری رہے گا الاول باعتبار کل واحد والثانی باعتبار المجموع اس کو اس عنوان سے فرماتے ہیں کہ مظاہر کیواسطے سے جس کو جام لطیف آشام سے اس لئے تعبیر کیا کہ مئے کا ظہور بواسطہ جام کے ہوتا ہے کہ اُس میں وہ مئے لطیف بھر بھر کر پیتے ہیں مجازاً آلہ آشامیدن کو آشامندہ کہدیا پس وہ جام مظہر ہوتا ہے مئے کا اسی طرح ان مظاہر کے واسطہ سے تجلی وجود موجب سیرابی طالبان تجلی ہوتی ہے۔ غرض یہ کہ ان مظاہر کے واسطہ سے نماز شام یعنی اختتام آجال تک تو میں نہار کا قرین یعنی متجلی اور ظاہر ضرور ہی رہوں گا پھر نفخ صور پر باطن محض ہو جاؤنگا۔ اور تیری درخواست بھی پوری کر دونگا گو پھر ظہور ثانیا ہو جاوے مگر خیر ایک بار تو بطون محض ہو جاویگا۔ یہاں مکالمہ ختم ہو گیا اور محبوب ہی کی بات درخواست کنندہ کی ایک تسلی منظوری بہ میعاد معین پر غالب رہی۔ اب مولانا جوش عشق میں اس وعدۂ مذکورہ منظوری بطون کے متعلق کہتے ہیں کہ جب وہ شام موعود آوے گی اور میرے جام یعنی میری ہستی کو کہ ایک مظہر خاص ہے وہ شام نہان خانہ عدم میں مخفی کرنا چاہے گی تو میں اُس شام سے کہوں گا کہ مہربانی کر کے میرا جام واپس دے کہاں لے چلی کیونکہ میری شام نہیں آئی یعنی تو ہر چند کہ شام ہے مگر تو میری شام نہیں ہے پس تیرا آنا میری شام کا آنا نہیں ہے میرا جام تو نہیں لے سکتی مطلب یہ کہ میری قیامت فناء کے مرتبہ میں آ چکی ہے اور اُس فنا کے بعد بقاء سرمدی نصیب ہو چکی ہے اب میں استثناء الا من شاء اللہ میں داخل ہوں۔ حاصل یہ ہوا کہ یہ جو وعدہ بطون محض کا ہے یہ عالم کے اعتبار سے ہے مجھ سے محبوب حقیقی مخفی نہ ہو گا کیونکہ میری درخواست بھی انھیں کے

اعتبار سے گئی جن کے لئے ظہور محتمل ابتلاء بآفت شلخ تھا دست منہم آگے ایک حسن التعلیل ہے کہ میں اس لئے
اُس سے اپنا جام واپس لے لونگا کہ اُس میں شراب تجلی دائمی ہیوں کیونکہ شراب کو عربی میں مدام کہتے ہیں
کیونکہ وہ چھوٹتی نہیں۔ دائماً پی جاتی ہے پس اس کا مقتضا بھی یہی ہے کہ میرا شرب کبھی منقطع نہ ہو۔ اور
عدم واپسی میں انقطاع لازم آتا ہے اس لئے بھی واپس ملنا مجھکو ضرور ہے یہاں مضمون مقصود مقام
ختم ہوگیا آگے ان مضامین کے حسن پر نظر کرکے ایک تفریع فرماتے ہیں کہ ان مضامین حسنہ کا منشاء
عشق ہے اور عشق ایسی ہی چیز ہے کہ وہ بادۂ تحقیق کو جوش میں لاتی ہے اور وہ عشق صدیقین یعنی
اولیاء عارفین کے لئے ساقی اس شراب روحانی کا بن جاتا ہے۔ جب تو توفیق خیر وخلوص کی ساتھ اسکا
طالب بن جاوے تو یہ شراب مذکور روح کے لئے آب حیات بخش بن جاتی ہے اور جسم اس کا ابریق
ہوجاتا ہے جس کے اندر شراب رہتی ہے اور جسم کا محل آثار عشق ہونا ظاہر ہے۔ پھر جب وہ عشق شراب
توفیق کو زائد کر دیتا ہے یعنی آثار عشق زیادہ غلبہ کرتے ہیں تو اُس شراب کا زور اس ابریق تن کو توڑ
ڈالتا ہے یعنی آثار کثرت کے کہ مناسب تن کے ہیں مغلوب ہوجاتے ہیں اور آثار توحید کے غالب ہوتے
ہیں۔ پس وہی پانی جیسا مشروب تھا وہ ساقی بھی ہوجاتا ہے اور مست آب یعنی شارب بھی ہوجاتا ہے
یعنی تمائز مرتبہ التفات سے رخصت ہوجاتا ہے اور اگر حقیقت اُس کی سمجھ میں نہ آوے تو تم اللہ اعلم بالصواب
کہدو۔ انکار مت کرو۔ اور یہ جو اس شیرہ یعنی شراب میں مستی آگئی یہ بھی تو ساقی یعنی محبوب حقیقی کا ہے کہ
اُس نے اس میں یہ اثر دیا اور یہ ظاہر ہے جس سے شیرہ جوشان اور رقصاں ہوگیا اور جو لوگ اس عشق موہوب
کے منکر ہیں عبد ہی کو خالق افعال کہتے ہیں کالفلاسفۃ والمعتزلۃ ایسے خیرہ و بے باک سے اس مضمون کے
بارہ میں ذرا پوچھو تو کہ تو نے شیرہ کو ایسا مست کنندہ کب دیکھا تھا چنانچہ نفس محبت مکتسب مع الحق
کے مدعی وہ بھی ہیں جو بوجہ ضعیف ہونے کے مشابہ شیرہ کے ہے۔ مگر وہ دیکھیں کہ کیا اُنکی اس محبت میں
بھی یہ جوش اہل اللہ کی سی محبت کا ہے پھر اگر یہ موہوب من اللہ نہیں ہے بلکہ مکتسب ہے تو دوسرے
مکتسب اس کی برابر کیوں نہیں آگے اسی مضمون کی تعمیم کرتے ہیں کہ ایک اسی تصرف پر کیا منحصر ہے
سب تصرفات اُسی خالق حقیقی کی طرف سے ہیں پس فرماتے ہیں کہ بلا تفکر یعنی بداہۃً ہر ذی علم کے سامنے
یہ بات ثابت ہے کہ ہر متحرک کے ساتھ کوئی نہ کوئی محرک ہوتا ہے اور انتہا اس کا عقلاً حضرت حق تک ہے
پس وہی متصرف حقیقی ہوا۔ انتہی۔

شرح حبیبی

یک جوانی بر زنی مجنون بده است — روز و شب بیخواب و بیخود آمده است

بیدل و شوریده هم مجنون دست — می ندادش روزگار وصل دست

بس شکنجه کرد عشقش بر زمین — خود چرا دارد ز اول عشق کین

عشق از اول چرا خونی بود — تا گریزد آنکه بیرونی بود

چون فرستادی رسولی پیش زن — آن رسول از رشک گشتی راهزن

ور بسوی زن نبشتی کاتبش — نامه را تصحیف خواندی نایبش

ور صبا را پیک کردی در وفا — از غباری تیره گشتی آن صبا

رقعه گر بر پر مرغی دوختی — پر مرغ از تف رقعه سوختی

راههای چاره را غیرت ببست — لشکر اندیشه را رایت شکست

بود اول مونس غم انتظار — آخرش بشکست که هم انتظار

گاه گفتی کین بلای بی دواست — گاه گفتی نی حیات جان ماست

گاه هستی زو برآوردی سری — گاه او از نیستی خوردی بری

گاه فریادش بگردون بر شدی — گه خیال دلبرش همدم بدی

چونکه بر وی سرد گشتی این نهاد — جوشش کردی گرم چشمهٔ اتحاد

چونکه با بی برگی غربت بساخت — برگ بی برگی بسوی او بتاخت

خوشه‌های فکرتش بیگاه شد — شهروان را رهنما چون ماه شد

ای بسا طوطی گویای خمش — ای بسا شیرین روان رو ترش

رو بگورستان دمی خامش نشین — آن خموشان سخن گو را ببین

لیک اگر یک رنگ بینی خاکشان — نیست یکسان حالت چالاکشان

شحم و لحم زندگان یکسان بود — آن یکی غمگین دگر شادان بود

تو چه دانی تا ننوشی قالشان — زانکه پنهانست بر تو حالشان

بشنوی از قال‌های و هوی را — کی ببینی حالت صد توی را

نقش‌شان یکسان بضدها متصف — خاک هم یکسان روانشان مختلف

ہم چنین یکسان بود آوازہا — آن یکے پُر درد وان پر نازہا
بانگ اسپان بشنوی اندر مصاف — بانگ مرغان بشنوی اندر مطاف
آن یکے از حقد دیگر زار تباط — آن یکے از رنج و دیگر از نشاط
ہر کہ دور از حالت ایشان بود — پیشش آن آوازہا یکسان بود
آن درختے جنبد از زخم تبر — وان درخت دیگر از باد سحر
بس غلط گفتم زدیگ مردہ ریگ — زانکہ سر پوشیدہ میجوشید دیگ
جوش و نوشش ہر کست گوید بیا — جوشش صدق و جوشش تزویر و ریا
گر نداری دیدہ ہائے روشناس — رو دماغے دست آور بوشناس
آن دماغے کہ بران گلشن تند — چشم یعقوبان ہم او روشن کند
ہین بگو احوال آن خستہ جگر — کز بخاری دور ماندیم اے پسر

ایک جوان ایک عورت پر دیوانہ ہو گیا تھا اور اس وجہ سے نہ رات دن کھاتا تھا اور نہ سوتا تھا وہ دلدادہ اور شوریدہ اور دیوانہ اور مست تھا مگر اوس کو زمانہ وصل میسر نہ آتا تھا عشق نے اوس کو بہت کچھ سزا دی تم پوچھوگے کہ اوس نے ایسا کیوں کیا وجہ یہ ہے کہ ابتداء میں عداوت ظاہر کرنا اوس کی عادت ہے اس پر تم سوال کروگے کہ اچھا ابتدا میں وہ خونی کیوں ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امتحان ہو جاوے اور عاشق صادق اور بوالہوس میں تمیز ہو جاوے اور بیگانہ بھاگ جاوے غرض اوسکی یہ حالت تھی کہ جب وہ کوئی قاصد عورت کے پاس بھیجتا تو وہ رسول خود عاشق ہو جاتا اور رشک سے اوس کے حق میں نیش زنی کرتا اور اگر اوس کا منشی عورت کے پاس کوئی خط لکھتا تو عورت کا پیشکار اوس کو الٹ پلٹ پڑھ دیتا تاکہ اوسکے دل پر اثر نہ ہونے پائے اور اگر باد صبا کو قاصد بناتا تو وہ بھی غبار سے مکدر ہو جاتی اور اوس کا مدعا ظاہر نہ لاتی اگر کسی مُرغ نامہ بر کے پر میں خط باندھ کر بھیجتا تو پر مُرغ رقعہ کی حرارت سے جل جاتا غرضیکہ غیرت عشق نے امتحان کے لئے مقصد برآری کی تمام راہیں بند کر دیں اور لشکر فکر کے جھنڈے کو توڑ پھوڑ کر اوس کو شکست دیدی یعنی کوئی تدبیر اوس کی سمجھ میں نہ آتی تھی ابتداءً مونس غم انتظار تھا مگر اب وہ بھی درہم برہم ہو گیا کون درہم برہم ہو گیا وہ انتظار جو اوس کو سنبھالے ہوئے تھا پس وہ عجیب ضیق میں مبتلا تھا کبھی کہتا تھا کہ کیا بلائے بے درماں پیچھے لگ گئی کبھی کہتا تھا نہیں جی بلائے بے درماں کیوں ہے یہ تو ہمارے جان کی لئے زندگی ہے کبھی ہستی غلبہ کرتی تھی اور خواہشات کا ہجوم ہوتا تھا کبھی فنا سے متمتع ہوتا اور رضائے محبوب پر راضی ہوتا اور اپنی خواہشات کو اوسکے تابع کر دیتا کبھی اتنا چلاتا کہ شور و فریاد آسمان تک

پہونچتا اور کبھی خیال سے تسکین حاصل کرتا اور شوروشیون موقوف کرتا جبکہ اپنا وجود اوسسے بے مزہ معلوم ہوتا تو چشمۂ اتحاد کو سخت جوش ہوتا اور فنافی المحبوب کا طالب ہوتا۔ الحاصل جبکہ اوس نے بے سامانی غربت سے میل کیا تو سامان بے سامانی اوس کو حاصل ہو گیا۔ اوس کی فکر کی خوشی خاشاک خیالات بیہودہ سے صاف ہو گئے اور خیالات حسنہ رہ گئے۔ اس طریقہ سے وہ ناواقفوں اور عشق سے نامحرموں کا ہادی ہو گیا اور اون کے لئے ایک بہتر نمونہ بن گیا۔ اب مولانا مضمون ارشادی کیطرف انتقال فرماتے ہیں اور اہل اللہ اور مدعیان ولایت میں تمیز کرنے کی ضرورت اور اوس کا طریقہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں بعض تو بظاہر طوطی کی طرح بولتے ہیں مگر باطن میں خاموش ہیں بظاہر خوش ہیں مگر باطن میں غموں کا انبار لگا ہوا ہے اور بہت سے ایسے ہیں کہ بظاہر مکدر ہیں مگر دل میں خوش وخرم ہیں نیز تم قبرستان میں جاؤ اور تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھو اور اوس شہر خموشان کے رہنے والوں کو دیکھو گو بظاہر تم کو سب یکساں معلوم ہوں گے مگر سب کی حالت یکساں نہیں ہے اور دیکھو زندوں کی چربی اور گوشت وغیرہ یکساں ہے لیکن باہم فرق ہے ایک خوش ہے دوسرا رنجیدہ تم کو اون کی اصلی حالت نہیں معلوم ہو سکتی جب تک کہ تم اون کی گفتگو نہ سنو کیونکہ اون کی حالت تم سے پوشیدہ ہے جو بدون ظاہر کئے معلوم نہیں ہو سکتی اب ہم ترقی کر کے کہتے ہیں کہ گفتگو سے بھی صحیح صحیح حالت نہیں معلوم ہو سکتی کیونکہ اوس سے تو صرف آواز معلوم ہوتی ہے حالت مخفیہ کا حال اوس سے یقینی طور پر کیسے معلوم ہو سکتا ہے اور سنو صورتیں اور ہماری تصویریں یکساں ہیں مگر اوصاف متضاد ہیں ہماری خاک بھی یکساں ہے لیکن ارواح مختلف ہیں علیٰ ہذا آوازیں نفس صورت میں یکساں ہیں لیکن باہم اختلاف بھی ہے ایک پُر درد ہے تو دوسری ناز بھری دیکھو تم جنگ میں گھوڑوں کی آوازیں بھی سُنتے ہو اور اُڑتے ہیں جانوروں کی بھی تو آواز ہونے میں تو دونوں یکساں ہیں مگر گھوڑوں کی آوازیں کینہ سے ناشی ہیں اور جانوروں کی آپس کے ارتباط اور میل سے اور گھوڑوں کی آوازیں رنج سے ناشی ہیں اور جانوروں کی خوشی سے مگر جو شخص اون کی حالت سے ناواقف ہے وہ تمیز نہیں کر سکتا۔ اوس کے نزدیک ہر دو آوازیں برابر ہیں اور سنو ایک درخت کلہاڑے کے صدمہ سے ہلتا ہے اور دوسرا باد سحری سے پس باوجودیکہ ہلنے میں دونوں یکساں ہیں مگر ہر دو حرکتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے چونکہ اتحاد صورت کے ساتھ اختلاف اوصاف ہوتا ہے اور اوصاف مخفی ہوتے ہیں اسلئے مجھے اجسام سے بہت کچھ نہ ہوکے ہوئے ہیں کیونکہ سر پوش ڈھکی ہوئی ہانڈی پکتی ہے کیا معلوم اوس میں کیا چیز پک رہی ہے دیکھو لوگوں کا ظاہری جوش وخروش تم کو اپنی طرف بلائے گا۔ مگر اس میں بعض جوش صادق ہوگا اور بعض جوش فریب اور دکھاوا۔ اوسوقت

تم کو لغزش ہوجانے کا بہت بڑا احتمال ہے پس اول تو تم کو چشم باطنی سے کام لینا چاہیے اور اگر پہچاننے والی آنکھیں نہ ہوں تو کوئی دماغ حاصل کرنا چاہیے جو ہر ایک کی بو کو پہچانتا ہو یعنی وہ دماغ جو گلشن عشق یا گلشن محبوب حقیقی سے تعلق رکھتا ہو اور عشاق کے آنکھوں کو روشن کرتا ہو خواہ اس طرح کہ تم خود اپنے کو ایسا بنالو یا اس طرح کہ شیخ کا دامن پکڑو (والاول اظہر) اچھا اب اُس عاشق خستہ جگر کی حالت بیان کرنی چاہیئے کیونکہ بخاری کا قصہ تو بہت دور چلا گیا۔

شرح شبیری

اوس عاشق دراز ہجر اور بسیار امتحان کی حکایت

یک جوانے بر زنے مجنون بُدست — روز و شب بیخواب و بیخور آمدست

یعنی ایک جوان ایک عورت پر دیوانہ ہوگیا تھا رات دن بیخواب اور بے کھانے کے تھا۔

بیدل و شوریدہ ہم مجنون و مست — می ندادش روزگار وصل دست

یعنی بیدل اور پریشان اور مجنون اور مست زمانہ وصل کا اوس کو اپنا ہاتھ نہ دیتا تھا۔

بس شکنجہ کرد عشقش بر زمین — خود چرا دارد ز اول عشق کین

یعنی عشق نے اوس کو زمین پر بہت کھینچا تھا (مولانا بطور سوال کے فرماتے ہیں) کہ عشق اول ہی کیوں کینہ رکھتا ہے۔

عشق از اول چرا خونے بود — تا گریزد آنکہ بیرونے بود

یعنی عشق اول ہی سے کیوں خونی ہوتا ہے (خود ہی جواب دیتے ہیں) تاکہ جو شخص باہر کا ہے بھاگ جاوے مطلب یہ کہ عشق اول ہی سے جو سختیاں شروع کردیتا ہے اوس میں یہ مصلحت ہے کہ جو عاشق صادق ہے وہ تو باوجود ان سختیوں کے بھی کہیں نہیں جاویگا اور جو عاشق صادق نہیں وہ گھبرا کر نکل بھاگیگا

چون فرستادے رسولے پیش زن — آن رسول از رشک گشتی راہزن

یعنی اگر عورت کے پاس کوئی قاصد بھیجتا تو وہ قاصد رشک کی وجہ سے راہزن ہوجاتا مطلب یہ کہ قاصد صاحب خود عاشق ہوجاتے تھے۔

ور بسوئے زن نبشتی کاتبش — نامہ را تصحیف خواندی نائبش

یعنی اور اگر عاشق کا منشی عورت کی طرف (اُس عاشق کی طرف سے) کچھ لکھتا تو اوس عورت کا نائب

اوس کو بگاڑ کر پڑھنا۔

ور صبا را پیک کردے در وفا ‏ ‏ از غبار سے تیرہ گشتی آن صبا

یعنی اور اگر صبا کو وفا میں قاصد بناتا تو وہ صبا کسی غبار کی وجہ سے تاریک ہوجاتی۔

رقعہ گر بر پر مرغے دوختی ‏ ‏ پر مرغ از تف رقعہ سوختی

یعنی اور اگر کسی جانور کے پر میں کوئی رقعہ سی دیتا تو رقعہ کی گرمی کی وجہ سے جانور کا پر جل جاتا۔

راہہا لئے چارہ را غیرت بہ بست ‏ ‏ لشکر اندیشہ را رایت شکست

یعنی تدبیر کے رستوں کو غیرت (عشق) نے باندھ دیا اور اندیشہ کے لشکر کا جھنڈا توڑ دیا۔ مطلب یہ کہ اب وہاں تک وہم کی بھی رسائی نہ تھی اور کوئی تدبیر وصل وہم میں بھی نہ آتی تھی۔

بود اول مونس غم انتظار ‏ ‏ آخرش بشکست کہ ہم انتظار

یعنی اول تو انتظار (محبوب) غم کا انیس تھا (لیکن) آخر اوس کو بھی توڑ دیا کیونکہ انتظار کہاں تک۔

گاہ گفتی کاین بلائے بے دواست ‏ ‏ گاہ گفتی نے حیات جان ماست

یعنی کبھی کہتا کہ یہ بلائے بے درماں ہے اور کبھی کہتا کہ نہیں میری جان کے لئے زندگی ہے۔

گاہ ہستی زو بر آوردی سرے ‏ ‏ گاہ او از نیستی خوردی برے

یعنی کبھی تو ہستی اوس میں سے سر نکالتی اور کبھی نیستی سے وہ پھل کھاتا مطلب یہ کہ کبھی تو یاد محبوب میں بالکل فنا ہوجاتا اور کبھی اوس کو اپنے بھی ہوش وحواس نہ رہتے۔

گاہ فریادش بگردوں بر شدی ‏ ‏ گہ خیال دلبرش ہمدم بدی

یعنی کبھی تو اوس کی فریاد آسمان تک پہونچتی اور کبھی دلبر کا خیال اوس کا ساتھی ہوتا۔

چونکہ بر وے سرد گشتے این نہاد ‏ ‏ جوش کردے گرم چشمہ اتحاد

یعنی جبکہ اوس کے اوپر یہ ذات ٹھنڈی ہوجاتی تو اتحاد کا تیز چشمہ جوش کرتا۔ مطلب یہ کہ اگر کبھی جوش عشق کم ہوجاتا تو محبوب سے وصل کا جوشش ہوتا۔

چونکہ بابی برگے غربت بساخت ‏ ‏ برگ بے برگی بسوئی او بتاخت

یعنی جبکہ غربت کی بے سامانی کے ساتھ موافقت کی تو بے سامانی کا سامان اوس کی طرف دوڑا۔

خوشہائے فکرتش بیگاہ شد ‏ ‏ شب رواں را رہنما چوں ماہ شد

یعنی اوس کی فکر کی خوشی صاف ہوگئی رات کے چلنے والوں کی لئے چاند کی طرح رہنما ہوگیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ راتوں کو جاگتا تھا اور اکثر عشاق رات کو نہیں سوتے تو اوس کا عشق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ یہ

اور عشاق کو بھی عشق کے راستے بتلاتا تھا۔

اے بسا طوطئے گویائے خمش　　اے بسا شیرین روان روترش

یعنی بہت سی طوطیں (حقیقت میں) بولنے والی ہیں اور (ظاہر میں) خاموش ہیں اور بہت سے شیرین جان (مگر) روترش ہیں۔ مطلب یہ کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ وہ بظاہر خاموش رہتے ہیں لیکن اون کی یہ خاموشی ہی بولنا ہے اس لئے کہ انکی حالت ہی سے اون کی باتیں معلوم ہوتی ہیں آگے اس کے ایک مثال دیتے ہیں

رو بگورستان دمے خامش نشین　　آن خموشان سخن گو را ببین

یعنی قبرستان میں جا اور ایک دم چپکا بیٹھ اور اون میں باتیں کرنے والے خاموش لوگوں کو دیکھ۔

لیک اگر یکرنگ بینی خاک شان　　نیست یکسان حالت چالاک شان

لیکن اگر تم اون کی خاک یکساں دیکھو تو اون کی چستی کی حالت یکساں نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اگر تم اوپر سے قبر کو سب کی یکساں دیکھو تو اون کے اندرونی حالت تو یکساں نہیں ہے اوس سے عبرت حاصل کرو اوس کی ایسی مثال ہے۔

لحم و شحم زندگان یکسان بود　　آں یکے غمگین دگر شادان بود

یعنی گوشت پوست زندوں کا یکساں ہوتا ہے مگر ایک غمگین اور دوسرا خوش ہوتا ہے۔

تو چہ دانی تا نہ نوشی قال شان　　زانکہ پنہانست بر تو حال شان

یعنی تو کیا جانے جب تک کہ تو اون کی باتیں نہ سنے اسلئے کہ تجھ پہ اون کا حال تو پوشیدہ ہی ہے۔

بشنوی از قال ہائے وہوے را　　کے بہ بینی حالت صد توے را

یعنی باتوں میں تم ہائے وہو کو سن لے مگر سنو تہ کی حالت کو کب دیکھے گا۔

نقش ما یکسان بضدہا متصف　　خاک ہم یکساں روان شان مختلف

یعنی نقش ہمارے یکساں ہیں اور اضداد کیساتھ متصف ہیں خاک بھی یکساں ہیں اور جان اونکی مختلف ہے (خاک سے مراد ظاہر بدن ہے)۔

ہم چنیں یکساں بود آوازہا　　آن یکے پر درد و آن پر نازہا

یعنی اسی طرح آوازیں یکساں ہوتی ہیں اور وہ ایک درد سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور وہ دوسری نازونسے بھری ہوئی۔

بانگ اسپان بشنوے اندر مصاف　　بانگ مرغان بشنوے اندر مطاف

یعنی گھوڑوں کی آواز لڑائی میں سنتے ہو اور پرواز میں جانوروں کی آواز سنتے ہو۔

آن یکے از حقد و دیگر زارتباط　　آن یکے از رنج دیگر از نشاط

یعنی وہ ایک کینہ کیوجہ سے ہوتی ہے اور دوسری اُلفت کیوجہ سے اور وہ ایک رنج کیوجہ سے اور دوسری خوشی کیوجہ سے۔

ہر کہ دور از حالت ایشان بود — پیشش آن آوازہا یکسان بود

یعنی جو کوئی کہ اونکی حالت سے دور ہوتا ہے تو اوس کے سامنے وہ سب آوازیں یکساں ہی ہوتی ہیں۔

آن درختے جنبد از زخم تبر — وان درخت دیگر از باد سحر

یعنی وہ ایک درخت کلہاڑی کے زخم سے ہلتا ہے اور وہ دوسرا درخت صبح کی ہوا کی وجہ سے ہلتا ہے۔

بس غلط گشتم ز دیگ مردہ ریگ — زانکہ سر پوشیدہ می جوشید دیگ

یعنی ایک بیکار دیگ کی وجہ سے بہت غلط ہو گیا میں اس لئے کہ ہنڈیا ڈھکی ہوئی جوش کر رہی تھی مطلب یہ کہ بہت لوگوں کے ظاہری بدن کو دیکھ کر دھوکہ ہو چکا ہے کیونکہ اندر کی حالت کا تو کچھ پتا نہیں چلا بس دھوکہ کھا گئے۔

جوش و نوش ہر کست گوید بیا — جوش صدق و جوشش تزویر و ریا

یعنی جوش اور نوش ہر شخص کا تجھکو کہتا ہے کہ آ صدق کا جوش دہوکا اور ریا کا جوش یعنی ہر کس و ناکس اپنی طرف کھینچتا ہے۔

گر نداری دیدہائے روشناس — رو دماغے دست آور بو شناس

یعنی اگر تو پہچاننے والی آنکھ نہیں رکھتا تو جا کوئی دماغ بو کا پہچاننے والا لا۔

آن دماغے کہ بران گلشن تند — چشم یعقوبان ہم او روشن کند

یعنی ایسا دماغ جو اوس گلشن پر تنے اور یعقوبوں (یعنی عاشقوں) کی آنکھ کو بھی روشن کرے مطلب یہ کہ ایسے دماغ کو تلاش کر جو محبوب کا بھی پتہ دے اور تمہاری آنکھ بھی روشن کر دے۔

ہین بگو احوال آن خستہ جگر — کز بخاری دور ماندیم اے پسر

یعنی ہاں اوس خستہ جگر کا حال بیان کر کیونکہ اے صاحبزادے ہم بخاری سے تو دور ہو گئے یعنی بخاری کا قصہ تو دور گیا اب اسی کو بیان کر لو۔

شرح حبیبی

کان جوان در جستجو بد ہفت سال — از خیال وصل گشتہ چون خیال

سایۂ حق بر سر بندہ بود — عاقبت جوئندہ یابندہ بود

چون ز چاہے می کنی ہر روز خاک — عاقبت اندر رسی در آب پاک

جمله داند این اگر تو نگروی | هرچه می کاریش روزی بدروی

سنگ بر آهن زدی آتش بجست | این بباشد ورنه باشد نادرست

آنکه روزی نیستش بخت و نجات | ننگرد عقلش مگر در نادرات

کان فلان کس کشت کرد و بر نداشت | وان صدف برد و صدف گوهر نداشت

بلعم باعور و ابلیس لعین | سود نامدشان عبادتها و دین

صد هزاران انبیا و رهروان | ناید اندر خاطر آن بدگمان

این دو را گیرد که تاریکی دهد | در دلش ادبار جز این کی نهد

بس کسا که نان خورد دل شاد او | مرگ او گردد بگیرد در گلو

پس تو ای ادبار رو هم نان مخور | تا نیفتی همچو او در شور و شر

صد هزاران خلق نانها می خورند | زور می یابند و جان می پرورند

تو بدان نادر کجا افتادهٔ | گرنه محرومی و ابله زادهٔ

این جهان پر آفتاب و نور ماه | تو بهشته سر فرو برده بچاه

که اگر حق است پس کو روشنی | سر ز چه بردار بنگر ای دنی

جمله عالم شرق و غرب آن نور یافت | تا تو در چاهی نخواهد بر تو تافت

چاه را کن رو بایوان و کروم | کم ستیز اینجا بدان کاللج شوم

هین مگو کاینک فلانی کشت کرد | در فلان سالی ملخ کشتش بخورد

پس چرا کارم که اینجا خوف هست | پس چرا افشانم این گندم ز دست

هین مکن استیزه رو در کار کن | با توکل کشت کن بشنو سخن

هر که استیزه کند بر سر فتد | آن چنان کو بر نخیزد تا ابد

وانکه او نگذاشت کشت و کار را | پر کند کوری تو انبار را

زین زبان بگذر زمانی بازران | جانب احوال آن عاشق جوان

چون درے می کوفت او از سلوتے | عاقبت دریافت روزی خلوتے

جست از بیم عسس او شب بباغ | یار خود را یافت با شمع و چراغ

گفت سازنده سبب را آن نفس | ای خدا تو رحمتے کن بر عسس

ناشناسا تو سببها کردهٔ | از در دوزخ بهشتم بردهٔ

بہر آن کردی سبب این کار را | تا ندارم خوار من یک خار را
در شکست پائے بخشد حق پرے | ہم ز قعر چاہ بکشاید درے
ہر چہ آن بر تو کراہیت بود | چون حقیقت بنگری رحمت بود
تو مبین کہ بر درختی یا بچاہ | تو مرا بین کہ منم مفتاح راہ
گر تو خواہی باقی این گفتگو | اے اخی در دفتر چارم بجو

ہاں تو بات یہ ہے کہ وہ جوان سات سال تک کوشش کرتا رہا۔ حتی کہ وصال کی دھن میں سراپا خیال بن گیا یا یوں کہو کہ بہت لاغر ہو گیا لیکن سایۂ رحمت حق سبحانہ بندہ کے سر پر ہے اس لئے طالب صادق محروم نہیں رہتا انجام کار اوس کا مطلوب اوسے مل ہی جاتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی دروازہ کو کھٹکھٹاؤگے تو کبھی نہ کبھی اوس میں سے آدمی جو تمہارا مطلوب ہے ضرور نکلے گا اب میں کہتا ہوں کہ جبکہ تم کسی کے کوچہ میں بیٹھو گے تو کبھی نہ کبھی ضرور وہ شخص تمہیں ملیگا علی ہذا جب کسی کنوئیں کے تھوڑی تھوڑی مٹی نکالتے رہو گے تو انجام کار تم صاف پانی تک پہونچ جاؤگے یہ امر سب جانتے ہیں تم نہ مانو تو اور بات ہے کہ جب آدمی کوئی کوشش کرتا ہے تو اوس کا نمو اوسے ضرور ملتا ہے دیکھو جب پتھر لوہے پر مارا جاوے گا تو آگ نکلے گی یہ ضرور ہوتا ہے اور اگر کسی عارض کے سبب ایسا نہ ہو تو یہ ایک اتفاقی امر ہے لیکن جس شخص کی قسمت میں خوش قسمتی اور بلا سے خلاصی نہیں ہوتی اوس کی عقل ہمیشہ اتفاقیات پر نظر کرتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ دیکھو فلاں شخص نے بویا تھا مگر کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا اور فلاں شخص مصیبت اوٹھا کر دریا میں سے سیپ لایا۔ مگر خالی نکلی۔ بلعم باعور اور ابلیس نے کس قدر عبادت کی مگر اون کی دینداری اور عبادت نے اون کو کچھ بھی فائدہ نہ دیا اس منحوس کے خیال میں لاکھوں انبیاء و سالکین کی تو حالت نہیں آتی ہاں ان دونوں کو پکڑے ہوئے ہے جو ظلمت پیدا کرنے والے ہیں بات یہ ہے کہ یہ بدبخت ہے اور بدبختی کا نتیجہ یہ ہونا ہی چاہیئے اس سے کوئی کہے کہ احمق بہت سے ایسے لوگ بھی تو ہیں کہ جو خوش خوش کھاتے ہیں مگر وہ کھانا اون کے لئے سبب موت ہو جاتا ہے اور گلے میں پھنس جاتا ہے پس منحوس تو روٹی بھی مت کھا تاکہ تو بھی اون کی طرح خرابی میں نہ پڑ جاوے ارے بھلے مانس جس طرح لاکھوں آدمی روٹی کھاتے ہیں اور قوت جسمانی و روحانی حاصل کرتے ہیں یوں ہی کوشش کرنے والے کامیاب بھی تو ہوتے ہیں اور جس طرح بعض کھانے والے مرتے ہیں۔ یوں ہی بعض کوشش کرنے والے بھی محروم رہتے ہیں پس اگر تو محروم اور احمق کا بچہ نہیں ہے تو ان دو میں کہاں جا پڑا ان کو چھوڑ اور کامیابوں پر نظر کر اور جبکہ تو انہیں دونوں پر نظر کرے گا تو فرد

تو محروم اور گدھے کا بچہ ہے تیری علامت یہ ہے کہ عالم دھوپ اور چاندنی سے پٹ ہے مگر تو ان کو چھوڑ کر کنوئیں
کے اندر سر جھکا کر بیٹھ گیا ہے اس پر کہتا ہے کہ اگر فی الواقع چاند اور سورج نکلے ہوئے ہیں تو روشنی کہاں
ہے ارے پاجی کنوئیں سے سر باہر نکال اور دیکھ لے کہ تمام عالم نے مشرق سے لیکر مغرب تک روشنی حاصل
کر رکھی ہے اور جب تک تو کنوئیں میں ہے اوس وقت تک تو تجھ پر روشنی نہیں پڑ سکتی کنواں چھوڑ
محلات اور باغات میں جا وہاں تجھے روشنی ملے گی تو کج بحثی مت کر کیونکہ کج بحثی نحوست کی علامت ہے۔
دیکھ تو یہ نہ کہہ کہ فلاں نے فلاں سال کھیتی کی تھی مگر کچھ بھی حاصل نہ ہوا اور اوس کی ساری کھیتی ٹڈیاں کھا گئیں
پس میں کیسے کھیتی کروں اور کیوں گیہوں بکھیروں دیکھ ہم کہتے ہیں کہ کج بحثی مت کر جا کام کر کہنا مان اور خدا
کے بھروسے کھیتی کر انشاء اللہ اوس کا اچھا پھل ملے گا یاد رکھ جو کج بحثی کرتا ہے یوں سر کے بل گرتا ہے
کہ قیامت تک اوٹھنا نصیب نہیں ہوتا اور جو بوتا جوتتا ہے اور توہمات باطلہ کی بنا پر اوسے نہیں چھوڑتا
نہیں وہ تیری آنکھوں میں خاک جھونک کر غلہ کے انبار لیجاتا ہے خلاصہ یہ کہ اعمال صالحہ میں کوشش
کرو اور نتیجہ کو پیش نظر نہ رکھو بلکہ اون کو خود مطلوب سمجھو نتیجہ ضرور ملے گا انشاء اللہ تعالیٰ اچھا اسے
کچھ دیر کیلئے چھوڑو اور اس جوان عاشق کی قصہ کی طرف لوٹو اوس نے کوشش نہ چھوڑی چنانچہ
ایک روز وہ بے خطر دروازہ کھٹ کھٹا رہا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوسے خلوت میسر ہو گئی۔ تفصیل
اوس کی یہ ہے کہ کوتوال آ رہا تھا اوس کے خوف سے وہ بھاگا اور ایک باغ میں گھس گیا۔ وہاں
جا کر دیکھا کہ اوس کا محبوب شمع وچراغ سمیت موجود ہے اوس وقت اوس نے مسبب الاسباب سے کہا
کہ اے اللہ تو اس کوتوال پر رحمت کر تیری بڑی شان ہے کہ تو نے اُن اشیاء کو سبب بنا دیا جن پر میرا
گمان بھی نہیں تھا اور دوزخ سے نکال کر بہشت میں لے آیا تو نے ان کو اس لئے اس کام کا سبب بنایا
کہ میں کانٹے کو بھی حقیر نہ سمجھوں۔ اور سمجھوں کہ اس میں بڑی حکمتیں ہیں گو مجھے معلوم نہیں جس طرح کہ میں نہ جانتا
تھا کہ کوتوال وغیرہ وصال کا سبب بن جائیں گے مگر وہ سبب بن گئے واقعی اوس کی بڑی قدرت ہے
کہ وہ ایک ضد کو دوسری ضد کا سبب بنا دیتا ہے چنانچہ شکست پا سے پر کا کام لیتا ہے اور کنوئیں کی تہ
میں رہائی کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اب تم سمجھو کہ جو اشخاص تم کو مکروہ اور ناخوش معلوم ہوتے ہیں اون کی
اگر حقیقت معلوم کرو گے تو وہ رحمت ثابت ہوں گے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جب تم کو میری قدرت
معلوم ہو گئی تو اسباب ظاہرہ کو مطمح نظر نہ بناؤ۔ اور یہ نہ دیکھو کہ تم درخت پر ہو یا کنوئیں میں بلکہ کوشش
کئے جاؤ اور مجھ پر نظر رکھو کیونکہ حلال مشکلات تو میں ہوں۔ اور میرے نزدیک کنواں اور درخت سب
برابر ہیں اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہاں تک دفتر سوم ختم ہوا اگر پورا قصہ دیکھنا ہو تو دفتر چہارم میں

تلاش کرو۔ الحمد للہ علی اتمام ھذا الشرح للسفر الثالث من المثنوی المعنوی

شرح شبیری

عاشق کا معشوق کو پالینا اور بیان اس کا کہ ڈھونڈھنے والا پانے والا ہوتا ہے کہ من طلب شیئاً وجد وجد حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے

کان جوان در جستجو بد ہفت سال　　از خیال وصل گشتہ چون خیال

یعنی وہ جوان سات برس تک تلاش میں رہا۔ اور وصل کے خیال کی وجہ سے خیال کی طرح ہو گیا تھا۔

سایۂ حق بر سر بندہ بود　　عاقبت جوئندہ یابندہ بود

یعنی حق تعالیٰ کا سایہ بندہ کے اوپر ہوتا ہے اور طالب انجام کار پانے والا ہوتا ہے۔

گفت پیغمبر کہ چون کوبی درے　　عاقبت زان در برون آید سرے

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی دروازہ کو کوٹو گے آخر اوس دروازہ سے ایک سر نکلیگا

چون نشینی بر سر کوئے کسے　　عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

یعنی جب تو کسی شخص کے کوچہ پر بیٹھ جائے تو آخر کار تو کسی نہ کسی کا منہ دیکھے گا۔

چون ز چاہے می کنی ہر روز خاک　　عاقبت اندر رسی در آب پاک

یعنی جب تم ایک کنوئیں سے ہر روز مٹی نکالو گے تو آخر کار پاک پانی پر پہونچ جاؤ گے۔

جملہ دانند این اگر تو نگروی　　ہر چہ می کاریش روزے بدروی

یعنی سب جانتے ہیں اگرچہ تو یقین نہ کرے کہ جو کچھ کہ تو بووے گا اوس کو ایک دن کاٹے گا۔

سنگ بر آہن زدی آتش بجست　　این بہ باشد ورنہ باشد نادرست

یعنی پتھر کو لوہے پر مارے تو آگ پیدا ہو گی۔ یہ بات اکثر ہوتی ہے اور اگر نہ ہو تو نادر ہے۔

آنکہ روزی نیست از بخت ونجات　　ننگرد عقلش مگر در نادرات

یعنی جس شخص کی روزی اور بخت اور نجات نہ ہو اوس کی عقل بجز نادرات کے اور کسی چیز کو نہیں دیکھتی۔

کان فلان کس کشت کرد و بر نداشت — وان صدف برد و صدف گوہر نداشت

یعنی کہ فلان شخص نے کھیتی کی اور پھل نہ اوٹھایا اور فلان شخص سیپی لے گیا اور سیپی موتی نہیں رکھتی تھی۔

بلعم باعور و ابلیس لعین — سود نامد شان عبادتہا و دین

یعنی بلعم باعورا اور ابلیس ملعون کو اون کی عبادتیں اور دین نافع نہ ہوئے۔

صد ہزاران انبیا و رہروان — نایداندر خاطر آن بدگمان

یعنی لاکھوں انبیا اور سالکین اوس بدگمان کے دل میں نہیں آتے۔

این دو را گیرد کہ تاریکی دہد — در دلش ادبار جز این کے نہد

یعنی ان دونوں (بلعم باعورا اور شیطان) کو لیتا ہے تاکہ تاریکی دین ادبار اوس کے دل میں سوائے اس کے کب رکھتا ہے مطلب یہ ہے کہ جو کم نصیب ہوتا ہے اور جس کی قسمت میں کچھ نہیں ہوتا۔ اوس کی نظر اون لوگوں پر ہوتی ہے جن کو کہ مجاہدات اور ریاضات سے کچھ نفع اتفاقاً نہیں ہوا تو وہ شخص ایسے لوگوں کو نظیر میں پیش کر کے کہا کرتا ہے کہ میاں فلاں نے کیا تھا آخر کو کیا نفع ہوا بجز اسکے کہ مردود ہو گئے۔ حالانکہ اون دو ایک مردودین کے علاوہ لاکھوں ایسے ہوئے ہیں کہ جن کا انہیں مجاہدات و ریاضات سے کام چل گیا ہے مگر یہ شخص اون کو نہیں دیکھتا۔ اور اس طریقہ سے شیطان اوس کی رہزنی کرتا ہے اور کام نہیں کرنے دیتا۔

بس کسا کہ نان خورد دلشاد او — مرگ او گردد بگیرد در گلو

یعنی بہت سے لوگ دل خوش ہوکر روٹی کھاتے ہیں اون کے لئے موت ہو جاتی ہے اور گلے میں اٹک جاتی ہے

پس تو اے ادبار رو ہم نان مخور — تا نیفتی ہمچو او در شور و شر

پس اے مدبر تو روٹی بھی مت کھا تاکہ کہیں اوس کی طرح شور و شر میں نہ پڑ جاوے۔ (مگر یہاں تو یوں کہنے لگتے ہو کہ)۔

صد ہزاران خلق نانہا میخورند — زور می یابند و جان می پرورند

یعنی لاکھوں مخلوق روٹی کھاتی ہے زور پاتے ہیں اور جان کو پالتے ہیں۔

تو بدان نادر کجا افتادۂ — گر نہ محرومی و ابلہ زادۂ

یعنی تو اوس اتفاقی بات پر کہاں پڑا ہوا ہے اگر تو محروم و ابلہ زادہ نہیں ہے۔

این جہان پُر آفتاب و نور ماہ — تو بہشتہ سر فرو بردہ بچاہ

یعنی یہ جہان آفتاب اور چاند کے نور (یعنی اولیاء اللہ) سے بھرا ہوا ہے اور تو اپنے سر کو کنوئیں کے

اندر نیچے کو ڈالے ہوئے ہے (اور کہہ رہا ہے کہ)۔

کہ اگر حق ست پس کو روشنی سرز چاہ برداروبنگر اے دنی

یعنی کہ اگر سچ ہے تو روشنی کہاں ہے (مولانا فرماتے ہیں) اے کمینے کنوئیں سے سر اوٹھا اور دیکھ

جملہ عالم شرق وغرب آن نور یافت تا تو در چاہی نخواہد بر تو تافت

یعنی تمام عالم مشرق اور مغرب نے اوس نور کو پالیا لیکن تو جب تک کنوئیں میں ہے وہ تجھ پہ نہ چمکے گا۔

چہ رہا کن رو بایوان وکروم کم ستیز این جا بدان کالج شوم

یعنی کنوئیں کو چھوڑ اور محلون اور انگوروں میں جا اس جگہ کم لڑ کیوں کہ جھگڑا کرنا منحوس ہے۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے انوار سے تمام عالم بھرا ہوا ہے اور تمام لوگ اوس سے مستفید ہو رہے ہیں اگر تم دنیا میں لگے ہوئے ہو اور اگر تم سے کوئی اوس نور کو بیان کرتا ہے کہ اوس نے چار دانگ عالم کو احاطہ کر رکھا ہے تو تم دنیا ہی میں لگے ہوئے کہتے ہو کہ اگر یہ بات ٹھیک ہے تو وہ نور ہم کو کیوں نہیں نظر آتا تو اوس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے کنوئیں میں منہ لٹکا کر پوچھو کہ آفتاب کہاں ہے تو میاں کنوئیں سے سر نکالو اور پھر دیکھو اسی طرح تم دنیا کو ترک کرو تب اون کے انوار نظر آویں۔

ہین مگو کا نیک فلانے کشت کرد در فلان سال وملخ کشتش بخورد

یعنی ہاں یوں مت کہو کہ فلاں شخص نے فلاں سال میں کھیتی کی تھی اور اوس کی کھیتی کو ٹڈیاں کھا گئیں (لہذا)

پس چرا کارم کہ اینجا خوف ہست پس چرا افشانم این گندم ز دست

یعنی پھر میں کیوں بووٴں یہاں تو خوف ہے اور اس گیہوں کو ہاتھ سے کیوں ڈالوں۔

ہیں مکن استیزہ رو رو کار کن با توکل کشت کن بشنو سخن

یعنی ہاں لڑائی مت کر جا جا کام کر توکل کے ساتھ کھیتی کر بات سن مطلب یہ کہ خدا پر بھروسہ کرکے کام میں لگو اس کو مت دیکھو فلاں واصل ہو گیا تھا اور فلاں نہیں ہوا اور اپنے مرشد سے الجھو مت کیونکہ

ہر کہ استیزہ کند بر سر فتد آن چناں کو بر نخیزد تا ابد

یعنی جو شخص کہ جھگڑا کرتا ہے وہ ایسا سر کے بل گرتا ہے کہ ہمیشہ کو نہیں اوٹھتا۔

وانکہ او نگذاشت کشت وکار را پر کند کوری تو انبار را

یعنی جس شخص نے کھیتی کو اور بونے کو نہ چھوڑا وہ باوجود تیری محرومی کے انبار کو پُر کرے گا مطلب

یہ کہ جو شخص کام میں لگا رہیگا وہ آخر مقصود تک پہونچ ہی جاوے گا۔

زین بیان بگذر زمانے باز ران　　جانب احوال آن عاشق جوان

یعنی اس بیان کو تھوڑی دیر کیلئے چھوڑ دو اور پھر اوس عاشق جوان کی طرف چلاؤ۔

چون درے می کوفت او از سلوتے　　عاقبت دریافت روزے خلوتے

جبکہ وہ تسلی سے ایک ہی دروازہ کو کوٹ رہا تھا تو آخر کار خلوت پالی۔

جست از بیم عسس او شب بباغ　　یار خود را یافت با شمع و چراغ

یعنی کوتوال کے خوف سے رات کو وہ باغ میں کودا تو اپنے یار کو مع شمع اور چراغ کے پایا۔

گفت سازندہ سبب را آن نفس　　اے خدا تو رحمتے کن بر عسس

یعنی اسباب کے بنانے والے سے اوس وقت کہنے لگا کہ اے خدا تو کوتوال پر رحمت کیجیو۔

ناشناسا تو سبب ہا کردۂ　　از در دوزخ بہشتم بردۂ

یعنی آپ نے اسباب نامعلوم کئے ہیں اور دوزخ (ہجر) کے دروازہ سے مجھ کو بہشت (وصل) میں لے گئے ہیں آپ۔

بہر آن کردی سبب این کار را　　تا ندارم خوار من یک خار را

یعنی اس کام کو آپ نے اس لئے سبب کیا ہے تاکہ میں ایک کانٹے کو بھی ذلیل نہ رکھوں مطلب یہ کہ کوتوال کو جو میں ظالم اور ذلیل سمجھتا تھا آپ نے اوسی کو میرے لئے خوشی کا سبب بنا دیا تو یہ اس لئے کہ تاکہ میں چھوٹے سی چھوٹی چیز کو بھی ذلیل نہ سمجھوں کیونکہ۔

در شکست پائے بخشد حق پرے　　ہم ز قعر چاہ بکشاید درے

یعنی پاؤں کے ٹوٹنے میں حق تعالے پر بخشدیتے ہیں اور کنوئیں کے گڑھے میں بھی ایک دروازہ کھولدیتے ہیں۔

ہر کہ او بر تو کراہیت بود　　چون حقیقت بنگری رحمت بود

یعنی جو چیز کہ تم پر مکروہ ہو جب تم حقیقت دیکھو تو وہی رحمت ہووے (آگے مقولہ حق تعالے کا ہے)۔

تو مبین کہ بر درختی یا بچاہ　　تو مرا بین کہ منم مفتاح راہ

یعنی تو یہ مت دیکھ کہ درخت پر ہے یا کنوئیں میں تو مجھکو دیکھ کہ میں مفتاح راہ ہوں۔ مطلب یہ کہ اس کو مت دیکھ کہ تجھکو مجاہدات وریاضات سے نفع ہوا ہے یا نہیں بلکہ تجھے چاہیئے کہ مجھ

بھروسہ رکھے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

گر تو خواہی باقیٔ این گفتگو اے اخی در دفتر چہارم بجو

یعنی اے بھائی اگر تم اسباب کا بقیہ چاہتے ہو تو چوتھے دفتر میں ڈھونڈھو یعنی اس حکایت کو ہم نے دفتر چہارم میں پورا کیا ہے۔

الحمد للہ کہ کلید مثنوی دفتر ثالث کا ربع رابع اختتام کو پہونچا

والحمد للہ علےٰ ذالک

۲۳ ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ یوم جمعہ